

مفتِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ہمدانی  
 کے فکر انگیز خطبات کا مجموعہ

# خطبات علی میاں

جلد سوم

ہدایت و تنبیہ

تین درتیب ۱

مولوی محمد رفیق میاں صاحب

جامعہ علوم اسلامیہ بنوری اکن، کراچی

ڈی جی آر ایس پبلیکیشنز  
 221-57000 کراچی پاکستان

دارالاشاعت



## فہرست عنوانات

۲	اقتساب
۲۲	مجلس مرتب
۲۷	(۱) موجودہ عالمہ اسلام کیلئے فیصلہ کن محاذ نور مرکزی میدان شمال
۳۸	(۲) اجتماع بین نور قربانی و ارشاد کا جذبہ
۴۲	(۳) اسلامی بیداری کی لہر پر ایک نظر، بے لگ جاگڑہ اور مخصوصہ شور سے
۴۴	مذکورہ کتاب
۴۴	بہارِ اہل بیت کی فائدہ ہے
۴۶	اسلامی احکام کے ناموں کا ترجمہ
۴۷	مذہبیت کے مروجہ عقائد کی ضرورت
۴۸	زہد اور مٹھ سے وہ حامل نہ ہو گا، اور ایک
۴۹	زندگی کے حقوق سے چشم پوشی کے نتائج
۵۰	موسمِ امانی، حاشہ و ناخوشی
۵۱	جہاد کی تعلیمات کی اہمیت
۵۳	امید کو توڑنے والی تحریکیں خود کشی کا کار
۵۵	فیہ شہرہ کی مٹھ و شہادت سے اجتناب کی ضرورت
۵۶	تجدید و اصلاح کی بہتر مثال

صفحہ	عنوان
۵۶	ہماہ و منہاب سے بے نیازی
۶۰	جرات و شجاعت و مرقرونی کا جذبہ شوق
۶	غیر مسلم قلمیت کے خطوط میں اسلامی بیداری اور اس کا اثر عمل
۶	اسلام کی منشا یہ ہے کہ انسان کو نیک بنی
۶۲	یہ امن اور بھانے باجمہر نے کی خوش
۶۳	ملکی بازار کی اصلاحی اور اخلاقی قیود
	جمہوری حقوق کو صحیح استعمال اور قانون سازی کے رشتہ و تعلق
۶۳	نکدہ کی ضرورت
۶۳	نئی نسل کی تعلیم و تربیت اور ان کے ایمان کی حفاظت
۶۶	(۳) امریکہ و درپیش خطرات اور اس کا تعلیمات نبوی کی ضرورت
۶۹	عالم مغرب کی ضروری
۶۹	امریکہ کا دینی مفاسد و دست نہیں
	تفصیروں اور ان کے پیروں نے خلوص کے ساتھ انہماک کی خدمت کی
۷۰	اور وہ جذبہ بن گئے
۷۱	اور کچھ آسانی مذہب سے محروم ہے
۷۲	فکر و مریضہ و مالی ذہن رشتہ
۷۳	مستحکم کی مادی
۷۳	امام بنی و ان کے جامع تعلیمات کا اثر ہے
۷۳	مخالف جیسائیت
۷۳	اٹل امریکہ کے نام پر
۷۵	اسلام کا پیغام پہنچا ہے

صفحہ	عنوان
	(۵) اس دنیا کی قانون و سعادت اور تباہی و ہلاکت
۷۷	انسان کے ساتھ ولایت ہے
۷۸	عقلیہ انسان
۷۹	دنیا کی فلاح و نجات اور تباہی و ہلاکت انسان کے ساتھ ولایت ہے
۸۰	انبیاء و صلوات اللہ علیہم اجمعین نے اپنی ساری طاقت انسان کو سجدہ کرنے پر صرف کی
۸۱	یہ انسان خود خلیفہ عالم ہے
۸۲	انسان کی ساری اہمیت علی کا مقررہ
۸۳	انسان کے اندر بے شمار نعمتیں ہیں جو بے نیکی و غیبتوں سے بے خبر ہوتے ہیں تو وہی جہنم ہو جاتی ہے
۸۴	یہ کہ انسان کے لئے جسکی دنیا پر عمل نہیں کیا
۸۵	ایک ملک نے بھیجے گئے تھے، سب ملک پر حملہ آور نہیں ہوتے
۸۶	ساری تحریروں کا انحصار اس پر ہے کہ انسان کے دل میں کیا ہے
۸۷	اگر یہ دنیا درست نہ ہو تو دنیاوی حاکمین کے لئے اس میں خراب ہے تو پھر جہنم کدہ
۸۸	میں جانتی
۸۹	دل کی کھیتی کی طرف توجہ کیجئے
۹۰	دب دہل کی دنیا پر توجہ کیجئے تو یہ ہے
۹۱	اور دنیا کی بددعا کی صورتیں اور شایاں کے کل نہیں ہوتی
۹۲	آج کل کے مروجہ مذہبوں کے لئے انسانیت کا جیہ و روح فقہ و فہم ہے
۹۳	آج انسان کے لئے جو کمال ہے لیکن رہا نہیں جاتا
۹۴	غربانی سے انسان کو بے گناہ کر دیا گیا ہے
۹۵	انسانیت کی ساری فلاح و نجات اس پر مبنی ہے
۹۶	آج انسان کے لئے اسلام پر چڑھ کر ہے

صفحہ	عنوان
۹۱	دنیا کے فساد و فحشاء و مہربانوں کی
۹۲	ساری لڑائی انفرادی کی ہے
۹۲	ایک شاہراہ کے سوا آج سارے راستے بند ہیں
۹۳	ہمارا علاقہ ہمارے اندر ہے
۹۳	دنیا کے انھوں کا مانتا ہے صرف یہ ہے کہ دل میں ایمان کا چراغ روشن کیا جائے
۹۵	دماغ و لغت زبان بے دل صرف ایک زبان یا نر ہے
۹۷	(۶) ملک و معاشرہ کا سب سے خطرناک مرض ظلم و ستم ہے
۱۱۳	(۷) ملک کے مہم جو و حالات اور ہماری ذمہ داریاں
۱۱۳	ہمارے ملک کیلئے پہلا خطرہ
۱۱۵	برادری زندگی کی علامت ہے
۱۱۵	ہر چیز انسان ہی کے تعلق سے یا معنی اور فہم سے ہوتی ہے
۱۱۵	معمولی و تعالیٰ پر قرب و غارت گری کا طوفان
۱۱۶	ایک فلسفی کا قول
۱۱۶	انسانی دستور کی جڑیں اور اہم دفعہ
۱۱۷	اسلام میں انسان کا مقام
۱۱۸	ملک کیلئے دوسرا خطرہ
۱۱۹	اسلامی رہنمائی کی نکتہ ہے
۱۲۰	ملک کیلئے تیسرا اہم خطرہ
۱۲۱	اس خطرے کا علاج
۱۲۳	(۸) یقیناً مرد و مسلمان کا
۱۲۷	مجاہد کے قدم کی فضیلت

صفحہ	مضامین
۱۳۸	۱۰۔ زین کی قدر
۱۳۷	(۹) ترقی پر ایمان کی سلامتی کو ترجیح دیجئے
۱۳۸	سب سے بڑا شمارو
۱۳۹	امریکین شہرہء عرب کو راجہ
۱۳۹	رضائے فانی
۱۴۱	دعا کا وزن
۱۴۲	اپنے دل کی نظری چاروں کرتے رہیں
۱۴۳	ملک سے حسن ظن رکھیے
	۱۱۔ امام سید علیؒ میں اس وقت باقی امر محفوظ رہے ہیں ان سب باتوں
۱۴۴	کا حصہ ہے، مسلمانوں نے اس کی خدمت میں حصہ لینا
۱۴۵	تصوف کا کارزار
۱۴۶	امام ابو القاسمؒ کے آٹھ بیٹوں تک مہم نہیں رہے وہ
۱۴۷	نماز میں نہ تمام
۱۴۹	(۱۰) موجود و تہذیب کی نہ کامی ذرائع و ملتے حصہ کا عدم توازن
۴۹	ذرائع کی آسانی اور فراوانی
۵۱	مقام صدور نیک خواہشات کا فقدان
۵۱	ذرائع اور مساعی نیک خواہشات کی خانہ پری نہیں کر سکتیں
۵۲	ذرائع سے پھر ان سے کام لینے والے چاہئیں
۵۳	خیر خواہوں نے انسان تیار کئے
۵۴	یورپ کی بنی ہوئی متمدن تہذیب
۵۵	وسائل باعث بگاڑت ہیں؟
۵۶	تہذیب جدید کی نہ کوئی

صفحہ	عنوان
۱۵۶	مذہب کے کرنے کا کام
۱۵۷	ذرائع کی کثرت سے غلوں کو عدم ملایا
۱۵۷	ایشیا کا فرض
۱۵۷	وقت کا سب سے اہم کام
۱۵۸	(۱۱) غلطی کو غلطی نہ تسلیم کرنا خطرناک ہے
۱۶۳	(۱۲) کسی ملک و معاشرہ کیلئے سب سے خطرناک بات
۱۷۱	(۱۳) اسلام پر دور میں قیادت و رہنمائی کی صلاحیت رکھتا ہے
۱۸۱	(۱۴) خواص امت
۱۸۵	(۱۵) سیاسی آزادی لیکن تہذیبی غلامی
۱۸۵	شرقی سے مغرب کا تعلق
۱۸۶	ہندوستان
۱۸۶	مصر
۱۸۶	ترکی
۱۸۷	سیاسی آزادی لیکن تہذیبی غلامی
۱۸۸	ہم تحقیقات میں بھی مغرب کے دست نگر ہیں
۱۸۹	فائدہ قیادت
۱۹۰	ایمان کی طاقت
۱۹۱	عالم اسلام کے قائدین
۱۹۱	دلی کی زبان
۱۹۲	مقصد و رہنمائی کا فرق
۱۹۳	قدیم و جدید کا فلسفہ



صفحہ	عنوان
۱۹۳	جہنم مشرق میں لیکن اہل دودھا مغرب میں
۱۹۴	آپ اس امت کے فرد ہیں جس نے اسے نیت کو نجات دی
۱۹۵	بنیادی حقیقت
۱۹۶	اگر ہم یورپ سے کچھ لے سکتے ہیں تو اس سے بہتر دے بھی سکتے ہیں
۱۹۸	(۱۶) زندگی گزارنے کا بہترین دستور عمل
۲۰۳	(۱۷) ملک کی حقیقی آزادی
۲۰۴	آزادی کے آگے
۲۰۵	قلب کی روشنی
۲۰۶	شہنشاہ
۲۰۷	سیرت سازی اور خلاق کی اسلحہ کے بغیر کوئی منصوبہ کامیاب نہیں
۲۰۷	کردار کی ضرورت
۲۰۸	اختلافی نزاعیں
۲۰۹	انسانیت
۲۱۰	(۱۸) صورت اور حقیقت
۲۱۰	صورت اور حقیقت میں بڑا فرق ہے
۲۱۰	حقیقت کے تقابہ میں صورت کی شکست
۲۱۱	نفس کا دھوکا
۲۱۲	حقیقت و اسلام
۲۱۵	صورت اسلام حفاظت کرتے کیلئے کافی نہیں
۲۱۶	ذہنی خطا
۲۱۶	حقیقت اسلام بدعتوں سے میدان میں آئی، اسکی نہیں

صفحہ	عنوان
۲۱۶	رحمت و نصرت تائید و اعانت کے وعدے حقیقت سے متعلق ہیں
۲۱۷	دین کے اقتدار اور امن و امان کا وعدہ
۲۱۸	امت کی سب سے بڑی خدمت
۲۱۹	اقوام، قوم کی بڑی خشک ہو چکی ہیں
۲۱۹	مسلمانوں کے لئے حقیقت کی طرف ترقی کرنے کی ضرورت
۱۴۱	حقیقت اسلام، بارہ بیہ ہوسکتی ہے
۱۴۱	حقیقت اسلام میں آج بھی طاقت ہے
۲۲۲	(۱۹) اعلیٰ اخلاقی قدریں دل کے اندر کھولتی ہیں ان کی باہر تلاش
۲۲۳	ایک کہانی
۲۲۲	انسان کو سمجھات پندہی
۲۲۳	حقیقتوں سے کتنی نہیں لڑی جاسکتی
۲۲۳	انسان دین کو کڑی ہے
۲۲۵	انسانیت کا مسئلہ پرانی تہذیبوں سے حل نہیں ہو سکتا
۲۲۵	تہذیبیں انسانیت کا لباس ہیں انسانیت لباس تبدیل کرتی رہتی ہے
۲۲۵	مذہب دونوں کتابوں کا مجموعہ ہے
۲۲۶	رسم الخط یا تعمیر خدای
۲۲۶	تعمیر مسائل نہیں پیدا کرتے مقاصد عطا کر دیتے ہیں
۲۲۷	انسانیت کو غمناک انسانوں کی ضرورت ہے
۲۲۷	ہم نے ولی کا راستہ کھویا
۲۲۸	نظام تعلیم کا نقص
۲۲۸	وہایت کی تبدیلی کی ضرورت
۲۳۰	کوئی زبان غیر نہیں

صفحہ	عنوان
۲۳۰	خدا پرستی کی تحریک کی ضرورت
۲۳۰	علم و اخلاق کے تعاون کی ضرورت
۲۳۱	۱۰۰ پرستی اور روحانیت
(۲۰)	دنیا کا موجودہ کشش یہ نہیں کہ برائی دور ہو بلکہ یہ کہ برائی ہماری فطرتی اور انتظام میں ہو
۲۳۲	سب ٹھیکہ اور باہر لیکن میرا انتظام سے ہونا چاہئے
۲۳۳	یورپ اور ایشیا میں آج کی جذبہ کا سرمایہ ہے
۲۳۴	تعمیر وں کا مطالعہ زندگی کا نقشہ عطا ہے
۲۳۴	قوموں اور شہرستان کی بنیاد ہے
۲۳۵	دنہ و راور ہے کام ٹھونڈوں کی رشت
۲۳۶	حکومت اور عہدہ و کان اہل ہے
۲۳۶	جوہر طلب سوانی
۲۳۷	انسانی سروریات کی فہرست بہت طویل نہیں
۲۳۷	خواب اور آواز کا انہوں نے چپ بھونک جیاد نہیں ہو سکتا
۲۳۸	حقیت تمام زور دیتی ہے
۲۳۸	خدا کی فطرتی نشان نہیں ہے
۲۳۹	نہرا بیجا
۲۳۹	(۲۱) اللہ کی سب سے بڑی نعمت ایمان ہے
۲۴۰	(۲۲) نفس پرستی یا خدا پرستی
۲۴۰	سائنس و مروجہ کی نہیں
۲۴۷	نفس پرستی یا خدا پرستی

صفحہ	موضوع
۲۲۷	نفس پرستی خدا پرستی سے ہمیشہ برتر ہے
۲۲۸	نفس پرستی سے عقل ایک مذہب ہے
۲۲۹	نفس پرستی میں کاروبار کیا ہے
۲۲۹	نفس پرستی کی ذمہ داری مسیحیتوں کی ہے
۲۵۱	رسول اللہ ﷺ نے نبی نفس پرستی کے علماء کو سزا
۲۵۲	خدا پرستی پیدا کرنے کی تین بنیادیں ہیں
۲۵۳	بے نفسانہ خدا پرستی کی خوب مثال
۲۵۶	حیرت انگیز انقلاب
۲۵۷	خدا پرست مسلمان
۲۵۸	خدا پرستی کے مضمرات و نفس پرستی کے فکام
۲۵۸	دنیا کی سب سے بڑی مصیبت نفس پرستی ہے
۲۵۹	ہماری دعوت
۲۶۰	(۲۳) امریکہ اور کینیڈا میں مقیم مسلمانوں کی ذمہ داریاں اور قرآن
۲۶۰	ذرائع اور مقاصد
۲۶۱	اصل مقصد اللہ کی بندگی
۲۶۲	مستور حقائق کی جہت
۲۶۳	سرسر اور تشویشیں
۲۶۶	چند مہرت انگیز واقعات
۲۶۷	۵۰ ہر شہرہ
	(۲۴) دعوت کا کام کرنے والوں کے درمیان خوشگوار تعلق
۲۶۸	اور باہمی محبت کسی خارجی ذرائع سے نہیں پیدا کی جاسکتی
۲۶۸	مصلحتی کوشش کا اثر نہیں ہوتا

صفحہ	عنوان
۲۰۶	اخوت کا ارشاد
۲۰۷	پندرہ لکھ
۲۰۸	مقلد کے لیے دعوت اور مقصد کا مشق
۲۰۹	مقلد کا مشق
۲۱۰	تجربہ اور صدقہ کی نئی نئی دعوت و عزائمیت سے محسوس و غریبی
۲۱۱	دو شاخیں
۲۱۲	قرآن و سنت کی دیانت آفرینی
۲۱۳	انسانییت کا سب سے بڑا انبیاء
۲۱۴	اسلام کے قرون وسطیٰ کا مقصد نام کیے
۲۱۵	رسول اللہ ﷺ دامن گیر ہوں گے
۲۱۶	طرح شدہ مشق
۲۱۷	صلیہ پرچہ شدہ
۲۱۸	(۲۵) دنیا کی موجودہ شکائش اور اس کا علاج
۲۱۹	ہم سے قلموں کی ہے
۲۲۰	اقتدار کی نئی
۲۲۱	ماہی بنکوں کی حقیقت
۲۲۲	انسانییت کے نثر
۲۲۳	زعمی کا نقشہ سر سے سے غلط ہے
۲۲۴	سیاسی دشوت
۲۲۵	تجربہ دہن کا طریقہ
۲۲۶	سب کا مہارتی
۲۲۷	مہد و عالمی کون



صفحہ	عنوان
۲۹۸	دین کا اصل موضوع اور منائے الہی کی قیمت
۳۰۰	آخرت کی عظمت و اہمیت
۳۰۱	دین پر عمل کرنے سے دنیا میں بہشت کا مزہ
۳۰۲	دین پر عمل کرنے کی رکتوں کو دیکھنے کے لئے دنیا سفر کر کے آئے گی:
۳۰۳	دین پر ناقص عمل اور شریعت کے حصے بخرے:
۳۰۳	امت محمدیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ:
۳۰۵	عقائد و عبادات میں مسلمانوں کا طرز عمل:
۳۰۶	ہم نے اپنی زندگی سے لوگوں کو اسلام سے روکا:
۳۰۶	ادکام شریعت پر عمل نہ کرنے کی نحوست
۳۰۷	عقائد اور اعمال کی تاثیر اور معاصی کے نتائج و اثرات
۳۰۹	(۲۸) ایک چونکا دینے والی آیت
۳۱۷	ادکام اسلام پر پی پلٹنا چاہئے
۳۱۸	آئندہ نسوں کی فکر کریں
۳۲۰	لبو اللہ بیت کا مطلب
۳۲۳	(۲۹) سیرت و کردار کی تبدیلی کی ضرورت
۳۳۳	(۳۰) وحی اور اعتقادی اہمیت اور ایک اہم مسئلہ فوری توجہ کا حامل
۳۳۳	نیا امتداد:
۳۳۶	یورپ کا نیا باہر فلسفہ
۳۳۷	دین یا لادینیت
۳۳۸	ایک لاوارث مسئلہ
۳۳۹	لا دینیت کی عالمگیر اشاعت کا راز:

صفحہ	عنوان
۳۳۱	نفاق و اجارہ
۳۳۱	جاہلی عصبیت اور ”مذہبِ قوم پرستی“
۳۳۲	اسلام اس عصبیت سے کیوں پرہیز چٹک ہے؟
۳۳۳	ممالکِ اسلامیہ میں ”قوم پرستی“ کی مقبولیت
۳۳۴	ممالکِ اسلامیہ میں دور ”جاہلیت“ کا اعتراف
۳۳۵	دینی و اخلاقی انتشار
۳۳۵	خاتمِ رسالت کے لئے سب سے بڑا خطرہ
۳۳۶	اولین مسئلہ
۳۳۶	مقدمی ترین چیز:
۳۳۷	دعوتِ ایمان:
۳۳۸	یہ غرض، ایموں کی ضرورت:
۳۳۸	دعوت کے لئے نئے عظیم اداروں کی ضرورت
۳۳۹	جتنی سے تجر ہے
۳۴۰	دینی حلقے کے دو متضاد اُردو
۳۴۰	اصول اور دینی انتساب کے لئے جس روئے کی ضرورت ہے
۳۴۱	اس طرح پر کام کرنے والوں کی کامیابی:
۳۴۲	تکلیفیں مسرتِ حال
۳۴۳	کام کی فوری ضرورت
۳۴۴	(۳۱) مسلمان غیر اسلامی ماحول میں
۳۴۵	(۳۲) پادشاهانِ مل گئے کعبہ کو صغیر خانے سے
۳۴۵	(۳۳) شریعت ”سامی“ مسلمانوں کے لئے دستورِ حیات ہے
۳۴۵	اسلام اور ”مذہب“ میں کیا ہے لامتناہی کافری



صفحہ	عنوان
۳۷۲	عورت شادی کے بعد اسلام اور دیگر مذاہب کی نظر میں
۳۷۸	(۳۴) حقیقت اسلام اور صورت اسلام
۳۸۱	صورت اسلام حفاظت کرنے کے لئے کافی نہیں
۳۸۲	حقیقت اسلام بدلتوں سے میدان میں آئی ہو نہیں
۳۸۲	رضعت، بھرت، تابعہ و امانت کے معنی حقیقت سے متعلق ہیں
۳۸۳	(۳۵) آدمیت سے بغاوت
۳۸۳	انسان کی تلاش:
۳۸۵	انسانیت کی ترقی:
۳۸۵	انسان اور انسانیت
۳۸۷	انسان، برافطرت:
۳۸۸	انسان اور ہون:
۳۸۹	مقصود زندگی:
۳۸۹	چشمیروں کا کردار:
۳۹۱	انسانیت کا سرمایہ:
۳۹۲	روح انسانیت:
۳۹۷	(۳۶) غار حرارت سے طلوع ہونے والا آفتاب
۳۹۷	(۳۷) انسانی شرافت و عظمت
۴۱۰	سکندر اعظم ALEXANDER THE GREAT
۴۱۰	جولیس سیزر JULIUS CAESAR
۴۱۳	(۳۸) خواتین کی ذمہ داریاں
۴۲۲	(۳۹) مسلمان کی شان امتیازی



## اقصاب

مجدد التبلیغ حضرت مولانا الیاس دہلویؒ کے نام  
 جنہوں نے عظمت و جہالت کے گھٹا نوپ امدھیرے میں  
 دعوت و تبلیغ اور اصلاح و ارشاد کی دو شمع روشن فرمائی جس کی  
 ضیاء پاشیوں سے دنیائے انسانیت روشن اور منور ہے، آج  
 اس مبارک محنت کے ذریعے ہزاروں بھٹکے ہوئے لوگوں  
 کو اس پر آشوب دور میں صلاح و فلاح کی راہ ملی، اللہ تعالیٰ  
 اس محنت کو قیامت جاہری و ساری رکھے۔ آمین۔



## عرض مرتب

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی مدنی بلاشبہ ایک عظیم المرتبت فہر مند دینی تھے، آپ کی جدوجہد کا مرکز دعوت و دین تھا آپ فرماتے تھے دینی کیسے دعوت تبلیغ کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ ایمان سری تک پہنچ جائے یعنی ایمان والے برسرِ اقدار آجائیں، دوسرے یہ کہ کری ایمان تک پہنچ جائے شیخ بہلول الدین ابراہمی نے دوسرا طریقہ اپنایا تھا (اس کے بعد حضرت مولانا نے تعلق و ورلڈ کی تخت نشینی کا واقعہ سنایا اور یہ کہ اس طرح پوری تہذیبی قوم شرف بہ اسلام ہوگی) آج کے دور کیلئے بھی یہی طریقہ کار مناسب ہے (۱) ایک موقع پر حضرت مولانا نے فرمایا حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی سب سے نمایاں خصوصیت ان کا چنا چنا جذبہ اور اخلاص تھا، بزرگانِ دین کے یہاں تواضع و احسان ہندی، تشکر اور اعتراف کی کثرت ہوتی ہے، احسان ہندی بڑی اہم بات ہے، انسان کو اس کا اعتراف کرنا چاہئے۔ ابھی ہی احسان تھوڑا سی کیوں نہ ہو، انسانی اخلاق بنانے میں یہ بات بڑی اہم ہے، بزرگوں کو احسان بشارت کا احسان، امتداد کا احسان والدین کو احسان، تعلق والوں کا احسان، دوست و پیارے، رشتے داروں کا احسان۔

اشترعت دین اور اس کی اہمیت بتلاتے ہوئے حضرت نے ایک موقع پر فرمایا "اس تہذیبی برآمدہ میں اسلام کی افواہت کیلئے یہ بہت ضروری ہے کہ اسلامی لیڈر ایچے کے تمام علاقائی زبانوں میں سنے جائیں، یہ ہماری ایک اہم ذمہ داری ہے، اور اس کے لئے بندہ پاک کا وہ مشورہ ملے جو اب وہاں کا ضرورت اس بات کی ہے کہ مراٹھی، گجراتی، تیلگو، بنگالی، وغیرہ علاقائی زبانوں میں اسلامی لیڈر ایچے کے تمام علاقہ وچ وگراہم مرتب کر کے اس کے تحت یہ جلد سے جلد شروع کیا جائے، شمالی ہند میں سب سے زیادہ ضرورت ہندی زبانوں کی ہے مگر زبان انہی نو ہنس میں رہے ہو، دہس جو (Prem Chand) پریم چند کی ہندوستانی زبان میں

ماتہ ہے "غور کرنے کا مقام ہے کہ حضرت اسلام کی اشاعت و ترویج کیلئے جس قدر کوشش تھے وہ چاہتے تھے ہر طرف سے اسلام ہی اسلام کی صدا بلند ہو، آج ضرورت ہے اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا یہ دین جس کا نام "اسلام" ہے اس کی تعمیرات کو کام کیا جائے، مگر حکمت و ولایتی کے ساتھ کیا جائے۔ یہی تبلیغ حضرت سولاء محمد الیہ السلام پر بہت زور دیتے تھے کہ تبلیغ کے معنی میں دوسروں کو بات نہ چھیپانا ہی کے آپ کے بات کرنے کا اسلوب ایسا ہونا چاہئے کہ مخالف کو احساس نہ ہو کہ اسے تو مسلم یا جاہل ان پڑھ سمجھ رہے ہیں اس کے لئے سلیقہ چاہئے۔ جس کو قرآنی الفاظ میں یوں بیان کیا گیا "لَا تُخَالِفُوا الْمَلَائِكَةَ لَئِنْ أَتَاكُمْ بِأَمْرٍ فَخُذُوهُ وَالْمَوْعِظَةُ الْحَسَنَةُ"

حضرت سولاء رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے سارے مسلمانوں کو تمہارے سے نقل ہونا اور دورہ اختیار کرنا یہ ممکن ہے اور نہ ضروری، لیکن اس کی ترغیب اور دعوت دی گئی ہے کہ ہر دورہ اسلامی مجموعہ میں سے کسی تمام کا تکلیف ممکن اور مطلوب ہے اور اس کے وہ مقصد ہونے چاہئے، خود دین کی مجموعہ حاصل کرنا اس کے احکامات اور تعمیرات سے واقف ہونا اور واقعی پر اپنی ناساخت کو اور نقصانوں کو متنبہ اور بیدار کرنا اور غلط عقیدہ اور سہلے علم کے دہانے کے نقصانات سے آگاہ کرنا اور رہنا ہے اللہ تعالیٰ سے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

وَمَا كَانَ الْمُسْلِمُونَ لِيُنتَعِبُوا وَلَا يَتَذَكَّرُوا لَوْ لَا نَقَرُ مِنْ كُلِّ فَرْقَةٍ مِنْهُمْ صَلَافَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں باہر نکلنے والوں کیلئے (خواہ ان نا اذکات و دعوت کے کام سے ہو یا تعلیم کے مقصد سے) ہر فرقہ کا مقاصد و فوائد بیان کر دیئے گئے ہیں باہر نکلنے والوں کو اور دین کے غلط اپنا وقت نکالنے والوں کو اپنا صحابہ پر کرنا چاہئے کہ وہ ان دونوں مقاصد اور مطالبات پر کتنے تمس کر رہے ہیں اور ان کے دینی علم اور فرائض اور ذمہ داریوں کی معلومات میں کتنا اضافہ ہو رہا ہے اور دوسروں میں دین پہنچانے اور اشاعت کی کتنی کوشش ہو رہی ہے۔ پھر ان کے بعد خود دعوت و تبلیغ کا عمل ہو وہ صرف رضائے الہی کیلئے ہوں اس میں دنیاوی مفاد کی آہیزگی تک شامل نہ ہو۔ تب جا کر دعوت کو ثبات ہوگا۔

اسی طرح دعوت و تبلیغ کے اندر تعمیرات و خصوصیت کو پھانا چاہئے اور درحقیقت انبیاء

علیہم السلام کی سب سے پہلی خصوصیت یہ تھی کہ ان کو اپنی امت کی اصلاح کی فکر اس قدر شدت کے ساتھ لگ جاتی تھی کہ وہ جمعی تو انہوں سے بھی آنکے بڑھ جاتی تھی یہاں تک کہ سب پیغمبر اس قدر میں تھکے تھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلی کا سامان لایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے "لَعَلَّكَ بَاجِعٌ لِّنَفْسِكَ أَ لَّا يَكُونُ لَكَ مَوْعِظٌ" شاید آپ اس مضمون میں اپنی بیان و بات کرنے والے ہیں کہ یہ لوگ یہاں کیوں نہیں لاتے۔

لہذا داعی اسلام کی سب سے پہلی خصوصیت یہ ہونی چاہئے کہ ان کو اس پیغمبر اور فکر و مسند نصیب ہو چہرہ پر اصلاح و امت میں سے نہیں جن حضرات کو اس فکر کا پوتا حصہ ملا اللہ تعالیٰ نے ان کی دعوت میں قہری برکت و تاثیر و طاغوت لائی اور اسے جس قدر ثمرات پیدا فرمائے۔ پیغمبر اسلام امت محمدیہ امت ہدایت و انارشاد و شرف ملی تو کوئی قدر ہی نہ لیا کرتے تھے کہ حضرات سیدنا و انبیاء کرام علیہم السلام شہید رہتے نہ پایہ کو امت و تبلیغ کا ایسا تقاضہ نہ تھا جیسا بحورائے وقت نکھائے اور پیاس کے وقت پینے کا تھکنا ہوتا ہے جس طرح انسان ان طبعی تقاضوں سے صبر نہیں کر سکتا اسی طرح وہ دعوت کے مواقع پر دعوت سے صبر نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعوت میں تاثیر بھی ایسی طاغوتی کہ ان کے ایک ایک وعظ سے سینکڑوں انسان نجات دلا دیے جاتے تھے۔

اسی طرح داعی اسلام کی دعوت کا تیار یہ ہونا چاہئے کہ وہ نتائج سے لیے پروا نہ کرے دعوت میں مشغول رہے اور نوسل تنگن حالات میں بھی اپنی بات کو اتار کر بتا چلا جائے۔ دعوت کے کام میں سستی اور کالی علی تعذات ہرے دعوت و تبلیغ کے کام کا اہم اصول ہے بھی ہے کہ وہ دعوت کہنے والے زبان اور اسلوب ایسا اختیار کرے جو قریب و دور کی اور اسوئی کا ایک اور وہ جس اسلوب کی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ماریون علیہما السلام کو فرعون کے پاس بھیجے ہونے پر ہدایت فرمائی "قُولَا لَهُ قَوْلًا لِّیْن" کہ وہ ان سے نرمی سے بات کرے اب کوئی شخص فرعون سے برا نہ کرے نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے برا نہ کرے اور وہی نہیں ہو سکتا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو فرعون سے بھی نرمی سے بات کہنے کا قسم دیا بارہا ہے تو ہر شے کی لیا حقیت ہے تا آنکہ فرض ہمیں اپنی دعوت و تبلیغ کو کوئی کام ہے اثر اور غیر مفید معلوم نہ ہوتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے دعوت کے پیغمبران و اسلوب کو چھوڑ

اور بے مروت و رذیلت انبیاء و صلحہ اسلام کا کام ہے اور جب تک اسے انہی طریقوں کے مطابق انجیم نہیں دیا جائے گا جس طرح انبیاء و صلحہ اسلام نے انجام دیا۔ اس وقت تک ہر شخص جو ملتا، چنانچہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ نے بھی ان خطبات کے اندر دعوت تبلیغ کے قیصرانہ اسلوب اور طریقوں کو کماحقہ بیان فرمایا ہے۔ اور ان کی صحیح نشاندہی کر دی ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ آپ کی جدوجہد کا مرکز دعوت دین تھا۔ دین کی دعوت، حکمت و مصلحت کی طالب ہے جو ہر زمانے میں مخاطب کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے۔ مخاطب کے علم و عقائد کا لحاظ رکھتے ہوئے ایسی بات کرنا جو اس کی عقل میں برہان ہو اور اس کو تسلیم کرے، یہی تمام انبیاء کا دستور رہا ہے۔ انبیاء کرام نے اپنی دعوت تبلیغ میں اسی اصول کو ملحوظ رکھا ہے۔

ضرورت اس وقت ہے کہ حضرت کے خطبات کی ایک ایک سرفرازی پر ملاحظہ اور ای کے مطابق انداز دعوت اور اسلوب تبلیغ اپنایا جائے۔ سب جانتے دعوت و تبلیغ کے کام کو ہمہ کچھ نہیں سمجھتے۔ دلائل و اساتذہ کے فیاض کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نئی روش کو ہمیشہ شادمان رکھے۔ اعلیٰ نصیب میں جہاں مرحمت فرمائے اور ہمیں ان کے ارشادات و ہدایت پر عملی چرچا کرنے کی توفیق بخشنے، حضرت کے خطبات کو بہار سے لے کر ہر صفت اسلام کے لئے نافع ثابت فرمائے اور آپ کے لئے رفیع درجات کا سبب بنائے۔ آمین۔

اس پر تیسری جلد کا اختتام ہوتا ہے، چوتھی جلد انشاء اللہ عیالیٰ مضامین سے آراستہ ہوگی۔ ہماری سب سے بڑی گزارش ہے کہ ان خطبات میں کہیں علمی اور پیچیدہ غلطی نظر آئے تو غلطی کی نشاندہی فرمائیں۔ ہندو مومنوں کو کا اللہ تعالیٰ اس مجتہد کی محنت کو قبول فرمائے اور مزید محنت دیکھ فرمائے۔ آمین۔

داسرام

کبیر

نمبر مضمون حفظ اللہ عنہ

نوری ماہکن کراچی پاکستان

۱۳۳۳ھ مطابق ۱۵/۲/۲۰۱۲ء



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

موجودہ عالم اسلام کے لئے فیصلہ کن محاذ  
اور مرکزی میدان عمل

تک کہ قمرہ میں ۲۳/۸ صفر ۱۳۰۹ مطابق ۱۱/۱۵ اکتوبر ۱۹۸۷ء کو راجہ عالم اسلامی نے عہدہ کا قیام راجہ کا اجتماع ہوا جس میں ۱۳۱ غلوں سے اسلامی تنظیمات جامعات اور منظم دُعا و مفکرین نے شرکت کی اس کانفرنس نے وزیر ممالک ہندوستان کے عالم جلیل مفکر اسلام مونا سی دیو انجمن علی مددی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ کا تعینات بن کر حاضرین نے مطالب کیا کہ اس مؤثر کی اوسین تجویز قرار دی جائے۔ رابطہ عالم اسلامی کے ایک سیکرٹری جنرل ملا محمد علی دیو سے دُعا و مفکرین اس کانفرنس کی مدد سے گرفتار ہوئے۔

الحمد لله حمده ونسبته ويستغفره ، ويعوذ بالله من ضرور  
الفتن ومن سيئات أعمالنا ، من يهده الله فلا مضل له ، ومن يضلل  
الله فلا هادي له . واتشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له . واشهد ان  
سيدنا و مولانا محمد عبده ورسوله : ارسله الى كافة الناس بالحق  
بينيراً وفتيحاً ، و داعياً الى الله بالحقه و سراجاً منيراً ابا بعد !

حضرات! ہم سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عطا شدہ نعمتیں ہیں۔

میرے لئے یہ بات باعث مسرت ہے کہ میرے مخالف طلبہ و حضرات ہیں جو امت کی فکری رہنمائی کر رہے ہیں اور اخلاقی نشیموں اور تخیلوں کے ذمہ دار ہیں اور سب حق دین کی خدمت سے وابستہ ہیں اور سب سے لیا ویا یہ بات میرے جذبات کے لئے ہمیشہ کا کام کر رہی ہے کہ یہ گفتگو دہائی ہو رہی ہے جو دعوت اسلام کا اولین مرکز رسول کریم ﷺ کے پیغمبر ہونے

کی جگہ اور ہندوئین ہے۔ میں آپ کو خط طلب کر کے ایک عرب شاعر کا یہ شعر پڑھوں تو بے جا نہ ہوگا کہ۔

(مولدہ الجندل لی لیل لمن سب وقت ہے کہ تو نغمہ مرا ہو، معاودنگا ہوں گے سامنے تیرے  
یہ آواز ہے)

دعوتِ اہماتِ اسلامی کا موضوع کوئی نیا موضوع نہیں ہے اس پر بہت کچھ لکھ اور بہت  
چونکہ اب چکا ہے اور عصرِ حاضر میں اس پر کافی ریسرچ کی گئی ہے تحقیقی مقالات اور کتابیں لکھی  
گئی ہیں بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس موضوع پر پوری لائبریری تیار ہو چکی ہے مجھے بھی اللہ تعالیٰ  
نے توفیق دی ہے کہ اس موضوع پر علمی اور تحقیقی انداز میں کچھ لکھوں۔ چنانچہ میری کتاب  
رحال الفکر والدعوة فی الاسلام (تاریخ دعوت و دعوتیت) چار جلدوں میں قرآن و  
سیرت نبوی میں دعوت، دین کا اسلوب اور مبلغین کے اوصاف ۳۔ بندہ ستاں میں اسلامی  
دعوت اور اس کا ارتقاء ۴۔ دعوت کا تحفیض اسلوب اور مبلغین کی اوصاف ۵۔ فی دعوت ہی کے  
ذریعہ وسائے کو جاہلیت سے بچایا جاسکتا ہے اور دین کو تحریف سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے  
۶۔ علماء و مبلغین کے لئے اصلاح کا صحیح طریقہ ۷۔ علماء کی تربیت اور دین کا دائمی تیار کرنے میں  
اسحاق یونیورسٹیوں کا کردار اعلیٰ و نوسوع پر ہیں۔ جو اپنی صورتی اور معنوی برتری کا ستارہ ہے  
ابنہ انہیں چاہتا ہوں کہ اپنی مقسوسات ایک موضوع پر محدود رکھوں۔ اور وہ ہے دعوتِ دین  
کے فیصلہ کن نماز اور اس کے مرکزی میدانِ عمل۔ جس سے نہ صرف دعوت کا رخ متعین کیا  
جاسکے بلکہ عالمِ اسلامی منزلِ کامیابی تک پہنچ سکے اور اس میں اپنے معبود و مصلحہ انسانی کے تجربات اور  
حدائقِ ربانی میں صرف انہیں ملے گی خوشیوں کی نشانی رہتی کر دیں گے۔

واللہ التوفیق

۱۔ مسلم عوام اور ان کے تمام گروہوں میں ایمان کی قوت کو بیدار کرنا اور اس کو جلا دینا۔  
کیونکہ ان گروہوں اور ان گروہوں کا اسلام سے وابستہ رہنا اور اس کے لئے ان کے دلوں میں جوش  
کا قائم رہنا ایک مستحکم اور بلند شہر بنانے کی حیثیت رکھتا ہے جس پر اس شہرِ اسلام کی بقا کا مدار ہے  
یہی نہیں بلکہ بہترین اسلام کی حکومتوں اور سربراہوں کو یہی چیز اسلام پر ولایت دینے پر مجبور کر سکتی  
ہے۔ مسلموں کے دینی احساس کا ابھرنا اسلام کی قوت کا سرچشمہ اور اس کا راس المال ہے اور

ہر کہ وہ خاتم مال ہے جو یہ پاک و مفید مقصد کے لئے استعمال ہو سکتا ہے اور ایسے افراد کا وجود جو شغل اور مہمت نسب و نظر اور اخلاق کے لحاظ سے پوری انسانی آبادی کا جو ہر اور اس کا سب سے مفید اور مضبوط ترین مجموعہ ہوگا۔

ایمان کی پختگی اور ایمان کے لئے سرگرمی اور خوش عمل اسی وقت کارآمد ہوتی جب اس کے شرائط بھی پورے ہوں اور ان افراد میں: ۱۔ اوصاف بھی پائے جائیں جن کی بناء پر وہ نصرت خداوندی کے مستحق ہوں اور مشکلات پر قابو پائیں اور دشمنوں پر غالب آئے کے برابر ہوں اور بنیادی شرائط یہ ہیں۔

مقصد کی صحیح بصیرت، خدائے واحد کی عبادت اور ہر قسم کے شرک اور غلط عقائد سے مبرا ہونا۔ جاہلیت کے رسوم اور فحش اسلامی شعائر، نفاق، مل اور عقیدہ میں درہنہ۔ قول و عمل کے درمیان تضاد اور گزشتہ اقوام کی روش سے اعتقاد، جو اپنی بد اعمالیوں کی پاداش میں اللہ کے عذاب اور بے تعلقی کی سخت قمرار دی گئی۔ نیز موجودہ اقوام کی روش سے پرہیز۔ جو اللہ کو بھول گئیں تو اللہ نے خود ان کو نرا سوش کیا اور جو دنیا کو تباہی اور ہلاکت کے راستہ پر چلا رہی ہیں۔

اسی کے ساتھ ساتھ وہ بھی شعور کو سمجھتے رہتے پر لگانا اور اس لئے شعور کی پرورش کرنا بھی ضروری ہے جس سے وہ مسائل و تھنق کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ دوست و دشمن میں تمیز کر سکیں۔ حکومت کے انداز تحریکوں کے دھوکے میں نہ آئیں۔ تاکہ وہ اپنی ملکی زندگی میں وہ ایسے وہ بار دوش نہ آئیں جو قومی اتحاد و برائیوں اور جاہلیت کی قریبوں کے دھوکے میں مبتلا ہو۔ نے کے سبب پیش آئے یا جوانی میں۔ سب اور رسم و رواج کی پابندی کی وجہ سے، نیز چالاک و ناپاک قیادتوں اور بیرونی سازشوں کے سبب نہیں۔ اور دینی شعور اور فراست ایمان کی کمی کی وجہ سے مسلم عوام اپنی مزاحمتی کا شکار ہو گئے۔

۲۔ مذہبی خفائی اور دینی تصورات کو تحریف اور عصر ضرر کے مغربی تصورات سے محفوظ رکھنا۔ سیاست و اقتصادیات کی اصطلاحوں کو اپنی مفاد سے بیان کرنے کے لئے استعمال کرنے سے باز رکھنا چاہئے اور دین کو خاص سیاسی نظریہ کے طور پر پیش کرنے اور عصر حاضر کے فلسفیانہ اصول اسلامی اصول کے مطابق کرنے کی مبالغہ کو شش کے نقصانات سے و خیر رہتا بھی ضروری ہے کیونکہ دینی خفائی، اسلام کے بنیادی اور ہمیشہ قائم رہنے والے اصول ہیں وہ



تجزیہ نگار اور ماحولی قریب کے حواشی نے ان کو اس سرچشمہ سے دور کرنے کی کوشش کی ہے جو ان کا سرمایہ حیات ہے اور اس کے دوزخ و جہنم اور ارض و آسمان سے منہ نہیں کھولتا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی سرمایہ حیات ہے جو ان کو آگے بڑھانے کی راہ میں لازماً ہر دو سال گزرتے ہی ان کی زبان میں انقلاب برپا کرتی ہے۔

تعمیم یہ نقطہ حقیقت میں ہے اس طبقہ میں اسلام پر اعتماد کی بجائے انہی کے ہاتھوں تعمیر ہو رہی ہے اور مسائل ابلاغ کی پاک ڈھیر ہے سرمایہ منہ کوئی بھائی کا مطلب یہ ہے کہ انہیں سرمایہ کا پیشہ نہ کرنا بلکہ ان کے اندر نہ صرف زمان و سماج کے لرچلے اور تعب و زرق کے میدان میں بلکہ سے بڑھنے کی صلاحیت سے جگہ و پوری آمدنی کی قیادت بھی کر سکتا ہے۔ اور وہی آمدنی کی کوشش شخصی و مادی صلاحیت سے کہہ کر سماجی و مذہبی کی طرف سے تک پہنچا سکتا ہے۔ اسلامی آبادی کا بلا کھتہ اور زندگی کی راہ سے نکال سکتا ہے جس میں مغرب کی بوجھ اور آمدنی کی قیادت نے اس کو اہل دنیا سے دور و بچھ کھینچ کر وہ ایسی بیڑی نہیں جو کسی راجہ کی ہے بلکہ وہ دنیا میں جس کا تیل نہ کھنکھو چکا ہو اور جس کی تیلیں نہ کھنکھو چکا ہو وہ ایک عالمی سرمایہ کی پیشہ میں ہے اور شعبہ فوج کی طرح تجارتی و خدشات پائے جاتے ہیں۔

دین کی صلاحیت کے متعلق امتداد کی کمی یا اس کا معدوم ہونا اور اس میں تعمیری نقطہ کا مرض ہے جس نے مغربی ثقافت کے آغوش تربیت میں شعور کی کھجوریں کھلیں یا جس کو مغرب کی پاداشی نے سنبھلی ہو کر رہا ہے یہی طبقہ یورپی ملت کی ترقی کو دیکھ کر اور حقیقت اور ہول کا مایوس ہے۔ ساری و شادی یا تمدنی تمدنی ایاں جو پورے اسلام کو کھینچ کر رہی ہیں وہ اس طبقہ کی کم انگیزی ہے۔ اور وہی وہ نتیجہ ہے مغربی جنگ و طغیان اور سرمایہ دارانہ نظام میں۔ ان اقوام پر مسلمان ہیں جو صرف دنیا و آخرت کی زبان سمجھتے تھے جس نے اندر جوش ملی تھا اور وہیں کے لئے قربانی کا جذبہ تھا۔ غرض ایسی فکر و تعمیل نے انہیں ہر جہاد و جدوجہد کے درمیان شہر کی اور دنیا کی سطح حاصل کر دی ہے جس کی وجہ سے ہر جگہ فیک مونی ہے یعنی اور بظہر ہے کہ وہ دور ہے اور اس وقت نے افروغی و فانی ہو گئی تو توں کو ایسے کاموں میں لگا دیا ہے جس کا کوئی فائدہ ان اقوام کو حاصل نہیں ہوتا۔

حضرات انصاریت سے کہے کہ مغرب سے روٹا نہ لیا اور انہی کو تعلیم جو پورے عالم اسلام میں رائج ہے ایک دہرائے ہے۔ ان کی طرح جاننا و پانا جانے اور پورا کھانے اور پائے اور انہی سے

تہذیب میں ڈھنسا جائے جو مسلم قوم کے قدر و قیمت پر اس آئے اس کے عقیدہ و پیغام سے ہم آہنگ ہو اور جس سے سیمپٹم کی مدد کی خصوصیت نمایاں اور اس کی انفرادیت آشکار ہو۔ مادہ الحاد سے پاک ہو۔ تاکہ کائنات کا صرفہ کی تصور اس کے سامنے نہ ہو کیونکہ جہاں تک علوم کا تعلق ہے وہ سب ایک دوسرے کا کٹ کرنے والی اکائیوں ہیں جب کہ نظام فطرت ایک بقیہ اور سب کو پامال کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے تاریخ انسان کے انصراب و بے چینی اور آپس کی جنگوں کے لامتناہی انسانوں کا پسند ہے ان کو بنایا جاتا کہ جب بھی عقل انسانی کی پرورش اور اس نے نمود کی باریک بینی کا کوشش کی ہے کئی قور کامیابی کا دائرہ محدود سے محدود تر ہو گا۔

نظام تعلیم میں جزوی اصلاحات اور معمولی کثرت بیعت کا رآمد نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ضرورت ہے کہ قواعد جس قدر بھی مسائل اور نورو فکر کی ضرورت پڑے۔ اچھے سے اچھے ذہن و فکر سے مدد لی جائے۔ بہتر سے بہتر دوسرے اختیار کئے جائیں تاکہ ایک پائیدار اور مفید نظام تعلیم ترتیب دیت ہو۔ اول بابائے زمانہ اس کے ذخیرہ علم سے کام لے چکے ہیں پر کھڑے نہیں ہو سکتے۔ اپنی عقل اور اپنے ارادے کے مطابق کام نہیں کر سکتا اس کے بغیر تو حکومتوں کو مسلمانوں کا دماغ میں نکلتے ہیں نہ اپنے مومن و مفسس متعصبین مل سکتے ہیں نہ ایسے مومن و مخلص افراد مل سکتے ہیں جو اسلامی تعلیمات کے مطابق سرکاری و ذاتی و عمومی و قانونیت کے ہمارے انتظامیہ اور عدلیہ و انش کا ہوں اور مسائل کا ہوں۔ اسلام کو پائیدار بنائیں تاکہ اسلام کا انتظام معاشرت و حکومت و عدلیہ و کمال کے ساتھ سامنے آئے اور ہمہ رسائی اپنی خصوصیت اور انفرادی اختیارات کے ساتھ دنیا کے سامنے آئے۔

اس مقصد کے لئے ایک بین الاقوامی پیمانے پر منہج و تحریک ہونی چاہئے کہ دنیا کے ہر جگہ نیکو اور جلیلہ اسلام نے مسی خزانوں کا تصرف کرایا ہے اور مسلمانوں نے علمی و فنی فائدوں سے نہیں کما کھا کیا ہے علوم سماویہ میں زندگی کی فانی روش چھوٹ کر مسلمانوں کو پہنچ کر دیا ہے کہ اسلام کے علمی و ادبیاتی قوانین دین کے باندہ ترین اور وسیع ترین اصول پر مبنی ہیں اور اصول جو مذہب و فطرت ہے ہم آہنگ ہیں اور ان میں کبھی کسی تبدیلی کا امکان نہیں۔ اور اس کی نفع بخشی اور تولد میں زمانہ میں کم نہ ہوں اور نہ ہو سکتی ہے اور وہ انسانی

زندگی کی جسمانی وقت کے ہر دھارے پر اہم زندگی کے ہر موڑ پر پوری ذمہ داری کے ساتھ انجام دے سکتی ہے۔

اور لوگوں کے بنائے ہوئے قانون جن کو وضعی قوانین کہا جاتا ہے سے بدرجہا بہتر و مفید رہ پائیدار ہے۔

حضرات انسانی نفس اور قوی وجدان میں تمدنی نظام کی جڑیں بہت گہری ہوتی ہیں خاص طور پر ایسا نظام معاشرت جو دینی ہیروں اور اس کی تعلیمات کے سایہ میں پروان چڑھا ہو۔ اور نس کی تعمیر میں ایک خاص انداز کے مذہبی ذوق کو دخل ہوا اور جس پر اس قوم کی چھاپ ہو ایسے نظام معاشرت (یا تمدن) سے کسی قوم کو الگ کرنا اس کو زندگی کے میدان سے خارج کر دینے اور عقیدہ و مذہب اور مذہبی مراسم کے جھگڑے جو کھٹے میں قید کر دینے اور اس کے حاضر کارشتہ ماضی سے توڑ دینے سے مترادف ہے لہذا اسلامی اور مسلم سوسائٹی کا فرض ہے کہ وہ ایک مستقل بالذات تمدن کی باریک بینی کے ساتھ تشکیل کریں جو مغرب کی کورانہ تھید بغیر پلاننگ کے سرسری اقدام اور احساس کسری کے احساس سے پاک ہو اسلامی تمدن کی نمائندگی پورے طور پر اس کے سرکاری قیادت میں، مدارس میں، گھروں میں، اجتماعی جگہوں میں، ہوٹلوں میں تفریح گاہوں میں اور کسی حد تک اس کے دفتروں اور ہوائی جہازوں میں اور سفارت خانوں میں ہوتی چاہئے اس سے صرف یہی نہیں ہوگا کہ اسلامی ممالک اسلامی زندگی کا ایک نمونہ پیش کریں گے بلکہ اسلام کی ایک خاموش تبلیغ بھی ہوگی۔

میرے دوست! مغربی تمدن بشمول مغربی علوم و نظریات کی ایجادات و امکانات کے ایک خام مال کی حیثیت سے قبول کیا جائے جس سے عالم اسلام کے فکری رہنما اور سربراہ ایک ایسا پائیدار مناسب وقت تمدن تیار کریں جس کی بنیاد اخلاق پر سبز گاری اور رحم و انصاف پر ہو۔ دوسری طرف اس میں نمود افرازش کی گنجائش ہو اس میں قوت و داغ ہو جس کا اثر تمام شعبہ حیات پر پڑے۔ جہاں اور جہاں اور عوام میں خوشحالی آئے۔

خلاصہ یہ کہ مغربی علوم سے وہ چیزیں لی جائیں جس کی مسلم عوام میں مسلم نمائندگی اور حکومتوں کو ضرورت ہے جس سے عملی فوائد میسر ہوں اور جس پر مشرق اور مغرب کی صحیح بات ہو اس کے علاوہ وہ چیزیں جس کی انہیں ضرورت نہیں ہے ان سے استفادہ نہ کیا جائے مغرب سے معاملہ

ایک جمہوری اور مد مقابل جیسا کہ یونکہ از مشرق اس بات کا تاج ہے کہ مغربی علوم سے بقدر ضرورت اخذ کرتے تو مغرب بھی بہت سی چیزیں مسلم ممالک سے سیکھ سکتا ہے لیکن یہ کہ مغرب کو ان ممالک سے سیکھنے کا واسطہ ملنے کی زیادہ ضرورت ہو۔

مسلم ممالک میں چند ایسے ملک بھی ہیں جنہوں نے ماضی میں دعوت اسلامی اور اسلامی تمدن کی قائل اور شاہانہ خدمتیں انجام دی ہیں اور عصر حاضر میں جو اس بات پر تکی ہوئی ہیں کہ جس طرح ممکن ہو سماجی خسر کو ناپید کر دیا جائے۔ جن کے یہاں ”پروگریسو اسلام“ کو مقبول بنانے کی کوشش ہو رہی ہے اور اسلام کی تفسیر سیاسی مصالح اور حکمرانوں کے شخصی ذوق و مزاج کے مطابق لکھا رہی ہے ان حکومتوں کو مدد کر لیا جائے کہ یہ سیاست ایک ناکارہ اور ناجائز سیاست ہے جو کسی اسلامی ملک میں بھی کامیاب نہیں ہوئی ان حکومتوں کو یہ ہمارے کرانے کی ضرورت ہے کہ وہ بجائے ناممکن اصول اور غیر فطری کوششوں کے اپنی قوت اور اپنی امکانی صلاحیتوں کو ملک و ملت کے مشترکہ دشمن کے خلاف صرف کریں جس سے ملک و ملت کو تقویت حاصل ہو۔

جہاں تک ان ممالک کا تعلق ہے جن میں اکثریت مسلمانوں کی ہے اور حکمران اسلام سے ”وصلہ کر“ ختم کا حاملہ کرتے ہیں وہاں اسلامی قوانین کی نفاذ کی ضرورت ہے اور اس لئے فضا کو سازگار بنانے کی حادثہ ہے جو سماجی قوانین کو نافذ کرنے کے نتیجہ میں جو اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اور برکت سے سعادت حاصل ہوتی اسے سمجھانے کی ضرورت ہے نیز ان ممالک میں کوشش ہونی چاہئے کہ یہ مرکزی قیادت ہو جس کی بنیاد اسلام کے نظام شوریٰ پر ہو اور غیر نفع کے کاموں میں ہائی تعداد کی اس میں ہو اور کم از کم اپنی کوتاہی کا احساس ضرور ہو کہ مسلمان امامت خلافت اسلامیہ جس کو کافر کرنا مسلمان کا فرض تھا اور جس کے نہ قائم کرنے سے ان سے پرسش ہوگی۔

وہ ممالک جو غیر اسلامی ہیں وہاں اسلام کی دعوت اور اس کا تعارف حکمت و بصیرت سے ساتھ جاری رکھنا چاہئے اور وضع اختیار کرنا چاہئے جس میں اسلامی تعلیمات کی روح جلوہ گر ہو زمانہ کے انداز کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا ہو۔

یہ وہ ممالک جہاں مسلمان اقلیت میں ہوں اس بات کی فکر رکھنی ہے کہ اسلام کی صحیح



نماز کی، اسلامی زندگی ایسی ہو جو وہاں کو مستحکم کرے اور جس کی طرف لوگوں کے دل مائل ہوں۔ اخلاقی اور روحانی تدریس کی قیادت مسلمانوں کو سنبھالنا چاہئے ہر ملک و قوم اور دنیا ہی سے بچانے کی ذمہ داری قبول کرنا چاہئے۔ اسلام صرف اس صورت میں اپنی ضرورت اور حیثیت ثابت اور مسلمان اپنی دنیوی و دینی فرائض کو ادا نہ کر سکیں اور ان کے لئے ہیں۔

آخر میں یہ عرض کرنا ہے کہ اسلام کی فطرت اس کی تاریک تاریخ فطرت مسلم کا تقاضا اور ان لوگوں انسان کو طبعی فطرت سے کہ یہ مطالبہ ہے کہ ایک دنیوی انسانی حرکات مسلمانوں میں ضرور قائم رہے جو انسانی اندوختی اور عصبیہ دنیاویوں پر قوم ہوں اور عصبیہ میں مرادہ صفات ہوں۔ بلند وصلگی ہوان کی نگہیں بلند اور حقیقت میں ہوں۔ اور وہ دنیا کی فطرت طاقوں سے آنکھیں بند نہیں۔ وہ طاقتیں جو ہر قوم و مملکتوں کی تقدیر بنانے والی ہوں ان کے مسائل کا فیصلہ کرنے والی بن گئی ہیں۔ لیکن یہ بات کہ داعی الی اللہ ان صفات کا حامل ہو یا ان کے اندر یہ محقق پیدا ہو جائیں اس وقت ممکن ہے جب کہ وہ چوری یقین اور طبعی تلافی کے لئے نہ ہو ایک ضروری دنیوی تحریک میں شریک ہوں اور ان کے اندر اسلام کی برتری کا عقیدہ ہو۔ اور اس پر ان کو یقین ہو کہ انسانیت اس دین کی محتاج اور ضرورت مند ہے۔

دعوت اسلام کی سرگرمی میں قربانی کا جذبہ، سرگرمی کی دھن، بگوئی کی ہمت، تکلفات سے بڑی زندگی گزارنے کی عادت اور ضروری ہونے والی خطرات میں کودنے کی جرأت بھی ہے کیونکہ فطرت انسانی یہ ہے کہ وہ ایسی ایمان کی عزت کرتی ہے جس میں قوت ہو۔ اسی فرد کے احترام پر مجبور ہوتی ہے جس کو اپنے اصول عقائد پر اعتماد ہو اور ان کو قتل و غارتگری سے بچانے کے یہاں لذت اندوزی اور مال و جاہ کی بے وقعتی ہو اور جس کے اندر اپنے آپ کو خطرات میں ڈالنے کی ہمت ہو انسان فطرت، ہمیشہ اس کے سامنے جھکتی ہے جو شوق نایاب اور اس کی دستری میں نہ ہو۔ کمزور انسان قوی انسان کے احترام پر فطرۃً مجبور ہے غریب آدمی امیر کی عزت کرتا ہے ناخوہند و پڑھے لکھے آدمیوں پر رشک کرتا ہے یہاں تک کہ ایک فرد و انسان کی عزت اپنے دل میں رکھتا ہے اسلامی تاریخ جاننا ہی کے کارہیوں اور فطرت کا متعلقہ کرنے کے واقعات سے پر ہے۔ وہ اصحاب علم و بصیرت، جہاد و صلح کی تاریخ سے واقف ہیں اور وہ لوگ جن کے ضمیر زندہ ہیں وہ شرقی و مغربی قیادتوں سے اتنا چکے ہیں اور ان کے اندر ان سے

افرت کا جذبہ پایا جاتا ہے۔

ایک خلا کا پایا جاتا، جسکی ایسی تحریک ایمانی اور دعوت دینی کا نہ پایا جاتا جو بچی جگہ پر قوی بھی ہو اور ایک ایسی سوسائٹی کا نہ پایا جاتا جو مضبوط بنیادوں پر قائم ہو اور مادی تمدن کی پیدا کردہ خرابیوں سے پاک ہو اور جو اسلام کی تعلیمات اور اس کی قدروں کی محافظ ہو ایسی سوسائٹی کا نہ پایا جاتا اور دعوتی خلا اسلامی وجود کے لئے بڑا خطرہ ہے صحیح عقائد اور اسلامی زندگی کے لئے خطرہ ہے کیونکہ کسی ضروری چیز میں جو بشریت کے لئے قطع بخش اور ضروری ہو خلا کا زیر و مدت تک پائی رہنا غیر طبعی امر ہے ایسی خلا کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی دوسری تحریک سامنے آئے گی جو بے رعب و دی کی دعوت دے گی وہ عقائد کے لحاظ سے قاسد و گمراہ، علمی و فخر جی مقاصد کی حامل ہوگی۔ جن لوگوں نے مذاہب، تحریکات اور مختلف قسم کی دعوتوں کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جب کوئی صحیح اور طاقتور اسلامی تحریک سامنے نہیں ہوتی تو ایک غلط قسم کی تحریک نے کسی وجہ میں خطرات کا مقابلہ کیا اور کچھ قربانیاں دے دیں اور مادی مظاہر سے اپنے آپ کو ذرا بلند دھندلایا اور منہمک ہو گیا میں اسلامی تعلیمات سے دوری کی وجہ سے بے فائدہ ہے اس کی نشاندہی کر دی اور بڑی طاقتوں کو ذرا لگا دیا۔ غرہ بازیوں سے تھا کواپنے حق میں استوار کر لیا اور پروجیکٹوں سے اپنے تصورے کام کو پرباز بنا کر پیش کر دیا تو پھر کیا ہے لوگوں پر اس کا اثر چل جاتا ہے اور مسبب اندھا انداس کے پیچھے لگ جاتے ہیں خاص طور پر نوجوان تعلیم یافتہ یا شہم تعلیم یافتہ طبقہ میں اس کی دھوم مچ جاتی ہے اور وہ لوگ جو بعض ممالک کی شہ راہ روی جمود و احیاء پسندی اور بے عملی سے مالا مال ہیں ان پر اس طرح کی تحریکوں کا ایسا جادو چل جاتا ہے جس کو نہ کسی واعظ کا واعظ کہہ سکتا ہے اور نہ کسی ضمیر و قلم کا قلم۔ اور نہ کوئی منطقی استدلال کا مروتا ہے اور نہ کوئی علمی چرچہ اور تحقیق۔

چوبیسویں صدی ہجری میں خواجه کی تاریخ، چھٹی اور ساتویں ہجری میں بطنیوں اور فہمائیوں کی تحریک کی تاریخ حسن بن صباح نے افسانے اور جو اس کی مرکز عمل "قلعہ الموت" میں ہوا کرتا ہے اور بہتری فوج اور انقلابی تحریکوں کی تاریخ جو اسلام کے نام پر گیزی ہوئی صورت حال کو از سر نو الٹ کر دعویٰ کرتی رہی ہے اور محض جھوٹ اور منکر و فریب کا لبادہ اوڑھ کر پبلک کے سامنے آئیں اسی طرح معاصر انقلابی و مسکری تحریکیں جنہوں نے اپنے ذوقی و سیاسی مقاصد کو

پورا کرنے کے لئے ہزاروں فوجوں کو اپنے گرد جمع کر لیا۔ جو ہر قربانی کے لئے تیار نظر آتے تھے یہاں تک کہ براہمن پسند حقیقہ اور جماعتیں بھی اس زد میں خس و خاشاک کی طرح بہہ گئیں اور قرآنی نصوص اور اعلیٰ حکماء کی روشنی میں کسی کو جانچنے اور پرکھنے کی ضرورت نہیں محسوس ہوئی اور نہ انہوں نے اسلام کی طرف نسبت کرنے والے فرقوں کا علمی و عقیدتی مطالعہ اور قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کا احتساب کرنے کی ضرورت سمجھی۔

میں اپنی یہ مختصر سی تقریر ایک قرآنی آیت پر ختم کرتا ہوں جس میں اللہ تعالیٰ نے انصار و مہاجرین کی مختصر جماعت کو مخاطب فرمایا ہے اور ان میں رشتہ موافقات کے قیام سے ساری دنیا اور انہی نیت کے مقدمہ کو مر جوٹ کیا ہے۔

”اگر یہ نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور بڑا فساد پھیل جائے گا۔“

اللہ تعالیٰ ہم سب کو فتنوں سے نجات نصیب فرمائے۔ اللہم آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## اجتماعی ذہن اور قربانی و ایثار کا جذبہ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء  
والمرسلين وعلى آله وصحبه اجمعين ، ومن تبعهم باحسان  
ودعوا بدعوتهم الى يوم الدين . اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان  
الرجيم . وَلَا تَلْفُتُوا بَأْيُكُمْ إِلَى الْتَهْلُكَةِ صدق الله اعظم

مختصر محضرات الکتاب کی باتیں بہت سی ہیں لیکن اس وقت ہم یہ ہم اہم اہم باتیں  
کہیں گے کہ آپ اپنے اذہن کو جتلی بنا کیے ، صرف اپنے منہ کو سوچنا کہ میں قائم  
ہو جائے دین پر چلو کر رہوں ، ملت پر یو کیو کر رہا ہے ہم سب کی فکر کیا کر رہے ہیں ، اس  
ذہن نے بڑا نقصان پہنچایا ہے ، دیکھتے تو قرآن شریف میں آتا ہے ” وَلَا تَلْفُتُوا بَأْيُكُمْ  
إِلَى الْتَهْلُكَةِ “ اپنے ہاتھوں بدلت میں نہ چڑو ، اس کو بہت سے لوگ اسے پڑھتے ہیں  
لیکن ” وَلَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ “ نماز کے قریب نہ جانا ، ” فاضل  
ایمان خدا اس ملک اس طرح پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں یہ سب قرآن شریف میں تو ہے نماز  
کے قریب نہ جانا ، ” لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ “ اس طرح بدعتی کے ساتھ تو نہیں لیکن بعض  
و قلیل کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ ان کو یہ غلطہ کے کام سے بچا دیا گیا ہے۔ ان کو جہاں کہیں قرآن  
میں پہنچے چلو غلطہ مولیٰ نیچے اپنی حمایت کے لئے کہتے ہیں ، وَلَا تَلْفُتُوا بَأْيُكُمْ إِلَى  
الْتَهْلُكَةِ قرآن شریف میں جانے باقیوں ہدایت میں نہ پڑو کوئی کامیاب نہ کر دے  
یو ہرگز جس میں تمہیں نقصان پہنچے ، حاکم اس وقت سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں ، بلکہ اس  
آیت کا تعلق ان کے برعکس ہے چنانچہ سیدنا ابوالعباس احمد بن حنبلہ نے

ذلیل سوچ کر ایسا ہی نہ تھا۔ فرمایا خیر وغیرہ تم نہیں جانتے یہ آیت تو ہم انصاروں کے بارے میں نازل ہوئی تھی اس کی تفسیر تو ہم سے پوچھو تم کیا جانو کہ یہ ہے کہ جب اسلام مدینہ میں آیا کٹر اور تھا کوئی اس کا ساتھ دینے والا نہ تھا تو ہم انصاروں نے اس کا ساتھ دیا اور اپنی جان و مال سے ساتھ دیا اور اپنے تقاضوں سے آنکھیں بند کر دیں، پس ہر وقت اسلام کے لئے جان بخشی پر لئے پھرتے تھے میدان جنگ میں کہا بے توفیق وہاں تیغی کے میدان میں کہا جاسے تو وہاں اور من خرچ کرنے کو کہا بے توفیق حاضر، غرض کہ ہم نے پھر ہزاروں دیکھ کر کیا بددعا ہے وہ وہ بے کھتوں اور وہ بے باغوں کا کیا حال ہے، انہاری دوکانوں کا کیا حال ہے کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب ہم نے دیکھا کہ اب اللہ کے فضل سے مسلمانوں کی تعداد اب بھی خاصی ہوئی ہے اور اب اسلام دنیا بھر پر ہوا اور مدینہ میں نہ تھا اور سبے یاد وہ دیکھ کر نہیں ہے اور دوسری طرف ہم نے دیکھا کہ ہمارے دلوں پر، ہمارے جانیداروں پر بہت اثر پڑ گیا ہے اور تجو تمیں مانع چوکی ہیں آسمان ہزاروں میں جد جہتا ہو گئے ہیں، دوکانوں کے دیوانے لکھنے لگے ہیں، اور باغات خشک ہوئے لگے ہیں فرصت ہی نہیں ہم کو تو ہم نے کہا اب ہم تھوڑے دن کی چھٹی لیں، مستعلیٰ آدھی یا سترہم چھٹی نہیں، بلکہ تھوڑے دن کی چھٹی لے لیں، یہاں کو چھٹی ملتی ہے، طلب علم کو چھٹی ملتی ہے، سترہم چھٹی ملتی ہے، ہم بھی چھٹی لے لیں۔ اس یہ خیال آتا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی ابھی شاید کتبہ کی نوبت بھی نہ آئی تھی کہ آیت نازل ہوئی، مارے کیا کرتے ہو! اس وقت جب دین تہجدی مدد جہاری خدمت کی اور تہجدی جو شرعیوں کی ضرورت ہے تم کو چھٹی کا نہ دیتے ہو، یہ چھٹی تم قائل ہے، یہ چھٹی خواہش کے مترادف ہے، دیا گیا۔ **وَأَنْفِقُوا مِنْ نَسَبِكُمْ** اللہ و لا تُنْفِقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِنِّي أَنَا الْهَلَكَةُ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ یہ پوری آیت ہے۔ اب لوگوں نے غزوہ بدر میں کھانا خرچ کر دیا۔

میرے بھائیو! ایک ذمہ داری ہے کہ وہاں جنگ میں مشکل ہو گیا تھا مدینہ کی طرف ہوا پائے تختیاں لہرے بدوؤں کی آہ، ہر دیکھ کر ہش ہوئے توفی دے دیا کہ حج بند وستانی مسکنوں کے ذمہ سے ساقط ہے اور استدلال کیا اس آیت سے کہ **وَلَا تُلْفُوا بِأَيْدِيكُمْ إِنِّي أَنَا الْهَلَكَةُ** جان بوجھ کر ہمارے دست میں نہیں پڑنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ جو اے خیراے اور درجہ بخند فرمائے۔ حضرت شہداء و عہدائے حب رحمت اللہ علیہ کے وران کے شائراؤں وران کے نغمہ کے کہ

انہوں نے اس کے خلاف مجبور شریعت کی اور نفرتی لکھا اور پھر ان کے بعض خفد، آواز کے جھپٹے اور عربیوں نے ایسی وحوم و حوام سے حج کیا کہ پھر یہ خیال ہی تو ان کے دلوں سے نکل گیا، ورنہ اندازہ سہ ہندوستان میں اس کی عادت پڑ جاتی کہ بھائی مسند کا سفر خط و کتابت اور حج پر اس ذمے سناٹا ہے تو آج حج کو رکھ دو اور پرسوں روزہ و محبت پر برا اثر ڈالنا ہے ولا تعلقوا صابدا بکم الی التہلکۃ اور پھر اس کے بعد فرمایا اس سردی میں ٹھہر جائیں اور غصہ سے پانی سے وضو کریں یا اس گرمی میں چھوٹی سی رات میں ہم نفیس اور رات خراب کریں ولا تعلقوا صابدا بکم الی التہلکۃ تو سرورائین ہی معطل ہو کر رہ جائے تو مسلمانوں کا ذہن انفرادی ہے اجتماعی ہونا چاہئے یعنی امت کے تقاضوں کو دیکھنا چاہئے، اگر ہر شخص صرف اپنے اپنے تقاضوں کو دیکھتے تھے تو دین کی خدمت کہاں سے ہوگی۔ میں اس ادارہ کے متعلق نہیں کہتا، الحمد للہ ادارہ کے متعلق کہنے کے لئے یہ جگہ نہ تھی نہیں اور جو مدرسہ کا مہر و پا ہے۔ تعارف اور دینی خدمات ادا کرتے ہیں یہاں یہ نہیں ہے کہ فلاں ادارہ اور فلاں چراغ بجھ رہا ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ دین کا تقاضا ہے ہم یہ کہتے ہیں اپنے اپنے مذوق کی خبر لیجئے، اپنی اپنی جگہ کی مسیبتوں کی خبر لیجئے۔ مسلمانوں کی خبر لیجئے اپنی اپنی جگہ کی خبر لیجئے، اپنی اپنی جگہ کے مسلمانوں کی عادات اور ان کے برے اخلاق کی خبر لیجئے، جن کی وجہ سے امت الہی رکنی کھڑی ہے، گھٹا کھڑا کئی کھڑی ہے لیکن برستی نہیں کہ مسلمانوں میں تو یہ یہ عیب ہیں، مسلمانوں میں تو یہ جرائم ہیں، ان ان چیزوں کے مرتکب ہو رہے ہیں ان چیزوں کی خبر لیجئے یہ دین کا اجتماعی تقاضا اگر آپ پر طاری نہ ہوا تو ہندوستان جیسے ملک میں دین کا باقی رہنا مشکل ہے اور ہندوستان کا کیا ذکر ہے ہندوستان تو خدا کے فضل و کرم سے بہت بہتر ہے اور بھی ملکوں میں جہاں عامی حکومتیں ہیں مسلمان حکومتیں ہیں، ان کی حکومت کچھ کر سکتی ہے نہ چاہے اتنا ہر جیسا ادارہ کچھ کر سکتا ہے جب کا اگر آپ کو بحث اور اس کی شان و شوکت معلوم ہو اور اس کے شیخ کے اختیارات اور ان کی تلو او آپ کو معلوم ہو تو آپ حیران رہ جائیں، کیا کسی ملک کے صدر یا سپریم کی وادشیاں ہوئی وہ تنخواہ دہی، لیکن وہ کچھ نہیں کر سکتے، اگر راجہ ہی ذہن نہ ہو تو کوئی کچھ نہیں کر سکتا، کسی کو کوئی پینسین ہی نہیں ہے سب اپنے اپنے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ہماری ادا دینا چاہئے اور جلدی سے کام میں لگ جائے اور جلدی سے جلدی آسامی اس کو مل جائے

اس کے علاوہ کسی چیز سے کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے۔ یہ بہت خطرناک ذہنیت ہے، اس ذہنیت نے قوموں کے چراغِ گل کر دیے ہیں، جہاں یہ ذہنیت طاری ہوئی وہاں کوئی سرچنگ کر رہ جائے کوئی بڑے سے بڑا مصلحت اپنی پوری زندگی صرف کر دے کوئی اثر نہیں ہوتا، یہ ذہنیت ہمارے ملک میں پیدا ہو رہی ہے اور موجود ہے کسی کو کسی سے کوئی مطالب ہی نہیں رہا، بس اپنا مفاد دیکھنا، اپنی خوشحالی کی، اپنے گھر کی، کاروبار کی، ترقی اور کامیابی کے سوا کسی چیز سے دلچسپی نہیں، ساری وقت اس جہ سے پیش آ رہی ہے کہ ذہن اجتماعی اور ملی نہیں ہے بلکہ ذہن انفرادی ہے اور ذہن بالکل شخصی ہے ایک تو اس کی اصلاح ہونی چاہئے کہ ملت کے مسائل اور دین کے تقاضوں کا درد آپ اپنے دل میں پیدا کریں۔ اگر یہ نہیں ہے تو پھر بہت بڑا خطرہ ہے کہ کوئی انجمن کچھ کر سکتی ہے نہ کوئی ادارہ کچھ کر سکتا ہے اور نہ کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ مسنف اور واعظ اور مقرر کچھ کر سکتا ہے۔ خدا کرے آپ اتنی بات سے فائدے کی بات سمجھتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین سے محبت کرنے والا بنائے اور ہمت کا بیرو نصیب کرے۔ الفہم امین۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

والسلام علیکم !

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## اسلامی بیداری کی لہر پر ایک نظر بے لاگ جائزہ مخلصانہ مشورے

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ امجدہ!

دوستو! اور بھائیو!

میرے لئے بڑی مسرت و عزت کی بات ہے کہ اس وقت اور محترم مجلس میں "اسلامی بیداری" کے موضوع پر گفتگو کا موقع مجھے عطا کیا گیا۔ یہ موضوع بڑا اہم ہے۔ ۱۹۸۱ء میں دہلی علماء اور دانشوروں کی مجلسوں میں ہمیشہ و نظر اور آگہوں کی دلچسپیوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اس وقت عالم اسلام کی اکثر مثالوں میں اس موضوع پر مثبت یا منفی انداز میں اظہار خیال کیا جا رہا ہے ساتھ ہی یہ موضوع بڑا زک (SENSITIVE) بھی ہے۔

اس لئے کہ بعض حضرات کے دلوں میں اس اسلامی بیداری کی تائید و حمایت کا طاقتور رہنما ہے اللہ جس تک پہنچتا نظر رہا ہے یہ لوگ کسی بھی ملک میں پھیلنے والی ہوئی اسلامی بیداری کی باتیں سننے میں قرآن کے سامنے اسیدوں کے چراغ روشن ہو جاتے ہیں اور اس بیداری سے بڑی بڑی توقعات وابستہ کر لیتے ہیں۔

لیکن میں آج کی مجلس میں اس قدر جرأت سے کام لیتے ہوئے مسرت کے ساتھ گفتگو کرنا، اور عالم اسلام میں موجود اسلامی بیداری کی لہر کا تعمیری نقطہ نظر سے تنقیدی جائزہ دینا چاہتا ہوں۔ اور میرے خیال میں اس کی اس وقت ضرورت بھی ہے۔

نازک امانت:

اسلامی بیداری، حقیقت بڑی اہم و مدوری اور بڑی نازک امانت ہے، اس کی مثال



ایک تیر جیسی ہے کہ صحیح نشانہ پر نہ پہنچے اور غلط پڑ جائے تو اسے کمان کا قصور نہیں سمجھا جائے گا۔ سوئے اتفاق پر حصول کیا جائے گا۔ بلکہ اسے تیر انداز کا قصور قرار دیا جائے گا۔ کہ نشانہ کی غلطی دست بازو کی کمزوری، اور تیر انداز کی ناکامی ہے۔

یہی حال انسانی بیداری کا ہے۔ اس بیداری اور حرکت نے اگر بالکل صحیح اور اچھی طرح سے چا کھنچا راستہ اختیار نہ کیا اور ذرا بھی غلطی ہوگئی تو اس سے اسلام کی ابدی و جاوداتی قوت و صلابت پر یقین و اعتماد کو ٹھیس پہنچے گی اور یہ یقین مستحکم نہیں رہے گا کہ اسلام ہی صالح اور طاقتور بیداری کی صلاحیت رکھتا ہے نہ سہ ماحول کا مقابلہ کر سکتا ہے، صالح اور مثالی معاشرہ وجود میں لے سکتا ہے اور باغیہ و دشمن قیادت فراہم کر سکتا ہے۔

بلکہ اس کا بھی خطرہ ہے کہ صحیح اہم و ترتیب اور سوچے سمجھے منصوبے کے فقدان کی صورت میں یہ بیداری اسلام اور مسلمانوں پر منفی اثر ڈالے اور مستقبل میں اسلامی بیداری کی جدید کوشش اور اس کی کامیابی و نتیجہ خیزی کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہو جائیں۔

بعض لوگ اس بیداری کا ایک خاص مفہوم اور اس کی ایک ذمہ تعبیر و تشریح اپنے ذہن میں رکھتے ہیں وہ اسے صحیح راہ سے ہٹے ہوئے فاسد ماحول کے خلاف ردِ عمل اور غیر اسلامی قیادت و حکومت کے خلاف جنگ کے مترادف سمجھتے ہیں۔ اور کسی بھی غیر اسلامی قیادت یا استبدادی طاقت کے خلاف جدوجہد، یہاں تک کہ اس کے خلاف محض غمزدگی، دعوں، مظاہروں اور اعلامیات تک کا بڑی گرم جوشی کے ساتھ استقبال کرتے ہیں۔ پھر مزید تحقیق و تجسس اور اس کے عملی نتائج کو جانچنے کی بھی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

بیداری اسلام کی فطرت ہے :

میرے دوستو! اور بھائیو! بیداری اور حقیقت اسلام کی فطرت ہے، ضروری ہے کہ مسلمانوں میں اس کا سلسلہ قائم رہے، اس کی کڑیاں باہم مربوط و متصل رہیں یہ سلسلہ کہیں ٹوٹنے یا زلزلے نہیں رہا لے گا۔ یہ امت اسلامیہ ایک منتخب اور پیچیدہ امت ہے۔ یہ انسانوں کا کوئی رجز یا عام جماعتوں کی طرح مجرد کوئی انسانی مجموعہ نہیں ہے بلکہ اللہ کے آخری پیغمبر کی ہر دین امت پوری انسانیت کی اصلاح کے لئے مبعوث کی گئی ہے اور نبی کریم ﷺ نے

اس امت کی بیک صفت بیان فرمائی ہے۔ آپ ﷺ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ ایک بار انہار  
کتاب سے فرمایا۔

اتصا بعنعم ميسرين ولهم تبعوا معسرين (۱)

(ترجمہ) ”تم لوگ آسانیاں فراہم کرنے والے نہ کرو، مہوٹ کئے گئے ہو۔ دشواریاں پیدا  
کرنے والے نہ کریں۔“

ایک صحابی حضرت ربیع بن عامر سے یہ سارا راویاں امیران نے پوچھا کہ تم لوگوں کو  
یہاں کون سی چیز دکھائی۔ آپ کے صحراؤں سے نکل کر ایران کی سرزمین تکہ کس غرض سے  
آئے؟ انہوں نے جواب دیا:

الله ابتعثنا لنخرج من شاء من عبادة الناس الى عبادة الله

وحدده ومن ضيق الدنيا الى سعة ومن جورا الى عدل

الاسلام (۲)

(ترجمہ) ہم کو اللہ نے اس کام کے لئے مہوٹ فرمایا کہ اللہ کی عبادت کے مطابق انسانوں کو  
نہ نوس کی عبادت سے نکال کر اللہ وحدہ کی عبادت تک، دنیا کی تنگی سے نکال کر اس کی  
وسعتوں تک، اور تنگ فدا سب راہان کے ظلم و جور سے نجات دلا کر اسام کے صحران براف  
تک پہنچا دیں۔“

اور اللہ تعالیٰ کے مبارک کلام سے زیادہ واضح اور لطیف بات کس کی دوستی ہے۔ وہ فرمان

ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْنَ عَنِ

الْمُنْكَرِ وَتُؤْتُونَ بِالْهَدْيِ ۝۳۱

(ترجمہ) ”تم لوگ بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ تم بھلائی کا حکم دیتے  
ہو۔ برائی سے روکتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

(۱) ترمذی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(۲) ترمذی و تاجی، ص ۱۸۴۔

(۳) سورۃ النحل، ۱۱۰۔

گویا جی آخر ازمانِ ہفتہ کی بعثت کے ساتھ ایک امت کی بعثت بھی شامل تھی انہوں نے ایک ایسی جماعت کی بعثت جو باخبر اور باشعور ہو۔ صحیح راہ کی طرف دعوت دیتی رہے۔ ہر زمانہ اور ہر مقام پر انسانوں کی دیکھ بھال اس کے ذمہ لکھ دی گئی ہے۔ اور ہر دور میں نسلِ انسانی کے عقائد و اعتقادات کا احتساب اس کا منصبی فریضہ قرار دیا گیا ہے۔

ہے حقیقت جس کے دین کی احتساب کائنات

یہ اسلامی بیداری نوعِ انسانی کی دائمی وابدی ضرورت ہے۔ انسان کی بنیادی ضرورتوں، نفاذِ پانی، اذوائے اس بیداری کی ضرورت معنوی اعتبار سے کس طرح کم نہیں یہ پوری انسانیت کے لئے مطلوب و مفید ہے۔ اور اس کا انعقاد صرف اسلام اور مسلمانوں کے وجود کے لئے نہیں بلکہ انسانی معاشرہ کی سلامتی اور اس کی سلامتِ دوی کے لئے خطرہ ہے اسلامی دعوت و بیداری نئے بطور تو میں اور تئیں بغیر چہ وہ ہے کے جانوروں کا ریوڑ بن کر رہ جائیں گی۔ یا سوار یوں سے ہجر اجبار جس کا سرچ غائب ہو۔

میرے دوستوں! اور بھائیو! آج کے زمانہ کو اسلامی دعوت و بیداری کی حاجت دوسرے زمانوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔ کیونکہ آج کا دور شہواتِ نفسانی اور شکوک و شبہاتِ دینی کا دور ہے۔ اسلام سے دور ممالک و فلسفوں، اور افکار و نظریات کا زمانہ ہے۔

ہمارے آج کے زمانہ میں اسلامی بیداری کی ضرورت کئی گنا زیادہ بڑھ گئی ہے اور اس کی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ دنیا کے کسی ملک میں بھی یہ بیداری پیدا ہو نہیں اس سے ہمدردی ہے ہم اس کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اور اس کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں۔

لیکن یہ ہمدردی ہمیں اس بات سے نہیں روکتی کہ تعمیری نقطہ نظر سے اس کا تنقیدی جائزہ لیں۔ خیر و صلاح کے معیار پر چڑھیں۔ اور اسلامی عقدِ مذہبی کی کسوٹی پر کس و کد نکلیں پھر اس کے بارے میں رائے قائم کریں اور صحیح فیصلہ کریں۔

اس سلسلہ میں میرے بھائیو! میرے کچھ خیالات اور مشورے ہیں انہیں میں پیش کرتے چاہتا ہوں اس امید پر کہ شاید ان سے اسلامی بیداری میں حصہ لینے والوں، اس کی طرف دعوت دینے والوں اور اس سلسلہ میں جدوجہد کرنے والوں کو کچھ فائدہ پہنچ سکے۔ اور صحیح فیصلہ کی تعیین اور خطوط عمل کی تصحیح میں کچھ مدد مل سکے۔

## اسلامی عقائد کے ساتھ کامل ہم آہنگی

اسلامی بیداری اور اسلامی دعوت کی صحت و سلامتی کے لئے اور اسے قابل اعتماد و لائق احترام اور ہر طرح حفاظت و مدافعت کا مستحق بنانے کی پہلی شرط یہ ہے کہ یہ دعوت و بیداری قرآن و حدیث پر مبنی عقائد سے مکمل مطابقت رکھتی ہو۔ رسول کریم ﷺ کی سنت و طہرہ اور آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین کے اصول و عمل، ماہرین دین و شریعت کے علم و فہم اور جمہور امت کے عقائد سے ہم آہنگ ہو۔

ایسا نہ ہو کہ سیاسی و عوامی اور دینی و فکری رجحانات کے درمیان ہر پہلو سے یکساں و مستقام حالات کا رد عمل، سیاسی غلبہ و استبداد کی کوشش اور اسلامی حکومت کے قیام کے خالی دعووں تک محدود رہا۔ نوجوان آئندہ بند کر کے اس کا استقبال کرنے لگیں۔ اور اس کی حمایت و مدافعت کے جوش میں اس دعوت و تحریک کے سربراہوں کے عقائد کی حقیقت بھی ضروری نہ سمجھیں۔ متفق علیہ اسلامی عقائد سے ان کے انحراف اور بسا اوقات ان مسئلہ عقائد سے تضاد کو بھی نظر انداز کر جائیں۔ کیونکہ عقیدہ و حق در حقیقت وہ ہر دم وہاں حکیم و اداں دریا ہے جو ہمیشہ صحیح رخ پر بہتا رہتا ہے۔ جس کا دھارنا نہ تو کرتا ہے نہ اپنا رخ بدلتا ہے۔

لیکن وہ سمجھیں جو بڑے زور و شور سے اٹھتی ہیں اور اسی تیزی سے غائب ہو جاتی ہیں وہ نالیاں جو بہتی ہیں اور سوکھ جاتی ہیں ان پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ ممکن ہے وہ صبح کو موجود ہوں اور شام کو غائب ہو جائیں۔

جن لوگوں کو تاریخ اسلامی کے تہ سے گور خیر جا بیدارانہ مطالعہ کا موقع ملا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ تاریخ اسلامی کے مختلف دور اور میں متعدد ایسی تحریکیں اٹھی ہیں اور ایسے وصالے آئے ہیں جن میں بڑی کشش تھی، مگر تھا۔ ایک زمانہ میں ان کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ ان کا سکھ چلا تھا وہ تحریکیں و افکار و خیالات، روشنی خیالی، عقلیت آزادی رائے کا مرکز بن گئے تھے وہ اپنے دور کا چلتا ہوا فیشن (FASHION) تھا اور اس دور کے نوجوان ان کو اپنانے اور ان کی حمایت و مدافعت میں بھرپور کوشش کرتے تھے لیکن کچھ ہی دنوں بعد وہ پر شور و حال رہے، ہواؤں کی تندر ہو گئے۔ تاریخ کے صفحات میں اپنی دھج گئے۔ اور جن لوگوں کا عقیدہ و علم کلام اور فکری تحریکوں کی

تاریخ کا مطالعہ وسیع نہیں ہے انہوں نے ان کا: کم بھی نہیں سنا ہوگا۔

## دینیات کے وسیع مطالعہ کی ضرورت:

اسلامی، بیداری کی سمجھ و افہامیت کے لئے دوسری، لازمی شرط یہ ہے کہ یہ بیداری (امکانی حد تک) قرآن و حدیث کے فہم و ادراک سے منہمک رہے اور کسی کی ضرورت کی منتظر نہ ہو۔ دینی مطالعہ میں کسی حد تک وسعت بھی ہونا ضروری تھی۔ یہ ضروری ہے کہ تعلیم یافتہ نوجوان جن کی تعداد بیداری کی ان تحریکوں میں بڑھتی جا رہی ہے، اپنی ذاتی و فکری تربیت پر خصوصی توجہ دی جائے۔ ان کے لئے صلاح اور طاقتور فکری غذا فراہم کی جائے جو ان کی نفس و فکر کے نہایت خاتوں کو منور کر دے اور ان پر ایمان و یقین کو دوبارہ مستحکم کر دے کہ اسلام ہی قیادت کی اور زندگی کے مشکلات کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

ان تعلیم یافتہ جوانوں کو اس بات پر آمادہ کرنے کی ضرورت ہے کہ قرآن کریم کے ساتھ منسوب و متعلقہ ایمانی، جذباتی اور عقلی ربط قائم رکھیں اور سیرت نبویؐ، روایتی و اسلامی تاریخ، اصلاح و تجدید اور مستحقین اجداد دین کے حالات و سوانح کے مطالعہ کو لازمی قرار دیں۔ یہ مطالعہ ان کی صلاحیتوں کو ابھارتا کرے گا، تاریک راہوں میں روشنی فراہم کرے گا جس سے وہ اپنی صلاحیتوں کا بہتر استعمال کر سکیں گے۔ اور ان کی جدوجہد کی نتیجہ خیزی اور کامیابی کے امکانات میں اضافہ ہو جائے گا۔ اگر یہ جدوجہد اخلاص اور خالصتہ الہی کے حصول کے جذبہ پر مبنی ہے۔

اسی طرح اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ان کی انفرادی، اجتماعی اور خانہ دینی زندگی اور ان کے انفرادی و اجتماعی اخلاق و عادات کی اصلاح پر ہماری توجہ دی جائے۔ اور اس انداز پر ان کی تربیت کی جائے کہ نہ صرف یہ کہ ان میں کوئی کمزوری اور معمول نہ ہو۔ بلکہ وہ دوسروں کے لئے حسن اخلاق کی راہ کی پستی اور استقامت میں نمونہ اور مثال بن جائیں۔

اللہ کے دین کی دعوت: پینے والوں اور تجدید و اصلاح کی راہ میں جدوجہد کرنے والوں کا ہمیشہ یہی انداز رہا ہے۔ لیکن اس وقت اسلامی معاشرہ، اخلاقی انحطاط و معنوی نزول، بالخصوص غیر مسلم ماحول کے اثرات، بوجہ غیر اسلامی رسم و رواج، نمود و نمائش، خرد و جاہ برداری کا

ذہنی طرح شکاک ہے۔ دوت و صلح کے میدانوں میں کام کرنے والے بھی آلم و پیش اس کمزوری کا شکار ہو چکے ہیں۔ دینی جدوجہد پر اس کے مبنی اثرات بھی پانے لگے ہیں۔

اور یہ اوقات مخالفین کے لئے اس کمزوری نے اسلام پر تنقید و تشکیق کے مواقع فراہم کر دیے ہیں۔ جس سے اسلامی کردار کی پختگی و بلندی کی صورت میں آسانی کے ساتھ پناہ ملتی ہے۔

### زمانہ اور مشکلات و مسائل کا فہم و ادراک

ذہنی مطالعہ کے ساتھ ہی اپنے زمانہ اور اس زمانہ کی مشکلات و مسائل سے گہری واقفیت کو بھی شعور انداز میں سمجھا جاسکتا۔ نظر اس پر بھی ہونی چاہئے کہ اس دور میں کون کون سی تحریکیں اور نیسے نیسے رجحانات پائے جاتے ہیں۔ عام زندگی میں ان کی کیا طاقت اور اہمیت ہے۔ اور اسلام کے بارے میں ان کا نقطہ نظر کیا ہے۔ وہ دین اسلام کے مستقبل پر ڈالنے والی اسلامی نفس کے لئے کس حد تک خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں ملک و وطن کے اقتدار پر تسلط کی جدوجہد میں مصروف قیادتیں کس انداز و قیاس کی ہیں۔ جو کام کی ذمہ داری اپنے ہاتھ میں نیز چاہتی اور حاشہ کو اپنے انکار و خیالات کو اپنی جہت کے مطابق جوڑتے اور بدلتی کو یکے کے ساتھ مل کر سامنا کرتی ہیں۔

کیونکہ ان طاقتوں و تحریکوں اور قیادتوں سے آنکھیں بند کر لینا اسلامی جماعتوں کا اپنے نواں میں بلند ہونا اور اپنے تمام شواہل کو دین کی دھڑکتے دھڑکتے پر مضبوطی سے قائم رہنے کے لئے جو وہ حیات کی اولیٰ و ثانی زندگی میں مہارت و محنت کے ساتھ درپیش آئے، طریقہ عمل سے محض نہیں بلکہ حقیقت میں پہلے سے ایسا شاہد دین پر عمل اور احکام شریعت کے اتباع کی آزادی جس جھمکے ہوئے۔ دین پر عمل کرنے والوں کی دعوت دینے والوں کی زندگی کا جو ہے۔ اور ان کے وہ حالت ہے۔ جس میں ان کے سر پر آئے ان کے لئے ان کے لئے ہے۔

حَتَّىٰ إِذَا صَافَتْ عَنْهُمْ الْأَرْضَ بِغَيْرِ عِثْمٍ وَصَافَتْ عَلَيْهِمُ الْجِبَالُ ۖ

(ترجمہ) زمین اپنی آسائش کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور ان کا دم چھٹنے لگا۔ مسلمان دین کے باطنیوں اور دشمنوں کے رحم و کرم پر غیر اسلامی قانون سازی، اسلامی قانون میں دخل اندازی، نبی کے خاص مافی قانون کی مخالفت کی فضا میں اور مغربی مسیحی تصور کے زیر سایہ زندگی گزارنے پر مجبور ہیں کہ ”دین انسان کا فرائضی مسئلہ ہے اس کا تعلق بند اور خدا سے ہے“ زندگی، قانون سازی اور سیاست و نظام حکومت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

### زندگی کے حقائق سے چشم پوشی کے نتائج

یہاں میں اپنے دوستوں سے حضرت کردوں کا جن کے خیال میں زمانہ اور مسائل زمانہ کے شعور و دور کی کوئی اہمیت نہیں، انہیں کی کوئی ضرورت ہے کہ زندگی کے حقائق، معاصر ذہن و فکر کو مشغول کرنے والے مسائل، معاشرہ کو جاننے، دیکھنے والے نظام تعلیم و تربیت، افکار و خیالات کے دھاروں اور اسلامی دعوت و تبلیغ کی کوششوں کے درمیان تطبیق و ہم آہنگی کے لئے ذہنی و جسمی صلاحیتیں صرف کی جائیں اور وقت لگایا جائے۔

بعض اسلامی نمائندگیوں میں ایسے پرجوش اسلام کے داعی موجود ہیں جنہوں نے اس پہلو کو نظر انداز کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سماج میں موجود اور ذہن و فکر پر مسلط مسائل یا رجحانات میں الجھنے کی یہ ضرورت ہے نہ افادیت و نہ ہم اس کے منقلب ہیں کہ ایک عیس کی معاشرہ و افراد، انحراف، آزار، خیالی و بد عملی کی طرف جارہا ہے یہ خیر و صلاح کی طرف! ہمارے لئے اتنا کافی ہے کہ ہم زمانہ و دورہ کے پسند ہیں۔ اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے ہمیں اسلام کی نعمت سے نوازا ہے اس کے احکام پر عمل کی کوئی جتنی ہے۔ ہمارے لئے اتنا کافی ہے۔

ان حضرات کے اخلاص میں شبہ کرنے کی ضرورت نہیں ان کی جدوجہد مشقت اور قربانی بھی قابل قدر ہیں۔ لیکن اس کے باوجود میں یہ عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ گروہ جن کے رجحانات سے انماض زمانے کی ضرورتوں اور تقاضوں سے اعراض، اپنی ذات تک مجبور ہو کر رہا جا، اسلام کے صحیح فہم کا نتیجہ نہیں بلکہ اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے شعور کی

یہی امریٰ ہے کہ تربیت، ارتقاء و مسائل کی سمجھ، دوست دشمن کی تمیز اور خالی فوٹی نعروں (SLOGANS) نے فریب سے اعتقاد بھی ضرور ہوتی ہے۔

تاکہ مسلمان قوم پر حق تسلط نہ ملے، یا علاقائی مصیبت، اور دنیاوی سیاستدانوں اور غیر ملکی سازشوں کا ہر ہر شکار نہ بنے۔ بچے بچہ اور ایمانہ ہو کہ ان کی اپنی سادہ سی صحیح و سچی شعوریں کھڑی ہو اور فراست اور فہمی کی کمی نہ رہے۔ دینی اخلاقیات نے کی ساری کوششیں بشریتِ عالمی نے لگائی تھیں اور اسلامی نظام نے قیام کی مدد کی۔ چودہویں صدی میں مسلمانوں نے اسلام کو عالمی مذہب، ثقافت اور اسلامی نظام بنایا۔ اسلامی نظام نے جس طرح دنیا کو متحد کیا اور اسلام کو عالمی مذہب بنایا اور دینی نظام کو حکومت آواز دیا۔ اسلامی نظام نے ترقی پسندی کے خطرے سے دوچار ہو جائے جو آج کے دور میں مقبوض بھی ہے۔ اور اپنے غور کے نزدیک مطلوب بھی جو اسلامی تربیت سے محروم بھی رہے ہیں۔ اور جن کی انشورہ مقرر کی نظام تعلیم و تربیت اور اخلاق سوز و سانس اہل ان کی زیر سایہ ہوئی ہے۔



خروں پر فریب۔ غا طوں اور نحر فریب۔ مظاہر کا شکار نہیں ہوا کرتے تھے۔

اس کی سب سے وسیع دلیل اور اعلیٰ ترین مثال یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ پر ایمان رکھتے تھے آپ ﷺ کو مصمم سمجھتے تھے۔ جب کہ خود قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۖ

وہ اپنی خواہش انسانیت سے باتیں نہیں بناتے ہیں۔ ان کا کام تو تمام ترویج ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔

پھر ان صحابہ کرام کی نظروں میں آنحضرت کی ذات کرامی ان کی اپنی اولاد آج و آجہا اور خود اپنی جانوں سے زیادہ محبوب تھی۔ تاریخ میں کسی انسانی جماعت نے کسی نبی و رسی دینی کا زبردستی رعایت نہ کی ہو۔ اور تقدیر سے بچتے ہوئے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے (ایسا احترام نہیں کیا ہے جس کے بارجہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایلہ بار فرمایا۔

انصر! حاکم طالبو او مظلوما۔

فرمایا اپنے بھائی کی مدد اور خود ظالم ہو کر اور ظالم۔

تو صحابہ کرام ان فرمان نبوی پر قاضی نہیں رہ سکے اور انہوں نے ان کی تشریح کا ضروری نتیجہ نکلی۔

حدیث کے شارحین نے اس کی تشریح کی ہے کہ یہ زمانہ جاہلیت کی شہر شعلیں تھیں زمانہ جاہلیت کی عادت تھی کہیں تھی۔ چنانچہ دیون کا سدھ ایلہ شاعر عرب کے ایک قبیلہ بنی فہر کی تعریف میں کہتے ہیں:-

لا بسانوں أخاصب حين يلد بهم في المنايا عبي حافل بو حاداً

”بہن ان کے بھائیوں پر کوئی مصیبت آتی ہے لارو: ان کو مدد کے لئے پکارتے ہیں تو یہ ایک بات کی سمجھت پائیں اور جست کا سوال نہیں کرتے مدد کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔“

اس کے باوجود میں یہ کہتا ہوں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنا تو خاموش نہیں رہ سکے۔ ایک صحابی نے کہہ دیا کہ اللہ کے رسول! ہم ظالم کی مدد کریں یہ تو تحریف ہے لیکن ظالم کی مدد سے

نہیں ہرگز نہیں۔“

تقریباً صحابہ کی چار اہم پرآئمہ اور علامہ وقت ہوں گے۔ نہ چچا مبارک پانچویں کی دنیا ہماری کے لئے آخرا تمام ہوں گے بلکہ یہ تینوں کے ساتھ قرآن کا لفظ نظر سے رکھ دو یہی اس کی وجہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے مومن کی زاور، مدنی، حاضر و ماضی پر اپنی مشیت ہو گیا ہے اس وقت بیان فرمائی ہے جس سے اس کی فہمیت و فراست کا اندازہ آسکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "مومن ایک سو اسی ایک دوہر میں آسا جاتا۔" اایک دوہر میں پرفرما لیا "مومن کی فہمیت سے بچو وہ اللہ کی روشنی کی مدد سے نکلنے ہے۔" (۱۰)

## جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت

اس طرح اس طرف بھی توجہ دینا ضروری ہے کہ خاص قرآنی اور سوانی مغیرہ میں جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت اور اس کی قدر و قیمت، الی و دلائل میں ذکر اور سچاس کی مشہور وجہات کا غور کرنا نہ ہو جو برگزیدہ و شہداء جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت سے سرفراز ہوں گے اور جنہوں نے اس میدان میں نام پیدا کیا۔ ان پر رشک آنے ان کی نقش قدم پر چلنے کا شوق پیدا ہو اور عبادت کی حقانیت میں کمزوریں جتنی رہیں۔

اہمیت دینی کی دولت ہے اپنی بندہ جہاد اور شوق شہادت تمام قدم و چہرہ قوموں اور ملتوں کے ارمغان میں اس امت کا اقدار اور اس کے عظیم الشان کارناموں کے شہانہ قربانیوں اور فداکاریوں کا ضیع اور مصدور رہا ہے۔ ہر شے کے مختلف اوجہ اور دنیا کے مختلف ممالک میں اللہ کی تائید و نصرت اتنی مقدس بندہ شوق کے ساتھ وابستہ رہی ہے۔ امت مسلمہ کی اس طاقت کے سرچشمہ اور اس دولت کے خزانے میں محرومی ایسا شمار دیتے جسے پورا نہیں یا جاسکتا اور یہ خدا ہے جسے علم، عقل کی، امت و رہنمائی و تمدن کی ترقی بھی نہیں آسکتی۔

میں شوق اور جذبہ بانی بقی، نصیحت کے لئے ایسی کتابوں سے مدد لی جاسکتی ہے جو چاہئے یا شے دلوں و دلوں کے، دینیوں میں دین کی غیرت و رحمت کو بیدار کر دین کے سینوں میں

اسم اہل کی ایک دنیا آباد ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے محمد کی سرہندی کی راہ میں زندگی گزارنے کے پیش مشرتاب اور جہادِ فطرت کو بے قیمت قرار دیا۔ (۱)

## جمود کو توڑنے والی تحریکیں خود جمود کا شکار

تاریخ کا ایک سبق جو بار بار دہرایا جا رہا ہے، یہ عبرت حاصل کرنا ضروری ہے یہ ہے کہ بہت سی بنیادی اسلامی تحریکیں جو درحقیقت اس مقصد سے انھیں ایک نقش و نگار اور زندگی بخشنے والی جمود کو توڑ دیں۔ اسلام کے پیچھے نہ گئے۔ یہ کہ سطح پر جمہوریت والی کافی گونہ گونہ ہیں۔ اور معاشہ میں رائج ان رسوم عادات اور رواجوں کی زنجیروں کو توڑیں جن کی نہ کوئی وجہ حقیقت سے اور نہ حقیقت۔

جو تحریکیں اس لئے وجود میں آئی تھیں کہ اسلامی معاشرہ کی جامعہ عقائد کو سمجھوڑا دیں اور ان کی بنیاد پر مسائل کو بے ادگر ہو کر دیکھ کر کسی نفس اپنے ذمہ کوڑھ کی مشکلات کو سمجھتے نہ سمجھتے زمانہ کے سطح اور معقول سطحوں کی ٹھیک کر سکتے زمانہ کا ساتھ دے سکے اور صرف ساتھ نہ دے سکتے۔ یہاں پہلے زمانہ کی قیادت بردہائی کر سکے۔

اور اس بات کا ثبوت پیش کر سکے اسلام پر زمانہ کے موالات کا جواب فراہم کر سکا ہے مشکلات کو حل کر سکا ہے اور وہ پیش قدمی کا مقابلہ کرنے کی اور ہر وہ میں قیادت کی صلاحیت رکھتا ہے۔

تاریخ کا یہ بڑا عبرت ناک سبق ہے کہ ایسی اصلاحی تحریکیں (اُمران و انقلابی نہ ہوں جو نہ امر و نہ نہ کے ساتھ نہ رہیں جمود کا شکار نہ ہوں جس سے خبر نہ رہے کہ لے وجود میں آئی تھیں اور اپنے ابتدائی امرینی کار اور اندھ عمل کی زنجیروں میں گرفتار نہ آئے کہیں جو طریق کار الیہ تحریکات کی ابتداء میں اس وقت سے تھے انہوں کے مطابق وضع کیے گیا تھا اور جو ایک مدد دہانہ کے اندر اصلاحی تحریک کے مقاصد کو پورا کرتے تھے ان تحریکوں اور ان سے متعلق افراد نے

(۱) علامہ ابن عربی نے خواجہ کی تاریخِ مدینہ کی کتابوں میں پہلا کے جواب سلطان سلیمان نے فرمایا ہے۔  
 یہ تہ امتیاز ہے کہ کوئی نہ کہ کوئی چھامت بہرہ مشہور اور نہ کہ وہ نہ وہاں نہ وہاں پر  
 مشتمل ہو کہ کتاب اس بات پر جو طریقہ اسلام کے مقاصد کے جواب دہانہ کی برائی ہے۔



نے استنباط اور اجتہاد کی قدرت و صلاحیت رکھتے تھے۔ انہوں نے حیرت انگیز حساسیت اور بے مثال تحریریت [GENIUS] کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر زمانہ اور ہر مقام کے چیلنجوں کا مقابلہ کیا۔

زمانے کے مطالبات اور امت مسلمہ کی ضرورتوں کی تکمیل کی۔ انہوں نے زندگی کے حقائق سے کبھی آنکھیں بند نہیں کیں۔ وقت کی طلب اور زمانے کی آواز پر ہمیشہ کان لگاتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ابن ہمیشہ زندگی سے بھرپور اور مقبول و محبوب رہا۔ انسانی معاشرہ کی قیادت کرتے رہا۔ اور اسلام کے دائرہ کے اندر صحیح راہ کی طرف رہنمائی کرتا رہا۔ ۱۰۱

## غیر ضروری مسائل و مشکلات سے اجتناب کی ضرورت

اسلامی دعوت کی افادیت اور نتیجہ خیزی کو باقی رکھنے کی تیسری شرط یہ ہے کہ دعوت و تحریک یہابی (ثبوت) بنیوہودہ لیں۔ یہی بن کر نہ ہو جائے کہ حکومت وقت یا اسٹیل سے سناؤ افراد و عناصر سے پہلے ہی مرحلہ میں نکلانے لگے۔ اپنے لئے مسائل و مشکلات پیدا کرنے لگے۔ اپنی مادی قوت و صلاحیت اسی نکلانے میں ضائع کر دے اور اپنے بے شمار دشمن و حریف پر اثر کر کے محل جہد و جدوجہد کے دشمن بن کر رہے۔

اسی کتابچہ میں چاہئے کہ یہ دعوت صلیبی سے زیادہ دلچسپی ہو۔ اس لحاظ نظر سے کام نہ لے کہ یہاں کو برسر وقتہ اور کوکوں تک پہنچانا ہے انہی سکے کچھ میں اسلام کا جھنڈا لہانے سے ورنہ صلیبی سے اسلامی نظام کو تلافی کرانے۔ یہ ملحقہ نظریہ نہیں کہ افسانہ ان کو یا کسی خاص اسلامی اصولی تحریک کو اولتہ اور تک پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ یا نظام اسلامی کی حمایت اور معاشرہ میں انقلاب کا حق کسی خاص جماعت کے افراد یا گروہوں کے لئے محفوظ کر دیا جائے۔

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے: امام احمد رضا کی کتاب "دعوت و جدوجہد اول"۔ اور اس کا مقدمہ۔









نہ اترتے تھے۔ وہادیوں کو پامان کر رکھا تھا اور اپنے زمانے کے بادشاہوں، امراء و اعیانہ سے بہت دور تھے کیونکہ وہ انسانان کی پوشیدہ طاقتوں کو ابھارتے تھے، صلاحیتوں کو بجا لاتے تھے اور روح کو بیدار کرتے تھے۔

اس کے عقاید میں تیش و آراہ اور احساس کی شدت، نزاکت کو کندہ کر دیتے تھے۔ روح کو بیدار دیتے تھے اور دل کو بیدار کر دیتے تھے۔ یہاں نفسیات اور علم اخلاق کے اعتبار سے اور تو جیسا کہ ہم نے ممکن نہیں لیکن طوالت کی وجہ سے انکا ذکر نہیں کر رہے ہیں۔ صرف اسی تاریخی تذکرہ کی حقیت پر اکتفا کر رہے ہیں اور اسی پر زور دینا چاہتا ہوں کہ نشاط و تانیہ اور تہجد کا منصب فرما اور معصوم خدویشات اور حقیر باتوں سے بلند کی کا غالب ہے۔ جادوں کے رشتے پر چھنے کو تیار نہیں کرتا۔ عشق و محبت کی زندگی اور بات و شروت میں چھلنے کے بالکل مٹانی ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی صافیت کا منصب ہے اور رسول اللہ سے کہا گیا تھا کہ۔

وَلَا تُسَدِّنْ عَيْنَيْكَ الْبَلَىٰ مَا مَتَّعْتَهُمْ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَهُرَّةَ الْحَوْرَةِ  
الْقُبَا لِيَقْبَتَهُمْ فِيهِ وَوَدَّ رُبُّكَ خَيْرًا وَأَنَّهُ ۖ (طہ: ۱۳۱)

اور ہرگز نہ لکھا تھا کہ مجھے نہ دیکھنے ان چیزوں کی طرف جن سے ہم نے ان مردوں کو متنع کر رکھا ہے۔ ان کی آرزوئیں کے لئے کہ وہ محض انجلی زندگی کی رہتی ہے اور آپ کے پروردگار کا علیہ نہیں جیتے اور میرا ہے۔

اور آپ ﷺ کو غم دیا گیا کہ اپنی ازواج مطہرات سے کہہ دیں۔

يَا أَيُّهَا الشَّيْءُ قُلَا لَا زَوَاجَكُنَّ كُنَّ تُرَدُّنَ الْحَوْرَةَ الْقُبَا  
وَوَدَّتُنَّ لَتَعَالَيْنَ أُمَتَّكُنَّ وَأَسْرَحُكُنَّ مَرَا حًا جَمِيلًا ۖ ۱۱

غم ہوا کہ اے نبی آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم انجلی زندگی اور اس کی بہار و شہرہ نہ چھو، تو آؤ آؤ میں تمہیں کہہ دوں گا۔ نبوی وے والا انجلی کے ساتھ رخصت کر دوں گا۔

جن اشخاص کو انہی احوال اس عظیم کام کے لئے منتخب کرتا ہے یہ جو لوگ اپنے آپ کو اس

کے لئے پیش کرتے ہیں اور اس اہم منصب کی تمنا کرتے ہیں ان کے ہمارے میں اللہ کا دستہ رہیں یہ اور اللہ کا دستور ہر انجمن کرتا۔ ۱۱۱

## جرات و شجاعت اور قربانی کا جذبہ و شوق

اسلامی بیداری کے لئے پانچواں لازمی عنصر یہ ہے کہ دعوت کے ساتھ جرات و شجاعت کی روح اور صبر و استقلال اور قربانی کا جذبہ و شوق بھی وابستہ ہو۔ اگر حالات کا تقاضا ہو تو خطرات میں کود پڑنے کی ہمت اور طاقت بھی دینی چاہئے کیونکہ انسانوں کی فطرت ہے کہ وہ قوی ایمان بے مثال جرات و شجاعت اور خطرات میں کود پڑنے کے جذبہ کی قدر کرتے ہیں وہ ایسی چیزوں کو بڑی عزت و عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو خدوان کے اندر نہ ہوں اور اسلام کی ہر حق حیرت انگیز شجاعت اور خطرات کو ٹھٹھکانے سے بھری پڑی ہے۔

اس جذبہ اور روح کے فقدان سے جو خلا پیدا ہوتا ہے وہ صحیح و غلط اور اسلامی تحریکوں کے لئے بڑا خطرناک ہے اسی وجہ سے بہت سی غلط اور فاسد تحریکیں پیدا ہوتی ہیں اور یہ ان چیز ہستی ہیں جن کا عقیدہ بھی غلط ہوتا ہے اور اصولی کار بھی۔ وہ مسلمانی اتحاد کن اور فساد پھیلاتے والی ہوتی ہیں جس کے باوجود وہی و سامان پران کا جادہ چل جاتا ہے۔ سے کسی واعظ کا وہ خط یا کسی دانش پر دار کی تحریر تو نہیں لکھی۔ منطقی دلائل اور علمی بحثیں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

حالم اسام میں مذہب ہونے والی فوجی انقلابی تحریکیں اس کی واضح مثال ہیں جو مجھے سے ہو کے حانات کی اصالت یا اسلام کے نام پر سامنے آتی ہیں اور اسام پسندوں کی کمزوریوں کا فائدہ اٹھاتی رہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ سیلاب ہی سیلاب کو تھام سکتا ہے تیز احمادے کو روکنے کے لئے اس سے زیادہ طاقتور دھماکہ کی ضرورت ہے مضبوط باطل کا مقابلہ طاقتور حق ہی کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے۔ صحیح عقائد اور صالح متہمد کے لئے قربانی کے شوق اور خدا کا رنی کے جذبہ کی کمی، غلط اور فاسد تحریکوں کے ہمال میں پھنسنے کے لئے راستہ ہموار کر دیتی ہے بگڑے ہوئے

حکومت اور ظالم و جائز نظام سے بیزاری اور نفرت انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ اور جو صاف اور شیریں پانی نہیں پاتا وہ گندے اور خراب پانی سے اپنی پیاس بجھا لیتا ہے اور کچھ فرما رہا ہے بادی تعالیٰ نے۔

لَا تَقْعُصُوهُ نَكُنْ جَنَّةً لِّی الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَیِّدٌ (الانفال ۷۳)

”اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بڑا فساد اور فساد برپا ہو جائے گا۔“

**غیر مسلم اقلیت کے ملکوں میں اسلامی بیداری اور اس کا لائحہ عمل**

یہاں ان ملکوں میں اسلامی بیداری کے بارے میں چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اور ان کے چاروں طرف غلط فہمیوں، غلط بیانیوں، جھوٹے الزامات اور بے بنیاد اہموں کے دائرے پھیلے ہوئے ہیں۔ جہاں قومی جمہوری حکومتیں برسرِ اقتدار ہیں۔ وہاں بھی ایک مدت سے اسلامی بیداری کی لہر موجود ہے اور اسلامی ممالک میں یہ لہر اہل بیداری کی لہروں سے متحد ہو چکی ہے۔

**اسلام کی مثالی سیرت و کردار کی نمائندگی**

ان غیر اسلامی ملکوں میں مسلمانوں کے لئے عام طور پر اور اسلامی اجماعت کا کام کرنے والوں کے لئے خاص طور پر یہ ضروری ہے کہ اسلام کی مثالی سیرت و کردار کا ممکن حد تک واضح اور عمل نمونہ پیش کریں۔ یہ اس کی بنیاد کے لئے احقر کا عہدہ پیدا کرنے کا سب سے قوی اور مؤثر ذریعہ ہے۔ یہی بات برادرانِ وطن و اسلام کے ”سورسز“ اور اسلامی تعلیمات کے مطالعہ کی دعوت دے سکتی ہے۔ جن تعلیمات نے مسلمانوں کو بہترین سیرت و اخلاق اور اعتیازی رنگ عطا کیا ہے اور پُرکشش سانچے میں ڈھالا ہے۔ یہی بات ان کو قرآن مجید، سیرت نبوی ﷺ اور شریعت اسلامی سے مانوس ہونے اور اس کا مطالعہ کرنے پر آمادہ کر سکتی ہے۔

فہم کی بات یہ ہے کہ ایک زمانہ سے مسلمان اسلامی سیرت و کردار سے بہت چمکے حیرانہ غیر مسلم اکثریت کے عادات و اطوار، رسوم و روائیات اور مادی قدیم تہذیب و تمدن سے متاثر ہو چکے ہیں یا جدید مغربی مادی تہذیب کے زیرِ اثر آ چکی ہیں۔



## سماجی بگاڑ کی اصلاحی اور اخلاقی قیادت

اسی طرح مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ ملک کی اخلاقی قیادت کی ذمہ داری قبول کریں۔ ملک میں پھیلے ہوئے بگاڑ کو درست کرنے کے لئے سامنے آئیں۔ پاکیزہ شرفیافتہ زندگی اور انسانیت کے احترام کی دعوت دیں۔ ملک جس اخلاقی کراوٹ میں مبتلا ہے وہ اجتماعی خودکشی کی راہ پر تیزی سے بڑھ رہا ہے اس کو روکنے اور سماج کو مکمل تباہی سے بچانے کی کوشش کریں۔

یہ کسی طرح جائز نہیں کہ ایسا جہاز خرق ہو جائے جس پر مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد سوار ہو۔ اور اس جہاز سے خرق ہو کہ یہاں دولت کی اور شہوت نفسانی کی پوجا ہو رہی ہے۔ یہاں حرص، لالچ اور مفاد پرستی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ یہاں رشوت، خیانت اور ملک سے غداری عام ہے۔ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ان کے علماء، مشائخ اور ان کی مدارس و معابد کی موجودگی میں کسی ملک اور سماج میں یہ بیمار باں پھیل جائیں بڑی فکری بات ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے پاس دین کی تعلیمات رسول ﷺ کی سنت اور صحابہ کرام کے اسوہ کی صورت میں اخلاقی تحفظ کا سامان موجود ہے جو اخلاقی ہے راہروہی اور دینی دیوالیہ ہیں۔ سے بچا سکتا ہے اور ملک اور سماج کو مکمل تباہی سے محفوظ رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اسی صورت میں مسلمان اپنے صحیح مقام و منصب کی نمائندگی کر سکیں گے۔ اور اسی صورت میں اہل وطن مسلمانوں کی عزت و احترام کریں گے ان کا پاس و لحاظ کریں گے ان کو آٹکھوں میں بٹھانے اور ول میں جکڑ دینے پر مجبور ہوں گے۔ اور ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس ملک کی قیادت کا ایک موقع اور غنایت فرمائے۔

اخلاقی قیادت کا میدان واحد میدان ہے جو اب تک خالی پڑا ہوا ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے اس کا موقع ہے کہ وہ اس میدان میں اپنی صلاحیت، مہارت و اختیار ثابت کر دکھائیں، اور اسی راہ سے قیادت کا منصب حاصل کر لیں۔

## جمہوری حقوق کا صحیح استعمال اور قانون سازی کے رخ و رفتار پر گہری نظر

جمہوری ملکوں میں ایسے والے مسلمانوں کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے شہرانی اور جمہوری حقوق کو بغیر احتیاج اور جرأت و ذہانت کے ساتھ استعمال کریں۔ کیونکہ وہ بھی ملک کے وفا دار اور دیانت دار فرد نہ ہیں ان کو بھی اسی حقوق حاصل ہیں جو غولب اکثریت کو حاصل ہیں۔ اس طرح ان کو اس بات سے مبالغہ حاصل رہیں گے کہ اپنے حقوق اور اپنے مقام و منصب کی حفاظت کریں اپنے دین و مذہب کے مطابق زندگی گزاریں۔ اپنی شریعت اور اپنی تعلیم کو غیر جانبدارانہ غلط فہمی سے محفوظ رکھیں۔

اس کے لئے ضروری ہے کہ مجاہد قانون ساز میں بننے والے قوانین کا ذہانت اور بیدار مغزی کے ساتھ مسلسل ساتھ رہتے رہیں اور ان مجالس کے نمائندوں کے انتخاب میں بھی بوجہ و براہ راست استعمال کریں۔

یہ بات ہو کہ شخصیت میں کسی مصیبت یا مشکل میں محسوس کیا کریں۔ اور اپنے مذہب و عقیدہ کے خلاف قوانین پر عمل کرنے اور حالات سے صلہ کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ ان کو انصاف و مہر کے لئے خارج مصر سیدنا عمر راضی و اعلیٰ میں کی بصیرت ہمیشہ پوش نظر بھی چاہئے۔

انهم فی رباط دانہ

لتنوف القلوب اليكم

”تم مستحق محابہ پر ہو۔ کیونکہ جانچنا کھول کر تیار ہے ہی طرف لگے ہوئے ہیں۔“

## نئی نسل کی تعلیم و تربیت اور ان کے ایمان کی حفاظت

مسلمانوں کو چاہئے کہ نئی نسل کی مشروط و مستحکم اسلامی تعلیم کا انتظام کریں۔ اور توحید کا عقیدہ جو ان کا شعار و تہیاز و رہن گے اور ہر اور ان وطن کے درمیان خط فاصل ہے اس عقیدہ کو نئی نسل کے دل و جان میں بیست کر دینے کی ذمہ داری سنبھالیں۔ اور وقت بھر اور دینی غیرت



امریکہ کو درپیش خطرات اور اس کو تعلیمات نبوی کی ضرورت۔

[illegible]

1. 2. 3. 4. 5. 6. 7. 8. 9. 10. 11. 12. 13. 14. 15. 16. 17. 18. 19. 20. 21. 22. 23. 24. 25. 26. 27. 28. 29. 30. 31. 32. 33. 34. 35. 36. 37. 38. 39. 40. 41. 42. 43. 44. 45. 46. 47. 48. 49. 50. 51. 52. 53. 54. 55. 56. 57. 58. 59. 60. 61. 62. 63. 64. 65. 66. 67. 68. 69. 70. 71. 72. 73. 74. 75. 76. 77. 78. 79. 80. 81. 82. 83. 84. 85. 86. 87. 88. 89. 90. 91. 92. 93. 94. 95. 96. 97. 98. 99. 100. 101. 102. 103. 104. 105. 106. 107. 108. 109. 110. 111. 112. 113. 114. 115. 116. 117. 118. 119. 120. 121. 122. 123. 124. 125. 126. 127. 128. 129. 130. 131. 132. 133. 134. 135. 136. 137. 138. 139. 140. 141. 142. 143. 144. 145. 146. 147. 148. 149. 150. 151. 152. 153. 154. 155. 156. 157. 158. 159. 160. 161. 162. 163. 164. 165. 166. 167. 168. 169. 170. 171. 172. 173. 174. 175. 176. 177. 178. 179. 180. 181. 182. 183. 184. 185. 186. 187. 188. 189. 190. 191. 192. 193. 194. 195. 196. 197. 198. 199. 200. 201. 202. 203. 204. 205. 206. 207. 208. 209. 210. 211. 212. 213. 214. 215. 216. 217. 218. 219. 220. 221. 222. 223. 224. 225. 226. 227. 228. 229. 230. 231. 232. 233. 234. 235. 236. 237. 238. 239. 240. 241. 242. 243. 244. 245. 246. 247. 248. 249. 250. 251. 252. 253. 254. 255. 256. 257. 258. 259. 260. 261. 262. 263. 264. 265. 266. 267. 268. 269. 270. 271. 272. 273. 274. 275. 276. 277. 278. 279. 280. 281. 282. 283. 284. 285. 286. 287. 288. 289. 290. 291. 292. 293. 294. 295. 296. 297. 298. 299. 300. 301. 302. 303. 304. 305. 306. 307. 308. 309. 310. 311. 312. 313. 314. 315. 316. 317. 318. 319. 320. 321. 322. 323. 324. 325. 326. 327. 328. 329. 330. 331. 332. 333. 334. 335. 336. 337. 338. 339. 340. 341. 342. 343. 344. 345. 346. 347. 348. 349. 350. 351. 352. 353. 354. 355. 356. 357. 358. 359. 360. 361. 362. 363. 364. 365. 366. 367. 368. 369. 370. 371. 372. 373. 374. 375. 376. 377. 378. 379. 380. 381. 382. 383. 384. 385. 386. 387. 388. 389. 390. 391. 392. 393. 394. 395. 396. 397. 398. 399. 400. 401. 402. 403. 404. 405. 406. 407. 408. 409. 410. 411. 412. 413. 414. 415. 416. 417. 418. 419. 420. 421. 422. 423. 424. 425. 426. 427. 428. 429. 430. 431. 432. 433. 434. 435. 436. 437. 438. 439. 440. 441. 442. 443. 444. 445. 446. 447. 448. 449. 450. 451. 452. 453. 454. 455. 456. 457. 458. 459. 460. 461. 462. 463. 464. 465. 466. 467. 468. 469. 470. 471. 472. 473. 474. 475. 476. 477. 478. 479. 480. 481. 482. 483. 484. 485. 486. 487. 488. 489. 490. 491. 492. 493. 494. 495. 496. 497. 498. 499. 500. 501. 502. 503. 504. 505. 506. 507. 508. 509. 510. 511. 512. 513. 514. 515. 516. 517. 518. 519. 520. 521. 522. 523. 524. 525. 526. 527. 528. 529. 530. 531. 532. 533. 534. 535. 536. 537. 538. 539. 540. 541. 542. 543. 544. 545. 546. 547. 548. 549. 550. 551. 552. 553. 554. 555. 556. 557. 558. 559. 560. 561. 562. 563. 564. 565. 566. 567. 568. 569. 570. 571. 572. 573. 574. 575. 576. 577. 578. 579. 580. 581. 582. 583. 584. 585. 586. 587. 588. 589. 590. 591. 592. 593. 594. 595. 596. 597. 598. 599. 600. 601. 602. 603. 604. 605. 606. 607. 608. 609. 610. 611. 612. 613. 614. 615. 616. 617. 618. 619. 620. 621. 622. 623. 624. 625. 626. 627. 628. 629. 630. 631. 632. 633. 634. 635. 636. 637. 638. 639. 640. 641. 642. 643. 644. 645. 646. 647. 648. 649. 650. 651. 652. 653. 654. 655. 656. 657. 658. 659. 660. 661. 662. 663. 664. 665. 666. 667. 668. 669. 670. 671. 672. 673. 674. 675. 676. 677. 678. 679. 680. 681. 682. 683. 684. 685. 686. 687. 688. 689. 690. 691. 692. 693. 694. 695. 696. 697. 698. 699. 700. 701. 702. 703. 704. 705. 706. 707. 708. 709. 710. 711. 712. 713. 714. 715. 716. 717. 718. 719. 720. 721. 722. 723. 724. 725. 726. 727. 728. 729. 730. 731. 732. 733. 734. 735. 736. 737. 738. 739. 740. 741. 742. 743. 744. 745. 746. 747. 748. 749. 750. 751. 752. 753. 754. 755. 756. 757. 758. 759. 760. 761. 762. 763. 764. 765. 766. 767. 768. 769. 770. 771. 772. 773. 774. 775. 776. 777. 778. 779. 780. 781. 782. 783. 784. 785. 786. 787. 788. 789. 790. 791. 792. 793. 794. 795. 796. 797. 798. 799. 800. 801. 802. 803. 804. 805. 806. 807. 808. 809. 810. 811. 812. 813. 814. 815. 816. 817. 818. 819. 820. 821. 822. 823. 824. 825. 826. 827. 828. 829. 830. 831. 832. 833. 834. 835. 836. 837. 838. 839. 840. 84

مجھے ہائی ٹیوشنی ہے۔ میں آپ سے درمیان اس وقت واقفیتیں شہ میں ہوں جس کے اس وقت پر ہوں۔ یہ کہہ کر رب تعالیٰ اور کائناتوں اور طریقہ کار پر اثر پڑا ہے، اس میں اس سے بہت مال کو لینے میں پانچ سو کروڑ روپے ایک واقعہ ہے۔

عالم مغرب کی تحریک

یہ مقام سائنس نے نہ صرف حاصل کیا، اور اس میں امریکی قوم کی قابلیت، جدوجہد، ذہنی سالمیت، تنظیم، اشتراک عمل، باہمی اتحاد اور اس کی سائنسی، صنعتی اور تجارتی ترقیت کا اثر بڑا حصہ ہے۔ اور ہماری جہتوں میں کائنات و غل ہے کہ یہ ایک تاریخی بحث ہے، جس کا یہ واقعہ نہیں۔ مسلمانوں، پورغلوں اور جو، وودینا کا جائزہ دینے والوں نے اپنے اپنے نقطہ نظر سے مطابق اس بحث کی ہے اور اس کا تجزیہ کیا ہے۔

یہ ملک ہماری حیثیت سے دیو کی نسبت بڑا ہوتا ہے اور معاف کیے ایسی کشش ہے کہ



یہ محبوب وطنوں سے ہندوستان اور پاکستان، مصر و شام اور یو کے کوٹے کوٹے سے یہاں تکھی کر لائی ہے اور یہ کوئی بری بات نہیں ہے۔ جہاں مقرر طمس ہوتا ہے وہاں وہ ہے کے نظر سے ذرا متعلق کر بیچتے ہیں، جہاں دیا جاتا ہے وہاں چاہے جمع ہوتے ہیں، یہاں باغ ہوتا ہے وہاں خوش چٹنی کرنے والے پہنچ جاتے ہیں، میں امریکہ کو دیکھا رہا اور دیکھ چلا گیا، ایک سرے سے دوسرے سرے تک وائیک متورہ ہرچ کے انسان کی حیثیت سے بھی اور قرآن اور تاریخ کے ایک غالب طمری حیثیت سے بھی، میں نے یہاں جو کئی پائی وہ اس چیز کی ہے جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے، جو ابھی پڑھی گئی ہیں۔

نہ ان قاری صاحب مہ جنہوں نے سورہ کہف کی آیتیں پڑھی ہیں وہ اسے نبرد اور ان کی عمر میں بہت دے کہ انہوں نے تقاضی کی ایک دنیا قاصصوں کے ساتھ سروی اور کم سے کم میری بہت مدد کی، میں سوچ رہا تھا کہ آپ سے کیا کہوں، کہنے کی بات تو بہت ہیں، آدمی کے لئے انتخاب مشکل ہوتا ہے، امریکہ میں میں آپ کو کیا پیغام دوں آپ مجھ سے کیا چیز سننے کے مستحق ہوں گے؟ تو چاند قرآن نے بغیر میری جو ہمیشہ کرتا رہا ہے اور مجھے ایسا علوم پڑا گیا کہ میرے سامنے اس دور حاضر کی (جوابی ماوی ترقی کے نقطہ عروج تک پہنچ گیا ہے) تصویر ان آخر میں پیش کی گئی ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَلْمَلٰٓئِكَةُ وَاَلَمْ نَقْلُمُ مِنْهُ خَيْۤاۡنًا وَّلَجَجًا ۙ فَاَجَلٰۤاْ لَهُمَا نَهْرًا وَّكَانَ لَهُ نَهْرًا ۚ فَقَالَ لِمَا جِئْتُمْ بِهِ وَّهُوَ مُجَازٍ ۚ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكُمْ مَّالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۙ (۱)

وہوں یا رسول اللہ! تم نے انہیں کی طرح اس کی پیدائش میں کی طرح کی نہ ہوئی اور وہوں میں ایک نہر بھی جاری کر رکھی تھی، اور اس طرح اس شخص کو ان کی پیدائش میں راقی تھی؟ ایک دن جب کہ وہ اپنے دوست سے بات کر رہا تھا، کہنے لگا کہ میں تم سے مال و دولت میں بھی زیادہ ہوں اور جتنے اور جماعت کے ساتھ سے بھی عزت والا ہوں۔

امریکہ کی تصویر اس سے بہتر کیے کھینچی جاسکتی ہے؟ (جسٹین) آپ ثانی و دونوں امریکہ کو لے لیجئے یا مشرقی مغرب کو لے لیجئے، "جسٹین من اعصاب" یہاں تک چڑکی کی



سب تعریف خدا کی کو سراوار ہے جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے۔

میں جو حقیقت بیان نہ کر سکا

اِنَّمَا اَعْرَفُهُ اِذَا قَرَأَ شَيْئًا يَتَّبِعُوهُ لَمْ يَكُنْ فِيْكُمْ وَ...

(ترجمہ) اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے، یہ جانتا ہو رہا جاتی ہے۔

میں جو بات کہی نہ تھی اور ”رَفَعَ السَّمَوَاتِ الْمَلِيحَ“ میں جو فضیلت بیان نہ کی ہے، وہ معشاء اللہ لا فہوہ الا باللہ میں سمجھ کر آگئی ہے کہ اللہ جو چاہے گا وہی ہوگا اور لا فہوہ الا باللہ، اللہ کے سوا کسی میں کچھ طاقت نہیں ہے۔

آج جمعہ کے روز کوئی پوچھے کہ میری شمس کب کچھ موجود ہے، خدا نے اپنے خزانوں سے اس کو مال کرایا ہے ”اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَهُ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا“ یا نبیہا ورحمہا من کل مکان“ و تھویر۔

وہی ہستی کی مثال جس کا رزق ہر جگہ سے آتا تھا، ہر جگہ سے اس کا رزق ابرما تھا، ہر سنا تھا، روزی کے ہاں مولانا صدر پاشا کی طرح ہوتے تھے، آج امریکہ کا حال یہی ہے، لیکن اگر پوچھا جائے کہ امریکہ دنیا کا دسواں بڑا معیاری ملک کیوں نہیں رہا ہے؟ آج امریکہ دنیا کو پادشہ کا بیڑہ کیوں نہیں دے رہا ہے؟ وہی حقائق احصا نہ کرتے رہے لیکن

امریکہ کا کوئی مخلص دوست نہیں:

آج امریکہ سردی دنیا کا شمس بنا ہوا ہے، بہت سے لوگوں کے لئے (معاذ اللہ) یہ رزق کا بڑا رکھتا ہے، لیکن آج کتنے ملک ہیں جو امریکہ کے روپے سے پلتے ہیں، جو اس کے روپے پر نور اس کی ادا دہی دولت پسند ہیں، یہ انھیں کھڑی بات نہ کہنا ہے، بلکہ میں کہنے لگتی ہوں کہ امریکہ وہ گدا ہے، لیکن اس گدا کی یہ قومیں اور ملک مسنون کیوں نہیں ہوتے امریکہ کیسے ہیں، امریکہ کھلے گدا ہے، مشینیں بھی رونا سے لگتی ہیں اور بھی دیتا ہے۔

کتنے ملک ہیں جو امریکہ کی وہ ساری نعمتوں سے محروم ہیں، لیکن اس کے باوجود کوئی

امریکہ نے کثرت نہیں عام کیا ہے، جب موقع ملتا ہے، امریکہ پر تنقید کرتے ہیں، امریکہ نے خلاف ضامین لکھتے ہیں، آج کل لکھتے ہیں، امریکہ نے بیزار ہیں، کوئی امریکہ کا دلی دوست نہیں۔ میں واقفان میں آج، نہت ہاں کی بیوی لڑکے، ماں میں بیٹہ بیٹہ یہ امان کر کے لی عزت نہ عمل کر رہا ہوں اور خدا کی پورہ میں اس پر شکر ادا کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے یہ عفتی دی کہ میں یہ حقیقت جانے کہ میں نے پہلے میں بیٹہ کر کے ان کے دل میں امریکہ کا کوئی دوست نہیں ہوئی تھیں نہیں۔

کیا امریکہ نے مثلاً فلسطینی اور دانشوروں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی ہو پانی کی حرارت یہ دہاتے ہیں، خدا کے عنوان کی جو دلی پھر دی اور لکھی بات تو یہ ہے کہ باقی فوٹوں کے ساتھ باقی قرآن کی جگہ دیا۔ ان کی ساتھ جاری ٹیٹن کیا بات ہے کہ ان یہ ملک امریکہ نے فوٹوں نہیں، یہ امریکہ نے ہے، دوست نہیں، جب ان کو موقع ملتا ہے، یہی یہ شریک باک کی طرف سے جاتے ہیں، ان کی امریکہ کی بالادستی اور دنیا اس سے بقوات کرتے ہیں، اور امریکہ نہیں کرتے تو وہ امریکہ سے زیادہ خوش نہیں، امریکہ کی محبت ان کے دل سے اندر چوست نہیں، ان کی وجہ یہ ہے کہ اس بار سے عمل میں فوٹوں نہیں، امریکہ سب پھر دہاتے ہیں، امریکہ کے دل میں خوش نہیں، فوٹوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کا جذبہ اس کے اندر بھرا فرماتا ہے۔

مختلف یونیورسٹیوں نے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے، تحقیق کا کام کرتے، ان کے ملکی اور بیٹری نہایت ہے۔ ان میں آپ امریکہ میں رہتے ہیں، آپ کی انگریز ہے، آپ یہاں بیٹہ کر رہا ہے، دنیا کا مطالعہ کرتے ہیں، آپ غور ٹیٹن کیا بات ہے، امریکہ ان قوموں کو سنے ان بات سے، ان میں کہہ رہے ہیں اس کے جواب میں اس کو کیا مانا ہے؟

اس کے جواب میں کہیں، کیا سنا ہے، ان کا باقی اور خفاقی میں رہا ہے، آج امریکہ کی کوئی برادری ہے تو یہ کوئی ہمدردی کرے کہ "کوئی پورا فوٹو ہمارے کہ" میں سمجھتا ہوں وہی نہیں، سب انتظار رہ رہے ہیں، ان کی تباہی کا اس کے اہل کا۔

## پیغمبروں اور ان کے پیروں نے خلوص کے ساتھ انسانیت کی خدمت کی اور وہ محبوب بن گئے:

خدا کے پیغمبروں نے محنت کی انسانیت پر انہوں نے ایمان کا تھکا دیا، خلوص کا تقویٰ دیا۔  
سداقت کا تھکا دیا، مساوت انسانیت کا تھکا دیا، مساویانہت میں آدم کا تھکا دیا، تسبیح یہ ہو کر  
تو میں ان کی تمام بنائیں، ان قوموں نے اپنی زبان اپنی ٹھکانہ اپنی دو دو چار چار ہزار سال کی  
تہذیبوں کو خیر باد کہا، مسریوں، شامیوں، عربیوں نے عرب کی بلکہ عرب مسلمانوں کی  
حکومت قبول کی ان کی زبان ہی قبول کی، آج انگریزی کے خلاف ہمارے شرقی ملکوں میں  
ایسے تحریک جاری ہے، انسان ہونے سے انگریزی کھڑی جا رہی ہے، لیکن آج ملک عربی زبان  
نہیں کرنے کی کوئی تحریک عالم عربی میں نہیں لگتی، حقیقت یہ ہے کہ عربی بولنے والے ممالک  
میں اسلامی تہذیب اور عربی اسلامی شخصیت کے خلاف کوئی جدوجہد کی رہ نہیں لیکن شاید دنیا  
کے دوسرے ملکوں میں عربی تہذیب کے خلاف روٹیں پائی جاتی ہیں، وہ دن آ رہا ہے جب سب  
دن کا جواب دہ کر بیچکے ہیں، اور مشرقی تہذیب یہ اپنی ملکی تہذیب کو زندہ کر رہی ہے۔

## امریکہ صحیح آسمانی مذہب سے محروم ہے:

امریکہ میں سب جہتے لیکن دو کتاب الہی اور آسمانی تعلیمات کی امت سے محروم ہے،  
یہ سمجھ کر یہ کہ وہ خدا پرست اور ایمان سے یہ جو کچھ کیا ہے، خدا کے کیا ہے، اور ہم کو یہ سب  
کچھ اس کی سرطانی کے مطابق صرف کرنا چاہئے اور ہم کو یہ سب کچھ اس کی بندگی میں صرف کرنا  
چاہئے اور ہم خدا کے نام میں الہی سے وہی ملے، آسمان ہے، ملک میں ان کے کسی چیز کی کوئی چیز  
اسی چیز کی کمی ہے۔

"جہنم میں عذاب تو ہیں لیکن "مشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ" نہیں لیکن جنت  
اور جہنم کا ایک ہی نام کتاب، جس کی تائید قرآن نے کی "مثل الرجس" میں ہے  
احد الرجلین جو ہے وہ خالص اور پرست ہے، باقی ہے خدا کا شاعر ہے، وہ پرست اور خود  
پرست ہے، اور دوسرا انسان مومن ہے، وہ کفر ہے، اس کے پاس "جہنم میں عذاب"









ہائیں۔

اسنا، سب کا بیجا مرید بن جائیے:

میں ان اللہ کے تھے جنہی قدر بڑا کر رہا ہوں کہ آپ کو اس قسمت میں کیا اللہ نے آج  
 دیا ہے۔ اور یہ قسمت، ظاہر میں ہے کہ آپ دنیا کی قدر و قیمت سمجھتے ہیں لیکن ان والے بھائی  
 میں اور آخرت کو اپنی نعم اور آخری منزل سمجھتے ہیں، آپ وہ عمل میں آیت پر ہے۔  
 نَسَكَ الدَّارَ الْأَجْرَةَ تَجْعَلُنَا لِلدُّنْيَا لَافِيضِينَ لَا تَرْهِنُوا عَلَيْنَا فِي الْأَرْحَامِ  
 وَلَا فِتْنَةً وَأَعِظُوا لِنَسْتَفِيْلَ ۝

وہ (جو) آخرت کا گھر (آپ) لازم نے اسے ان دونوں کے لئے (تیرا) بنالیا۔  
 جو ملک میں ظہور فرما دیا اور جس نے اسے اور اپنی (نیک) اور بیزگاہوں میں کیا ہے۔  
 میں آپ کا تجربہ کرواؤں کہ آپ اپنے ایک مسلمان بھائی کی محبت میں کتنے  
 اسے اور اسے حکیمانہ، لیکن اسے، خود آپ کے لئے ہی اللہ آپ کا اور آپ کے لئے ہی  
 حفاظت فرمائے اور آپ کی آخرت عمل میں آجائے۔ ہے۔  
 فَلَا تُكْفِرُوا بِاللَّهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَدِيمٌ  
 مراد مسلمانوں میں سے۔

یہ سب سب آپ جب تک اس دنیا میں ہیں، خدا کے عزائم میں جکڑے رہیں،  
 تمہاروں نے پابند ہیں، جس نے آپ کو متہ نہیں دیوں، جب آپ اس دنیا سے جاکر اس  
 حالت میں آتے ہیں، اللہ کے تہرہ و ایوان ہوا، آپ کی زبان پر ہمارے شہادت۔

وَبِحَمْدِهِ دَعَا ابْنُ الْحَمْدِ هَارِبًا لِّلْعَالَمِينَ ۝

# اس دنیا کی فلاح و سعادت اور تباہی و ہلاکت انسان کے ساتھ وابستہ ہے

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم . اے بعد!

عالمگیر فساد:

دوستو اور بھائیو! اس وقت تمام دنیا میں سخت اختلاف ہے۔ روزمرہ کی جو حقیقتیں سامنے  
آتی ہیں روشن ہیں، اور جن میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں، ان میں بھی اختلاف پایا جاتا  
ہے۔ کوئی دعویٰ ایسا نہیں جس کی ہر جگہ سے ہر وارہ سے اور ہر کتب خیال سے تائید نہ ملے۔ اسی کوئی  
حقیقت نہیں جس پر سب کے سب متفق ہوں، لیکن ایک بات ایسی ہے جس کی تائید آپ ہر  
طرف سے شمس گئے، اور جہاں جائیں گے اس کی حدائے باز گشت پائیں گے، وہ یہ ہے کہ اس  
وقت دنیا میں ایک عالمگیر فساد برپا ہے، اور ایسا بگاڑ ہے جس سے دنیا کا کوئی گوشہ خالی نہیں  
ہے، یہاں تک کہ جو ملک اپنی ادنی ترقی کے نقطہ عروج پر پہنچ گئے ہیں، وہاں بھی اگر آپ  
جائیں گے تو اسی کا رونا پائیں گے، کوئی بکلیں، کوئی جسد، کوئی کتاب، کوئی مباحثہ، کوئی مذاکرہ،  
کوئی غور و فکر کا حلقہ اس سے خالی نہیں، دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کر  
جائیے، ہر جگہ آپ اسی کا شکار پائیں گے کہ بگاڑ بہت پھیل گیا ہے، اور دنیا میں ایک  
عالمگیر فساد برپا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس پر قریب قریب اس وقت دنیا کے تمام سوچنے  
اور سمجھنے والے، یہاں تک کہ جو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، وہ بھی متفق ہیں، جو کتابوں  
کے پڑھنے والے ہیں، وہ کتابوں کے واسطے سے جانتے ہیں، جن لوگوں کو اس کا اشفاق نہیں  
ہوتا، یا اس کی فرصت نہیں ملتی، ان کے کانوں میں بھی یہ بات پڑتی رہتی ہے۔ ہمارا ملک ہو یا  
کوئی باہر کا ملک، یورپ ہو یا امریکہ، فریقہ ہو یا ایشیا، اور یہاں تک کہ وہ سرزمین جو خیر و برکت









وہ کسی دل میں اس کا خیال نثر نہ۔)

انسان کے اندر بے شمار درد سے چھپے ہوئے ہیں  
جب وہ باہر آ جاتے ہیں تو دنیا تباہ ہو جاتی ہے:

انسان ایک جنگل ہے، اس میں ہر طرح کے شیر، چیتے، اور تیندوے موجود ہیں۔ یہ ش  
کھینچے گا کہ یہ اس کے باہر کی دنیا میں موجود ہیں، بلکہ وہ حقیقت یہ افسانہ۔ کے اندر موجود ہیں اور  
باہر ان کا ظہور ہے، انسان کے اندر کے شیر اور تیندوے، انسان کے اندر کے چیتے اور بھیڑیے،  
انسان کے اندر کے کتے اور سور باہر کے کتے اور سوروں سے کہیں زیادہ خطرناک۔ کہیں زیادہ  
زہریلے، کہیں زیادہ خونخوار اور کہیں زیادہ انسان کے خون کے پیاسے ہیں، اور ان کے اندر ان  
سے کہیں زیادہ خباثت ہے، یہ انسان کے اندر کے سانپ اور بھوسے جب سے باہر نکل آئے ہیں،  
تب سے دنیا تباہ ہوئی ہے۔

باہر کے درد مندوں نے کبھی دنیا پر حملہ نہیں کیا:

باہر کے سانپ اور بچھوؤں نے دنیا کو کبھی تنگ نہیں کیا، آپ نے یہ کبھی تاریخ میں نہیں  
پڑھا ہوگا کہ سانپوں اور بچھوؤں نے اپنی تنظیم کی ہوا اپنے دشمنوں کے خلاف لشکر کشی کی، کبھی  
آپ نے یہ نہیں سنا ہوگا کہ مادی دنیا کے شیر اکٹھا ہوئے اور شیروں نے دنیا پر حملہ کر دیا۔ یہاں  
پر تاریخ کے بہت سے طالب علم ہیں، آپ نے کسی تاریخ میں یہ پڑھا کہ بھیڑیے انسان سے  
لڑے ہوں، یا بھیڑیے بھیڑیوں سے لڑے ہوں، چھوڑ دیجئے انسان کو لیکن کتنی بار آپ نے  
پڑھا اور پڑھتے پڑھتے آپ تنگ آ گئے، اور پڑھنا تو بڑی دور کی بات ہے، ہمدردی اور آپ کی  
زندگی میں درد، جنگیں پیش آتی ہیں، ہم میں سے بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جنہوں نے  
پہلی جنگ عظیم میں دیکھی، دہائی دیکھو، اس وقت بچے رہے ہوں، یہ دونوں جنگیں، کس نے  
میں کے خلاف نہیں؟ خدا کے لئے یہ بتائیے کہ یہ سانپوں اور بچھوؤں کی لڑائی تھی انسان سے،  
یا سانپوں اور بچھوؤں کی لڑائی تھی سانپوں اور بچھوؤں سے، کچھ بچھوے لڑتا ہے سانپ سانپ  
سے لڑتا ہے، بھیڑیا بھیڑیے کو کھاتا ہے، مگر بھیڑیوں نے کبھی اپنی تنظیم نہیں کی، بھیڑیوں





پیدا کئے ہیں وہو سب انسان کے ارادے سے تخلیق ہیں، انسان کے اندر خیر کا ارادہ پیدا ہو جائے تو اگر مسائل نہ ہوں گے تو وہ مسائل پیدا کرے گا، اور اللہ اس کے لئے وسائل پیدا فرما دے گا، اگر انسان کی طبیعت کا رخ صحیح ہو جائے، اگر انسان، خیر کا طالب ہو، اگر انسان، انسان کی فلاح چاہے والا ہو، اگر انسان، انسان کو نفع پہنچانے کا خواہش مند ہو، اگر انسان، انسان کا خادم بن جائے، اگر انسان اپنے غرض سے پاک ہو جائے، اگر انسان اپنی سستی کو دوسرے کے لئے مٹا دے، دوسرے کے زندہ رہنے کے لئے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنے کی ہمت رکھتا ہو۔ اور اس دنیا سے بدامنی کو دور کرنا چاہے اس دنیا سے نفرت کو دور کرنا چاہے، اس دنیا کو اس سے خوش حالی سے، اللہ کی محبت سے، انسان کے قدر سے، انسانی جان کی قیمت کے احساس سے بھر دینا چاہے، تو پھر وہ مسائل نہ ہوں گے تو بھی وہ انتہا بڑا کام انجام دے گا جو بڑے سے بڑے مسائل کے ساتھ آج تک نہ انجام پایا ہے، نہ انجام پاسکتا ہے، اصل چیز ہے انسان کا ارادہ، اگر وہ ارادہ صحیح ہو جائے اور اس کا سرچشمہ صحیح ہو جائے جہاں سے وہ ارادہ نکلتا ہے تو سب کچھ درست ہو جائے۔

ساری خرابیوں کا انحصار اس پر ہے کہ انسان کے دل میں کیا ہے؟  
ہمارے اس ہاتھ میں اللہ نے بڑی طاقت رکھی ہے، لیکن یہ ہاتھ خود کوئی چیز نہیں، اس کی کوئی ہستی نہیں، یہ ہاتھ مظلوم پر ظلم کے لئے اٹھ سکتا ہے، ظالم کی مدد کے لئے اٹھ سکتا ہے، ہاتھ کیا سکتا ہے، ہاتھ کہتا ہے، اور آج تو صرف اسی کے لئے اٹھ رہا ہے، آج ساری انسانی توانائیاں اور اس کی ساری طاقتیں ظلم کے لئے وقف ہیں، اور یہ کوئی انہونی اور بعید از قیاس بات نہیں، جب انسان کا دل بدل جائے، انسان کے دل میں اور اس کی نیت میں فتور آ جائے، اور اس کے دل کے اندر انسان کی دشمنی گھر کر جائے، اس کو انسان کے خون کی چاٹ لگ جائے تو اس کا ہاتھ قلم کا سر قلم کرنے کے لئے، بیوہ کے سر سے آخری دوپٹہ اس کے چہرے کو چھپانے کے لئے، اس کی آبرو کی حفاظت کے لئے جو آخری سہارا رہ گیا ہے، اس کو بھیج لینے کے لئے غریب و مفلس کے فائدہ نہ دیکھ کر سے، مس کو بھٹوں کے بعد چند دانے پکانے کے لئے اپنا اور اپنے پیٹم بچوں کا پیٹ بھرنے کے لئے ملے ہیں یہ چند دانے اور اس کے چوہے،

توانا اٹھالینے اور اس کی آگ کو گل کر دینے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے، لیکن مسئلہ صرف ہاتھ کا نہیں۔ بلکہ اس کا اور اس طرح کی ساری خرابیوں کا انحصار اس پر ہے کہ انسان کے دل میں کیا ہے؟ اس کا ارادہ کیا ہے؟ کیا انسان کے اندر خیر کی طلب پیدا ہوئی؟ کیا اس کے اندر خوف پیدا ہو گیا؟ کیا انسانیت کی حقیقت اس پر کھل گئی؟ کیا انسان کو جنتی کا آغاز و انجام معلوم ہو گیا؟ یہ سارا انحصار اسی پر ہے۔

انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے جتنی زرخیزی رکھی ہے، اور اس کے اندر سونا اٹھانے کی جو صلاحیت رکھی ہے اس کی سامنے سائبریا کے میدان، اور ہندوستان کی سرسبز و زرخیز زمین بیجا ہے، اگر اس کے اندر نیک ارادوں کے اگنے، بھلنے پھولنے اور پروش پانے کی صلاحیت پیدا ہوئی، اور انسان کے عقلی اغراض و مقاصد اور اس کی عقلی خواہشات کھاد بننے کے لئے تیار ہے تو انسان امن کو کھاد بنا کر اپنے دل کی سرزمین سے نیک ارادوں کی کھیتی پیدا کر سکتا ہے، اور یہ کھیتی پھل دے سکتی ہے، یک سخی ہے، اور کافی جاسکتی ہے، لیکن اگر یہ دل کی سرزمین دھرا اور خیر ہو جاتی ہے تو اس کے اندر کانٹے تو پیدا ہو سکتے ہیں، پھول پیدا نہیں ہو سکتے، اس کے اندر کواریں تو آگ سکتی ہیں، لیکن امن دینے والی جھاڑیں نہیں پیدا ہو سکتی، انسان کے دل کی کھیتی ایسی منجوس بن گئی ہے، ایسی اٹنی ہوئی ہے کہ اس کے اندر زہر تو پیدا ہو سکتا ہے، تریق نہیں پیدا ہو سکتا، بد امنی تو پیدا ہو سکتی ہے، اپنے بچوں کو پالنے کے لئے قیموں کا بیٹ بھانڈے کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے، لیکن کسی بے نسی مظلوم اور کسی مصیبت زدہ کی حفاظت اور کسی یتیم کے سر پر شفقت کا اتھر کھنے کا جذبہ نہیں پیدا ہو سکتا۔

اگر یہ دنیا جنت کا نمونہ بنا دی جائے لیکن دل خراب ہے

تو پھر جہنم کدہ بن جائے گی

اگر انسان کی فطرت اتنی کچھ ایسی ہوئی ہے کہ اس کی پیاس شربت سے نہیں بجھتی، وہ اس سے نہیں بجھتی، (جس کو اللہ نے "فَسَاءَ عِلَاصًا سَاعًا لِّلشَّارِبِیْنَ" کہا ہے، اس کی پیاس ٹھنڈے پانی سے نہیں بجھتی) (جس کو قرآن مَاءٌ فَوَاطِلًا کہتا ہے) اس کی پیاس جلد فرات کے پانی سے نہیں بجھتی، بلکہ اس کی پیاس انسان کے خون سے بجھتی ہے، ایسی حالت

میں اگر یہ چاہے اور دوسرے بیارے جن تک پہنچنے اور وہاں کی کتب و کلاسوں میں کئی کئی بار  
منہ سب جھانکے ہیں انسان، اپنی ساری توانائیاں صرف کر رہا ہے، یہ چاہے کہ اس کی زندگی اور دوسرے  
بیارے میں پر قرآن میں انسان کے قدموں کے نیچے آ جائیں اور یہ ساری دنیا پرست کا نمود  
نمودی ہو گئے انہیں انسان کے دل کی کھلی خرابی سے اور اس سے فخر پیدا کرنے کی صلاحیت  
جانی رہی ہے تو یہ ساری صلاحیتوں کی تقدیر میں ہی نہ جانی کھلی ہوئی ہے، اس کی حالت کبھی سدھ  
نہیں ملتی، اور یہ دنیا انہوں ہی کے ہاتھوں پھر جنم لے جائے گی۔

### دل کی کیفیت کی طرف توجہ کیجئے:

حضرات ادنیٰ میں ہر طرف پھیلے ہوئے فساد و بے مانی کو مردوں پر منڈارتے ہوئے مہربان  
جنگ کے خطرہ کو دور کرنے کے لئے اور انسان کو اس کی سکون، اور پابندی و محبت کے ساتھ  
انسانی گزارنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان کے دل کی کیفیت میں مل چلا جائے، آپ  
کروڑوں کو دیکھتے ہیں، خدا کے بنائے ہوئے صحیح اور فطری قانون کے مطابق مسرت و مسکینوں میں  
میں چلاتا ہے، تو زمین پر انہیں اکل دیتی ہے، مانی طرح اگر دل کی کیفیت میں مل چلا جائے، اور  
خدا کے پیغمبروں کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق چلا جائے، اور اس میں تھوڑی سی محنت  
صرف کی جائے اور یہ دل کی کیفیت بدل جائے، اور پھلنے پھولنے لگا تو آپ بھی ملتے ہیں کہ اس  
وقت دنیا کا نقشہ کیا ہوگا؟ یہ پیغمبر زمین جو آپ کے قدموں تلے روندی جاتی ہے، اس سے آپ  
نے کتاب الفطرت پڑھا، اگر آپ دل کی کیفیت میں خدا کے پیغمبروں کے بتائے ہوئے مل چلاتے، اور  
ان کے بتائے ہوئے قانون کے مطابق آپ اس کی خدمت کرتے اور اس میں رخص  
کرتے اور وہ بھی بڑے بار دلاتی، تو پھر آپ دیکھتے کہ دنیا میں کیسی بددلتی ہے، اور جب دل  
کی کیفیت خراب ہو گئی تو دنیا، اس کیسے کیسے موتیوں سے بھر جاتا کیسے کیسے دلی کامل، کیسے کیسے  
خداوند انسانیت، کیسے کیسے بے لوث و بے غرض انسان، اور انسانوں کے لئے اپنا خون پانی ایک  
کرنے والے سامنے آتے کہ ان کے کارناموں کا تصور کرنا بھی مشکل ہے۔

جب دل کی دنیا بدلتی ہے تو کیا ہوتا ہے؟

کوئی بار نہیں کر سکا کہ کیا انسان کے اندر اتنی بے غرضی پیدا ہو سکتی ہے؟ کیا انسان

دوسروں کی یہ طرانی اور کوثر بان کر سکتا ہے؟ کیا انسان وعدہ وفا کرنے کے لئے اپنا حق منکھ بنے؟ ایک مظلوم کو بچانے کے لئے اپنے سارے نصیب کو موت کے کھاتے میں ڈال سکتا ہے؟ ایک انسان خود فحش سپرد اور چٹاس سے حق میں کانٹے چڑھنے میں مہربان ہے، پھر بھی دوسرے انجی کی یہ مسرت بھانٹنے کے لئے اپنا پانی چٹس کر سکتا ہے؟ اولیاء کی عقل اس کا تصور کرنے سے بھی عاجز ہے۔ یہ سب کرشمہ تھا خدا کے فیغیر کی محنتوں کا، انہوں نے دل کی قیمتی پتھر تحفہ قیامت کی اور اس کے اندر اللہ کے رکھے ہوئے چھٹی کھڑانوں اور انیسوں کو دکھا اور علم انسانیت کو اس سے ماما مال کر دیا۔

خدا کے فیغیروں نے اس زمین کو پھوڑا، بڑے بڑے ماہرین کو پیروز کر دیا کہ وہ صنعتوں کو ترقی دیں، شاخ و رو کا میدان کی رہنمائی کا دعویٰ کیا، بلکہ انہوں نے صاف کہا "انتم اعلم بالامور و صنعتها کم" صنعت و اعلیٰ صنعت کے میدان میں ترقی کر رہا ہمارا علم والے ذرا علم کے میدان میں در علم والے علم کے میدان میں، اللہ نے ہم کو ایک نور میدان دیا ہے، وہ انہی کا میدان ہے، اور انہوں نے اس میدان میں محنت صرف کی تو دنیا کا نقشہ کیا ہے کیا ہو گیا؟ صرف ایک دور کی تاریخ پر مبنی ہمارا کرام کے دور کی، جب حضور ﷺ کو مشہور ہونے سے یہ موقع دیا کہ وہ ال کی سرزمین میں پہنچی تو آپ دیکھئے کہ اس دنیا میں کیسی بہار آئی؟

اراد و نیک ہو تو راہ کی معبود تیں اور دشواریاں حائل نہیں ہوتیں:

اس وقت ہزاروں مشکلات تھیں، جنہوں نے ہر ایک کو اپنی زندگی دور میں تھا، انسانیت نے بہت سے میدانوں کا انکشاف ہی نہیں کیا تھا، سائنس نے تو اپنا سفر ہی شروع نہیں کیا تھا، قدم قدم پر رکاوٹ تھی، سفر کی دشواریاں تھیں، ایک جگہ سے دوسری جگہ آدمی کے پیچھے کے لئے سخت مشکلات، درخش تھیں، لیکن جب نیک ارادہ پیدا ہوا اور ان کے اندر انسانوں کو خدا کا پیغام پہنچانے کا انسانوں کو ہر رکی سے نکالنے کا اور ترکم کو سچا جذبہ پیدا ہوا کہ انسان اپنی حق کو کس طرح خاک میں ملاتا ہے؟ اور ان کو اپنی محنتوں سے صاف نظر آ گیا کہ انہیں ان کے شغل بھڑک رہے ہیں، اور انسان اس میں چھٹاٹک مارا جاتے ہیں، جیسے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ میری اور تمہاری ممان ایسی ہی کہ پیسے کسی شخص نے آگ روشن کی اور پروانے اس میں

کرنے لگے، وہ ہنستا ہے، ٹہر بناتا ہے، پتھر پر دانوں کی طرح لوہے میں کورنے اور چھانک مارنے کے لئے تیار ہیں، اور میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر نہیں اس سے بنانا چاہتا ہوں، جب صحابہ کرام پر یہ حقیقت منکشف ہوئی تو پیچھے سرخ مسویش اور اس کی دشواریاں ان کی رگوں میں جاں ہوئیں اور اس وقت کی فتنیں اور سفر کی طوالت، راستوں کے خطرات، ان میں سے کوئی چیز بھی، ان کے غم کے سامنے نہیں نکلی، اس لئے کہ ایک تو نیک ارادہ پیدا ہوا، دوسری یہ کہ وہ ارادہ ان پر مستوفی ہو گیا، ان کے اعصاب پر نور ان کی دل و دماغ پر چھا گیا، اب کھانا پینا مشکل ہو گیا، وہ قہر توڑتے تھے اور کہتے تھے کہ میں القہر توڑتا ہوں اور اللہ کے ہزاروں بندے بالکل (علی شفا خطوۃ من النار) جہنم کے کنارے کھڑے ہوئے ہیں، جتنی دیر میں القہر من میں رکھوں گا اور چاروں جانب جاتی دیر میں کتنے خدا کے بندے جہنم کے کڑھی میں گر پڑیں گے؟

آج ہر چیز موجود ہے لیکن انسانیت کا سچا اور مفقود ہے:

آج کس چیز کی حاجی ہے؟ کیا چیز دنیا سے کھو گئی ہے؟ خدا کے لئے غور کیجئے، کیا چیز اس وقت دنیا کے ہاتھ میں نہیں ہے؟ نیک ارادہ نہیں، انسان کی قدر نہیں، انسانیت کی قدر نہیں، خطرات ہمارے سر پر منڈا رہے ہیں۔ ان کی کسی کو پروا نہیں، اپنی اپنی تو فکر ہے، لیکن کسی کو عام انسانیت کی فکر نہیں، اگر تیسری جنگ عظیم چھڑ گئی اور یہ ہائیڈروجن بم، اور ایٹم بم چلا دیئے گئے تو دنیا کا کیا حشر ہوگا؟ باتیں تو اس کی بہت کی جا رہی ہیں، وجہ ہے تو اس کے ہر طرف ہیں، لیکن کسی کو اس کا چارہ نہیں ہے، اور جو لوگ کچھ کر سکتے ہیں، اور انسانیت کو بچا سکتے ہیں، وہ سب سے زیادہ ان دستانہ کی تیاری میں مصروف ہیں، یہ سمجھ لیجئے کہ کئی جنگ کے لئے تیار تو ہیں اور دنیا کی ساری طاقتیں پر تول رہی ہیں، اور ساری دنیا میں جو کچھ رئیس ہے وہ وہی کی ہے، کسی کو بدی سے نفرت نہیں کسی کو انسان کی تباہی کا غم نہیں، جو حقیقی دکھ اور صدمہ ہونا چاہئے، جیسے باپ کو اولاد کا صدمہ ہوتا ہے، بھائی کو بھائی کا صدمہ ہوتا ہے، وہ صدمہ کسی کو نہیں، صرف زبانی باتیں ہیں، امریکہ سے لے کر آپ ایشیا کے آخری سرے تک پہلے جائیے آپ کو ہر جگہ باتیں ملیں گی، لیکن اس کے اندر وہ مفقود ہے، جو دراکرہ اور کنگ ہوتی ہے، وہ کسی میں آپ نہیں پائیں گے، اس میں سارا حصہ قتل کا ہے، سارا حصہ ہانت کا ہے، دنیا کے خطرات

سے، اقلیت اور اس کی تحلیل اور تجزیہ کر لیا کریں گے کہ ”علوم ہوگا کہ جیسے کسی معص میں کسی چیز کے ایک ایک اجزاء کئے جاتے ہیں، بالکل ہندی کی چندی کر کے آپ کو بتا دیں گے کہ کیا ضرورہ اور پیش ہے، لیکن اس کے اندر جو انسانیت کا درد ہے، یا دل کی کک ہے، وہ نہیں ہوتی جیسے آدمی اپنے گھر کا کوئی واقعہ بیان کرتا ہے تو اس کا لہجہ اور ہونا ہے، آنسو، کسی آنکھوں میں ڈبڈبائے ہوئے ہو۔“ تھے ہیں، آواز میں غمناک ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دل دور رہا ہے۔ آج دنیا کے بڑے بڑے فکری نہایت اطمینان سے دنیا کے خطروں کو بیان کرتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ کوئی بہت خوش آئند بات ہو، کوئی مبارک واقعہ ہو، جس کو سونے لے کر بیان کیا جائے، اس لئے کہ انسانیت سے کسی حقیقی اور قلبی تعلق نہیں ہے، سب زبانیں باتیں اور دماغی گفتگوں ہیں۔

دنیا کی ساری کئی چوری ہو چکی ہے، ترسنے کو سب کچھ۔ ہمارے پاس ہے اگر ہم نیک بننا چاہیں، اگر ہم انسان کی خدمت کرنا چاہیں، اگر ہم انسان کو ان خطرات سے نکالنا چاہیں، اگر ایک فرد بھی قلوب مثالی یا قلوب جنونی میں ہے، ہم اس کی مدد کرنا چاہیں تو اللہ نے ہم کو وہ وسائل دیئے ہیں کہ ہم ان کی مدد کو پہنچ سکتے ہیں، لیکن ہمارے اندر سچا ارادہ نہیں، ہمارے اندر اس کا شوق نہیں، ایک شخص کے پاس سب کچھ ہے، وہ لاکھوں روپے سے مدد کر سکتا ہے، لیکن وہ نہیں ہے، اس کو پیسے کی محبت ہے، یا سست ہے اور کمال الوجود ہے، وہ بالکل ہاتھ ہلانا نہیں چاہتا تو بتا دیتے، اس کی دولت کیا کام آئے گی؟ ایک شخص حج کو جاسکتا ہے، خدا نے اس کو ایسے ذرائع دیئے ہیں، لیکن حج کا ارادہ نہیں ہے، حج کا شوق نہیں، تو بتا دیتے، پھر کون اس کو حج پر آمادہ کر سکتا ہے؟

آج انسان سب کچھ کر سکتا ہے، لیکن کرنا نہیں چاہتا:

اسی طرح آج انسان کے نیک بننے اور انسان کی خدمت کرنے اور اس دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے، اس دنیا کو جنت کا صومہ بنانے اور اس دنیا کو مسجد و عید میں تبدیل کرانے کا جیسا ذریعہ موقع، جیسا آسان راستہ اس وقت ہے، ایسا کبھی نہیں تھا، آج بد قسمتی سے انسان سب کچھ کر سکتا ہے، لیکن کرنا نہیں چاہتا، کیوں نہیں چاہتا؟ کرنے کا فائدہ اس کے سامنے

نہیں، تاکہ وہ کیوں سامنے نہیں آتا اس کو یقین نہیں۔ سوائے اپنی آسائش کے سوائے اور اپنے  
معدے کے تجربوں کے اپنے جسم کے تجربوں کے اور اپنے محسوسات کے، وہ اپنی ذات اور اپنی  
اولاد کے سوا سب کچھ بھول گیا ہے، اور اب مجھے فطرہ ہے کہ شاید ہماری زندگی نے وفا کی اور  
یہ کھودا ابھی باقی ہیں، وہ وقت بھی کچھ دور نہیں، جب اپنی اولاد کو بھی بھول جائے گا، خود غرض  
میں اور خود پرستی میں، انسانی اور ناپے وجود میں سب کچھ محسوس کر اپنے کے مسئلہ میں جس  
رقبہ سے انسان ترقی کر رہا ہے، اگر یہ رفتار جاری رہی تو چند دنوں میں ہم دیکھ لیں گے کہ وہ  
پاپ اپنا اولاد کو بھی بھول جائے گا اور صرف اپنا پیٹ بھرنے کی کوشش کریں گے، وہ اگر  
بھوکے ہیں، اور بھوکے ہیں تو ان کو اس کی پروا نہیں ہوگی، دنیا میں جہاں ماریٹ اپنے پیٹ  
برگ و بار لڑتی ہے اور نیو کی تعلیم ان پر ہونے کے لئے وہاں موجود نہیں تھی، یہاں تک کہ  
حضرت مسیح علیہ السلام کی بڑی ہوئی اور نئی کچھ تعلیمات کی تعلیمات اور انجیل کی تعلیم، وہ  
بھی وہاں سے رخصت ہو گئی ہے، وہاں تو یہ حال ہے کہ انسانوں کو اپنے سوائے کسی کا ہوش  
نہیں رہا بلکہ بہت سے لوگوں کو اپنا بھی ہوش نہیں رہا ہے، جیسا کہ قرآن مجید نے بیان کیا ہے  
(فَسُوا اللّٰهَ فَاَنفُسَهُم) آخری عبرت کا منظر یہ ہے کہ انسان کو اپنا بھی سمجھ ہوش باقی  
نہ ہے، یعنی اپنے پیٹ کا تو ہوش ہے، اپنا ہوش نہ ہے۔

ساری تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اصل معاملہ ہے انسان کا، اور انسان کا بھی جو کچھ معاملہ  
ہے، وہ اس کے دل کا ہے، اور دل کا جو کچھ بھی معاملہ ہے وہ اس کے نیک اور اویں کا ہے، اگر یہ  
چیز پیدا ہو جائے، یعنی نیک ارادے پیدا ہونے لگیں تو پھر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، یہ وسائل کا  
تو صرف نام ہی نام ہے، وسائل تو انسانی ارادوں کے تابع ہیں، جن کو اللہ کی دی ہوئی طاقت  
سے انسان خود پیدا کرتا ہے۔

خرابی صرف یہ ہے کہ دنیا کا رخ غلط ہے:

اس وقت دنیا کے اندر جو انقلاب آیا وہ اسے اس کو خواہ کسی عنوان سے بیان کیا جائے وہ  
یہ ہے کہ انسان کا رخ خیر سے شر کی طرف مڑ گیا ہے، ساری طاقتیں ہیں لیکن اس کی منزل غلط  
ہو گئی ہے، وہ تیل رہا ہے، چنانچہ گڑ بند نہیں ہوا، جلد پہلے چھتا تھا پھر دھڑلے لگا، اور اب اڑنے

لگتا ہے، لیکن جس طرف رہ رہا ہے، وہ شرعی منزل ہے، انسانیت تھی فی منزل ہے، انسان کو رہا کرنے کی منزل ہے۔

## انسانیت کی ساری محتاج آج واؤ پر لگی ہے:

سب نے جاہ طلبی میں، اقتدار پسندی میں، حکومت کی کرسی حاصل کرنے میں، انیسب کچھ واؤ پر لگا دیا ہے، انسانیت کو سارا تار واؤ پر لگا رکھا ہے، انسانیت کی ساری محتاج واؤں پر لگا رکھی ہے، ساری تاریخ واؤ پر لگا رکھی ہے، ساری تہذیب واؤ پر لگا رکھی ہے، بلکہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انسانیت کی لاشوں پر آج انسان کھڑا ہو کر، انسان دیکھ کر، انسانیت کے لئے چار گھنٹے کے بعد ان کی تعداد میں ہے، چنگر میں کی تعداد میں نہیں، ہزاروں انسان اس کے لئے چار گھنٹے کے بعد ان کے بندوں سے، عقل کے دشمنوں سے بچھا جائے کہ جب انسان کی زندگیوں کے جو تھمس پر حکومت کرو گے؟ پتھروں پر حکومت کرو گے؟ پہاڑوں اور ٹیلوں پر حکومت کرو گے؟ ریت کے ڈھروں پر حکومت کرو گے؟ لیکن آج کے انسان کو اس وقت سے کوئی دلچسپی نہیں، اب تو صرف حکومت مقصود میں آئی ہے، اور دماغوں پر ایسی مستولی ہوئی ہے کہ حکومت کی بھی فکر نہیں، اقتدار کی ہوس، جس کے لئے فرعون قرآن میں معیاری انسان کے طور پر پیش کیا گیا ہے، اور اہل بیت کی ہوس، جس کے لئے قارون، عیاری انسان کے طور پر پیش کیا گیا ہے،

تین زندہ جاوید کردار ہیں فرعون، ہامان، قارون۔ ان کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔

نفس مارا کمتر از فرعون نیست

لیک اورا عون مارا عون نیست

فرق ہے کہ فرعون کے پاس ساز و سامان تھا، دوزخ میں سے کتنے آدمی ہیں، جن کے لئے فرعون بول رہا ہے۔



## آج انسان نیلام پر چڑھ چکے ہیں:

لیکن ان کے پاس اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے ساز و سامان نہیں، تاج ساری دنیا اس راستے کے پیچھے، نگہ بند کر کے چلے جا رہی ہے، جیسا کہ میں نے پہلے ہی کہا ہے کہ انسان غریبوں، غریبوں کی طرح منہ میں بند رہے ہیں، پارٹیاں بدلی جا رہی ہیں، منہ بند رہے جا رہے ہیں، زندگی بھر کے کروار پر زندگی بھر کی پرانی بچہ بچہ جا رہے۔ آدمی ایک ٹیمپ سے نکل کر دوسرے ٹیمپ میں جانے کے لئے تیار ہے، جس سے ساری عمر ہوتی رہی اس سے ہوتی ختم کرنے سے ہوتی کرنے کے لئے تیار ہے، جس سے ساری عمر دشمنی رہی، جن کو ساری عمر برا کہتے تھے، مان کو اچھا کہنے کے لئے تیار، جن کو پاؤں تلے روندنے لگا رہے تھے، ان کو سر پر بٹھانے کے لئے تیار، جن کو قلعوں میں بند کرنا تھا ان کو پاؤں تلے روندنے لگا رہے تھے، ان کو لئے تیار، سب کچھ انسان کرنے کے لئے تیار ہے۔ اور جس سے آپ پوچھیں گے۔

اور دوسری بات کہنے کی بہت وجوہات دیکھتے ہو، منافق، جو آپ سنیں گے کہ سب کے دل میں وہی فرعون، عیسا، عیسا ہے، اور تیار کے قتل کا باعث بھی ہے۔

## دنیا کے قتل کا ذمہ دار مذہب نہیں:

نہ جتنے کہ دنیا کے قتل کا ذمہ دار مذہب نہیں ہے، دنیا کا قتل یہ نہیں ہے کہ مذہب مذہب سے لڑ رہا ہے، مذہب کے مذہب سے لڑنے کا دور ختم ہوا، صدیوں پہلے ختم ہوا، آج پورے مذہب کو کون موقع دیتا ہے کہ وہ میدان میں آئے، آج غیر مذہبی انسان غیر مذہبی انسان سے لڑ رہا ہے، آج غرض غرض سے لڑ رہی ہے، آج ہوں ہوں سے لڑ رہی ہے، شیطان شیطان سے لڑ رہا ہے، آج مال سے مال لڑ رہا ہے، آج اقتدار و اقتدار سے لڑ رہا ہے، آج حکومت حکومت سے لڑ رہی ہے، آج وزارت وزارت سے لڑ رہی ہے، آج پارٹی پارٹی سے لڑ رہی ہے۔

## ساری انسانی اغراض کی ہے :

نہ لے دو خیر مطلق کا نقشہ دیکھو ہے، ان میں کون سا مذہب کسی مذہب کے خلاف ہو  
تھا؟ کہیں صلیبی جنگ تھی؟ یہ تو عام و عین نبوت کی آویزش تھی؟ احشاء کا!۔ مذہب اس  
سے بڑی ہے۔ یہ مذہب کی ذہنی و بیادہ سبکی ضروری ہو، جسے اس سے بڑے نہیں مذہب آتی  
اس پر دشمن میں نہیں ہے کہ وہ مذہب سے نکلا ہے، خلوص غموس سے کبھی نہیں نکلا گیا  
وہ اس سے وہ نبوت سے کبھی نہیں ملتی، یہ لازم ہے تمام ہے، یہ بتاتا ہے، میں تاریخ و تفسیر  
کہتا ہوں تاریخ کے پروفیسر و تفسیر کہتا ہوں کہ ایک مرتبہ بھی تاریخ کے خلوص غموس سے  
نہ اس غموس میں غموس۔ نہ لے لی سرایت ہی نہیں، غموس جب خلوص کی طرف نہ لے گا۔  
نیچوں سے نہ بھرنی، بھائی کو پچان جاتا، ایک نیک کو پچان لیتا ہے، اس اپنے بیٹے کو پچان  
جاتی ہے، بیٹا اسی ماں کو پچان جاتا ہے، اس سے زیادہ تجسٹ نکلیں کو پچان جاتا ہے، کبھی تجسٹ نکلیں  
سے نہیں نکلتا، کبھی روحانیت، روحانیت، اسے نہیں مل سکتی کبھی نہیں نکلی سے نہیں نکلتا، کبھی  
معدنات سداقت سے نہیں نکلتی، ہمیشہ جھوٹ بھوٹ سے نکلتا ہے، عینک افق نقان سے  
نکلتا ہے، ہمیشہ باطل باطل سے نکلتا ہے، ہمیشہ اغراض اغراض سے نکلتا ہے، سارا خدا و نیا  
میں اغراض کا ہے، اغراض کے سوا آج کچھ نہیں ہے، امر نیک، جس اغراض کے سوا کچھ نہیں ہے،  
یہ وہ میں اغراض کے سوا کچھ نہیں ہے، وہ غموس کی ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ مادہ اس میں ضمیر  
بندہ و تہن و پستان میں اغراض کے سوا کچھ نہیں ہے، آئن ساری دیر میں اغراض کی کج رفتاری  
سے آئن لوگوں کو دینی نہیں مٹی تو اغراض کی بدولت، آج لوگوں کو حق پھیلانے کے لئے پڑ نہیں  
لانا تو اغراض کی بدولت، آئن انسان انسان کے خون کا یہ سہا ہے، وہ غموس کی بدولت، آج کئی  
دہائیوں میں نہ لے لے رہے ہیں، وہ کبھی اغراض کا کرشمہ ہیں، مذہب کا مذہب نام  
مذہب کا اس کے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ایک شاہ جہاں کے سوا آج سارے راستے بند ہیں :

میں صاف کہہ چکا ہوں، ہم سب کا بھی اس سے کوئی تعلق نہیں، ہندو مذہب کا بھی تعلق

نہیں، یہ انسانیت کا بھی تعلق نہیں، ایک مذہبی اور انصاف پسند انسان کی حیثیت سے میں ملان کر تاہوں کہ مذہب کا کوئی قصور نہیں، بعد آہاد میں اغراض اغراض سے لرزے، انسانیت دشمنی تھی، جو سامنے آئی، آج جہاں تکس بھی کشت و خون ہو رہا ہے، آج جہاں تکس بدامنی ہے آج جہاں کہیں انسان انسان کو پامال کر رہا ہے گھروں کو تاراج کر رہا ہے، بستیوں کو بے چراغ کر رہا ہے، وہاں صرف اغراض ہیں، اور یہ سب کچھ بے بند نہیں ہو سکا، اس کے بند کرنے کی طاقت دنیا کے کسی فلسفے میں نہیں، اس کے بند کرنے کی طاقت کسی مفکر کے پاس نہیں، راستہ گم ہیں، دور از سے بند ہیں، انسان کی قسمت پر صبر بگ چکی ہے، صرف ایک راستہ ہے، اور وہ راستہ صرف انبیاء علیہم السلام کا بتایا، واراستہ ہے۔

اے یورپ کے دانشور! اے امریکہ کے لائی بھگلو! تم راستہ گم چھپے مسیح علیہ السلام نے تم کو ایک راستہ بتایا تھا، جب تک محمد ﷺ کی بکشت نہیں ہوتی وہ راستہ بھی منزل تک پہنچانے کے لئے کافی تھا، مگر اے قسطنطنیہ و انسانیت نے دشمنی و تم نے مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کا دامن پھوڑ دیا، کیسے بے افترا ہے، الزام ہے، کیسے میں ہزاروں خرابیاں نکلی، کیسے نے بہت مذکر مارا دیا کیا، لیکن کیسے منتظر کا درد نہیں، کیسے نے وحدت پیدا کی، یورپ کی منتشر طاقتوں کو یکجا اور وہاں کے لوگوں نے صاف صاف کہا ہے کہ مذہب سے وحشر کی تحریک دنیا میں آئی اس نے عیسائیت کو جو کچھ بھی فائدہ پہنچایا ہو اس نے یورپ کی وحدت کو برباد کر دیا، ایک کیسے اعظم، ایک سقف اعظم کے نیچے جو یورپی اقوام جمع ہوئی تھیں اور صدیوں سے زندگی مزی رری تھیں، ان کا تار بکھر گیا، ان کی زو زوٹ کئی، وہ ایسی منتشر ہوئیں کہ آج کوئی طاقت کوئی فلسفہ کوئی انعام خودہ و واقفہ انی نظام، وہ خودہ و انی میں ہی نظام ہو، خودہ و مسہوریت ہو، خواہ ذکیتر شب ہو، کوئی انہ وحدت کو دوبارہ لانے کی عبادت نہیں رکھتا۔

ہمارا علاج ہمارے اندر ہے :

انیا کو معلوم ہو جانا چاہئے کہ ہمارا مرض ہمارے اندر ہے، اور ہمارا علاج بھی ہمارے اندر ہے، جس چیز کو ہم باہر تلاش کرتے پھرتے ہیں وہ اندر ہے، وہی قصہ ہے کہ کسی کی کوئی چیز غمگنی تھی، گھر کے اندر اور باہر اس کو تلاش کر رہا تھا، کسی نے کہا کہ وہ چیز

تجرباں گرمی تھی؟ اس نے کہا گھر کے اندر اس نے کہا کہ گھر کے اندر کیوں نہیں تلاش کرتے؟ کہنے لگے گھر کے اندر روشنی نہیں، روشنی باہر ہے، اس لئے جہاں روشنی ہے وہاں میں تلاش کر رہا ہوں۔

آج ساری دنیا کے ال تھلویں کر رہے ہیں حقیقت گرم ہوئی تھی، ہمارے دل کے اندر، ہمارے وجود کے اندر، ہمارے ارادوں کے اندر ہمارے یقین کا جو سرچشمہ ہے، اس کے اندر لیکن پرتکڑ میں، تاریکی ہے اور تاریکی ہے ایمان نہ ہونے کی وجہ سے تاریکی ہے، اس وجہ سے کہ نبوت کا دامن ہمارے ہاتھ سے چھوٹ گیا، لیکن ملے گی وہ چیزیں، باہر ہمیں کے بندے کی روشنی سب لیکن جو چیز جہاں گرمی ہے وہ چیز وہیں ملے گی، تم نے جس چیز کو گھر کے اندر رکھا ہے، اس کو گھر کے باہر مت ڈھونڈو، گھر کے اندر آؤ، چراغ جلاؤ ایمان کی مشعل، مائل کر کے لاؤ، لیکن خدا کے لئے گھر میں آؤ، اور تلاش کرو، جو چیز جہاں گرمی ہے، قانون نہ لاندی ہے، عقل کا فیصلہ ہے وہ چیز وہیں ملے گی۔

دنیا کے دکھوں کا علاج صرف یہ ہے کہ دل میں ایمان کا چراغ روشن کیا جائے:

تم نے دل کی دنیا میں یقین کھویا، تم نے دل کی دنیا میں انسان کی محبت کھوئی، تم نے دل کی دنیا میں ایمان کھویا، تم نے دل کی دنیا میں انسان پر اعتماد کھویا، تم نے دل کی دنیا میں خدا کی محبت کھوئی، اب تم اس کو باہر تلاش کر رہے ہو، تم اس کو اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم پر تلاش کر رہے ہو، تم اس کو سیاسی کانفرنسوں میں تلاش کر رہے ہو، تم اس کو سیاسی پارٹیوں میں تلاش کر رہے ہو، تم اس کو یونیورسٹیوں کے لائبریریوں میں تلاش کر رہے ہو، تم اس کو کتب خانوں کے گوشوں میں تلاش کر رہے ہو، خدا کا قانون ہے، خدا کی غیرت کا فیصلہ ہے کہ جو چیز جہاں کھوئی ہے وہیں ملے گی، یہ کوئی ہوئی چیز جسے تم نے دل میں کھویا ہے، اور تم جانتے ہو کہ تم نے کھویا ہے، تمہیں یاد ہے وہ دن جس دن تم نے کھویا تھا، تمہیں وہ گھڑی یاد ہے جس گھڑی تم نے اس کو کھویا تھا، وہ چیز بس گرمی تھی، اس کی آواز آئی تھی، شیشہ گرنا ہے تو اس کی جھمک پیدا ہوتی





بسم اللہ الرحمن الرحیم

## ملک و معاشرہ کا سب سے خطرناک مرض ظلم و سفاکی

ایمان نہ نیت کی تحریک حضرت مولانا دامت اللہ علیہ کی وہ عظیم تحریک ہے جس کے ذریعہ  
ہندوستان جیسے شہ سے جس غیر مسلموں کے درمیان اسلامی پرچار کی وہ قابل فہم  
خدمت ہوئی ہے۔ ہندوستانی مسلمانانہ غیر مسلم صدیوں کے درمیان سے ایمان نہ نیت کی  
خوشبو کو دوروں میں لے کر رہے اللہ تعالیٰ اس تحریک کو حضرت مولانا کے حق میں رفع  
درجات کا سبب بنائے۔ ۶ دسمبر ۱۹۹۳ء کو مولانا کے شہر القصور میں پورے رشتہ داروں  
بارہ دہائی قیصر باغ میں پیرامہ نیت کا وہ عظیم الشان عقیدہ انشائیہ جلسہ ہوا جس کی  
مہندارت خواہ حضرت مولانا اور اللہ مرقدہ نے فرمائی، جس میں بلا تفریق مذہب اور  
ملت بہت سے کامیاب اور خوش دراور رہے ہر ایک قوم نے شرکت کی۔ اس موقع پر حضرت مولانا  
لکھنؤ شہر کا خطاب کیا۔

اس اعصابی اور جذباتی دورہ نے دور کرنے کا سب سے مفید اور مؤثر طریقہ یہی  
پیشواؤں، ملک کے دانشوروں اور سیاسی قائدین کی جدوجہد اور ہمہ جہتی ایک مؤثر خطاب  
اور محنت تھی۔

حضرات:

ہم اس وقت لکھنؤ شہر میں ہیں، جہاں اپنی تقریر کا آغاز اسی لکھنؤ شہر کے ایک معروف شاعر  
امیرینائی کے شعر سے کروں گا، ادب کے بہت سے طاقتور علم شعریہ و صحافتی سے دلچسپی رکھنے  
والے اور تاریخ کا علم اور اس کا ذوق رکھنے والے حضرات ان کے نام سے واقف ہوں گے۔

کہتے ہیں :

”اتھ تھج جی سہاب دروہل کر لے

پچھ اللہ ت دلی وہ قال رہے رہے نہ رہے

یہ دہری کے ساتھ میں ہی برصغیر (SUB-CONTINENT) کے قابل فخر اور شہرہ فریں  
شمار و ادیب اور قلمی و فکری ماہر۔ قابل مہاشی شہر پر حضور کا وہ کہتے ہیں۔

تاتو دے اور شہی نالہ کشیم و نہ

مشق کا رستہ کہ ہے آوہ فوں نیز کشمہ

مطلب یہ ہے کہ آپ جو کہ جائیں اس سے کہ میرے دس سے ایک آدمی کو کلی ہے  
وہ نہ مشق تو ایسا کام ہے نہ بڑا وہی اس اور انتہہ دور رس کے بغیر بھی لیا جاتا ہے نہ کیا جاتا ہے۔

حضرات :

میں بہت مدد سے کہہ سکتا تھا عرض کر دوں کہ میں تمہیں پڑھنے والا آدمی ہوں مگر  
میں ہی تھکا اور میری دینی کا نام نہ لے سکتا (SUBJECTS) میں ایک مذہب اور اس میں بھی  
تجربی مطالعہ (COMPARATIVE STUDY) اور ایک تاریخ اور تاریخ صرف ایک حصہ ہی نہیں  
بلکہ تاریخ عام، UNIVRSAL STORY میں لے کر بی، فارسی، اردو اور انگریزی میں اس کا  
ہر انچہ دو ایک اور پانچ ماہی، اسی مطالعہ کے نتیجہ میں میں اس حقیقت تک پہنچا ہوں کہ دنیا کی  
مذہب میں سب سے زیادہ کئی چیز یا عقائد ہیں تو وہ یہ کہ ظہور ہی چیز ہے، اور بعد اس چیز و  
یہ دہری کے دانے کو نہ دیکھ سکتے ہیں اور جہاں تک تاریخ کو تھمت ہے وہ بتاؤ ہے۔ کلمے کے حصہ  
سہ سے ہی بڑی سچائیوں کے چرخ گھم رہے ہیں، یہ وہ شرم و پاؤں اور اس میں ہی ہے وہاں  
پڑھنے والے آئیے ہیں اور سارے علمی و ادبی کارنامے وہاں خیر سے خاک میں مل گئے ہیں۔

تاریخ میں انکی شہادتیں بھی موجود ہیں کہ بعض اوقات کسی ایک مظلوم مرد کی توبہ، کسی  
ایک مصیبت زدہ قوم کی کراہی سے پورے دور کا خاتمہ ہو گیا ہے، روایات سب سے زیادہ  
مکتوں کی غیر خوانی، سچی بھداری، حقیقت پسندی اور نیت کے فرض کی واضحی بلکہ اس کے  
میں کی ہے خود اس ملک میں سچی ترقیاء ہوں اور اس ملک کی تاریخ خواہ کسی بھی ممالک



اس میں دوسرے کل روزہ خانہ ہوں۔ یہ بت کہ ظلم نہ ہو۔ نہ پائے کسی گزور آدمی اور اندازہ نہ لیا  
مگر کہ پندار بھجوانا ہے۔ اس نے زبان مورت پر ہاتھ لٹا دیا چائے اور کئی ٹکڑیوں کی بدولت  
لی جا۔

میں آپ کے کھتا ہوں کہ اب بارہوی کی (جندوستان کو چھوڑنے کے لیے) شہر کے مقابلے میں ایک حقیقت ہے، انہیں انگریزوں کو آ کر اس بارہوی میں توڑ پھوڑ شروع کر دیں، اور کیا پتہ کیا شروع کر دیں اور انہیں پتہ نہ ہو ہائیں، اور یہ جو آپ آرائش کا سامان رکھ رہے ہیں اس کو برائے شروع کر دیں، اب تو اس نے فرنی ماں کا محافظہ اور اس کی ایک کھال کرنے والا اسلاف اور داشت نہیں کر سکتا، آپ لمبا کی دوکان پر یہ ٹرڈ رکھیں (میں آسانی سے یہ مشورہ نہیں دوں گا مجھے آپ سے ہماری ہے) لیکن آپ سے کہتے ہوں کہ آپ کب رتی دوکان پر ترجیح رکھیں، ایک لمبا کی کیا حقیقت ہے اس نے ملی کہ برحقوں کی کیا حیثیت ہے اور پیسے کی چیخ ہے، لیکن آپ لمبا کی دوکان پر جا کر اس کے کھڑے توڑنے نہیں اس نے جو کھتے توڑنے نہیں ماں کے برتی چھوڑنے نہیں تو وہ آپ کو آسانی سے جوئے نہیں دے گا، وہ آپ کو رہنے کا اپنے بیٹوں کو دینے کی کوشش کرے گا اور آپ پر صدمہ اور ہو جانے کا اس کی ضرب آپ کو دوکان پر طے جائے اور اس دوکان کو لے لے لے، اس کا سامان اٹھا کر لے جائے، توڑ پھوڑ شروع کیے گئے اور اپنی حالات کا غلابہ کرنے لگے، تو وہ برداشت نہیں کر سکتا، کہ وہاں رتنی کے آٹھ میں اور واقعی وہ وہی ہے، جب کہ ہے، پڑھے لکھے لوگ وہاں رہتے ہیں تو پھر مملہ آ کر ختم ہو جاتے گا، کہہ سکتے ہیں کہ اب میں نے لکھنا پڑھنا وغیرہ کر دیں گے اور آپ کا ہاتھ پیر نہیں کے کہ اس غریب دوکاندار کو یہ قصور ہے کہ آپ اس کی دوکان اور اس کے سامان کو توڑ پھوڑ کر رہے ہیں اور جارہے ہیں، یہاں قریب ہی ایک ایسا بیڑی ہے، جسے وہاں نے ایک ایک سٹوکی قدر ہے، اور یہی بہت ہی تحریریں اور کاوشیں اس کے رتینا منت میں انہیں میں کہتا ہوں، اور وہی پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہوں کہ وہاں جا کر کوئی کتاب میں پھاڑ لے گئے، ایسا حقیقت ہے کتاب کی، انسان کی لکھی ہوئی کتاب ہے، اور وہ لکھی جاسکتی ہے، وہ پڑھ چھپ سکتی ہے اور اس کی پڑھ چھپ سکتی ہے تو آپ کو اس انہرہ اس کے کسی حصہ کو تلف نہ کر دینے کی کوئی اجازت نہیں، لے گا۔

پس کیا دینی حق رہ گئے ہیں، ہمارے بعد اسی مذہبی رویے ہیں، نسل انسانی کے اقربانی رو محض ہیں جن سے ہم دامنک آباد ہے، جن سے یہاں کی رونق قائم ہے، امن کی وجہ سے ہمارا ملک ملک کہلاتا ہے، انگلی نہیں بھاتا ہے، یہاں کوئی شکار نہیں لیتا، کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ یہ لکھتے ہیں تمہارے کارخانے۔ یہ وجود ہے، یہ وہی ہے تاریخی شیر ہے اور ملک کا اور السلطنت (Capital) ہے، یہی ہے، احمد آباد اور سورت ہے کہاں تک شہروں کے ناموں، کوئی آپ کو اپوزٹ نہیں: یہ کہ اگر آپ سنی کے سامان کو، شیشے کے میدان کو بھی برباد کرنے کیسے تو کیسے یہ خیال آ سکتا ہے کہ آدمی جسے اس دنیا کے پیدا کرنے والے نے کس محبت سے اپنی قدرت و صنعت اور اپنی رحمت سے انسان بنایا وہ انسان شکار بن جائے؟ خود انسان ہی ہاتھوں کا شکار بن جائے اور اس کا اس طرح شکار کیا جائے جس طرح شکاری چوہوروں کا شکار کرتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ سارے مذہب انسانی بہت پر متفق ہیں تو اس پر ایک ظلم بہت بری چیز ہے۔ اور ظلم خالق کا نکات کو ماضی کرنے والی چیز ہے، اور اس کی طرف سے غمگن کرنے والوں پر اپنی ایسی سزا نہیں، تنہا، مرنے والی ہیں جن کا پہلے سے تصور تعین بھی نہیں کیا جاسکتا اور ان کے تصور ہی سے رہنے والے بنائے ہوئے ہیں، میں کہہ نہیں چاہتا، اسی ملک کا رہنے والے ہوں میری ذہنی، اس کی صف سے وابستہ ہے غمگن ہوں کہ ظلم کرنے والوں پر خدا کی طرف سے آفتیں آتی ہیں، آفت سے آہستہ ہیں، بھلیاں کرتی ہیں، اگر کوئی برحق ہے، آفت سالی آتی ہے، چیزیں نکالنا یہ ہو جاتی ہیں، یہاں پر بھی ماضی ہو جاتی ہیں اور آگے مجھ سے نہ کہو ایسے۔

پس تو رہا ہوں کہ سب سے زیادہ ذہنی چیز جو ہے وہ ظلم ہے دنیا کے سارے مذہب سارے ظلم و سارے، فارمرز (Reformers)، سارے صوفی سنت اس بات پر متفق ہیں کہ انسان سب سے زیادہ قیمتی چیز ہے اور مذہب کا انسان پر شیعہ کا انسان، ہر قابلیت کا انسان، ہر احیت کا انسان، مفید، ہونا یا غیر مفید، خدا کی صفات ہے اور خدا کی رحمت کا مظہر ہے ہم اس کو (MASTER PIECE) نہیں کہہ سکتے، ورنہ اس سے بڑھ کر (MASTER PIECE) اور کیا ہو سکتا ہے؟

میرے بھائیو، دو تو اب اس آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ آدمی پیدا ہو جاتا

ہے، اس پر اخصالی کو رجنون کا دورہ پڑ جاتا ہے اور یہ دورہ فرد (INDIVIDUAL) پر بھی پڑ سکتا اور پڑتا ہے اور تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ مرض کا یہ دورہ انجون (پاگل پن) کا یہ دورہ ظلم و مفاکی کا یہ دورہ، انسان کی حقیرانہ قیاس کا یہ دورہ صرف افراد ہی پر نہیں بلکہ پورے پورے معاشرہ پر پوری پوری سوسائٹی پر پورے ملک اور پورے عہد پر پڑا ہے۔ اور یہ دورہ پڑنا کوئی، نوکھی اور تعجب خیز بات نہیں ہے، یقین جو چیز ڈرنے کی ہے اور خطرناک بھی ہے وہ یہ ہے کہ اس دورہ کو دور کرنے والے اور اس بیماری کا علاج کرنے والے لوگ نہ ہوں، ہم نے انسانی تہذیب اور نسل انسانی پر ایسے بڑے بڑے دورے پڑتے ہوئے دیکھے ہیں کہ معلوم ہوتا تھا کہ اب یہ تہذیب زندہ نہ رہ سکے گی، اور یہ نسل اب آگے نہ چل سکے گی، لیکن بہت دیر لے لوگ سامنے آ گئے اور انہوں نے واقعات کا رخ بدل دیا۔

اس کی مثالیں میں آپ کو اپنے تاریخ کے مطالعہ کی روشنی میں ایک نہیں دس دے سکتا ہوں لیکن اس موقع پر میں صرف دو مثالیں دوں گا۔ ایک تو جب چین کی سرحد سے ترکستان کے تاریخی اٹھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب نسل انسانی سب کچھ کھو دے گی، اور اب کچھ باقی نہ رہے گا، مفسوس ہوتا تھا کہ اب دنیا کو اپنا تہذیبی سفر دوبارہ شروع کرنا پڑے گا۔ کیونکہ سب کچھ برباد ہو جائے گا، نہ کتب خانے، نہ ہیں گے، نہ در سے رہیں گے، نہ دانشور ہیں گے، اور نہ یہ تھی کہ وہ اٹھے تھے ترکستان سے لیکن یورپ میں لوگ ان سے ڈرتے تھے، یہاں چند تاریخی شہادتیں بیان کرتا ہوں جو یورپ کے مستند و مشہور مؤرخوں کی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔

”فہن (GIBBON) اپنی مشہور کتاب ”تاریخ الخطاطہ اور مستوطروا“

(THE DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE) میں لکھتا ہے۔

”سویڈن کے باشندوں نے روم کے ذریعہ تار طوفان کی خبر سنی، ان پر اتنی وحشت طاری ہوئی کہ وہ ان کی خوف سے اپنے معمول کے مطابق انگلستانی سواحل پر شکار کھیلنے کے لئے نہیں نکلے۔“

انجی جی ولز (H.G. WELLS) کا قول ہے کہ

”انگریزوں کی سیاسی پیشین گوئی سواترین صدی کے آغاز میں دنیا کا جزو لیا تو اس نتیجہ پر پہنچتا کہ صرف چند صدیوں کی بات ہے کہ یورپ اور ایشیاء مسکونوں کے ذریعہ اتر آ جائے گا۔“

ہیرالڈ لمب (HAROLD LAMB) لکھتا ہے۔

"چشیرخان کی جہاں و شوہی غارت گری نے تھان لوہیا تخت صدر پہنچایا کہ نصف اینہ میں تہذیب و ثقافت کی دوسرا زمرہ قائم لینا پڑا، خود زمرہ کی سلطنت، بغداد کی خلافت و اس کی مکتب اور کچھوں کے لئے پو لینڈ (پولینڈ) کی تھلو میں دت گئیں۔"

لیکن کیا ہوا، یہ کچھ صوفیاء (سنت لوگ) کیا کہہ رہے ہیں، انھیں انہوں نے کوشش کی، ان سے ملے، خدا کی یاد دلائی، اس کے غضب سے ڈرایا، ان کو انسان پر ترس کھانے کی تلقین کی، اور اپنے اخلاق سے، اپنی روحانیت سے، اپنی بے غرضی اور خلوص سے، اپنی ہمدردی و روح انسانی سے ان کے دلوں کو صاف کیا، ان کے دلوں کو بالکل ایسا نرم بنا لیا کہ وہ بالکل دوسرے ہو گئے، جس نے اسے قہر میں دیکھا، ان کی جانتے، ان صوفیوں اور درویشوں کو، دولت سے سب سے زیادہ بوجھ اور ان کے خلوص کی حد یہ ہے کہ چند بزرگوں کے علاوہ ان میں سے اکثر کے نام بھی تاریخ میں نہیں ملے، انہوں نے اپنے نام بھی پہچانے انہوں نے پہلی سادہ ساری نسل کو قادیانی بنادیا اور ایسا آدمی بنایا کہ ان میں معتصب بھی پیدا ہوئے، ان میں بڑے بڑے قانون دان پیدا ہوئے، بڑے بڑے جہانیاں سلطنت پیدا ہوئے، انہوں نے انسانی تہذیب کی حفاظت کی اور صدیوں تک دنیا کی رہنمائی کرنے کے قابل ہوئے۔

تو میرے بھائیو! کسی ملک پر کسی فرق پر، اور مجھے معاف کیجئے۔ میرے صاف کہنا ہے کسی کمیونٹی (COMMUNITY) پر، کسی کتب خیال پر (SCHOOL OF THOUGHT) کسی سوسائٹی پر، کسی کشمیری اور سولیزیشن (CIVILISATION) پر یہاں تک کہ کسی سچ (AGE) پر پورے پورے حق (AGE) پر اس دہرہ کا پڑ جانا، اس کا پھر ہو جانا اور خون کا شکار ہو جانا کوئی جدید بات نہیں ہے یہ بار بار ہوا ہے۔

لیکن اصل ڈرنے کی بات یہ ہے کہ اس دورے کو دور کرنے اور آدمی کو پھر آدمیت کے حدود میں لانے اور آدمی کو آدمی بنانے اور آدمی کو ظلم سے، خون ریزی سے ڈرانے اور آدمی کی آدمیت میں محبت پیدا کرنے اور اپنے ملک کی چنی خیر خوبی اور سچی حب الوطنی میں پختہ بنانے اور اپنے ملک کی محبت پیدا کرنے کی تعلیم دینے کے لئے کوئی پارٹی، درویشی، جنت کھڑی نہ ہو، یہ چیز ڈرنے کی ہے، ایک آدمی جو ظلم تاریخ پر نظر رکھتا ہے اور جس کی مذاہب کی تعلیمات پر



باپ کے سامنے جی پھڑک کر رکھ دیا۔ وہ بڑا فراموش اور شرمیلی زندگی گزارا آدمی دیکھ جلتا ہے۔  
 تھوڑے دن آنکھوں کی نینک اور دل کی راحت کو اور ہشتے مسکراتے بچوں، نواسوں، پوتوں اور  
 پوتیوں اور پردہ نشین خواتین کو دیکھ کر کسی کا سانس نہیں پڑا۔ آج تک کسی کی بیگم نہیں پڑی  
 ان کو دیکھ کر یہ فخر و محسوس کرتے کہ معلوم نہیں کب خون کا ایک دورہ آئے، دیوانگی کا ایک دیوان  
 آئے اور اس کے بعد نہ شریف عورت شریف عورت رہے نہ معصوم بچہ معصوم بچہ رہے، نہ شہر کو  
 تیر سہجی جائے نہ بے کس پر غم نیا جائے۔ نہ وہ پر حش کھایا جائے، یہ ایک بیگم ہے اور انسانی  
 فطرت کے پاگل خلاف ہے، خدا کے پیدا کرنے کے خلاف ہے، اور خدا کے  
 خیر خواہوں، رسولوں اور پیغمبروں کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ لیکن یہ ہوتا ہے اور جو چیز ہوتی ہے  
 اس کا ذکر بھی کرنا پڑتا ہے، دل پر پتھر رکھ کر ذکر کیجئے، آنکھوں پر کٹی باندھ کر ذکر کیجئے، وہ ذکر  
 نہیں، جنکس مار کر کہے کر ان کے ساتھ تھو کیجئے، انہوں کے ساتھ کہنے کیلئے اس کو کہنا پڑتا ہے اور  
 لہجہ بھی نہیں پڑتا ہے، لکھتے پڑھتے والا، دیکھتی ہوں لیکن بھی پڑتا ہے، وہ رشتہ میں ایسے واقعات  
 درج آتے ہیں اور آنے والی سن نہیں دیکھتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ کون لوگ تھے؟ کس نسل  
 کے لوگ تھے؟ کس علاقہ کے لوگ تھے؟ ان کو نیا ہو گیا تھا؟ ان کو یہ دیوانی کا دورہ کیسا پڑا تھا؟  
 وہ ان کی نہایت کہاں چلی تھی؟ اور کیا دل نکال کر انہوں نے پیچھے دیا تھا؟ کیا ان کے  
 نبیوں نے پھوڑ لی تھیں؟ کیا ان کو کسی کے دکھ سے تعلق نہیں ہوتی تھی؟ کیا انسان کے، سنے  
 دے خون کو دیکھ کر ان کے آنسو بہنے میں آیا لگتا ہے؟ آنسو بہنے میں کیا جاتا ہے، نہیں  
 نہیں وہ اپنے سگ دل تھے کہ انسان کے جسم سے خون بہتے ہوئے دیکھتے رہے اور ان کی  
 آنکھوں سے آنسو بھی نہیں نکلا، کیونکہ وہ انسان کو جانچتے تھے مذہب سے ورنہ مذہب ہی  
 نہیں، انسان کو جانچتے تھے، تاریخی روایت سے انسان کو جانچتے تھے، انسانوں سے اور کہانوں  
 سے انسان کو جانچتے تھے، انہوں کی قدر نہ طرازوں سے جس پر سینکڑوں برس نہیں ہزاروں  
 برس گزر گئے، لیکن وہ ان کے نزدیک ایک زندہ چیز تھی اور وہ اب جو حسی قیوم ہے وہ ان کے  
 نزدیک زندہ نہیں ہے، وہ انسانیت جو دنیا میں چھپ رہی ہے پھل پھول رہی ہے، گل کھا رہی  
 ہے، شاد کار رہ رہی ہے، کتابوں کے ڈھیر نکال رہی ہے، کتب خانے بھر رہی ہے اور اب بھی اس  
 کے اندر محبت کا خزانہ ہے، اب بھی اس کے اندر دل کا اعلان ہے، یہ ان کی دھن سے دیوانی کی بہار

ہے اگر انسان نہ وہ دنیا کی کیا قیمت ہے، انسان اسی سے اس کی بہار ہے، انسان اسی سے اس کی رونقی قائم ہے، انسان اسی سے اس کی چمک و دمک برقرار ہے، چلے جائے آپ قبرستان میں کیا آپ کا دل دہاں گھٹکا، چلے جائے بجانب گھروں میں کیا وہیں رہنے کو دل چاہے گا، کیسے کیسے پوچھیں، کیسی کیسی شاہکار اور صنعت کی چیزیں ہیں، لیکن وہاں آپ تھک نہیں سکتے، دیکھیں گے اور چلے آئیں گے لیکن انسان کی ہستی ہے انسان نہیں تھکا رہتا، بخشش سے تر رہتا ہے تو ذرا ہوا، خدا سے دعا کرتا ہوا کہ خیریت سے گزر جائے اور انسانوں کے پاس کچھ سالم پہنچ جائے، اگر انسان کو انسان سے محبت نہ ہو، انسان کو انسان کے دکھ درد کا احساس نہ ہو انسان انسان پر ترس نہ لکھائے، انسان انسان سے ہمدردی نہ کرے تو وہ انسان نہیں بھیڑی رہے، اور کون ہے جو بھیڑیے کی تعریف کرتا ہے اور کون ہے جو بھیڑیے سے نفرت نہیں کرتا، ہے اور کون ہے جس کا بھیڑیے کی برائی کیوں کر رہے ہیں لیکن جب انسان بھیڑیا بن جائے تو کیوں آپ کا دل نہیں دکھتا، کیوں آپ کے دل پر چوٹ نہیں پڑتی اس کے کام سے نفرت کا اظہار کیوں نہیں ہوتا، انسان بھیڑیا بننے کے لئے یہ کیا گیا ہے؟ انسان تو فرشتہ بننے کے لئے بنایا گیا ہے، انسان تو ولی بننے کے لئے بنایا گیا ہے، انسان تو ہمدرد مخلوق بنایا گیا ہے اور ہماری شاعری ہماری بول چال، ہمارے احساسات اور ہماری مجلسوں میں وہی چٹپٹ سے اس کا تذکرہ کیا گیا ہے اور بھیڑیا بھیڑیا ہے، آج تک بھیڑیا ہے، پتنگوں اور برس سے بھڑیا ہے اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی شاعر نے بھیڑیے کی شان میں قصیدہ کہا، اور کسی صحیح الذہن آدمی نے بھیڑیے کو اپنا ہیرو بنایا ہو اور اپنا آئیڈل سمجھا ہو، سانپ بچھو سے تو ہم نفرت کریں اور دبی کو ہم ہم کریں اور ہمیں شرم نہ آئے۔

موسئو! میں کہتا ہوں کہ ایک انسان کا دوسرے انسان پر ہاتھ دھکتا کیسے ہے، اس ہاتھ کو دیکھنا چاہئے، اس کو انکڑوں کے پاس لے جانا چاہئے اس کی لمبی چانچ کرنی چاہیے، اس کو کاٹ کر دیکھنا چاہئے کہ اس کے اندر کون سی چیز بھری ہوئی ہے اور کس کا خون اس کے کندہ دروازہ پر ہے یہ ہاتھ انسان پر اٹھنے کے لئے نہیں بنایا گیا تھا یہ ہاتھ بنایا گیا تھا انسان پر ظلم روکنے کے لئے، انسان خواہ یورپ کا ہو، انسان خواہ افریقہ کا ہو، انسان خواہ امریکہ کا ہو، اس پر جہاں بھی

زیادتی ہو نگار اچھا اسٹاپ بنے اور بڑی کمزوریوں پر پہنچا کر کھر میں بنے وہاں بھی راستہ میں  
چلے جاتے تو وہاں بھی دوز میں ہے آماں بھی ہو، اعلیٰ تہجے ہیں۔

اور اعلیٰ نے واٹک پھیر کر زمانہ کو

اور نہ طاقت نہ تے پھر کھنڈے تھے کرویدار

اور مدار سے اعلیٰ نے جہان سے فرمایا

"الارض یوحسبہ امر حصہ فبارکک و تعالیٰ ارحم الراحمین" میں

الارض یوحسبہ من حی السماء۔"

اگر زمین کو ستر کر کے اداں پر دو لہر اترتا ہے اس کا نام ہی زمین ہے قرآن زمین پر قرآن اور قرآن  
اور زمین کو ستر کر کے اداں میں ہے۔

معاذ اللہ اعلیٰ نے اس کو ایک شجر میں جو بہتر تبدیل ہے۔

اور میری تم نکل زمین پر

خدا موبوں کو کھڑے کر دینا پر

اور یہ حدیث جو حدیث کے حلقہ میں سب سے پہلے سنائی جاتی ہے اور اعلیٰ صبر جانتے  
ہیں کہ اس حدیث کو قسیرت ملی ہے۔

موجودہ صورت حال کے پیش نظر مابوں کو اس کی ضرورت نہیں اس وقت سب سے

زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ وہ سترے نہ رہیں غیث والور، نور۔ پچھلے نکل اپنے نکل آئیں اور اچھا

پلڑے پہن کر کہ اس ملک کی طرہ سے تھوڑا سا ملک کی شہرت پر پڑا ہے۔ اعلیٰ میں سرور جو ایک

نور ہے۔ سے عزت کرور، زندگی کا سارا الف اس میں ہے کہ اعلیٰ کو دیکھئے، اعلیٰ آدمی کو پہنچے۔

نور امید، کچھ نہ پھر کر کوئی صیورت ہے۔ لی تو یہ پھر نہیں لے اسی کا نام زندگی ہے۔ اسی کا نام

تھوڑا ہے نورانی کا نام سب کا غرضی ہے کہ اسی کا نام یہ سست ہے۔ یہ سست بھی نہیں ہے کہ حد

میں سب مل جاتی ہے۔

اس شخصیات میں یہ جہانوں کے جہاز سے ملک پر اس وقت دنوں کا دور چڑا ہے وچ اعلیٰ کا

نور اور چڑا ہے، جہاز "یت کا نور و نور" ہے۔ یعنی پانی انسانی (EXPLOITATION) کا

نور اور چڑا ہے یہ نور ہے اور نور کا معنی نور ہے یہ نور چلا جائے کہ نور اس کے دور کرنے



کے لئے ملایا کرتے والوں کی ضرورت ہے، دھڑروں کی ضرورت ہے، اول رکھنے والوں کی ضرورت ہے جو اپنے گھروں سے ٹھہر کر اکل آئیں اور اس کا بھی خیال نہ کریں کہ ہمیں کھانیں کے نیا نہیں لئے، اور پوائے بن کر اس ملک میں پھریں، جتنے بٹایا کر دے کر رہا۔ عوام کو جمع کریں، اور ملک کے نام پر انسانیت کے نام پر عقل و انصاف کے نام پر اور خدا کے خوف اس کی پہچان کے نام پر ان سے اس کی کدیاں لے کر اسے ختم کر دو، اب ٹھنڈے ہو جاؤ، اور اب جو قیصری کام ہیں، ترقی کے کام ہیں، ملک کو بنانے والے کام ہیں، ملک کا کام دوشا کرنے والے کام ہیں اور ملک کی عزت بڑھانے والے کام ہیں، وہ کام کرو، یہ ملک بہت بدنام ہو چکا ہے، آپ کو شاید معلوم نہیں لیکن میں آپ سے کہتا ہوں، مجھے یونیس اور تارنگ کے اندر ریکارڈ موجود ہے اس ملک پر کبھی ایسا سب نہیں آیا تھا، اور یہ ملک باہر کی دنیا میں کبھی اس نظر سے دیکھا نہیں گیا تھا جیسا کہ آج کل دیکھا جا رہا ہے، اس میں ہم سب شریک ہیں، ہندو مسلمان سب شریک ہیں، اس لئے کہ ہم بھی ہندوستانی ہیں اور ہندوستانی رہیں گے۔ انشاء اللہ۔

میرے بھائیو! ہندوستان ہمیں عزیز ہے، یہاں کی آپ و ہماریں عزیز ہے، یہاں کی تہذیب ہمیں عزیز ہے، یہاں کا سولیزیشن ہمیں عزیز ہے اور مسلمانوں نے اس ملک کو چھوڑا نہیں، وہ کہیں بھی جا سکتے تھے، ان کے لئے بہت سی جگہیں تھیں لیکن ان سے اپنا وطن چھوڑا نہیں گیا اور نہ چھوڑا جائے گا، مگر اس کے لئے بہت سے کام ہیں، جو حل سے کام لیں، پاور سے کام لیں، تنظیم سے کام لیں، قوتیں اپنا فرض انجام دیں، پولیس اپنا فرض انجام دے اسٹول اور کاخرو اپنا فرض انجام دیں، پولیس اپنا فرض انجام دیں۔

ملک کی تین پونٹیں اُتر جیتے جائیں تو ملک باقی رہ جائے گا اور وہ تین پونٹیں یہ ہیں۔  
 ۱۔ پولیس اور پولیس، یہ تینوں چیزیں ایسی ہیں کہ اگر یہ درست ہو جائیں تو پھر کوئی بڑا خطرہ نہیں ہے، مادی پڑھ کر ٹکے تو روشنی کا سبق پڑھ کر ٹکے، انسان کی عزت کا سبق پڑھ کر ٹکے، اور اس کے بعد پولیس، جس میں خدمت کا جذبہ ہو، میں آپ سے صاف کہتا ہوں، مجھے نہیں معلوم کہ یہاں پولیس کی کتنی نمائندگی ہے لیکن میں ایک حقیقت بیان کرتا ہوں، میں کتنے مکوں میں گیا ہوں، وہاں پولیس کو کو کچھ کر اطمینان ہوتا ہے، وہاں پولیس کو رونا، اور مددگار سمجھا جاتا ہے، مجھے خود اتفاق ہوا ہے کہ لندن میں ایک کانٹینبل سے پتہ پوچھا تو پوچھ کر بچھڑایا، صرف

انتانی نہیں کہ اس نے پتہ پڑیا بلکہ ساتھ ساتھ چلا، اور پولیس وہاں ہے ہی اس کام کے لئے کہ زیادتی نہ ہونے دے اور کمزور کی مدد کرے اور یہی نہیں بلکہ ہمسائی کرے، انگریزوں نے اپنا دعب قائم کرنے کے لئے (کہ وہ سمندر پار سے آئے تھے) انہوں نے پولیس انجینسری بنائی تھی کہ اس کے ذریعہ اپنا دعب قائم کریں، انگریزوں کو پولیس کے ذریعہ مرعوب کرنا تھا، اب آج کل اس کی ضرورت ہے؟ آج کل تو یہ ہونا چاہئے کہ آدمی پولیس کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرے کہ میں خطرہ میں پڑ گیا تھا، مجھے خطرہ میں پڑ گیا تھا، جو تمس خطرہ میں پڑ گئی تھیں، بچوں کی جانیں خطرہ میں پڑ گئی تھیں، یہ پولیس والے تھے جنہوں نے بچایا، ایسا ہونا چاہئے تھا، یہ احساس عام ہونا چاہئے تھا، میں کہتا ہوں ایجوکیشن، پولیس اور پریس نہیں چیزیں اگر درست ہو جائیں تو اس ملک میں اس طرح کے واقعات پھر نہیں ہو سکتے جس طرح کے ہوئے ہیں، اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ وہ رہ پڑنے سے نہ گھبرا۔ پیچھے نہ ہڑکی پھیلنے سے نہ گھبرا، اپنے انسانیتہ زندگی میں سب کچھ ہوگا، یہ تشبیہ و غراز ہیں زندگی کی اجازت دے دیا، میں زندگی کے لیکن ڈرنے کی بات یہ ہے کہ اس دورہ کا علاج کرنے کے لئے، اس بیماری کا ادرختم کرنے کے لئے، اس مریض کو بچانے کے لئے کوئی جماعت نہ ہو، کوئی آرگنائزیشن نہ ہو، کوئی پارٹی نہ ہو اور محبت وطن، بعدہ انسانیت، صاحب دل اور منصف مزاج لوگ نہ ہوں، کسی بھی ملک کے لئے خواہ اس کی زمین خزانہ اگلے اس کا آسمان سونا نہ سائے اور اس کے دریا سونے اور چاندنی کے بن جائیں اور اس ملک میں بے کماے اور بے منت کے سب کو روزی ملے، اطمینان نہیں اگر آپ کے تعلقات درست نہیں، اگر ایک دوسرے پر اعتماد اور بھروسہ نہیں یہ کیا بات ہے کہ ہم آدمی کو دیکھ کر گھبرا نہیں، گھبرانے کی چیز بھیڑ ہے، گھبرانے کی چیز میندہ ہے، گھبراہٹ کی چیز سانپ ہے، گھبرانے کی چیز چھو ہے، گھبرانے کی چیز آدی نہیں ہے، کیا یہ آدمی اس لئے پیدا ہوا تھا کہ آدمی آدمی کو مارے، آدمی کے لئے اور اندھے بے کماے تھے اور خطرات کم تھے۔

حضرات! میں کہہ رہا تھا کہ ان تاجروں کو جس نے آدمی بتایا، قانون کا احترام دیا، تہذیب کا محافظ بنے، اللہ والے لوگ تھے، وہ دل والے لوگ تھے وہ روحانی لوگ تھے، ہندوستان کا آزاد کرانا آسان نہ تھا۔ آپ دیکھئے کہ انگریزوں کی سلطنت برٹن، امپائر کہاں تک جھی، ہم نے بچپن میں یہ مشن سنی تھی کہ "انگریزوں کی سلطنت میرا آفتاب غروب نہیں

ہوئے انہیں انکو کھانسی نہ مانی ہوئی ہو جائیں اس چاہ کا جہاں آفتاب روشن ہو وہ یہاں سے نئے سرے  
عدن ملک میں کی تھی اس قحطی اور یہ ایک خوب تھا کہ کبھی یہ ملک آفرودہ کا باشندہ ہو گیا لیکن ہندو مسلمان جو  
میں ہندو مسلمان تھے انہوں نے کاندھلوی کے ساتھ مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ مولانا محمد علی  
جو برادر مولانا شمس الدین علی کے ساتھ مولانا عبداللہ الدینی قرطبی کلنی نور محمد ہندو مولانا احمد داس کے  
ساتھ اور ان کے بعد مولانا حسین احمد مدنی اور سید خواجہ محمد علی کے ساتھ یہ خرویدہ کو انگریزوں کا  
پڑا کاٹے اور کاندھلوی اور مولانا آفرودہ سے لے آئے تھے اور اس وقت ہندو اور مسلمان  
میں کچھ اختلاف کے باوجود اس طرح یا انہوں نے جو ملے اور اس طرح ملے ہوئے تھے جس  
طرح ملے تھے اور شہر اور وہاں اور باقی ملایا ہوا ہے۔

میرا شروع کار نہ تھا، میں نے امین آباد پارک میں کالاجیائی کی تقریریں کیا تھیں۔ نے صوفی لڑائی نہ کیا، کیا ہے، مولانا آزاد سے تو بخیر ملے پرانے تعلقات تھے، ان لوگوں نے نہ کہ میں ہونی چاہتے ہوئے رہی کہ ہندوستان آزاد ہو اس وقت کوئی بہتا تھا اس کے کچھ نہ کہ میان چنے دماغ کا علاج کرا، اپنے ہوش و حواس کا علاج کرا، انارمل حالت میں ہوا، انگریزوں کو کوئی نکال سکا ہے لیکن یہ ہندو مسلمان تھے، یہ حسب لوہی اور مل کی محبت تھی، جس نے انگریزوں کو ہندوستان چھوڑ سنا، یہ کیوں کیا۔

اس کے بعد تین چیزیں تھیں جو نہ تھیں جنہوں نے اور بن کے ساتھیوں نے اور سوانہ آواز دے  
(سوانہ آواز سب کھڑیاں اور سب سے آگے تھے) تین چیزیں کو پیش کیا تھا کہ یہ تین شرطیں  
ہیں جب تک یہ رہیں گی، ہندوستان آزاد رہے گا، چنانچہ رہے گا، خوشحال رہے گا اور بہت کا  
تھوڑا رہے گا، ایک سیکولرزم، ایڈیوٹرکسی اور ان ویلنس DEMOCRACY  
SECULARISM NONVIOLENCE یہ تین چیزیں ہیں جو ضروری ہیں ملک کی بقا کے لئے  
یہ رہیں گی ملک رہے گا، اور کار بھی بن لیں، دستور بن لیں اور سب سن میں، اور روح  
دل پر محفوظ کر لیں، کچھ بھی ہو پے پے ملک ان تین چیزوں پر باقی رہ سکتا ہے، ایک یہ کہ

کیونکہ ریٹ اسٹارٹ ہو، تاہم وہ بالکل ہو در بیکولو ہو اس لئے کہ حقیر اہل حق کے یہ فیصلہ کن دیا ہے (اور خدا کا فیصلہ کوئی بدل نہیں سکتا) کہ اس ملک میں ہندو بھی رہیں گے، مسلمان بھی، عیسائی بھی رہیں گے اور وہ بھی ہندو بھی رہیں گے اور یہ ساری بھی مگر یہ نہ ہو جائے خود دیوں شامانی پیدا



بنندہ و سرن جہاں آدمی بویا جاتا ہے وہ بدستار و ستان جہاں وہ فی کو کفر سے نرے کیا جاتا ہے وہ بدستار و سرن جہاں آدمی کو رشتہ میں نگرانی کی طرح جیسے زنجیر بوتا ہے وہ بدستار و ستان جس میں معصوم بچوں کو چلتی تریوں سے اغوا کرنا باہر پھینک دیا جاتا ہے۔

یہ باتیں خدا کو پسند نہیں، آپ ستاروں تک پہنچی جا میں اپنا عذوبہ پائی جا میں، انہیں جیسے کہ ایک انڈین فلاسف نے کہا تھا اسی کے الفاظ: CM, CAO کے لئے لکھا ہے، وہ عدالت میں قدامت کا پیمانہ کے کا بیڑ تھا، اس نے لکھا ہے اور یہ بات بدستاروں کے، نہ نگرانی جہاں نے لکھا ہے کہ انڈین فوڈ کے آئے نہ ہارنا، حاکم شہن تھے وہ آئے اور ہمارے یہاں کے ایک آئین اور بولے ہائے نے کہا آپ کو یہ ہے ہم کہاں سے کہاں پہنچی گئے، مسلمان پر پہنچی گئے، ہم نے یہ مسافت اپنے گھٹوں میں سے نرس، ہم فیک براظم کے فلاں لہر سے دور سے براظم کے کنارے تک، وہاں جہاز سے پہنچی گئے۔ پیسے وہ سنتے رہے پھر سب سنتے گئے بعد انہوں نے کہا کہ ہاں اپنی پاتھ چھو کی طرف تیرنے گئے اور انہیں جیسے جیسے کی طرف نرے گئے کفر میں پراڈیوں کی طرف سے پھانسیا دیئے گئے۔

انڈین انڈین خاں صاحب نے اس بات کو نوکریاں، جامعہ ملی پجانی سنا، جیل میں، میں بھی وہاں موجود تھا کہ جو بچے دنیا میں آتے ہیں وہ اس بات کا ثبوت لاتے ہیں کہ خدا انسان سے پیوستہ نہیں ہے، وہ اس بچے کو دنیا میں نہ بھیجتے، شہرہ بر فعل بتاتا ہے کہ اس نے اپنے ماں کو بڑی کی لکھی اور وہاں میں ہی رہیں، ان کے ہم انسانوں سے ہاویں ہیں خدا ہاویں نہیں، ان سے ہاویں ہوتا تو بچہ کو اس دنیا میں نہ بھیجتے، آپ انسان کو ان کے تو دیکھتے کہ وہ بچے کی چیز سے گزرتے تو اس کو خدا کے والد کیا ہے جو اپنی مخلوقات میں سے کسی کو نہیں دیا۔

میں یہ کہہ دوں گا کہ سب ہ جائے وہ درہ سب کا گھٹے وہاں: ہونے کے باوجود کہ والد فرشتوں کو بھی نہیں دیا، یا خدا نے جو اس انسان کو دیا ہے، انسان کے روز میں جھٹنے وہاں تو اپنے وہاں گھٹوں سے تسویر ہائے وہاں اساتے لکھتے وہاں کے ساتھ لڑوائے وہاں دل انسان کو دیتے وہ وہ دل کس کو دیتا ہے؟ یہ انسان تو اس قدر تھا کہ اس کو نہ بھایا جائے، ہر پر جگہ دی جاتا ہے اپنے گھر میں اس کو رکھا جائے کہ ہمارا بھائی ہے نہیں ہی انسان پر ہاتھ اٹھتا ہے، وہی انسان کو روک دیا جاتا ہے، کفر و عورتوں اور معصوم بچوں کو ظلم کا نشانہ بنایا جاتا ہے، جسکی امداد اور خاص

سور سے سورت میں آپ دیکھتے کہ یہ مبارک نکتہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔

شیر آپ سے صاف کہتا ہوں، نیک بخت وہ جو بنا ہوتا ہے، میرے دوست و احباب ہر جہد میں کہ تمہیں ملکہ دہائی جو ہوا، عورتوں کو ہر ہند کر کے سزاگونہ بن چلا گیا، ان کے ساتھ بنا ملکوت کیا گیا اور اس نے بعد کوئی تک مارونی کی، یہ کسی مہرج سے نہ، سب کے شایان شان ہے، انسانییت کے، انہ ظلم کے، ان قتل کے، نہ شرافت کے، اور نہ ہندو مت میں نہ، آپ کو چاہیے کہ ہندوستان کو باہر کی دنیا میں کس نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، اس کو کیا، تم مبرا اور اچھا، یہاں اللہ کے ایسے ایسے بندے پیدا ہوئے کہ مرنے پر تو شام ہو جائے لیکن آپ کا زمانہ وہ وقت نہیں ہوا۔

آخر میں پھر یہ کہہ دیں، پہلی بات ہے، موت کرنے کی بات ہے، پیادائی کرنے کی چیز نہیں ہے، پیادائی کا معنی کرنے والوں کا نہ ہونا، کرنے کی چیز ہے۔ پیادائی پیادائی کیجئے کہ تو اپنے والدین کی پیادائی پیادائی کیجئے کہ سلطان کا جہد کھنے والوں کی کی۔ یہ بات ہر ملک، ہر سوسائٹی، ہر تہذیب اور ہر جہد کے کے قصہ تک ہے اور یہ آپ جواب تک باقی ہے یہ انہیں علاج کرنے والوں کی بدولت باقی ہے، ان انجینیئروں کی برکت سے پھر مصوفیوں اور ولی والوں، مجددوں اور انسان دوستوں کی برکت سے قائم ہے۔ شیڈوں نے اپنے آرام چھوڑا رکھا، جینا بھول گئے، گھر والوں کو بھول گئے اور انسانوں کو دکھ سے بچنے کے لئے اور انسانوں کو انسانوں کے فخر سے محفوظ رکھنے کے لئے، اور انسان و شمش کا علاج کرنے کے لئے گھر والوں سے باہر آ گئے، غارت گئے، چائے کر رہے تھے، انہ کو خطرہ میں ڈالا اور دیوانہ وار نکل پڑے، آج اس ملک میں انہ کی ضرورت ہے۔

بھامید کرتے ہیں، یہ معزز بھائی جو یہاں، انجیل پر بیٹھے ہوئے ہیں، اور بہت سے معزز ہیں، لیکن انہ کو انجیل پر بند نہیں ملی، یہ لوگ بہت کر کے اور دوسرے پلٹا لیکن سید زور بند ہی پائیا باہر نکلیں، اور میں صورت میں تو تم کرنے کی کوشش کریں کہ اب یہ وہاں نہ ہونے پائے، سچہ بھی اوجہ سے یہ نہ ہونے پائے، خدا اس سے کوئی ہوتا ہے کہ آپ اس کا نام نہیں، آپ اس کے بندوں کی خدمت کریں، خدا کو اس سے خوشی ہوتی ہے اور یہ بتا دیا، وہ بتا دیا خدا کو اس کی ضرورت نہیں ہے، انسانوں ہی کے لئے اس نے سب چیزیں بنائی ہیں، یہاں تک کہ

مہذب و مندرجہ بھی انسانوں ہی سے لئے ہیں، کیا وہاں جا کر جانور عبادت کرتے ہیں، میں نے آپ کا بہت وقت لیا لیکن پھر میں وہ شعر پڑھوں گا امیر جنتی کا کہ

امیر جمع ہیں اصحاب در دہ دل کہہ لے

پھر القاتلہ دل دوستاں رہے نہ رہے

نہ زندگی کا بھروسہ نہ ہمارے آپ کے جمع ہونے کا اطمینان، نہ اس معتدل زندگی کا یقین، آپ ان تعداد میں جمع ہوں، جس تعداد میں آج جمع ہوئے، شاید کسی کے دل کو لگ جائے اور کوئی آخرت کو مانے اور پھر اس کے ساتھ لوہو لگوں بھی چلیں گے اور ملک کی صورت حال جو شرمناک بھی ہے اور دردناک بھی بد لے لی۔ اللہ ہمیں توفیق دے۔ آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## ملک کے موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داریاں

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا انبياء  
والمرسلين وعلى آله وصحبه اجمعين ومن تبعهم باحسان وددعي  
مدعوونهم الى يوم الدين اجمعنا

میرے دوستو عزیزو! ملک فی موجودہ حالات میں ہم کو جاننا چاہیے کہ کون کون  
کی ذمہ داریاں اور کڑی داریاں ہیں جو ہم پر اس سماج میں فتنہ کمرے کے اسے سمجھنا چاہیے ملک اور ملک کی  
تعمیر و ترقی کی کوششوں کو بے اثر نہ کر دیں۔ اس ملک کے لئے جو نفسی خطرات ہیں ان کی  
تعمیر و ترقی کے لئے یہ ایک بہت بڑی فضا ہے۔ جس میدان سیاست کا کوئی شعبہ ہائے  
نہیں ہے۔ نہ ماحول اور نہ ہیات کا ایک خالی مہم ہوں۔ اس طرح کے آدمی کی زبان سے تھیں  
وہاں کی کوئی بات نہ تھی اس کی نسبت پر شبہ نہیں کرنا چاہیے۔

ہمارے ملک کے لئے پہلا خطرہ:

اس ملک کے لئے دشمن اور اہم ترین خطرہ یہ ہے کہ یہاں انسان کی صحیح قدر و قیمت اور  
کائناتی ترقی و عزت کا دورہ احساس نہیں۔ اس مسئلے میں میرا نظریہ اور تاثر ایک ملکی انسان کا ہے  
میری قسمت اس ملک سے وابستہ ہے۔ میں نے یہاں رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں دعویٰ کی  
منجھ مار میں ہوں، میں انکی جگہ کھڑا ہوں۔ جہاں کا یہ مسئلہ مجھ پر براہ راست اثر انداز ہوتا ہے،  
میں یہاں ملک آ کر یہ بات کہتا ہوں اس کی حیثیت دوسری ہوئی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انسانی جان  
کی صحیح قدر و قیمت کو نہ پہنچنا اس سماج کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے بلکہ انسانی جان کا بے  
قیمت ہو جانا تہذیب و تمدن اور انسانیت کی مستقبل کے لئے پیام دہ ہے۔

خبردار! کہ اقدام ہے یہ صورت چمکیز



برادر کشی زوال کی علامت ہے :

کسی ملک کی آبادی خود کو کتنی کتنے جواںوں کے پاس قدرتی وسائل کی تحریکیں بہتات ہو، وہ ملک اتنی ہی ترقی اور دولت مند ہو، اس میں تعلیم کتنی ہی اعلیٰ مدارج تک پہنچ چکی ہو، کوئی چیز ایسا ملے کہ غلط نہیں لکھ لکھی جو برادر کشی کے مرض میں مبتلا ہو۔

یہ بڑی حیرت اور انتہائی غمزدگی کی بات ہے کہ وہ ملک جس نے ابھی زمانہ قہیم میں پریم کی سرلی ہانسی، چائی تھی اور لی ٹرے میں ہندو، مسکرت، مذہبی اور پھر اردو میں نبوت کا پیغام دیا تھا، اور غرور میں بھی بیٹھا، کچھ کم مسلمان معویوں نے انسان ذاتی اور انسانیت کے آخری امکاں میں یہ تھا، وہ جس سرزمین سے گاتہ جیاتی نے علم تشدد و اہمال کا پیغام سہری دیا تھا، تاکہ اہل اس کے پاس تکی ہو، انہی کے زبان میں انسان ذاتی کا وسیع لٹریچر ہے اس ملک میں آج انسانیت کے شرف اور انسانی جان کی قیمت کا پورا پورا احساس نہیں۔

ہر چیز انسان ہی کے تعلق سے یا معنی اور تہمتی ہوتی ہے :

یہ احساس دنیا میں ملک میں رہنے والے کو چاہئے تھا کہ زبان، لہجہ، نسل، تہذیب کے مسئلے، رسم اللہ کے مسئلے، انسان کے مسائل میں اور اس کے متعلق چیزیں انہیں انسانوں نے پیدا کیا ہے، ان کے اندر جو کچھ تشنش اور غمزدگی ہے، وہ انسان کی اہمیت سے ہے۔ اگر انسان کی جان محفوظ نہیں تو کتنی زبان، کہاں کا کچھ کہاں کے درو، یہ سب پرانا کسے اور بے اثر ہے، کہاں کی شاعری، ان چیزوں میں کوئی غمزدگی نہیں، غمزدگی تو انسان میں ہے، میں غمزدگی میں بننا نہیں چاہتا، یہ سب بخوبی واقف ہیں، اور یہ ایک واقعہ ہے کہ اس ملک میں انسانی زندگی قدرتی قیمت کا جتنا ہمیشہ احساس ہونا چاہئے، وہ ہمیں ہے، مگر پڑوں کی غربت انگیز سیاست، فلاحی پرستی اور جہاد یا انسانیت (Revivalism) کا اس میں کتنا حصہ ہے اس کا تعین مورخ کا کام ہے۔

معمولی واقعات پر قتل و غارتگری کا طوفان :

بعض بد وقت ایک درخت یا جانور کی خاطر یا کسی قدیم چنے کو زندہ کرنے کے جوش میں یا

اسیے کیست کے چند بہتے بیٹنگز میں انسانوں کا خون گریا یا نہ ہے، اور ایسے کا تو قصہ اول آزار اور شرم ناک واقعات ظہور کرتے ہیں جن سے ہماری گردنیں شرم سے جھل جاتی ہیں، انیب اور شستی ہے، اور وہاں ہنس کے مٹاٹا، جان و مان کو بنا لے جاتی ہے، انہی نے دنیا کی آبرو تو کم رہے، لیکن ان کی خاطر میں جو نکات کا حسن، فلسفہ، شاعری، روپ و شہادت، اور زندگی کی پہل پہل ہے، وہ انسانی نظم و برکت کیست کا نگار ہوتا ہے، جو خدا کی حسنیت کا بہترین نمونہ ہے اور جس نے ساتھ ہم رہنے سیکھتے ہیں، اور جن کے ساتھ پوری زندگی زندگی ہے، یہ سورت حال ملک کے لئے بڑی بھر ناک ہے کہ یہاں کی انسان کا جو پرورش نہ کیا جائے۔

اس ملک میں یہ بڑے دانشور ہیں، انہی پر مغرور کی تعداد شاید کسی ملک میں اتنی نہ ہو، جنہی یہاں ہے، مگر یہ انسان ناک حقیقت ہے کہ یہاں کسی بھی ایسی کوئی حقیقت یہی اور باقی ہے کہ انسان سے بڑے کریم ہی کوئی گردن زندگی اور شستی ظہور نہیں آتا، بنیادی اور اہم بات یہ ہے کہ ان ملک میں انسان کی قیامت کا پورا سامنا ہو، یہ عقیدہ ہو کہ سب چیزیں انسان کے لئے ہیں، انسان ہی کی خاطر نہیں۔

## ایک فصیح کا قول:

میں نے نہیں ایک فطرتی کا قول نقل کیا تھا کہ جو بچہ دنیا میں پیدا ہوتا ہے وہ اس بات سے انداز کرتا ہے کہ خدا اس انسان سے، جس میں ایمان ہم انسان اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کرتے رہتے ہیں، اور وہی فطرتا مانتے کرتے ہیں کہ اس انسان کا زہر ہے، جس کو نہیں، انسان نے اس دنیا میں آنے کا مطلب اس یہ ہے کہ اسے زندہ رہنا ہے، جس کو نہیں، اور ہر گز نہیں، اور ہر گز نہیں، خدا کے دے اس پر اتنا دیکھتے تو ہم کیوں اس پر اتنا دیکھ کر رہتے۔

انسانی دستور کی پہلی اور وہم دفعہ:

میں نے بھاری آواز بندوستان میں لائوں کی تعداد میں اپنے مشمولوں دکھایا، شاعرانہ جو پہلوں اور دانشوروں کی ضرورت ہے، جو اسے مسکنی ہائے طلاق، کچھ کر کے گھر، مجھے ملے، ملی، وہی وہی اس کی تبلیغ کریں کہ دستور زندگی کو جلی و فدا چاہئے، جو کچھ ہو کر رہا۔

ہستور زندگی کی سب سے اہم دفعہ یہ ہے کہ انسان کو زندہ رہنے کا حق ہے، ہم اپنی سوسائٹی کے خوش مناجیر سے یہ بدگمانی دیکھ رہے ہیں، اور ہم ناسوش ہیں۔

### اسلام میں انسان کا مقام:

اب میں آپ سے کہوں گا کہ اسلام کی تعلیمات اس سلسلے میں ہماری بڑی مدد کر سکتی ہیں، اسلام کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ انسان قدرت کا شاہکار ہے، اور اس دنیا کے باغ کا سب سے حسین پھول۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (سورۃ ولعین)

ہم نے انسان کو سب سے اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے سر پر عظیم و کرمی کا سراج رکھا ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (بنی اسرائیل ۷۰)

اور اس کو اپنی خلافت سے سرفراز کیا ہے، جس سے بڑھ کر کوئی اعزاز اور اعتماد کے

اظہار کا طریقہ نہیں۔

رَاقِي حَابِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (سورۃ بقرہ ۳۰)

بے شک میں زمین میں (آدم) کو اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

خدا نے فرشتوں کو آدم کے بعدے کا حکم دیا جس سے اس کا اظہار ہو کہ اب اس کے

لئے خدا کے سوا کوئی ایسی ہستی اور طاقت نہیں ہے جس کے سامنے اس کو ٹھکنے کی ضرورت ہو۔

انسان کے قدر و قیمت کی ابتدا یہ ہے کہ خدا کی مخلوق کو خدا کا نائب کہا گیا ہے۔ "الْمَخْلُوقِ

عِبَادِي الْاَفْ" (الحمد ۵۷)

انسان کا خدا کے ساتھ اور خدا کا انسان کے ساتھ جو تازک تعلق ہے اس کے لئے وہ

بجایہ بیان اختیار کر گیا ہے، جس سے زیادہ طاقتور اور دشمن ویرایہ بیان نہیں ہو سکتا، ایک

حدیث قدسی میں آتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ قیامت میں انسان سے کہے گا کہ میرے بندے میں

بیمار تھا تو عیادت کو نہیں آیا وہ کہے گا کہ پروردگار تیرے مرض اور عیادت کا کیا سوال؟ تو تو

میرے جہاں کا پروردگار ہے، ارشاد ہو گا کہ تجھے معصوم نہیں کہ میرا ملاں زندہ بیمار ہوا تھا تو اسے

دیکھتے نہیں گیا، مگر تو اس کو دیکھنے جاتا تو مجھے وہیں پاتا، پھر ارشاد ہوگا مائے انسان میں نے تجھ سے خدا طلب کی تھی تو نے مجھے خدا نہیں دی، وہ کہے گا کہ پروردگار میں تجھے خدا کیا دیتا تو تو رب العالمین ہے، ارشاد ہوگا کہ تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندہ نے چاہا تھا کہ تو اس کا بیٹ بھر دے اسے کھانا نہیں کھلایا، مگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو مجھے تو اس کے پاس پاتا۔ اب ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا، بندہ ویسے ہی جواب دے گا ارشاد ہوگا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا تو نے اسے پانی نہیں پلایا۔ یاد رکھا، مگر تو اس کو پانی پلاتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔ ”و صحیح مسلم“

پھر خدا نے انسان کی جان کی قیمت اتنی بڑھادی کہ وہ فرماتا ہے:-

اِنَّهُ مِنْ قَتْلِ نَفْسٍ يَغْيُوْ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَانَ نَمًا قَتْلُ  
النَّاسِ جَمِيعًا وَمَنْ اَحْبَاهَا فَكَانَتْ اَحْيَا النَّاسِ جَمِيعًا (سورہ مائدہ ۳۳)

جو شخص کسی کو قتل کرے گا یعنی بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں شرابی کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا اور جو اس کی زندگانی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا موجب ہوا۔

انسان زندگی کی رحمت و عظمت کے مسئلہ میں ایک اور سو، قلت و کثرت، فرد اور جماعت میں کوئی فرق نہیں ایک ایک فرد قیمتی اور ایک ایک جان انسانیت کی عزت مستعار ہے، ایک فرد کو پوری سوسائٹی کا قائم مقام بنانا کسی انسانی ذہن میں نہیں آ سکتا۔

**ملک کے لئے دوسرا خطرہ:**

میرے دوستو! ملک کے لئے دوسرا عظیم خطرہ جو اس کے سر پر منڈلا رہا ہے، خشک نظری اور جہدِ سیاسی، رسانی اور عوامی مصیبت ہے۔ اسی بیماری نے ہمارے ملک کو ماضی میں نکلے بکھرے کیا اور باہر کی طاقتوں کو یہاں آنے کی شہ دی یہ عفریت اب بھی موجود ہے۔ جسے بعض بیرونی اور اندرونی حالات نے دبا رکھا ہے، مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ راکشش ”الف“ لیک کے افسانوی دیو کی طرح کسی بھی وقت پھٹ سکتا ہے۔

اس ملک کے جنوب و شمال میں بڑی بچھگی اور بے اعتدالی ہے، جو کسی وقت تک اس کی ترقی ہے، پھر برادریوں اور ملک کے مختلف طبقاتوں کے درمیان بڑی بڑی دیواریں کھڑی ہیں، جو طبقہ اور برادری ایک مستقل دنیا ہے، ایک برادری دوسری برادری کے افراد کو اسی خیریت اور اہمیت کی نگاہ سے دیکھتی ہے، جیسے ایک قوم دوسری قوم کو اپنی برادری کے لئے وہ ہر طرح کی ممانعت اور حق تلفی کو روا رکھتی ہے اور اس کو نہ صرف چار دیکھتی ہے بلکہ ایک بڑی خدمت اور عبادت سمجھتی ہے۔ اگر کسی شخص میں کسی برادری کا کوئی فرد پہنچ جاتا ہے تو سارے جھگڑے کو اپنی برادری کے لوگوں سے بھرا جاتا ہے، اور اس میں کسی اہلیت اور قابلیت اور مستحق اور غیر مستحق کا کاغذ نہیں رکھتا ہماری سوسائٹی کا یہ دور ملک ہے جو اسے کھن کی طرح کھا رہا ہے، اور جس نے تمام اختلافات کو کھوکھلا اور کمزور بنا دیا ہے۔

اسلام ہی رہنمائی کر سکتا ہے

تک نظری اور انسانی و نسلی اختلافات کو دور کرنے اور فراخ دلی و بے تعصبی اور انسانی وحدت کا خیال و جذبہ پیدا کرنے میں بھی اسلام ہی بیش قیمت مدد و وسیع رہنمائی کر سکتا ہے، حب الوطنی کی صحیح جذبہ کے تحت یہ دیکھنے بغیر کے یہ اصول و نظریہ اور یہ بات کہاں سے آئی ہے اور اس کا کہنے والا کون ہے؟ صحیح اور مفید بات کو بولنا ہے اگر کسی مکان میں آگ لگ جائے تو نہ بھاگتے وقت یہ نہیں دیکھا جاتا کہ بالائی کس کی ہے اور پائی کہاں کا ہے، کسی مکان یا ہستی کی تباہی سے کہیں زیادہ ملک و قوم کی تباہی ہے، ملک کو خطرات سے بچانے، اسے سالمیت اور استحکام بخشنے کے لئے یہ تہ دیکھنے کہ ملک کے لئے مفید نظریات و قرآن مجید و حدیث نبوی و تفسیر سے ماخوذ ہیں، اسلام بلاشبہ ملک و ورثہ میں اس دوسرے خطرے کو دفع کرنے کے لئے بہترین رہنمائی کر سکتا ہے۔

نسل انسانی کی وحدت کا اصول اسلامی تعلیمات کا اولین اصول ہے، اسلام نے بار بار اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ نسل انسانی کا خالق بھی ایک ہے، اور ان کا مودت و ملی بھی ایک ہے، اسی لئے سب ایک ہی کنبے کے افراد اور ایک ہی ہستی کے پیدا کئے ہوئے ہیں، اور ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا  
وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ وَسَبِّحْهُ حَمْدًا ۝۱۴

اگرچہ ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم میں قوم اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کی شناخت میں آ سکیں۔

ملک کے لئے تیسرا اہم خطرہ:

ہمارے ملک پر دولت پیدا کر۔ لڑکا ایک بڑا بھوت سوار ہو گیا ہے جس نے ملک کے حالات اور اقتصادی نظام کو درہم برہم کر دیا ہے، وہ شخص اس فکر میں ہے کہ وہ راتوں رات دولت مند بن جائے، دولت حاصل کرنا ہر نہیں، بلکہ جلد از جلد دولت و زمین چاہئے اور پتھلی پر مہربوں بجائے کہ شوق تحت خدائے اور پانچوں ہے، یہ شوق ایک اداس کی طرح بہہ پڑا ہے اور ایک آتش فشاں پیرا کی طرح پھٹ پڑا ہے۔ اس مرض کا شکار شہر، قصبات اور دیہات سب ہیں، دولت پرستی کا یہ بیخون و کج مزاجی مرض مہربان کھایا کھوس ہوئے لگتا ہے کہ اس ملک میں ہر چیز بہہ توڑ چکی ہے، صرف دو چیزیں زندہ ہیں، ایک باہمی نفرت اور دوسرا زیادہ سے زیادہ دولت پیدا کرنے کی ہوس، بھتیجی، جاگتی حقیقتیں ہیں، وہ ہیں اور باقی سب کچھ فلتہ اور شامری ہے، باہمی منافرت کے واقعات آئے ان ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتے رہتے ہیں، ابھی اس نفرت کا رخ کسی فرقے کی طرف ہوتا ہے، کبھی کسی برادری کی طرف، ابھی کسی طہرہ زبان یا علاقے کی طرف تو ابھی کسی سیاسی پارٹی کی طرف ہے۔

سیاسی پارٹیوں کا اختلاف اپنی جگہ، سوسائٹی میں خدائی ٹرائیاں بہہ دور میں رہی ہیں مگر دولت پرستی کا اس طرح انحصار پر سوار ہو جانا کہ اپنے مفاد کے لئے ملک کے مفادات کی لڑائی بھی پروا نہ دے یہ کسی قدر شگفتگی کا باعث ہے۔

دور سے یہاں مختلف قسمی منصوبوں، پل، بانڈھ وغیرہ میں اتنی مقدار کا بیسٹ ور مسابہ استعمال نہیں ہوتا جس کی پہچان کے لئے ضروری ہے، تنہید اور مہربانی کی بجائے اس کی پروا نہیں کرتی کہ ان سے اس ملک سے اس شہر کو نقصان پہنچے، کوئی مفاد پرست نہیں، جس میں رشوت کا بازار گرم نہ ہو، اس بات کو مددگار بھی جانتے ہیں کہ دولت پرستی کا ایسا بیخون جو ملک

کے مفادات سے آنکھیں بند کر لے بہت بڑا خطرہ ہے، ایسے شخص اپنی زندگی کو خوشحال بنانے اور اپنے گھر کی فرمائش پوری کرنے کے لئے ملک کے عوام کو سریراقتسان پہنچاتا ہے چھوٹے سے چھوٹا کام ایمانداروں اور سادگی کے ساتھ کرنا مشکل سمجھا جاتا ہے ہر ایک کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور ہر قدم پر رشوت دینا پڑتی ہے، خود شہری زندگی کی آسائشوں اور حکومت کے انتظامات کے فائدوں سے محروم ہوتے جا رہے ہیں، ہر شخص کی نظر دوسرے کی دسیہ پر ہے اور وہ اس کی ضرورت و مجبوری سے ناگزیر فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ اور کہیں انسانی بھروسہ اور سچی حب الوطنی کا نام نہیں۔

اس خطرے کا علاج:

اس خطرے کا علاج صرف خدا کا خوف، آخرت کی باز پرس کا خطرہ ایسا داتا و چنا ذات کا تصور ہے جس کے متعلق یقین ہے کہ وہ دیکھ رہی ہے۔

حب الوطنی بھی کتنی حد تک اس کا علاج کر سکتی ہے، آپ میں سے بہت سے عموماً نے یورپ کا سفر کیا ہوگا، مغرب کے لوگ ان رزیکہ باتوں سے بچتے ہیں، یورپ کے خاص اور مشہور ممالک میں استحصاں اور منلی مفاد کو بالائے حاق رکھ کر دولت اندوزی کا رجحان نہیں پایا جاتا اور یہ جذبہ حب الوطنی ہی کی وجہ سے ہوتا ہے مگر اس مرض کا صحیح علاج آخرت کا تصور ہے، خدا کا خوف اور اس کی باز پرس کا خطرہ ہے۔







پر حملہ کرنے لیکن ترجمہ دہی بہت لڑتے ہو۔ (بخاری)

خیابانِ فرمانیے عرب کی اس وقت کی بد امنی و خونریزی، فسادت مری اور پھر اسلام کی مظلومیت اور کمزوری کو، جیسے ہونے لگی بعد از قیامِ دشمن کوئی اس شخص کے سوا کون نہ سکتا ہے جس کو نبوت کا یقین حاصل ہوا

اسرا شروع اس۔ یہ فتح تم نہیں اجات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور ابو بکرؓ یہ جہاد ہے جس کی ضرورت اور قربت کا یہ حال ہے کہ نہ جیسا عزیز وطن چھوڑنا چاہیے، اور رستہ کا بھی وطنستان نہیں، جیسے سے قریش کی روز تری ہے۔ آخر یہ واقعہ پیش آیا، سراقہ بن جہشم تیز رفتار کھوڑے پر پار۔ اٹھیا، لگا، سر پر تلے گیا۔ حضرتؐ نے بوکڑھ کے گھبرا کر کہا یا رسول اللہ (ﷺ) اللہ روز آگئی۔ فرمایا۔ کھیرا نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے، آپ نے دعا فرمائی اور مودا کھنڈوں کھنڈوں زمین میں منسب کیا۔ سراقہ نے لیا کہ یہ محمد (ﷺ) کا کھنڈہ ہے اس نصیبت سے چھوٹ جائے میرا۔ ہے۔ تن قہ کرنے والوں کو واپس کر دوں گا، آپ ﷺ نے دعا فرمائی کھوڑا اٹھ آیا، سراقہ نے پھر حاقب کا ارادہ کیا پھر وہی واقعہ پیش آیا، پھر اس نے درخواست کی اس مرتبہ نکل کر اس نے اپنے اونٹوں کی بیچیں کش کی، فرمایا میں تمہارے اونٹوں کی ضرورت نہیں۔ جب جانے لگا تو کہا سراقہ وہ کیا وقت ہوگا جب تمہارا ہاتھ میں کمری کے نقشے ہوں گے سراقہ فریب کی سمجھ میں نہ آیا کہ کبھی ایسا وقت آسکتا ہے کہ شہنشاہِ ایران سے کلکٹن ایک عرب اعرابی سے ہاتھ میں ہوں اس نے بڑی بے ساختگی سے پوچھا کیا کمری ان دنوں کے نقشے؟ فرمایا ہاں! فرمانیے اس کی کمزوری اور بے بسی کی حالت میں وہ کون سی نگاہ ہو سکتی ہے جو عرب کے ایک جدا گانے ہاتھ میں شہنشاہِ ایران کے نشان رکھتی ہے اور اس کی زبان اس کے دشمن کوئی کرتی ہے، کیا ظاہری حالت کے لحاظ سے اس کا کوئی امکان پایا جاتا ہے؟ یہی نگاہ نبوت ہے جو مستقبل کے اٹنی پر عند لے عند لے ستر سے رکھ لیتی ہے اور جس کو کھہری قیاسات اور واقعات کے خلاف پورے یقین کے ساتھ ایک واقعہ کی اطلاع دینے میں کوئی تعجب محسوس نہیں ہوتی۔

اب مدینہ آئیے، مدینہ کے گروہِ عشق کھوڑی جارہی ہے، اللہ کا رسول خود کھوڑے میں مشغول ہے ایک پھر ایسا آجوتا ہے جس پر کوا نہیں اور پھر بڑے کام نہیں کرتے صحابہ حضور

تھوڑے سے عرض کرتے ہیں آپ دنیا، آخرت، غیب سے جانتے ہیں، حالت یہ ہے کہ ویسے پر اور پتھر بندھے ہوئے ہیں، کہناں مارتے ہیں تو پتھر دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اور اس سے ایک چمک نکلتی ہے اور نہ دھو جاتا ہے کہ اس روشنی میں دنیا نے اپنا کجا، فیدہ گل اور شام کا زرو گل دیکھا ہے تم دن کھلوں کو فتح کرو گئے، تصور کیجئے یہ وہ کہہ رہا ہے جس کے گھر میں کونے کے کئے بھی نہیں ہے ایسے موقع پر کہہ رہا ہے کہ اسلام کا وجود اور مسلمانوں کی ہستی فطرہ میں ہے جب سے قبائل مدینہ پر چڑھائی کر رہے ہیں اور موت و زندگی کا سوال ہے مگر پیغمبرانہ یقین کی روشنی ایسی ہی اندھیروں میں چمکتی ہے۔

پیغمبروں کے بعد دنیا کی تاریخ میں یقین کی جو سب سے بڑی مثال ملتی ہے وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ہے اور اسی یقین و استقامت اور اتباع میں ان کی عمدہ صیغہ کارا ز بجاں ہے ان کے واقعات آتے ہیں کہ وہ صدیق اکبر کے لقب کے پورے مستحق ہیں اور اس بصیرت کا یہ نہانا بالکل حق ہے کہ ابو بکرؓ پیغمبرؐ کیسے تھے مگر کام انہوں نے پیغمبروں کا سنا لیا اور انہیں کیسی استقامت اور جنگلی دلالتی۔

مسودہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات ہو گئی ہے سارے عرب میں اترتے ہوئے آؤں پھیل گئی ہے، دنیا میں جس طرح پہ پہنچیں اور ٹوٹی تسبیح کے دانے پھریں اسی طرح قبائل اسلام سے ٹکٹے جا رہے تھے ایک ایک دن میں بیسیوں قبیلوں کے اترتے ہوئے خبر لگتی تھی، یمن، حضرموت، بحرین، نجد کے تمام علاقے مرہ، دوسکے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ قریش اور ثقیف صرف دو قبیلے سامنے آئے، یہودیہ اور نصاریت نے جو عرب سے جلا وطن ہو گئی تھیں سرانجام، اتفاق نے جو پہلے سوسائٹی کا ایک جرم اور پوشیدہ وجہ تھا، غلبہ اٹھ دی اور لوگوں نے اٹھ کر شرک و اتفاق کی باتیں کرنا شروع کر دیں، مسلمانوں کی ہوا سارے عرب سے اٹھ گئی اور ان کے آئین نہیں رہے، عرب سو دھنیں نے اپنی بلاغت کے ساتھ اس وقت کے مسلمانوں کی بے بسی، دور، اندکی کی تصویر کشی ہے وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی اس وقت وہ کیفیت ہو گئی تھی جیسے بارشِ کھارات میں بھیڑوں کی ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے بارہ میں ایک جاتی ہیں اور مری سے شہر نے نکلتی ہیں۔

میں اس حالت میں یقین اور اطاعت و فدویت کی ایک عجیب و غریب مثال سامنے آتی

ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیاوی ترقی کا سربہ حضرت امام کاظم علیہ السلام اور سوسالہ  
عقیدے پہنچنے والے تھے۔ یہ کہنا تھا کہ آپ کی وفات کی وجہ سے اس کا سربہ ہی ہو گیا تھا۔ یہ  
اس لشکر میں مہاجرین اور نصراء کے بڑے بڑے سردار اور میدان جنگ کے آزمودہ کار سہا  
ہیں۔ خود حضرت عمر بھی حضرت امام علی ماضی میں ہیں، یہ اس وقت کے مسلمانوں کی سب

سے بڑی فوجی طاقت تھی، مقلد و سگست شناسی کا لٹوی کی تھاوار جس کو سیاست کہتے ہیں اس کا  
فرمان مطلق آیا تھا۔ ان کے لشکر کا یہ میں نہیں ہے۔ احمدیہوں سے جن کا صحیح دشمن قطر تھا،  
مسلمانوں کی جان اور حریت و آزادی کی حفاظت کرے اس لئے کہ اس وقت اسلام کی بقا  
مدینہ پر منحصر ہو گئی تھی۔ حضرت ابو بکر سے عرض کیا کہ اس وقت اس لشکر کے توجہ  
آخر تین مدینہ پر تھیں۔ وہ جاب کا اس مشورے میں مدینہ کے تمام عقلا شریک تھے لیکن بارگاہ  
نبوت کا مہذب جس کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہذب پورا کرنا اور آپ کے ارادت و کمال  
میں انہی سب سے بہترین لٹوی اور سیاست ہے۔ منافق جو بے دینا ہے کو قسم ہے اس ذات  
پاک کی جس کے قطر میں ابوبکر کی جان ہے اگر تمہیں اس کا بھی یقین ہو جائے کہ جنگل کے  
درمیان مجھے اٹھالے جائیں گے جب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہذب پورا کروں گا اور  
امام کاظم بھیج کر دوں گا۔ آپ نے تقریباً چاروں کے لئے تیار کیا اور مشورے دیے کہ جو لوگ  
لشکر امام میں داخل ہیں، اس کی قیام گاہ حرف میں جتنی جا میں چنانچہ لشکر اپنے مقام پر پہنچ  
گیا، حضرت ابو بکر نے ان چھ گئے اپنے آدمیوں کو روک لیا ابو بکر نے کہنے لگے تھے اور ان کو  
اپنے قبائل کی حفاظت کے لئے مقرر کر دیا۔ جب لشکر کے سب آدمی جمع ہو گئے تو امیر لشکر  
حضرت امام نے حضرت عمر کو حضرت ابو بکر کی خدمت میں بھیجا کہ ان کی طرف سے دو ہر  
عرض کریں کہ لشکر کو واپس بلا لیں، ان کے ساتھ تمام معززین صحابہ اور سرداران قبائل ہیں۔ لشکر  
سننے والے کے بعد اس کا خطرہ ہے کہ دشمن خلیفہ اسلام و راز و ان مطہرات تک پر دست درازی  
کریں اور مشرکین ان کو مدینہ سے اٹھالے جائیں، انصار کا بیخا یہ تھا کہ لشکر پر زیادہ بن رسیدہ  
اور تیرہ ہزار آدمی کو امیر بنایا جائے، امام بہت نوجوان ہیں۔ حضرت عمر نے امام کا بیخا یہ پوچھا  
حضرت ابو بکر نے جواب دیا کہ اگر مجھے اتنے اور بھیجئے اٹھالے جائیں تو بھی میں لشکر خود  
روانہ کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس بات کا فیصلہ فرما گئے ہیں میں اس کو رد نہیں کر سکتا، اگر ماری



نے اس کو صدق کی۔ مگر ہمیں نصیحت ہے کہ اس لشکر کے روانہ ہونے سے سارے عرب پہ مسلح ہونے کی ہدایت دی جائے۔ وہاں پہنچے تھے کہ ان مسلمانوں نے اس عاقبت نہ دتی تو اس لشکر کو مذمت کے لہجے میں لکھتے، پتا نہ چلے کہ وہاں رہ رہ کر لکھتے تھے جو یوں کہ ہوئے اور مدینہ پر حملہ کرنے کا خیال دل سے نکال دیا۔ مگر ابن ابی اسیر کے الفاظ ہیں کہ کان انفاذ حیثیں امحاء اعظم الامور بعد الفسلیں اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کا روانہ نہ کیا گیا تو ان کے لئے عیب ستارہ وہ مفید ثابت ہوا۔

### دین کی قدر

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عزم، استقامت کا ایک نمونہ دنیا کی تاریخ ہی نہیں انجی عشق، یقین، اور شہادت نہ پیش کا ایک محرکہ بنی تھا۔ وفات نبوی ﷺ کے شخص ہی عرب میں منہ زکوٰۃ کا فتنہ پیدا ہوا اور وہی طرف سے سارے ملک میں پھیل گیا، عرب کے سارے قبائل اپنے اپنے گروہوں میں غماز و مزاح سے انکار نہیں مگر ہم زکوٰۃ میں ایک ہوا اور بھی نہیں دینے لگے۔ ایک دو تیسے، دس، پانچ، ۱۰۰ چار قبائل کو جھوٹا رسوا ملک میں نہ رہا تھا، حضرت ابو بکرؓ کی اگلی نصیحت نے دیکھ کر زکوٰۃ کا انکار رتھ کا پیش خیمہ اور دین سے بغاوت کی رنجش کی دہری بن گئی۔ جس نے ساتھ تو نہ لیا یہی بدست گیر، کفر و کفریت کا یہ دروازہ کھل گیا تو قیامت کب نہ آئیں ہو سکتا، ان زکوٰۃ کی باری نے تو دل ناپاکی اور پھر روزی کو تو اللہ ہی کا مال ہے، مستقبل کا مالرو اور نہ کسی موت تو بھی اپنے ہر گویہ کو اروت تھا کہ دین کا جو نمونہ رسول اللہ ﷺ چھوڑ گئے ہیں اور انہیں اس کے متولی مقرر ہوئے ہیں تو فی نقص واقع ہوا، اس موقع پر ان کی زبان سے یہ عبارت نکلا کہ تم انکار کرنے سے تم کو کماست بھٹکا کر لیا ہے، وہ ان کے ولی بدعات، دین کے نقص اور ان کی مقام ہدایت کا ترہان بنے انہوں نے فرمایا "بسلطنت الدین وانما حسی" (کیا یہ نہیں دیکھ لی میں اللہ کے کین میں قطع دہریہ ہوئی؟) انہوں نے جسے نہ لیا کہ حق کا یہ دروازہ بند کر دیا، بلکہ یہ بے گناہ ہے، اعمال کی دشواری سے اب سارا دنیا ایک طرف تھا اور ابو بکرؓ ایک طرف تھے، سمجھا کہ جیسے تھے کہ صرف ایک دین کے ترک سے انہیں زکوٰۃ سے تھوڑے شریکین، بغیر کی طرح کس طرف قتل جائز ہے، چھوٹے کہتے تھے کہ

سادہ عرب اس مکتبہ میں بٹا رہے تھے اس سے جنگ کی بجائے تھی، اس وقت تو یہی غیبت نے کہ ہم مدینہ میں رہ کر اللہ کی عبادت کرتے رہیں، لیکن حضرت ابو بکرؓ سمجھتے تھے کہ خدا کی قسم اگر ایک کمری کا بچہ بھی جو یہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے وہ کہیں سے تو ان میں ان سے جبار کروں گا، آخر کار ابو بکرؓ کا یقین اور جذبہ تمام شہرت و عزت و دولت پر غالب آیا اور اب نے ان کا ساتھ دیا، آپ نے مختلف سمتوں پر میارہ فوجیں روانہ کیں، یمن تو مستقل مدنی نبوت تھے یمن کی سرکوبی کرنی تھی عرب کے تمام جنگ آزما اور جبارانہوں نے بعد میں عراق و ایران فتح کیا ہے ان مدعیان نبوت اور مرتدین کے ساتھ تھے اور عرب کی پوری جنگی قوت اور شجاعت اسلام کے مقابلہ میں میدان میں آگئی تھی بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ اتنی بڑی جنگی طاقت اس سے پہلے بھی اسلام کے مقابلہ میں نہیں آئی تھی۔

اور مدینہ خالی رہ گیا تھا، اس کی شہرت ہو گئی کہ مدینہ میں لڑنے والے تھوڑے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے مدینہ کی حفاظت کے لئے حضرت علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور ابن مسعودؓ وغنی اللہ عنہم کو مقرر کیا اور اہل مدینہ کو مسجد نبویؐ میں حاضر رہنے کا پابند کر دیا، اس لئے کہ یہ مسلمان تھے کہ دشمن اس وقت جمع کر دیں گے۔ یمن ہی دن گزرنے پائے تھے کہ رات کو یکایک حملہ ہوا، مخالف دستہ نے تہہ آدوں کو روکا اور ابو بکرؓ کو اطلاع دی۔ حضرت ابو بکرؓ نے اہل مسجد واطلس کی اور دشمن کو پیچھے دھکیلتے دوڑنے لگی، کسی تک پہنچا دیا، وہاں انہوں نے غلغلہ میں دوا بھرا، بیہوش سے ہاتھ رکھا تھا ان کو انہوں نے زمین پر اس طرح کھینچا کہ مسلمانوں کے نوبت اس طرح نہ کہ یہ پہنچ کر دوا بھرا، مرتدین کو مسلمانوں کی کڑوئی کا سامنا ہوا اور انہوں نے اپنے ذمے سرزمین کی اللہ میں اس کی اطاعت کی اور یمن سے نکلے، مدینہ آئے حضرت ابو بکرؓ رات بھر جنگ کی تیاری کرتے رہے اور صبح ہی ایک نکلے، میدان میں دشمن نے سر پر چڑھی تھے اور ان کو گھوڑوں پر تھلایا، سو اتنے تھے دشمن کے قدمہ آ کر تھے، حضرت ابو بکرؓ نے ان کی قصد تک ان کا تقاب کیا، اس فتح نے اردہ ان کی طاقت پر بھی ضرب پڑی لیکن قبیلہ جس و قبیلان نے اپنے قبیلوں نے مسلمانوں کو یمن میں کمر کر دیا، حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھائی کہ وہ مسلمانوں کا پورا بدلہ لیں گے اور جتنے مسلمان شہید ہوئے ہیں ان سے زائد شہرین کو قتل کریں گے، اس وعدہ میں مدینہ طیبہ میں زکوٰۃ کے جانور پہنچے اور حضرت اسامہؓ کا لشکر

چالیس دن کی غیر جانبداری کے بعد وہیں دو حضرت ابوبکرؓ نے ان کو مدینہ میں اپنا جانشین بنایا اور ان کے فتنہ کو آرام کرنے کا حکم دیا اور اپنے ساتھیوں کو نئے سرہ سے نکلے مسلمانوں نے ان کو اللہ کا واسطہ دیا کہ وہ مدینہ ہی میں رہیں، انہوں نے فرمایا میں مسلمانوں کے ساتھ پوری مساوات کا سلوک کروں گا اب یہ تو تم کریں گے اور میں جو دنگا چنانچہ مدینہ سے نکل کر دور تک دشمن کو ہزیمت دیتے چلے گئے اور مسلمانوں کا رعب قائم ہو گیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے یقین اور جوش نے مسلمانوں میں جو جذبہ جہاد اور سرافراشی کی روح پیدا کر دی تھی اس کا اعتراف کرنے کے لئے شعیبوں معرکہ میں سے صرف یہاں تک جنگ کے حالات کافی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس جذبہ اور روح کے بغیر مدینہ کا فتنہ عالم آشوب اور قبلہ کی حرب کی نسبی مصیبت اور بدعتی شجاعت کا مقابلہ (جس نے کچھ ہی عرصہ بعد ایران و شام کی فوجوں کے پتھلے فخر ادا کیے) ممکن ہی نہ تھا غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس قلاب میں ابوبکرؓ کے یقین اور ان کا جذبہ کار فرما تھا۔

یہاں نجد میں واقع ہے یہ قبیلہ بنی حنیفہ کا مرکز تھا، بنی حنیفہ جو ربیعہ کی ایک شاخ ہے باہلیت میں ختم ترین مذاہب اور موروثی دشمنی اور مصیبت تھی اسی قبیلہ میں مسیلہ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کچھ لوگوں کو اپنی شیعہ و بازیوب سے اور زیادہ تر خانہ دانی مصیبت و مصیبت کی بناء پر اور قریش کی دینی مرکزیت اور سیاسی طاقت کو توڑنے کے لئے اپنا اعلان کیا، حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا اور مہاجرین کا ناصر اور اکابر صحنہ کی ایک بڑی جماعت کو ان کے ساتھ لے کر، بنی حنیفہ نے یہاں کو اپنی چھوٹی بڑیا تھانہ ان کے لشکر میں چالیس ہزار لے والے تھے، بنی حنیفہ کے مقرر نے نہایت پر جوش تقریر کی اور سرے قبیلہ کو مرنے مارنے پر آمادہ کر دیا، مہاجرین کا جھنڈا، مسلم مولیٰ ابی حنیفہؓ کے پر تھا اور انصار کا جھنڈا اثابت بنی قیس کے پاس لوگوں نے سالمؓ سے کہا کہ ہمیں تمہاری طرف سے خطرہ ہے، انہوں نے فرمایا پھر بھی حافظہ قرآن کیساتھ ہے مجھے پروا دوسرے قبیلے اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے تھے ان کی شروع ہوئی اور اتنی ختم ہوئی کہ سورن ان اثر کہتا ہے کہ اس سے پہلے مسلمانوں تو اس سے ختم جنگ کبھی پیش نہیں آئی تھی یہاں تک کہ مسلمانوں کے پاؤں اکٹرا گئے، مسلم لوگوں کے ایک دوسرے جاکا کہ کہاں جاتے ہو، انصار کے علم بردار ثابت نے



کہا مسلمانو! جینے بنے تم نے پروردگار کو ۱۱ سچے اللہ میں جو خلیفہ (مرتدین) کے گھس سے بیزار ہوئے اور مسلمانوں کے عمل سے معذرت خواہ ہوں یہ کہہ کر آئے۔ اچھے شہید ہو گئے۔ حضرت زید بن الخطابؓ نے جو حضرت عمرؓ کے بھائی تھے، مسلمانوں کو آواز دی کہ بھاگیں چکیں کہ لودا اتوں آویزاں ہو اور دشمن کے قلب میں گھس جاؤ اور دہرتے ہوئے بڑھے ہوئے حضرت ابو حذیفہؓ نے کہا کہ اے قرآن و اوتاج اپنے عمل سے قرآن کو آراستہ کرو۔ حضرت خالدؓ نے زور کا ملکہ کیا اور دشمن کو بہت چھیڑ دھکیل دیا، اب کھسار کی لڑائی ہو رہی تھی۔ بنو سنیہؓ اپنے ایک ایک قبیلہ کا نام لے کر جوش پیدا کر رہے تھے، ہار کھینچنے لگ کر رہے تھے لڑائی کا یہ طوڑ تھا کہ کبھی مسلمانوں کا چہرہ بھاری معلوم ہوتا تھا مگر مرتدین کا اسی عرصہ میں سرالمسلمان ابی حذیفہؓ ازید بن الخطابؓ کام آئے، حضرت خالدؓ نے لڑائی کا یہ رنگ دیکھا تو کہا دواؤ ذرا اللہ اللہ ہو جاؤ تاکہ ہم کو ہر قبیلہ کی شجاعت اور سرکردگی کا اندازہ ہو اور اس کا پتہ چلے کہ یہ راتوں سا، زور کزور ہے جس سے ہم کو نقصان پہنچ رہا ہے چڑخو قبیلے قبیلے جدا ہو گئے اور لوگوں نے کہا کہ اب فرار سے شرم آئی چاہئے۔ اس کے بعد سخت خونریز معرکہ ہوا اور میدان و شوں سے پٹ گئے زیادہ تر مہاجرین، انصار اس معرکہ میں کام آئے۔ سیلہ ایک جگہ جما کھڑا تھا اور اس کے گرد لڑائی کی بجلی چل رہی تھی۔ حضرت خالدؓ نے بھانپ لیا کہ جب تک سیلہ نہ مارا جائے گا جو خلیفہؓ نے جو جسے پست نہیں ہوں گے۔ حضرت خالدؓ نے اسے آگئے اور یا محمدؐ (جو اس وقت مسلمانوں کا شعار تھا) کہہ کر اپنے مقابلہ کے لئے لہکارا اور جو سامنے آیا اس کو خاک و خون میں سلا دیا۔ جب کئی پہنچاؤں مارے گئے تو حضرت خالدؓ نے سیلہ کو آواز دی کہ مقابلہ پافو۔ اس نے منظور نہیں کیا، حضرت خالدؓ نے زور کا ملکہ دیا، سیلہ کے قدم اکھڑ گئے اور جو جگہ اس کے گرد پیش تھے وہ اپنی جگہ پر برقرار رہا۔ حضرت خالدؓ نے مسلمانوں کو نلکارا اور مسلمان ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور بنو حنیفہؓ چپا ہو گئے اور انہوں نے سیلہ کو آواز دے کر کہا کہ جس کا تم نام ہے وہ مدہ کرتے تھے وہ کہاں ہے؟ سیلہ نے کہا کہ اب اس وقت اپنے خاندان اور اپنے قبیلہ کی طرف سے لاؤ، اس عرصہ میں بنو حنیفہؓ کے سردار کلوم نے اپنی قوم کو آواز دی کہ باغ میں آ جاؤ۔ بنی حنیفہؓ ہر طرف سے سمت کر باغ میں آ گئے اور دروازہ بند کر لیا، اب ان مانگنے لگے کہ کہا کہ مسلمانو! مجھے اٹھ کر باغ میں پھینک دو، لوگوں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا، یہیوں نے خدا کی قسم

دی کہ مجھے باغ کے اندر زوال ہی دو، چنانچہ لوگوں نے ان کو ہٹا لیا اور وہ کسی طرح وادی پر چڑھ گئے اور باغ میں کود گئے اور دروازہ کھول دیا۔ باغ میں پہنچ کر ایسی تھکسان کی بڑائی ہوئی کہ باغ و شاہ قریبین کے کشتوں کے پتے لگ گئے، خاص طور پر جی حنیفہ کا سخت جانی نقصان ہوا۔ انصار کے طبردار ثابت بن قیس بھی شہید ہوئے، ان کا پاؤں ایک شخص کی تلوار سے کٹ گیا تھا انہوں نے وہی پاؤں اس زور سے اس شخص کے منہ پر مارا کہ وہ مر گیا، وحشی جو حضرت حمزہ کے قاتل تھے اور اپنے اس گناہ کے کفارہ کے فکر میں رہا کرتے تھے سیلہ کی تارک میں تھے انہوں نے اپنا بھال پھینک مارا جو ٹھیک نشانہ پر لگا، ایک انصاری نے بوجہ کرمیلہ کی گردن اڑا دی، سیلہ کا قتل ہونہ تھا کہ حنیفہ کے قدم ہوا کھڑ گئے، مسلمانوں نے ان کو تلواروں پر رکھ لیا اور ان کے اکثر آدمی مارے گئے، مسلمانوں میں سے صرف مہاجرین میں سے تین سو ساٹھ آدمی کام آئے، بتلکڑوں حافظہ قرآن تھے جنہوں نے اس میدان میں شہادت میں اپنے علم و عس کا حق ادا کیا۔

جی حنیفہ کے سردار مجاہد نے غلط بیانی اور فریب دہی سے حضرت خالدؓ سے ایسی صلح کر لی جس میں قبیلہ کی جان محفوظ ہوگئی، بعد میں دربار خلافت سے حکم آیا کہ حنیفہ میں سے نو سو مرد بچھوڑا جائے مگر حضرت خالدؓ نے اس امر کی پوری پابندی کی اور اطاعت دیدی کہ صلح ہوئی تھی اس لئے اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ سے کہا کہ تم اپنے چچا پر قربان نہ ہو گئے، مزید غصہ یہ ہونے اور تم زندہ ہو جاؤ، میں تمہارا منہ دیکھنا نہیں چاہتا، عبداللہؓ نے کہا کہ اس میں میرا کیا قصور ہے، ہم دونوں نے شہادت کی تمنا کی تھی ان کی تمنا پوری ہو گئی میری تمنا پوری نہیں ہوئی۔ مسیور کذاب، اس وحشی، ظالم مدعیان نبوت کے یکے بعد دیگرے حسب قتل و شہادت اور مرتد قبائلی بڑے نبوت اور قتل و غارت سے سارا حرب مرتدین سے صاف ہو گیا، حضرت ابو بکرؓ اور ان کے اسرا کی پوش نے حرب کا گوشہ گوشہ اور قبیلہ قبیلہ مرتدین سے صاف کر دیا اور مرتدین سے صاف طور پر گھوڑا، ایک نام کثیر پر تھے، ہمارے مقتول ناری اور تمہارے مقتول شہید ہیں جو کچھ میدان جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا وہ مال غنیمت ہے اور ان کے ہاتھ سے جو مسلمان شہید ہوئے ان کی وصیت (خون بہا) ادا کی جائے گی اور جو مرتدین کے ہاتھ آیا ہے وہ مسلمانوں

کو چسپاں کیا جائے گا۔ اگر چہ یہی واقعہ اور باقی رہن چاہتے ہیں وہ عرب کی سزا میں چسپاں ہیں اور چسپاں چسپاں ہونے سے بچنا چاہتے ہیں۔

اس وقت احمد خان ترمذی حضرت ابو بکر کا وہ چارنما ہے جس کی نظیر سے امتوں کی تاریخ نکلتی ہے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی چار بیعتوں کا حق ادا کر دیا۔ آج یہ میں ان کے ساتھ ہوں۔ یہ وہ اس کی شہادت ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہے۔ تو یہ رسول اللہ ﷺ (اور ان کے ساتھ) کے ساتھ ہے۔ حضرت ابو بکر بنی کی استقامت، عمارت، وجود و جہد کا نتیجہ ہے۔ آج وہ نے زمین پر ہیں۔ انہیں اس کے ساتھ کھڑی رکھیں اور وہ ہے، ان کی ساری شہادت ہے اور ان کی پر عمل ہوا ہے۔ اس میں حضرت ابو بکر کا حصہ ہے، آج ان کی ہر حرکت، لفظ کا پیچہ، ہر لفظ کی ہر حرکت، آج کے ہر لمحہ میں حضرت ابو بکر کا حصہ ہے، اس لیے کہ ان کے لفظ کے ہر لمحہ میں دشمنوں کی جاتی کو نہ مار رہی نہ روک رہی ہے اور وہ ہے یہ کہ یہ دین دہا میں رہتی ہے (اور وہ) قیامت تک باقی ہے۔ حضرت ابو بکر کو اس امت کے اعلیٰ کا اجر ملتا ہے، اور وحشی اللہ عنہی بھی مکروہ اور صاف

میرے دوستو! یہ عزیمت و استقامت حضرت ابو بکر کے اس بیعت کا نتیجہ ہے جو ان کو منقولہ نبوت اور مرکز ایمان و یقین بنا دیا تھا اور جس کی بنا پر وہ صدیق اکبر کہلاتے ہیں جس کی بدولت انہیں کے دین کی ساری بھری عمارت کو چھڑا دیا۔ اور اس کی بدولت ہونے والی ساری بات کو قوت سے پورا کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ہم پر آپ ایسا وقت آیا تھا اگر اللہ تعالیٰ ہر وقت ابو بکر کا حال نہ دیکھتا تو ہماری بلاست میں کوئی کسب نہ ہوتی تھیں۔ یہی تھی کہ ہم نے اس پر تعلق کر لیا تھا کہ وہ اس کے بیٹے (ابو بکر) کے ہر لمحہ کے ہر لمحہ میں ہمیں ایک شخص لکھیں گے اور ہم نے ان میں روک لیا کہ ان کی ہر بات جو کہہ دیں پڑے گی کہہ کر رہیں گے یہاں تک کہ ہر وقت چاہتے ہیں ابو بکر کے اور امت میں کی ذات و نورانی اور ان کے لفظ کے ساتھ باپ سے لے کر کسی چیز پر نہ ہونے میں نہ رہے۔

انہیں اس یقین کے ساتھ میں ہر لمحہ کہہ دیں کہ یہی صدیق اکبر ہے، یہی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کی عاقبت کیا ہے، وہی اللہ تعالیٰ کے چہرہ ہے اور اس کو سر پر شاہ ایمان، محل صلا،

قائد ملی اللہ نہ ہو، بلکہ مادی سبب، سیاسی تدبیر اور جوڑ توڑ ہو، اس کا انجام بعض اوقات بہت خراب ہو جاتا ہے۔ واقعات ظاہر ہیں کہ ایسا یقین، وراپک شخص کی ضد اور غامض قول وڑ پر قربان ہو جاتی ہیں۔ اس یقین کے لئے جس کے ساتھ اللہ کی مدد ہوتی ہے کہ:-

(۱) وہ نہ اے اللہ کے اعتماد پر مخلوق کے کسی وعدہ کی امید پر نہ ہو۔

(۲) مشہور ہندو میں کہی گئی جاتی ہے۔ پھر بصیرت ایمانی جو کچھ فیصلہ کرتے ہیں اس پر مضبوطی۔  
- تہ نیک ہو جانے۔

(۳) صاحب یقین، ایمان و اخلاص کے دولت سے مالا مال اور صلہ صالح سے متصف ہو اور اللہ تعالیٰ سے بندگی کا نصبہ بھی تعلق رکھتا ہو۔

(۴) اس کی بنیاد حق اور صداقت پر ہو، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا مقدمہ جنتی اور کٹر ورنہ

ہو۔

ان صفات کے بعد اہ پیش آئے گا جس کا وعدہ اس آیت میں کیا گیا ہے۔

”رَبِّ الدُّنْيَا قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَغَامُوا نَسُوا عَلَيْهِمُ اللَّهُ لِيُكَفِّرَ عَنْهُمْ

لَا تَنْفَعُ لَهُمْ وَلَا تَنْجُرُهُمْ وَلَا تُنْقِضُ لَهُمْ الشُّعْرَةَ النَّارُ كُنْتُمْ تُوعَدُونَ لَهَا

أُولَئِكَ كَانُوا فِي الْيَأْسِ الذُّلْبِ وَفِي الْأَجْرَةِ“

آیت علم اسلام پر جو مصائب آور ہے ہیں، اور دین کا ایوان جس طرح تزلزل میں ہے مسلمانوں کے موصیے جس طرح زلزلہ اور ان کی طبیعتیں جس طرح افسردہ ہوتی جا رہی ہیں اور وہ اسلام کے مستقبل سے گویا ناامید ہوتے جا رہے ہیں، ایسا وناامیدی کے الفاظ اس طرح زبانوں اور قلم پر آنے لگے ہیں اس میں وہی یقین کی ضرورت ہے، جو کرتے ہوئے دلوں کو تھم سے، بجھتی ہوئی طبیعتوں کو گرمادے اور موٹی ہوئی امتوں کو چمکادے، ذیال فرمائیے، نقد ارتداد کی اس صورت حال اور مدعوہ صورت حال میں کتاب بزرگ فرق ہے۔ مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی وفات نے نیم بہان اور بے حال کر دیا تھا، ہر شخص شبیہ کی کیفیت محسوس کر رہا تھا، وہ عزیمتیں ہستی جو دشمنوں کا سر ہمہ اور دلوں کی ذہاریں تھیں اور جس کو اپنے میں پڑ کر تمام مصیبت آزمائشیں اور ہر غم خدا بردہا تھا، اور جس کے چہرے کو اکلے کر نازک دل عورت جس کو باپ، بھائی، بیٹے، شوہر کی شہادت کا تارہ دار زہ داغ دکھانا پکارا جھٹتی تھی ”کل مصیبة بعد للجلل با

رسول اللہؐ

آپ کے ہوتے ہوئے ہر صیرت نفعی ہے یا رسول اللہ ﷺ اللہ وہ ان کے درمیان سے اٹھ جاتی ہے اور اس کے نصیحتی ہر طرف سے زندہ رہتا ہے اسلام نبی و پیغمبر اور اس المانی جو اس کا اصل سرمایہ تھا یعنی عرب اور قبائل عرب وہ ان کے ہاتھوں سے اٹھ جاتا ہے اسلام جو عرب کے گوشہ گوشہ میں پھیل گیا تھا نہ صرف یہ تھا کہ اور طائف میں محصور ہو رہا تھا۔ دشمنوں کی مرکز اسلام (یہ کہ پر بھی نکالیں ہیں اور ملک و شام تمام کی خطرہ ہے) انہیں کی ایرانی اور رومی شہنشاہیں بھی تاک میں ہیں ان سے فیضیہ چھڑا کر شروع ہو چکی ہے۔ قرآن مجید سینوں میں ہے۔ اس کی تعمیر مبنی ایسی مائیسہ اشاعت بھی نہیں ہوتی۔ اسلام کی سرمدی سڑک ایک "فیض" پر ہے۔ وہ دو فیضیہ طاہر میں ہے۔ انہیں اللہ عز و جل کی کی بار بار ہر دستیں اور کثرت روئے پاک پر اور ان کے وقت و احوال ہر فرشتہ رفیقوں پر کہ ان پر ناما میدی کا نصب ہوا ان کے حوصے پست ہونے نہ بدست نکلتا، انہیں نے ایک طرف رسول اللہ ﷺ کی آخری خواہش اور فطرت کی تکمیل کی، دوسری طرف سارے جزیرہ ہزارے عرب کی پھیلی ہوئی ارتدادوں کی آنکھ کو بچھا دیا، پھر ایسے وقت میں دنیا کی "عظیم ترین مصلحتوں پر حملہ کر دیا وہ اسلامی فیض میں جو مرتدین سے جہاد کر کے نینھتے۔ پانی تیس عراق و شام کی ان مظلوموں کے سر پہ پھینکا نہیں جن کے دستان و ذخائر لچر محمد و ابراہیم کی مملکتوں کے خیال سے زیادہ وسیع تھے۔ وہ پھر جب تک عراق سے لے کر ہندوستان تک اور عرب کی شمالی سرحد سے آجائے طریقہ ادا جانے کا مقصد نہ ملک مارا میدان کائناتوں کے حرافہ نہیں کر دیا جتنے سے نہیں ٹیٹھ، یہاں تک کہ ایشیاء میں چین چھوڑ کر تمام مسلمان ممالک، افریقہ کا سارا آباد و مظلوم علاقہ اور یورپ کا ایک حصہ اسلام کا زیر نگین ہو گیا۔

لیکن اس وقت کے متبادل میں آج دنیا کا نقشہ آئینہ اور سی ہے اس وقت مسلمان صرف یہ کہ اور طائف میں دھکے کھاتے تھے لیکن آج دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جس میں اسلام کے نام کی موجودہ ہوں اس وقت مسلمانوں کی تعداد ہزاروں سے زیادہ ہو چکی تھی آج وہ اپنی ترقی کے بھی سچے وز ہیں، اس وقت تین شہروں و پھر زائر اور کئی مسلمانوں کا کمانہ اقتدار مصلحت تھا لیکن آج ان کی میلوں تک میں موجود ہیں اور انہوں میں ربع میں زمین ان کے زیر اقتدار ہے،

اس وقت مشکل سے اپنے مسلمان دوستوں کو دیتے جنہیں انہیں کے ساتھ دونوں وقت کا اہم سہارا  
لیکن آج شادی ہوئی ہے۔ دوبارہ ہو کر رہا ہو اس وقت ہزاروں کی دوست رکھنے والے مسلمان  
بھی انگلیوں پر گنے جاسکتے تھے لیکن آج کروڑوں کی مالیت رکھنے والوں کی تعداد بھی ہزاروں  
سے متجاوز ہے۔ آج نہ یاس کا مہر ہے نہ ہر اس کا۔ ضرورت صرف اس وقت کی ہے کہ اللہ کی  
نہ سے من جائیں اپنے آپ کو بحران و یقین اور محسوس صانع سے قریب کر لیں۔ اگر ہم نے اس  
مربطہ کو توڑ دیا تو کمالات اور شہادت یقین کی حرارت اور عمل کی قوت کے سامنے اس طرح ذلیل  
ہو جائیں گے اس طرح آج کا کبر اور رات کی شہر سوخت کی برکت کے سامنے مایوس ہو جائیں  
ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں دین کی خدمت کی جگہ اور حقیقی عزت کے لیے فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین  
والسلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

# ترقی پر ایمان کی سلامتی کو ترجیح دیجئے

[یہ تقریر ۲۰ جون ۱۹۷۷ء کو مسلم کمیونٹی سنٹر (MCC) چیکاگو (امریکا) میں کی گئی۔  
اس موقع پر امریکہ میں اسلامی تنظیمات اور اداروں کے کارکن بڑی تعداد میں  
موجود تھے، جنک پیورہ امریکہ کی آخری تقریر تھی۔]

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على من لا نبي بعده.

میرے عزیز بھائیو! اور بہنو!

تین بھتے ہوئے ہیں کہ میں شمالی امریکہ اور کینیڈا کے دورے پر ہوں، اس عرصے میں  
درجنوں تقریریں اردو اور عربی میں ہوئیں، تقریریں تو تقریروں کی طرح ہوتی ہیں، اس  
میں خطاب کا عنصر بھی تھا، اور مضامین کا اعادہ ہو کر رہا بھی، لیکن آج کی اس مجلس کی اور میری  
تقریر کی نوعیت، اس سے مختلف ہے، میں آج تقریر نہیں کروں گا، بلکہ باتیں کروں گا، باتیں  
بھی ایسی جیسے ایک خاندان کا فرد اپنے خاندان کے دوسرے عزیزوں سے ملنے کے بعد کچھ  
تاثرات و تجربات بیان کرتا ہے، اس نشست میں چند عملی باتیں اور ذاتی تجربات (POINTS)  
POINT) پیش کروں گا، میری درخواست ہے کہ آپ انہیں اپنی ڈائری میں قلم بند کریں، یا یاد  
داشت میں محفوظ کر لیں، میں اس گفتگو میں نہ مبالغہ سے کام لوں گا نہ تواضع سے نہ کچھ حاشیہ  
آرائی کروں گا اور نہ خود کو خدا کا کساری پر توں گا۔

اس سفر میں مختلف مقامات پر افراد اور جماعتوں کے کارکنوں سے ملنے کے بعد میرے  
ذہن نے چند باتیں نوٹ کی ہیں، اور کوئی تعجب نہیں کہ یہ سفر جس کا سہرا (SAR) اور (SAR) ہے  
نیک اور خالص بھائیوں کے سر ہے، جو دو تین سال سے مجھے یاد کر رہے تھے، یہ باتیں اس سفر کا  
سہرا یہ اور قیمتی تحفہ ہیں، میں بھی اللہ سے دعا کرتا ہوں اور آپ بھی کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میری زبان

سے انہی باتیں کہلاتے جو بہت دنوں تک آپ کو کام میں، اور میرے اس سفر کو بھی حصول  
کراہیں، کیوں کہ میں بہت دیر میں کہ میں نے اس سفر کا حق ادا کیا یا نہیں؟ میں اتنا لبا  
فاصلہ طے کر کے آیا اور سفر کے سلسلہ میں جو ضروری انتظامات اور لوازمات ہوتے ہیں، وہ سب  
ہوئے، کہیں مجھ سے خدا کے یہاں سول نہ ہو، وہ معنا ہے کہ مجھ سے اس سفر میں بہت سی  
غلطیاں اور کوتاہیاں ہوئی ہوں، میں بالکل اس معیار پر قائم نہ رہا جس پر مجھے قائم رہنا  
چاہئے تھا، شاید آج کی بات دیت سے اس کے کچھ کٹا، وہی صورت پیدا ہو جائے، خدا کرے  
کہ یہ باتیں آپ کو یاد بھی رہیں، کیوں کہ باتیں بہت کی جاتی ہیں، ہر تقریر کے بعد سوال و  
جواب کا سلسلہ بھی ہوتا ہے، اور اکثر کام کی باتیں بھلا دی جاتی ہیں، یہ بھی ہوتا ہے کہ مقرر کی  
تقریر کے دوران ہی ذہن سوال سوچنے لگتا ہے کہ اس پر ہم کیا سوال کریں گے، میری  
درخواست ہے کہ جس وقت تک میں آپ سے باتیں کروں اس وقت تک آپ اپنے ذہن کو  
سوال بنانے میں مشغول نہ ہونے دیں۔

سب سے بڑا خسارہ ہے:

پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ اس بات کی بھرپور کوشش کریں گے کہ آپ کے پاس اسلام کا  
جو سرمایہ ہے، وہ کھوئے نہ پائے، اگر آپ کو ذرا ملاحظہ آ جائے کہ دنیا کی زندگی کتنی مختصر  
ہے اور آنے والی زندگی کتنی حویل ہوگی اور آخرت میں کن مراحل سے گزرنا پڑے گا تو آپ  
کے دو گھنٹے کھڑے ہو جائیں، بلکہ ہو سکتا ہے کہ آپ کا شدت پریشانی میں دیر نکلی جائے، اگر ہم  
نے اس ملک میں سب کچھ کیا لیکن آخرت کے انتہار اور خدا سے خوف کی یہ کوئی بنا دی تو ہم  
سے بڑھ کر کوئی بد نصیب نہ ہوگا، میں ایک حقیقت پرند انسان کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ خدا کی  
قسم دالنے والے کا محتاج ہونا اس سے کہیں بہتر تھا کہ ہم اپنے آپ کو اس خطرے میں ڈالیں،  
اور اپنی اولاد کے ریشی مستقبل کو دھوکے پر لگائیں، سب کچھ ملا اور ہم اپنے ایمان کی دولت کھو  
لیں تو یہ سب سے بڑا خسارہ ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص میں تین باتیں ہوں گی اس کا ایمان مکمل ہوگا، ان  
میں سے ایک یہ کہ اس تصور سے کہ وہ کفر کی طرف واپس جاسکتا ہے، اس پر ایسی دہشت طاری  
ہو، کہ جیسے کوئی کسی کو بکڑ کر آگ میں ڈالنے لگے۔



بہر ان آیتوں کے مصداق نہ ہوں کہ۔

قُلْ هُنَّ لِنَفْسِكُمْ بِأَنَّا خُمُورٌ غَضُلٌ ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَبِيلُهُمْ فِي  
الْخِيَاةِ الْمُنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ خُلْعًا ۝

ہم نہیں جانتیں کہ وہ لوگ کون ہیں جو اچے عمل کے اعتبار سے بڑے نقصان میں  
رہنے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی مادی کوشش دین کی زندگی میں بھٹک کر رہ گئی اور وہ  
سمجھ رہے ہیں کہ وہ بڑا اچھا کام کر رہے ہیں۔

اس میں بڑی عبرت کی چیز یہی ہے کہ وہ بے چارے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بہت اچھا کام  
کر رہے ہیں۔ لیکن یہ وہ ہے کہ یہ آیت ہم لوگوں پر منطبق نہ ہوتی ہو۔ بہت سے لوگ آیت میں  
کہ جو خط کام کرتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ غلط کام کر رہے ہیں، لیکن موجودہ جہیز کی  
خصوصیت یہ ہے کہ وہ وہی نہیں سمجھتے کہ وہ غلط کام کر رہے ہیں، اپنے عمل پر وہ مطمئن ہوتے ہیں کہ وہ  
اچھا کر رہے ہیں، مثلاً کوئی ہندوستان، پاکستان میں اپنے کسی دوست سے پوچھے کہ تمہارے  
بھائی کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ تو وہ کہے، ماشاء اللہ امریکہ میں ہیں اور، دونوں باتوں  
سے دلت لوت رہے ہیں، امریکہ میں ان کو اتنے سوڈا ملتے ہیں، یہ تو وہاں کہا جاتا ہوگا، اور ہم  
یہاں کہتے ہیں کہ ہم تو بڑے دلچسپ رہے، دیکھ رہے ہیں، پوچھ رہے ہیں، اور اگر اپنی میں ہوتے تو  
کیا کہتے؟ ہم کو تو یہاں وہاں رہا ہے وہ جو وہاں ہو رہا اور مشر کو بھی نہیں ملتا، ”یَحْسَبُونَ  
أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ خُلْعًا“

یہی بات تو یہ کہہ رہے ہیں کہ اس سے ڈر رہے، اور ہر ترقی پر خوش حالی یا ایمان کی سوائی کو  
ترجیح دیتے ہیں کہ ایمان یہاں سے سلامت چلا جائے کہ مشر کے دن ایمان کی حالت میں نہیں،  
میں تو کہتا ہوں کہ جو آدمی امریکہ میں رہے ہوئے ایمان سلامت لے جائے گا اور مشر کے دن  
ایمان کے ساتھ اٹھے گا شاید اس کا اثر اس سے بڑا ہو جو عرب کی سرزمین میں ایمان کے ساتھ  
اٹھے، کیونکہ اس نے اپنی فتح ایمان کی حفاظت و تحریک کے طوفان میں کی، حدیث میں آتا  
ہے آپ ﷺ نے فرمایا ”میرے پیغمبر ہوئی ایسے ہوں گے جو ایمان پر تو تم رہیں گے، اور دین  
کی پابندی کریں گے“ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم آپ ﷺ کے بھائی نہیں ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا تم مجھ سے ساتھی ہو، لیکن میرے بھائی وہ ہیں جنہوں نے مجھ کو دینا نہیں وہ بہت بعد میں آئیں گے انہیں ایمان و غلبہ ہوگا۔

امریکہ میں ولایت کا درجہ:

اس میں بالکل مبالغہ نہیں کہ آپ حضرات امریکہ میں ولایت کا علمی سے اعلیٰ درجہ حاصل کر سکتے ہیں اور اللہ کو آپ کا مکمل کہیں زیادہ عزیز ہوگا، جب بچہ کہیں دور بیٹھا جاتا ہے تو ماں کا دل اس سے زیادہ اٹکا رہتا ہے اور وہ اعانتی ہے کہ میرا بچہ پرولیس میں ہے، اللہ اس کی حفاظت کرے آپ اسلام کے وہ فرزند ہیں جو مہذب اسلام سے بہت دور کم مسافرت اور اکثر ولایت کے ترسے میں ہیں، آپ پر اللہ کی نظر زیادہ ہوگی، آپ خدا کی رحمت سے بہتر مایوس نہیں۔

ایمان کو ہر حال میں ترجیح دیجئے، فقر و فاقہ کی حالت میں ایمان لا کھ دیجئے، بہتر ہے، اس دولت و سلطنت سے جو ایمان کے بغیر نہ ہاںشا، اللہ آپ سب ذہین اور تعلیم یافتہ ہیں، اگر آپ کو ذرا غصہ محسوس ہو کہ یہاں ایمان کا نظریہ ہے تو چاہئے آپ کو اپنے وطن یا جہاں دین و ایمان کی حفاظت کا اطمینان ہو، پیدل جاؤ پڑے، سب انس و عیال کو پیدل لے کر چلے جائیں اور فرماؤ: من خذہ اللہ فی۔

وَلَا تَقْوُتُوا الْإِلَٰهَ وَأَنْتُمْ تَسْلُفُونَ (۱)

اور نہ مرنے کو تم اس حال میں کہ تم خدا کے فرمانبردار ہو۔

پرمحرم کرنے کی ہرجاں میں کوشش کیجئے۔

میں دوست کا وفد دیتے ہوں تاکہ آپ اس کو ذہن نشین کر لیں۔

رضائے الہی:

دوسری بات یہ کہ پختہ نیت کی تصحیح کرتے ہوئے، جو کام کریں وہ رضائے الہی کے واسطے کریں اور کسی جاہ و منصب، مرد و غرض کو بیچ میں نہ لائیں، دنیا کا فائدہ جو آپ کو انشاء اللہ پکے

قابلیت و برکات کے مطابق ہے، لیکن ایسا ہمیشہ درست نہیں تاکہ اصل کا صحیح ثواب ملے۔  
 نہ ایسا ملے گا۔

اسما الا عمالی بالباب و إنما لکن اموی مانوی فص کانت  
 هجرته الى الله ورسوله فہجرته الى الله ورسوله و من کانت  
 هجرته الى الدنيا بصبیها او امرأته فہجرته الى ما حاجر اليه (۱)

(مفسر: ھجرت نے فرمایا) تمام عمالی کا دار۔ اور نبوی پر ہے اور بصبیہ ایک اپنے محل  
 میں سے اتنا ہی حرم ملے گا۔ جتنے فی س نے نبوت کی اور کسی شخص کی حجت اللہ اور اس کے  
 رسول کے سلسلہ میں ہے۔ تو اس کو ایسی ملے گا۔ اگر کسی نے حجت و دنیا مائل کرنے کے لئے یا  
 عکس کے لئے خدا کو پورا کرنے کے لئے ہے مثلاً کسی عورت سے شوہر کی طرف سے جو وہاں  
 رہتی ہے تو اس کی ہجرت اس میں محبوب ہوگی۔

اسی لئے وہ دنیا کو اپنی نبوت کی فتح کر لیا کریں۔ سب کاموں میں نبوت اللہ کی خوشی اور  
 اس پر عمل انہوں کی خدمت کی ہو، انکا اللہ آپ کو جہاد اور بعض مرتبہ شہید کا ثواب دے گا۔

### دعا و عبادت

آپ ایمان و احتساب (خدا کے وعدوں پر یقین اور اس کے امر و نہی کے مطابق  
 کام کرنے) کا اہتمام کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کو خدا کے یہاں اپنی اصل و ذات کا ثواب جواز دے۔  
 اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو دوسرے انبیاء کے ساتھ ہے۔

من صام و مضان ایضاً و احتساباً عفو له ما تقدم من ذنبه (۲)

جو منہ صوم و روزہ رکھے اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہوئے اور اس کے ثواب میں  
 اپنی میں۔ تاکہ اس نے تمام گنہگاروں کو عفو فرمادے۔

وہی یہ ہے جو ہماری مدد و بھی بدعتی ہے۔ اور صحیح ہے۔ امر بوجہ الہیہ ہوتی ہے بدعتی  
 ایک ہوتی ہے بدعتی۔ میں کہہ رہا ہوں کہ میں یہ سنتی کے جو لوگوں نے سنتی کی زیادہ دیکھی۔

ہیں ایسی ہی عمل کے موقع پر سرسبز سے خورشی نہیں کیا کہ یہ عمل رضائے الہی کی نیت سے کر رہے ہیں۔ یا عادتاً اور روایتاً بنیاد پر عمل ہونا چاہیے۔

اپنے دل کی بیٹری چارج کرتے رہیں :

تیسری بات یہ ہے کہ اپنی طرف سے غافل اندر میں، بلکہ اپنے در کا، اٹھائی گاؤں کا محاسبہ کرتے رہیں، خود اپنے محنت بن جائیں، اور اس کو نکلنے رہیں، اس کے لئے میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ سماں دو ریل کے بعد اپنے اپنے ملک کچھ عرصے کے لئے ضرور ہٹا کر لیں، وہاں سے رہ جاتے کر بھی، ہندوستان پاکستان اور زمین شریفین، دوتا اور زیادہ بہتر ہے، اور وہاں رو کر جیسے تعلق رہ رہائی کو اس لئے خدمت میں حاضر ہوں۔ جو بے غرض ہیں، جن کے پاس بیٹھ کر شدہ ایلاؤٹا ہوا ان سے ملاقات کریں، یا کسی دینی ماحول میں تھوڑا وقت گزاریں، آخر یہیں رہیں گے تو قطعاً بلند اور ایمانی کیفیت کا سرمایہ خرچ ہوتا جائے گا، جیسے کہ بیٹری براہِ استعمال میں رہے تو اس کا سبب اُسٹریٹ ہوتا جائے گا اس کو نئے سیلس (CELLS) کی ضرورت ہوگی، اس طرح سے اپنے دلوں کی بیٹری کو بھی ہمیشہ نئے نئے دینے رہیں، اور تھوڑے تھوڑے وقفہ دو برس کے بعد دیکھائی برس کے بعد کسی ٹکر آپ دھن چلے جائیں، ہم نے دیکھا ہے کہ جو لوگ اپنے ملک سے تعلق رکھتے ہیں، ان میں کچھ اور بات ہوتی ہے، اور وہاں سے جو لوگ منقطع ہو گئے ان میں دو بات نہیں رہی، انہیں معلوم نہیں کہ ان کا کیا معیار ہے، کیا کیفیات ہیں، انھیں خاتمہ پر کی ہوتی ہے، نماز کی جگہ نماز روزے کی جگہ روزہ کوئی چیز کم نہیں، یہاں بھی کرتے ہیں، امران کو یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ اس میں کتنا خول پیدا ہو گیا ہے، اس کے اندر کتنا بھراؤ ہے، اور اللہ کے مقبول بندوں کا کیا حال ہے، کیسی ان کی نمازیں ہوتی ہیں، کیسی ان کی عبادتیں ہوتی ہیں، بلکہ ان کا ذوق ہے۔

دینی ماحول کو پورا یا اس سمجھنا چاہئے ہندوستان پاکستان میں اب بھی اللہ کے فضل سے دینی ماحول ہے، اور وہاں ایسے لوگ ہیں، جن کے پاس بیٹنے سے واقعی دل کا رنگ چھوٹا ہے، یہ بات میں بڑے تجربے کے بتا رہا ہوں، بھارت میں بھی اس کا تجربہ ہوا ہے، جہاں میں برابر جوتہ رہتا ہوں، وہاں میں نے، لیکن کہ جن خاندانوں نے ہندوستان سے تعلق رکھا وہ ان

خانہ انوار سے پہلے ہیں جنہوں نے قرآنی تمدن اختیار کر لیا اور پانچ سو سال بعد وہاں سے امت سے ظاہر ہوئے۔ یہ مہاجرین و انصار ہیں اسلام کے دشمن وہی بھی قرآنی تمدن کے اثرات پہنچ رہے ہیں اور دولت کی ریل چل رہی ہے وہاں باکریہ اٹھیں پیدا ہو رہا ہے کہ ہمارا کہنا ہمسواہل حرم ہیں، حبیبی دیوار کے سایہ میں ہیں تو بد لوگ، بدعتوں سے تعلق رکھتے ہیں وہاں آتے جاتے رہتے ہیں اور وہ سے متن کھتے ہیں۔ جس میں دینی کتابیں اور دعوتی رسائل نکلتے ہیں، بدعت و تان، پاکستان سے ملحق آتے ہیں تو وہ اپنے ہاں پھرتے ہیں، ان سے مسائل پر پچھتے ہیں ان کی دینی خدمت بہتر ہے اور مشرف زیادہ پاتے ہیں، عمر و زیادہ کرتے ہیں، ان میں وہ تعلیم کی ماحولی کی زیادہ شوق اور وہاں کو لب زیادہ پایا جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ (فداواہی دینی) کی ذات کرامی سے اشتقاق تعلق ان میں ہوتا ہے۔

### سلسلے سے حسن ظن رکھئے:

چوتھی بات یہ ہے کہ آپ امریکہ میں ہیں، آپ کو ملنی آوق اور معاہدہ کا شوق بھی ہے، اسلامی لٹریچر پڑھتے ہیں، جس نے دیکھا کہ یہاں انجیلی اچھی کتابیں تھیں اور اردو کی پڑھی جاتی ہیں اور مسلم ملک کے مفکرین، علماء اور قارئین یہ بات آتے ہیں اور ان کی تقریریں ہوتی ہیں، ایک بات میں اپنے تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ آپ ملحق صائین اور امت کے ان قوتوں سے انسانوں نے اپنے اپنے اندر میں اپنی دینی کام کیا ہے۔ یہ کمان نہ ہوں یہ بڑے خطروں کی بات ہے، یہ بات ہمارے ان بھائیوں میں بہت زیادہ پیدا ہوتی جا رہی ہے، جن کا سارا انحصار مطالعہ پر ہے وہ تنقیدی کتابیں اور مضامین پڑھتے ہیں تو ان کو ایسا غم آئے گا ہے کہ کسی نے اسلام پر کھلم کھام ہی نہیں کیا، ان کتابوں کے اثر سے دینی خدمت کے ناپے کئے لئے ایک فتنہ بنا لیتے ہیں، جس سے دوسرے اور بددعا کرتے ہیں، جیسے فوق میں بھرتی ہونے والے رگروٹ ناپے جاتے ہیں۔ یہ سچ نہیں۔

آپ کو معلوم نہیں کہ ان ائمہ کے ہندوؤں نے کن غلط حالات میں کام کیا، میں مثالی کے طور پر کہتا ہوں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی جو پیران پیر اور بڑے پیر صاحب کے نام سے مشہور ہیں، اسلامی سلطنت قائم نہیں کر سکتے وہ بیٹھے بیٹھے دعا کہتے تھے، عباسی خلیفہ

نے اسلامی نظام کو معطل کر رکھا تھا، اور خلافت پر قابض تھا، اس وقت خلافت ملی، نہایت ملاوت  
 قلم نہیں تھی، اس وقت شیخ عبد اللہ روایا، نے اس کی پیش کش کی تھی کہ

حضرات! آپ کو معلوم نہیں کہ خدا کے جس شیر نے آپ کا کام لیا، آج تک افریقہ، ایشیا  
 و ہندوستان، ہر ملک اسلام ان کے سلسلہ سے پیدا ہوا، اندیشیا، ہندوستان اور ملک ملک میں  
 اسلام ان کے ذریعہ پھیلا، اور پھر انہوں نے کتنے مردوں کی سیکانی کی، وہ  
 معلوم کئے لوگوں کو کفر و شرک سے نکالا، پھر وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ ہماری خدا، رسول اللہ ﷺ کے  
 نائبان ہیں، یہ قرآن مجید اسی طرح سمجھتے ہیں، جس طرح ہم سمجھتے ہیں، عربی انہیں  
 میں باقی ہیں، آخر یہ بات ہے کہ یہ خلافت کا حق اور نہیں کر سکتے، اصل بات یہ ہے کہ دنیا کی  
 بہت ان پر غائب ہے، یہ ہماری بات ہے، ان کے میں تو معلوم ہوا کہ ساری خیر الی کی جو غرضیں  
 ہندو اور دنیا کی بہت ہے، اور وہ اسی مرض کا علاج کرتے تھے، میں آپ سے پوچھتا ہوں،

آج پاکستان میں یا خیرالی ہے، کیا یہ ملک اور اس کے سربراہ مسلمان نہیں؟ انہوں نے اسلام  
 کے سربراہ ملک بنایا، خیر الی، یہ ملک پاکستان کے ایک دوست نے بنایا، کہ تمام ایک عزیز کا شکر  
 ادا ہے، میں خدمت کے خلاف مظہر و کفر سے والے ایک جلوس میں شریک تھا، کسی نے نہرو لگایا کہ

پاکستان کی جیاد کسی پر پڑی؟ قرآن کے حکم کہ "لا ایلہ الا اللہ محمد رسول اللہ" یہاں  
 وقت ایک کوئی اس نے یہ کوئی اور اس کا کام تمام ہو گیا، اور اتنے کہ اس نے مسلمان کے ہاتھ  
 سے کوئی کھائی یہ کسی نے سمجھنے کی ملک سے آ کر اس کو کوئی کا پتہ نہ ہوا، یہ جو رہا ہے۔  
 مسلمان مسلمان ہو رہا ہے، یہ ہے کہ کوئی خدا کا بندہ اس خدا کی بڑو دنیا کی بہت ہے،  
 کسی پر پڑی تو سمجھتے ہیں، قرآن نے یہ ناپاک کام کیا۔ ساری عمر میں سے لڑ رہا ہے

اسلام کے دنیا میں اس وقت باقی اور محفوظ رہنے میں ان سب لوگوں  
 کا حصہ ہے، جنہوں نے اس کی خدمت میں حصہ لیا

میرے بھائی، انہوں نے اس کی خدمت میں حصہ لیا، یہ ان میں جو ہے کہ ایک ہی کام

اور ان میں سے کوئی ایک یا تین نے موصیٰ و موصیٰ سے ہوا، اور ان میں سے کوئی ایک نے موصیٰ  
 سے لیا۔



کہہ سونے والے گرامر نے یہ خدمت انجام دی کہ انہوں نے اسلامی معاشرہ کو زندہ کرنے کے بجائے اس کا مہر سے پس ثبوت بنائے۔ انہوں نے ایسا بنیادی کام کیا کہ اگر وہ نہ کرتے تو ماریٹ کا یہ سیلاب لوگوں کو بہا کر لے جاتا اور حلقے کی عمریں امت اس پر یہ جتنی دھمکی تھی وہ اس سے ٹکرتے نہ دیتے تھے۔ اور ہوں رہتی، انہیں پتہ تھا کہ اگر انہیں نہ لے پاتا تو اور کون سی اس کا شکار ہوجاتا تھا تو فوراً اس میں احمدی سیارہ ہوتا تھا کہ ہم ملاد کام کر رہے ہیں، ان کے پاس تو تھا روتا تھا۔ اختلاف نظر رہا تھا، پھر یہ صوفیہ و مشائخ کامر نے دینی بنائے تھے، اور پتی شہر پر فٹ کرتے تھے۔ تاریخ نگاروں نے اس سے کہیں سے ”تاریخ نبوت و رسالت“ کے مقدمے میں لکھ دیا ہے کہ انہیں تاریخ نگاری کا یہ نقشہ تاریخ اسلام کا نہیں، تاریخ اس طرح اس طرح لکھی گئی ہے کہ وہ ہر کار اور نہ لکھ کر انہیں دیکھ رہے ہیں اس میں ان اسلامی ہوشیوں کا پورا جائزہ نہیں لیا گیا اور نہ کوئی غائب نہیں۔

## اسلام و قرآن صدیوں تک معہ نہیں رہے:

میر۔ محمد یوسف اور بیہوشی ایسے کی نہ سمجھنے والے کہ اسلام کو اب یہ قبول کر لیتے ہیں، اس سے پہلے کوئی پورے اسلام کو سمجھنا نہیں، یہ اسلام پر ہوا الزام ہے، یہ اسلام کی حسیہ پر ہوا وجہ ہے، اس سے قرآن شریف کی زندگی اور اس کا واضح اور قیامی فہم ہونا مخلوک بن جاتا ہے، اس کو ”تکلف عربی میں“ ”لسان عربی میں“ کے ذریعہ ثابت کیا گیا ہے، اس کے بعد وہ کتاب بڑا بار و سوز تک نہ سمجھی گئی ہو، اب کیا انہیں مان ہے کہ واضح سمجھی گئی ہو، اس لئے میں ہر اس تحریر کو مضامین سمجھتا ہوں جو یہ بنا کر دے کہ پورے اسلام کو بڑا بار و سوز تک نہیں سمجھ سکتے، یہ غیر بعض اسلامی حقیقتیں اس وقت تک بالکل تاریکی میں ہیں، میں اس کو بالکل مانتے کے لئے تیار نہیں، اسلام کے بنیادی اصول قرآن کے حقائق اور دین کے قطعیات، فلسفے کے ساتھ چلے آ رہے ہیں، اگر کوئی سمجھتا ہے کہ وہ جو صحت نہیں سمجھے تو یہ اس کے نظریہ کی کوئی بات ہے، ایک بات بھی کوئی ثابت کرانے کہ یہ حقیقت بالکل عالم اسلام بھول گیا، اس اسلام میں جیسے ”تو یہاں تک لکھا ہے کہ ایک سنت بھی نہیں ہے، جو پورے طور پر نہ لکھا اسلام سے لکھنا اچھی نہ دے“ انہوں نے پرتو نہ نہیں تھی، تو ان کو نہ پرتو نہ تھی، تو یہاں اقبال



ج جہاں میں اہل ایمان صورت خورشید جیتے ہیں  
ادھر ڈوبے ادھر نکلے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے

جیسے سورج چھینکا نہیں ڈوبتا، ایک جگہ ڈوب گیا لیکن دوسری جگہ نکلا ہوا ہے، ویسے ہی اسلام کی حقیقتیں کہ اگر ایک جگہ ان پر پردہ پڑ گیا تو دوسری جگہ دوسرے لوگ بیدار ہو گئے اور اس کے لئے جان کی بازی لگا دی، یہ بات ذہن میں ہرگز نہیں آتی چاہئے کہ ہزار برس گزر گئے کسی نے اسلام کو پورے طور پر سمجھا ہی نہیں، گو یا اسلام کوئی چھینٹاں ہے، عقیدہ تنکیت کی طرح ایسی چیز ہے جسے سمجھانے کے لئے بڑا فلسفہ چاہئے، نہیں... ایسا نہیں، ممکن ہے ہمارا آپ کا دوبارہ ملنا نہ ہو، میں یہ باتیں آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں، کسی پر حملہ مقصود نہیں صرف اس لئے کہ پوری وضاحت کے ساتھ یہ باتیں آپ کے سامنے آ جائیں ایک بات تو یہ کہ سلف سے حسن ظن رکھئے، اور ان کے لئے دعا کرتے رہئے قرآن شریف میں ہے۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا  
بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ ۝۱۱

اور (ان کے لئے بھی) جو ان (مہاجرین) کے بعد آئے (اور) دعا کرتے ہیں  
کہ ہماری پروردگار ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں، گناہ  
معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (وسد) نہ پیدا ہونے دے اسے  
ہمارے پروردگار تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

آپ سلف کے ساتھ حسن ظن رکھئے اس میں ایمان کی بڑی حفاظت ہے، پورنہ آدمی کی زبان بے پاک ہو جاتی ہے، اور جو چاہتا ہے کہہ دیتا ہے، بھلائی کیا دین کو وہ لوگ نہیں سمجھتے جو ہم سے عمل میں، علم میں، انابت میں، کہیں بڑھے ہوئے تھے، جب وہ نہیں سمجھے تو ہم کیسے اعتبار کریں کہ ہم سمجھ گئے۔

نمازوں کا اہتمام:

ایک چیز یہ کہ اس ملک میں ایمان کی حفاظت کی صورت یہ ہے کہ آپ نمازوں کو ہاتھ

سے نہ جا۔ نہ دیں نمازوں کو وقت پر پڑھنے کی پوری کوشش کریں حضرت عمرؓ نے ایک سختی فرمان میں لکھتا تھا، تمہارے تمام امور و معاملات میں سب سے اہم نماز ہے جس نے اس کی حفاظت کی وہ تمام چیزوں کی حفاظت کرے گا اور جس نے اس کو ہاتھ سے جائے، یا اور ضائع کر دیا وہ کوئی چیز باقی نہیں رکھے گا، پس نماز کو ہاتھ نہ رکھئے، مگر ہاں میں ہوں یا کہیں بھی ہوں فرض پڑھ ہی چکے باقی سنتوں کو بھی حتی الامکان ادا کرنے کی کوشش کیجئے یہ سنتیں اور فرائض فرائض کو بھی محفوظ رکھتے ہیں۔

اور قرآنی بات یہ ہے کہ یہاں کی تہذیب سے جو اپنے نقطہ عروج پر ہے، اپنی حفاظت کیجئے، مجھے یہاں بعض باتوں میں بہت تسلی نظر آیا، میں صاف کہے دیتا ہوں کہ یہاں مردوں اور عورتوں کا اختلاط بہت زیادہ ہوتا ہے، حتی الامکان مخلوط جھولوں، اور مجالس سے بچنے کی کوشش کیجئے، مگر کہیں مجلس ہو جہاں عورتوں کی شرکت ہو، اور وہاں آپ کی شرکت ضروری ہو تو ان کا حلقہ الگ رکھئے، یہاں تک کہ ان کا راستہ تک الگ رکھئے، اس میں بڑی حفاظت ہے، سماجی معاشرت بڑی حکومتوں پر مبنی ہے، اور حدیثوں میں مردوں اور عورتوں کے بچنے کے لئے بہت سخت الفاظ آئے ہیں، بہت اذیت دینا ہے، امر کی تہذیب کے ان اثرات کو آپ قبول نہ کریں، جہاں تک دو نئے اسلامی تمدن، اسلامی معاشرت کی حفاظت کریں اور اس کی، جس کی تہذیبیات و تمدن کے اچھے اجزاء کو باقی رکھنے کی کوشش کریں۔

”تم میں آپ خدا سے یہ فرض نروں گا کہ خدا نے میری گفتگو سے آپ کو بدنامی نہ ہو، اور یہ نہ سمجھیں کہ میں نبی جا رہا ہوں یا نبی بات کہہ رہا ہوں، میں نے جو یہ کہہ ہے آپ نہ بددینی میں نہ ہوں، اور اپنا فرض سمجھ کر کہا ہے، میرے دل میں سب کا احترام ہے، اور محبت قلب میں چہرہ کی حد تک مشابہتوں، میرے تعلق سے خدا کے فضل سے مختلف اکیاں، انہوں نے ہیں، اور میں سب فی قدر کرتا ہوں، لیکن میں نے اپنا اخلاقی فرض سمجھ کر چند باتیں آپ کے سامنے رکھیں، انشاء اللہ بقدر توفیق اور بقدر استطاعت آپ لوگوں کے لئے دعا بھی کر رہا ہوں گا اور آپ سے بھی مجھے کئی امید ہے۔“

موجودہ تہذیب کی ناکامی ذرائع و مقاصد کا  
عدم توازن

۳ فروری ۱۹۵۵ء سے رخصت ہوئے۔ بچے شب میں بنارہا کے دوسرے پارک میں ایک جگہ ٹھہر کر رہ گئے جو تین ماہ بعد ان کی غیبتوں کے ختم ہوا۔

مجھے آپ بھائیوں سے جو کچھ عرض کرنا ہے، اس کے لئے میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ آپ توجہ اور غور سے سنیں، مگر آپ کے ذہن اس کو قبول کر لیں تو اس کو آپ دوسروں تک بھی پہنچائیں، ہم اور ہمارے اصحاب اور رفقاء آپ کے شہر میں آئے، آپ کو یہ پوچھنے کا حق ہے کہ آپ نے یہ رحمت کیوں گوارا کی، آپ کو کون سا احساس یہاں دیا؟ آپ نے یہ تو اندازہ کیا ہوگا کہ کوئی بات تو ہے کہ یہ قلعہ شہر شہر پھر رہا ہے، ہم آپ کے سامنے اپنے درد دل پیش کرتے ہیں اور آپ کو اس درد میں شریک کرنا چاہتے ہیں۔

ذرائع کی آسانی اور فراوانی:

دوستو! اور بھی سو، یہ زمانہ بعض حیثیتوں سے بہت ممتاز ہے، کام کرنے کے ذرائع جہاں تک اس زمانہ میں مہیا ہو گئے ہیں، اتنے کبھی مہیا نہیں ہوئے تھے، تاریخ کا ایک طالب علم دوس، میں پڑھتا ہوں کہ اسنے ذرائع کبھی انسان کے پاس ہی سے پہلے جمع نہیں ہوئے تھے، ذرائع کی بہتات اس دور کی خصوصیت ہے، ذرائع آج زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہتر ہیں، اہم لوگ لکھنے سے چند حصوں میں سفر طے کر کے پہنچ گئے، اس سے بھی تیز رفتار گاڑی سے یہ سفر کیا پست لکھ ہے، بلوگ، ذرائع جہازوں سے بھی یہاں آتے ہیں۔ آج سے صرف ۷۰-۸۰ برس پہلے لکھنے سے کوئی عمارت آنا چاہتا تو آپ سوچنے کو کہہ دیا کہ ذرائع اختیار کرنا اور کتنی مدت میں پہنچتا؟

[illegible]

ہے۔

### مقاصد اور نیک خواہشات کا فقدان:

لیکن جس چیز کی سے ذرائع نے ترقی کی ہے، ہمارے اخلاق اور آدمیت نے ترقی نہیں کی ایک انسان کو یہ دیکھ کر کچھ ہوتا ہے کہ پیسے آدمی بھلائی کرنا چاہتا تھا، اس کے پاس ذرائع تھے مگر اب ذرائع ہیں تو بھلائی کی خواہش ہوں سے جاتی رہی، میں اس کی ایک واضح مثال دوں، پیسے ایک غریب گھر آنے کا آدمی پر دینا لگتا ہے جتنا تھا، وہ جو کچھ کھاتا تھا، اس کا گھر بھی جتنا مشکل تھا، یا تو وہ خود جائے یا قسمت سے کوئی، محنت پرانے والوں جانے دو تپاں سے وہ جو کچھ تھا، اس کو اپنے گھر والوں کی تکلیف، بچوں کی بھوک اور ان کا روٹا یاد آتا تھا اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ نہ ڈاک نہ تھکا، نہ نقل و سول کی آسائشیں مگر اب شہر و رقبہ رقبہ ڈاک خانے کھلے ہیں، وہ یہ سب مٹی آ رہا رکھے فریج تیار ہوا جانتا ہے، اور تار کے ذریعے بھی انکس لگائے والے کے دل میں وہ پیسے بھیجے کی خواہش، گھر والوں کی تکلیف اور گاؤں والوں کی غربت کا احساس ہی نہیں، سینما، تفریح گاہوں، کھیل تماشوں اور ہوٹل اور ریسٹوران (Resturant) سے کچھ چٹائی نہیں کہ وہ گھر بھیجے، ڈاک خانہ تا تو یہ کام ہے کہ اگر کوئی روپیہ بھیجے تو اس کو پہنچا دے لیکن اگر کوئی بھیجنا نہ چاہے تو ڈاک خانہ کچھ نہیں کر سکتا، اس کا کچھ اخلاقی تعلیم پانسی کی ترقیب میں ہے، پہلے لوگ اپنا پیٹ بھرنے کے لئے بھی مشکل سے رکھتے تھے اور سب غریب گھر والوں کو اور گاؤں کے ضرورت مندوں کو بھیج دینا چاہتے تھے، مگر آج بھیجئے اور نہ دیکھنے کے تو سب ذرائع موجود ہیں، آدمی کے اندر غریب کی مدد کا جذبہ نہیں، مدد کی خواہش فنا ہو چکی، ہمارے تمدن میں اس کا فوری نہیں، اب یہ ذرائع کیا کارآمد ہو سکتے ہیں؟

### ذرائع اور آسائشیں نیک خواہشات کی خانہ پر کی نہیں کر سکتیں:

انسانی ذرائع، جذبات، انہی خواہشات اور نیک خواہشوں کی خانہ پر کی نہیں کر سکتے، آدمی مٹی آ رہا ہے، آہ و رشت آہٹ ہے، دولت کی افراط ہے، مگر اس کا کیا علاج کہ غریبوں کی مدد کا جذبہ اور طبیعت میں انسانوں کی خدمت کا تقاضا نہیں، دنیا کا کون سا ادارہ اس خواہش کو پورا کر سکتا ہے، اور ایسی حالت میں ذرائع کی مدد کر سکتے ہیں؟



تھے۔ وہ انسانوں کے وہاں ذمہ سالتے تھے۔ اللہ کے پیغمبروں نے دین کو انہیں نہیں دی، انسانوں نے دینے اور انہوں نے ہی اس دنیا کا حاصل کیا۔

پیغمبروں نے انسان تیار کئے:

پیغمبروں نے وہ انسان پیدا کئے جو اپنے نفس پر قابو رکھتے تھے اور اذیت سے بچاتے اپنی خواہشات کی تکمیل کا وہ مہینے کے نہایت کی خدمت کا کام لیتے تھے۔ ان میں سے بعض ایسے تھے جن کو وہ ذرائع حاصل تھے جن سے وہ دنیا کا بلا سے بڑا بخش کر سکتے تھے لیکن انہوں نے نہیں لیا۔ وہ شہداء زندگی گزار سکتے تھے لیکن انہوں نے تہہ وقت موت کی زندگی گزار لی۔ انھوں نے مرگومر وہاں بھی حاصل تھے جن سے قصہ روم نے بخش و عشرت کی زندگی گزار لی۔ اور وہ وہاں بھی حاصل تھے جن سے شہداء ایران نے وہاں ویش و دی و دیوینہ کے شہداء بن گئے۔ انھوں نے دی و عشرت کے لئے قوموں کے نیچے روم کی پوری سلطنت بخشی اور ایران کا پورا ملک توہمہ اور عراق جیسے یہ وہاں اور دیگر ممالک ان کے قبضہ میں تھے۔ ہندوستان کے قریب تنگ ان کی فوجیں آچکی تھیں، ایٹھ نے کوچنگ کے بعض علاقے ان کے قبضہ میں آچکے تھے۔ ایسا نہیں، بیش کرنا چاہتا تھا اس کو کہ کئی کئی ہزاروں نے اس فقیر سلطنت اور ان تیر و سرگم کے کوئی ذاتی قائد نہیں اختیار کیا۔ ان کی سرور زندگی وہ تو یہاں تھا کہ انہوں نے قہر کے زمانے میں تھی کہ اس کے استعمال میں پھونکا دیا تھا اور تیل لگاتے لگاتے ان کا رخ وسیع ہو گیا تھا۔ ہر دنیا تھا انہوں نے اپنے اپنے اپنی تھی کہ تھی کہ لوگ بچے تھے۔ اگر یہ قہر جہد شہداء و انوکھ لکھ نہیں آتے۔

انہیں کے نام نام بن عبد العزیز انہیں یہی سلطنت کے مالک تھے۔ ان کے حال یہ تھا کہ حکومت کے خزانے سے سرحدوں میں ماحولوں کے لئے جو پانی ضرور ہوتا تھا اس سے غفلت کرنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ ایک ذات آپ سلطنت کا کام کر رہے تھے ایک غنم آباد اس نے آپ کی حراں پر کی اور آپ کے ذاتی حالات پر گفتگو کرنے کا، آپ نے چرنا قل کر ان میں مندرجہ سال کا تہہ غریبی اور باتھا کہ ان گفتگو میں جو حکومت کے کام سے غیر متعلق تھی حکومت کا تہہ حرجی و دیوار و ویش کرنے پر آتے تو تہہ دنیا کے پیش پرست مات نہ جاتے، انوکھ بطور سے وہاں کے ہوا ملک تھے اور میں وقت کی منتظران اپنا فی سب سے





نے ترقی کی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نئے وسائل انسان کے لئے عذابِ جان بن گئے، تیز رفتار سوار یوں نے ظلم کی رفتار کو دیکھ کر وہی صورتِ لمبی کو چشمِ زدن میں ایک ٹک سے دوسرے ٹک تک پہنچا دیا، آج سے پہلے طمِ نمل کا زور پر بیٹھ کر رہتے تھے اور ظلم کرتے تھے، اب چونکہ چمپے میں جتنی دیر لگتی تھی، ظلم میں اتنی ہی تیز جڑ جاتی تھی۔ اور کمزوروں کو سانس لینے اور کچھ دن آرام سے سونے کا موقع ملتا تھا۔ زمانہ نے ترقی کی اور نئے دور کے عالم تیز رفتار۔ سہجہ رفتار سوار یوں پر چڑھ کر دنیا کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ تک آسانی سے پہنچ جاتے ہیں اور کمزوروں کو رونے دیتے ہیں اور ان کو ہم کے ہم میں فنا کئے گا۔ اور ریت ہیں۔

### تہذیب و تمدن کی ترقی:

حضراتِ عالم اور پورا امریکہ کے بڑے بڑے مفکر اب اس کا مطالعہ کرنے لگے ہیں کہ تہذیب و تمدن نے وسائلِ پیداوار کے لئے کتنے مقاصد نہیں دیئے، وہ سب کچھ بغیر مقاصد کے بیچ رہیں ہمیشہ کے رہنے والے ہو۔ پ سے کہہ سکتے ہیں کہ تہذیب و تمدن اور تہذیب کی ترقیوں اور تہذیب و تمدن کے امکانات ناقص ہیں۔ سو ذرا بڑے ایک مقصد ہی بھی ختم ہو چکی نہیں کر سکتے، تہذیب و تمدن تہذیب و تمدن کا زمانہ کی تہذیب کی ترقیوں، ان کے وقت صد اور ایک خواہش تہذیب و تمدن کے قیام میں ہم یہ تو کر سکتے ہو کہ وہ جس سے اچھے کام کے ذرائع پیدا کر دو، مگر اچھے کام کرنے کا رجحان پیدا نہیں کر سکتے۔ اور تھان کا تعلق وہ ہے۔ ہے اور تہذیب و تمدن کی ترقیوں کی دہائی تک رہا کی نہیں، اور اب تک ان کے کام کا سہارا نہ ہو، ذرائع اور کام کے امکانات کچھ نہیں کر سکتے، اچھے کام کا زمانہ ان اور اس کا مدد یہ نشانہ پیدا کرنا مقصود ہے، اور ان کی تعلیم اب بھی اس کا واحد ذریعہ ہے، انہوں نے بہت بڑے پیمانہ پر اس کو پیدا کرنے کا حکم دیا، اور انہوں نے انہوں کے دل میں ٹیک کام کی خواہش، خدمت کا جذبہ، ظلم اور جہی کی نفرت پیدا کر دی، اور انہوں نے اپنے صد و ذرائع سے وہ کام کرنے کو کھانے جو آج ذرائع سے نہیں ہو رہے ہیں۔

### تہذیب و تمدن کے کام:

بہت سے بھائی اس زمانے میں سمجھتے ہیں کہ تہذیب و تمدن کے پاس کوئی بیجا مقصد نہیں، اور



زیادہ تشویش کی بات یہ ہے کہ ملک کا کوئی ادارہ ذاتی جماعت اس خطے کو محسوس نہیں کر رہی ہے اور اخلاق کی اصلاحات، یقین کی تبلیغ اور سیرت کی تعمیر کا کام ایجینٹس دے رہی ہے۔ حالانکہ بیکار مہر کام، مقدم تھا اور ہر تعمیری کام کی تشکیل اسی پر منحصر ہے۔

### وقت کا سب سے اہم کام:

بھائیو! یہ بات ہمارے سارے کئے کافی ہے، اور میں اس امید پر یکپہرہ ہاتھوں کہ شاید کوئی ایک ہیروز، زعمہ دلی، طہیم، فخرت، انس، سیری بات کو مان لے، کنبے اور کرے گی بات یہی ہے کہ پیغمبروں کا راستہ اختیار کیا جائے، خدا کی جتنی باتیں اور مرنے کی بعد کی زندگی پر یقین پیدا کیا جائے، زندگی میں خدا کی فرمانبرداری اختیار کی جائے، جن کو خدا نے علم دیا ہے، دولت دی ہے، دوسا کی دینے ہیں، اور دنیا میں، تنگی کی زندگی کے لئے کوشش کریں۔ مملکت اور اخلاق میں مناسبت اور توازن قائم کیجئے، معلومات اور زبان تو شیوں کی، اور عمل اور اخلاق راستہ میں ان کے یہ کہیں فی انسانیت ہے؟ جب تک وسائل اور قاصد میں ہم آہنگی ہو، علم اور اخلاق میں کامیابی ہوگا، یہ اپنی اسی طرح برباد ہوتی رہے گی، دوسا میں آپ کو یہ علم مل سکتے ہیں، میں ان کے اختیار کرنے سے منع نہیں کرتا، بلکہ حق صدقہ و راجحہ، امانت اور خواہشات آپ کو آپ پر غلبہ دینی میں ملتے ہیں، اور آپ کے لئے اس سے فائدہ و نفع کے بڑے وقت موقع ہے، اس سے یقین دی دولت اور تنگی کا، اچانک لے کر آپ اپنی زندگی کو بچھو بیٹھیں ہیں اور پھر کبھی اس بات سے بچا ملتے ہیں۔ ہوا میں سے پھر اور اسے ذریعہ مادی کے مر پر مشغول رہتی ہے۔

وہا عینا لا الہ الا اللہ العین



کے وائس چانسلر (شیخ الجامعہ) جامعہ کی سلور جوبلی منائی جا رہی تھی ان کی دعوت پر ہندوستان کے دارالحکومت دہلی میں، میں اپنے تاریخی مصانع کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ ایک ایسا چیدہ اور چیدہ مجمع وائس پر نظر آ رہا تھا جو میرے علم میں شاس سے پہلے اور شاس کے بعد دیکھنے میں آیا ہے۔

میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ سامنے ایک طرف پنڈت جواہر لال نہرو مولانا ابوالکلام آزاد، شری راجے گوپال اچاریہ، بی بی بیٹھے ہوئے ہیں دوسری طرف، مسٹر جلال نواب زادہ لیائت علی خان اور سردار عبدالرب اختر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے پیچھے وائس پر ہندوستان کے مسلمان شہر شریف فرمایاں، جن میں علامہ سید سلیمان ندوی، سر شیخ عبدالقادر، بی بی "مخزن لاہور" محمد اسد صاحب (سابق کیو پی آر وائس)، بابائے اردو ڈاکٹر عبدالحق، مشہور شاعر حفیظ جالندھری اور مسلمان علماء اور زعماء میں سے مولانا قاری محمد حبیب صاحب، مولانا حفیظ الرحمن صاحب، ناظم جمعۃ العلماء ہند اور متعدد عظیم رہنما اور تحریک آزادی کے مجاہدین موجود ہیں۔

یہ عظیم اور موقع جمعہ سانسے جیسا ہوا تھا اور حالات یہ تھے کہ دہلی میں فرقہ وارانہ فسادات کے سلسلہ میں چھوٹے زنی، چاقو بازی کی وارداتیں ہو رہی تھیں۔ ہم لوگ جو ہر کے مہمان کی حیثیت سے آئے تھے میں بھی خوش نصیبی سے ان میں شامل تھا، ہم لوگ پولیس اور ایئر میوں کی حفاظت و وحیت میں اپنی قیام گاہ تک پہنچ گئے تھے ڈاکٹر حسین خان مرحوم نے اس وقت اس منتخب اور قابل احترام مجمع کو خطاب کر کے جو کہو کہا تھا میں سمجھتا ہوں اس سے بہتر اور اس سے زیادہ موثر اور ادبی انداز میں کہنا مشکل ہے۔

مجھے صدر صاحب اجازت دیں کہ میں ان کے خطاب کا ایک اقتباس (QUOTATION) آپ حضرات کو نہ دوں معلوم ہوتا ہے کہ بالکل اس موجودہ صورت حال کی عکاسی ہے۔

"آپ سب صاحبان آسمان سیاست کے تارے کے لئے جگہ ہے۔ آپ کے بیان کی موجودگی سے فائدہ اٹھانے میں تعلیمی کام کرنے والوں کی طرف سے بڑے ہی دکھ کے ساتھ چند الفاظ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

آج ملک میں باہمی مہرمت کی آگ جو بجڑ رہی ہے اس میں ہمارا چمن بکری کا کام دیوانہ پن معلوم ہوتا ہے۔ یہ کھ شرافت اور انسانیت کی سرزمین کو جھلکے دیتی ہے۔ اس میں

ٹیک اور متوازن شخصیتوں کے چہرے ایسے ہوتے ہیں جن سے ان کے اندر سے بھی بدترشح اخلاق پھمک اٹھتی ہیں۔ ایسے ستور نہیں تھے اس کے لئے خدمت گزار کیسے چہرہ نہ بن سکتا تھا؟ کیا وہ دنیا میں انسانیت کو ایسے سنبھال سکتا تھا؟

یہ لفظ شاید تہہ تخت معلوم ہوتے ہیں لیکن ان بات کے لئے جو روز بروز ہمارے چہروں کی طرف پھمک رہے ہیں اس سے غفلت لگنا بھی بہت غم ہوتا ہے۔ ہر جو اپنے کام کے لئے تیار نہیں ہے۔ اسے چہرے کا احترام نہ ملتا ہے۔ اس کو کیا پتا کہ اس کے چہرے پر کیا لکھا ہے؟ جب ہم سنتے ہیں کہ ہمیت کے سرخسہ میں موصوم بچے بھی محفوظ نہیں رہ سکتے ہیں۔ شہر بستی کے ہر چہرہ پر جو دنیا میں آتا ہے اپنے ساتھ یہ پیغام لے جاتا ہے کہ خدا انکی انسانیت سے پوری طرح مایوس نہیں ہوا۔ انہیں یہ ہمارے دیکھنے کا انسان اپنے سے اتنا مایوس ہو چکا ہے کہ ان سے ہم کو بھی کھٹکتے ہیں۔ یہ تو ہستی میں ہی ہے جو پوچھتا ہے: خدا کے لئے سرخسہ کرنا کیسے اور اس آگ کو کب بجھائے۔ یہ وقت اس شخص کی نہیں کہ وقت اس نے لگائی؟ ایسے ہی آگ لگی ہوئی ہے اسے بجھائے۔ یہ مسئلہ اس قوم اور اس قوم کے زعمہ رہنے کا نہیں بلکہ یہ انسانی زندگی اور وحشت زندگی میں انتخاب کا ہے۔ خدا کے لئے اس ملک میں مہذب زندگی لانا اور اپنا کوئی ٹھکانہ نہ بننے کا۔

مذہب میں محسوس کردہ باتوں کو یہ بات آج کبھی جاری ہے اور اس سے جتنی انداز میں ان کی منتظر ہے۔

اس وقت مسئلہ یہ ہے کہ آپ اس ملک کو منجھائے اس ملک میں شریک زندگی گزارنے والے اس ملک کے باشندوں کی ہمتیں لوانے والے انہوں نے اقتدار اور اس سے بڑھ کر اپنے غرض اپنی خدا داری اور انسانیت اور مشاقت و انشراح نمایاں کرنے کا موقع ملنے۔ اس ملک میں خدا کے فضل سے سب بچے ہو رہے ہیں۔ اس لئے صرف اندوشتان کی بلالہ بام کی توجہ نہیں چاہی ہے اس کی روشنی میں جتنا ہوں کو کوئی ایسی نعمت ۱۰۰ ملے گی جس سے جو اس ملک میں نہ رہا ہو سکتا ہے۔ اس سے یہاں نہ آتی ہو۔ یہاں کی سر زمین اور فضا اس قدر ترقی دے گی اس کی

۱۱۱ء (۱۹۹۲ء) میں انیسویں صدی کے آخر میں مملکت کو ۱۹۹۲ء میں دہشت گردوں نے تباہ کر دیا۔ اس واقعے کے پانچ دن بعد ۱۱۱ء میں اس ملک کو ۱۱۱ء میں دہشت گردوں نے تباہ کر دیا۔ اس واقعے کے پانچ دن بعد ۱۱۱ء میں اس ملک کو ۱۱۱ء میں دہشت گردوں نے تباہ کر دیا۔

قد کرنے اور اس کو آنے پر جانے کی صاحت کا اظہار کیا، آپ اس ملک کو منجائے اور اس کی اس نعمت کی قدر کیجئے۔ میں یہاں تک کہوں گا کہ اس ملک کو دنیا کی اخلاقی MORAL قیادت کرنی چاہئے۔

دنیا کی بڑی طاقتوں اور بڑے ممالک نے اپنے کو اس قابل نہیں رکھا کہ وہ دنیا کی اخلاقی قیادت کر سکیں۔ بلکہ ایک حقیقت پسند انسان یہ دیکھتا ہے کہ ایشیا کے ان ممالکوں میں ان بڑی مغربی طاقتوں کی وجہ سے خرابی پیدا ہو رہی ہے وہ کسی صالح، کسی اعلیٰ قیادت کو کسی اچھی لیڈر شپ کو ابھرنے نہیں دیتے اور اگر وہ قیادت دیاں پیدا ہو جاتی ہے تو اس کو زیادہ دھوکے سے باقی رہنے کا موقع نہیں دیتے وہاں کی سیاست میں دخل دیتے ہیں وہاں کی اقتصادیت و اخلاقیات میں دخل دیتے ہیں۔ میں توپ سے صاف کہتا ہوں کہ آج دنیا میں دو تخت خلع ہے جس پر ایک بڑا ملک بیٹھتا ہے اور دوسرا چھوٹا ملک بیٹھتا ہے، ہم پر فائدہ ٹھانے اور مخلوق پرستی اور فائدہ اٹھانے کے لئے نہیں بلکہ خدا سے صحیح طور پر ڈر کر اور خدا کی محبت میں (جو خالق کائنات اور خالق بنی نوع انسان ہے) بلا اختلاف رنگ و نسل انسانوں کو بہت سے لگائے اور ان سے محبت اور ان کی خدمت کیجئے۔

آج یہ تخت خلع ہے۔ روس نے (مجھے عاف کیا جائے) اس بارے میں اپنی مابلی ثابت کر دی وہ قیل ہو گیا۔ امریکہ قیل ہو رہا ہے، یہ طانیہ قیل ہو چکا، یورپ کی دوسری بڑی طاقتیں سب قیل ہو گئیں۔ جب کوئی قوم کوئی ملک اپنی بے غرضی، اپنی خلوص، اپنی صلاحیت و بہت اور اپنی خدا ترسی اور انسانیت دوستی کا ثبوت دیتا ہے تو اس کے لئے جنگ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کے لئے بڑے پورے جھگڑے کی ضرورت نہیں اس لئے حفاظت (FACETS) اور مخلوق و صداقت کی ضرورت ہے، اخلاقیات، انسان دوستی اور بہت و خلوص اور روحانیت اس ملک کی روایت میں ہے اور اس نے تاریخ کے مختلف ادوار میں یہ سوغات باہر بھیجی ہے اور اب بھی بھیج رہا ہے۔

میں اپنے مسلمان بھائیوں سے خاص طور پر کہوں گا کہ ان کی اس سلسلہ میں خاص طور پر بڑی ذمہ داری ہے۔ قیامت کے روز ان سے پوچھا جائیگا کہ دنیا بھر کی تھی، برہاد ہو رہی تھی مسلمانوں کے لئے روئی جارہی تھی، اخلاقیات کا نون لیا جا رہا تھا، عیسائیں برہاد تھیں، غرضیکہ پانچ

تھیں اور انسان کا خون سب سے زیادہ مستطاب ہو چکا تھا تم شیخے کیا کر رہے تھے! تمہارا فرض تھا کہ تم اس صورت حال کو بد سننے کی کوشش کرتے رہتمہاری یہ ذمہ داری صرف ہندوستان میں ہی نہیں ساری دنیا میں تھی۔ انہذاقبال نے اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ

ہے حضرت جس کے دین کی احتساب کائنات

حضرات! میں آپ سے مت صاف کہتا ہوں کہ میں پیام انسانیت (CREDIT) خواہیں کہتا اس کا سہرا میرے سر بندھا ہوا نہیں ہے میری صلاحیتیں میرا تجربہ میرے مشاغل، میرا وقت اور میری صحت، کوئی چیز بھی اس کی محتمل نہیں تھی، لیکن دل میں ایک چنگ تھی جس نے مجھے اس پر آمادہ کیا۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ آگ لگتی ہے اور آگ بجھانے والے بھی ہوتے ہیں لیکن ان کو آواز دینے والا کوئی نہیں ہوتا۔ اس وقت ایک بچہ بھی کھڑا ہو کر آواز لگائے گا آگ بجھ گئی ہے، آگ بجھ گئی ہے اس وقت یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کس عمر کے آدمی نے آواز لگائی ہے، کسی قابل آدمی نے آواز لگائی یا ناقابل اور غیر تعلیم یافتہ آدمی نے۔ سب آگ بجھ گئی ہو اور گاؤں اور بستی جل رہی تو پھر جو بول سکتا ہے اس کو بولنا چاہئے جو روڑ سکتا ہے سہ اس کو روڑ چاہئے، جو دہائی دے سکتا ہے اس کو دہائی دینا چاہئے۔

اس احساس فرض نے مجھے مجبور کیا کہ اتنے بڑے ملک میں اور اتنے بڑے بڑے لوگوں کی موجودگی میں یہ آواز لگاؤں مجھے اس پر فخر نہیں ہے کہ میں نے یہ آواز لگائی اور میں یہ دعویٰ بھی نہیں کرتا کہ سب سے پہلے میں نے ہی یہ آواز لگائی۔ آواز برابر لگائی جاتی رہی ہے۔ یہ ہمارے ملک کی ناندھی، اس کی تاریخ سے نا آشنائی ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ آواز پہلی مرتبہ لگائی گئی ہے میں نہیں سمجھتا کہ کوئی صدی خالی گئی ہو کہ جب یہاں ایسے جرأت مند انسان موجود ہوں جنہوں نے آواز لگائی۔

میں آپ کے سامنے صاف اقرار کرتا ہوں کہ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میری یہ نجف آواز اتنے بڑے بڑے آدمیوں کو اور اتنے بڑے لکھے اشخاص کو جمع کر لے گی یہ اس ملک کی صلاحیت اور زندہ ولی کی دلیل ہے۔

میں اپنے صوبہ کے وزیر اعلیٰ شری ملام سنگھ یادو کو اس بات کی وار دوں گا کہ انہوں نے ایک ایسے زمانے میں جب صرف سیاسی، اقتصادی، سیاسی زبان اور سیاسی انداز ہر طرف رائج ہے



انہوں نے ایک اصولی اور اخلاقی آواز بلند کیا اور کہا کہ ہم قانون کو اس صورت پر قبول کرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے۔ اگر قانون خلیا بن گیا، اگر عدالت کے فیصلے خلیا بن گئے، اگر من عام بچوں کا ذہنی بن گیا تو اس ملک میں نہ پڑھا جاسکتا ہے نہ کھاجا سکتا ہے نہ ان کی خدمت ہو سکتی ہے اور نہ خیم وادب کی۔ اور یہ تو بڑی چیزیں ہیں ایسے سنگین حالات میں گھر میں آدمی آرام سے بیٹھ بھی نہیں سکتا۔

میں ان کو یاد دلاؤں گا کہ انہوں نے اصول و اخلاق کی آواز انگلی میں لے کر ان کے گلوں کا کہہ دیا اس پر غیبتی سے جو غم میں اس راوی میں ہے۔ بڑے امتحانات ہوتے ہیں، اصول و اخلاق کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ یہ سولہ سو مستائیں ہیں انہوں نے اس پر ثابت قدمی دکھائی تو مارش میں ان کا نام: دُور امید ہے، وہ عبادت گاہوں کے معاملے میں یہ فیصلے نہیں دوتے اور نہ کہ وہ اس مسجد کے معاملے میں کھل اس مندر کے معاملہ میں نہ کہ جو دگایا جا رہا ہے بڑا درد بڑا راسا پہلے تو قلہ جہاں سے چلا تھ پھر قافلہ کو وہاں سے سفر کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے اگر یہ کام ہندوستان میں شروع ہو گیا تو سارے تعمیراتی کام بند ہو جائیں گے اس لئے میں نے جیسا کہ پہلے کہہ دیا تھا: "جگ بھتا ہوں" مارش ایک سو یا ہوا شیر ہے اس کو دیکھا نہیں چاہئے۔" تو اب اس کے پاس سے نکل جائے اس کو سوتا پھوڑ دیتے۔ اگر آپ نے اس کو دگایا تو پھر اس غلطی کی قیمت ادا کرنی پڑے گی تاریخ کو کچھ دیر میں وہیں لے جانا اور وہاں سے سفر شروع کرنا اس ملک کے مفاد میں نہیں کہ جب ہندوستان میں باہر سے سلیس آری تھیں تہذیبی اور مذہب آ رہے تھے وہ غیر ہو گئے۔

میر آپ کی اس توجہ، مہمت اور احترام و محبت کا شکر گزار ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ فرقہ وارانہ منافقت اور بھائے باہم کے شریطان اصول کے لئے جو قدم اٹھایا گیا ہے اور جو خوشی شروع کی گئی ہے وہاں آ رہا نتیجہ نیک اور وسیع و وسیع ہو۔

وما علیہ الا الیلا غ الصبی

والسلام علیکم

بسم الله الرحمن الرحيم

کسی ملک و معاشرہ کے لئے سب سے  
خطرناک بات

المحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء  
والنمر سليلي، وعلى آله واصحابه اجمعين. بعد.

۱۱ یا ایها الناس اقموا الصلوة واتوا الزکوة وادبروا الصلوة

[illegible]

نہ صرف ہے کہ وہ ہم کو تعلیم دے، آراء دے، فلسفے طرحے ایک نوجوان یا ایک تھکے ہوئے عوام کے لئے۔ یہ تکلف بات بات کرتے ہیں اور حق و باطل کا اندازہ و حکایت دیتی ہے غلاموں کی طرف سے نفرت کی باتیں ہیں۔ اپنے نوجوانوں کو اپنے لئے منظور کرتے ہیں اور انھیں دیکھ کر کہتے ہیں کہ اس طرح ہمارے بھی بھیجی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ وہ خود کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ یہ تعلیم کی نشوونما ہے۔ خیال کریں۔ اسی خیال کے تحت آپ حضرات کو اس تکلف کی نفرت ہے۔

مفسر ہے انسان کے لئے یہ ریاضت کافی غیر لطیف چیز نہیں ہے۔ صحت کا فقدان سے بہت جلد اور زیادتی کا شکار ہو جاتا۔ اسی صبر و تلذذ کی کشاکش کا نتیجہ ہے اس کی غلطی کا ارتکاب۔

انسانی غلطی سے کسے غلط فہمی نہیں ہے بلکہ یہ ایک حیرت سے زندگی کی علامت ہے۔ پھر غلطی نہیں ہو سکتی۔ اور غلط غلطی نہیں کر سکتا انسان کی غلطی کرتا ہے۔ اس لئے غلطی زیادہ پریشانی کی بات نہیں اور اس پر مایوسی نہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

انسانوں کی ایک بڑی جرئت کا کسی نظریہ پر پڑ جانا، اپنی منگی خواہشات، اور پست درجہ کے مقاصد کی تکمیل کے چاہیے، پیدا ہو جانا، تاریخ انسانی کے لئے بھی اور عقیدہ پر انسانی کے لئے جس شدید تشویش کی بات نہیں ہے۔

تشویش کی بات یہ ہے کہ مجھ سے ہونے والی حالت سے بچہ آزمائی کرنے، خود و اختیار سے اپنے ان ملاقوں سے آنکھ ملانے والے اپنی سولتوں، عزتوں (اور بعض اوقات خصوصیت، اقتدار اور کونکریشن) میں ترقی پان میں ترسے والے مایوس ہو جائیں۔ اصل تشویش کی بات یہ ہے۔

انسان ہمارے کسی بد نیت انسانیت اور اختیار، پسند و قوتوں، قیادوں، سرزموں کے شکار ہو گئے ہیں اور ایسے نظر آتے ہیں کہ انسانییت سکرات کے عالم میں ہے وہ وجود و قوتوں کی بات ہے۔

لیکن چلیں یہ بتاتی ہے کہ یہ موقوفہ پر پہنچے، مینے افراد میدان میں آگئے جنہوں نے زبان کی آنکھوں میں، نکلیں، ادا کر کے اس کا مقصد کیا۔ ان غلوں، نمایاں اور قیادوں کے موقعا میں ان کے لئے ہوئے اور انہوں نے جان کی بازی لگا دی۔ انسانی تہذیب کا تسلسل جو ابھی تک قائم ہے، کھسکی کھسکی نہیں چکا۔ انسانی خصوصیات کا تسلسل جو ہر دور میں رہا ہے انسانی اساسات و جذبات، انکی مقاصد، انکی تعلیمات، ان کی ترقی و ترقی کے لئے ہمت و جرأت اور قربانی کا جذبہ جو اس وقت تک چلا آ رہا ہے یہ درحقیقت انہیں انہوں کی کار میں منت ہے جو بگڑے ہوئے حالت میں میدان میں آئے اور انہوں نے زمانہ کے چیلنج کو سہا لیا۔ اور ان بگڑے ہوئے حالت سے بچہ آزمائی کی اور بعض اوقات زمانہ نے ہی نکائی موز دی انہیں ان کی بدولت انسانیت زندہ رہے۔

ہر زمانہ کے شاعر ہر زمانہ کے ادیب اور ہر زمانہ کے اہل دل زمانے کے بگاڑ کی باتیں کرتے چلے آتے ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے بعد بھی انسانی خون کا سرسایہ انسان کی

انسانیات و جذبات کی کافرمانی اور نیک انسانیت پر جو زور ہے۔ یہ اصل میں انہیں لوگوں کی جدوجہد کا نتیجہ ہے جو اس وقت اپنے مضامین سے آنکھیں بند کر کے میدان میں آگئے انہوں نے اپنے لئے بھی اپنے خاندان کے لئے بھی اور اپنی آئندہ نسلوں کے لئے بھی محلوہ سوال کیا زمانہ کارن موڑ دیا اور انسانیت کی کھیتی الٹی کی کوششوں اور قربانی نے پانی سے برقی ہوئی۔

انسانیت کی جو انی حقیقی ضمانت و برتری و پیرا جس پر ہر دور و زمانہ انسان ہیں جو انہیں اس اختیار آنکھیں دے سکتے اور چلنے ہوئے دل و سرخ رنگتے ہیں جو ناسازگار ہے۔ یہ انسان کریں۔ چوت کو براہ راست کریں اور ناسازگاری کے وعدے کو بدلنے لئے جان کی بازی لڑیں۔

دب بھی جنس کی کمی نظر آتی ہے تو پورا سماج و پیر معاشرہ و عطرہ میں پڑ جاتا ہے خواہ انکھیں میں آپ کو فریادی (سوز پا) نظر آئے جیسا کہ قرپہ جسم کے اندر ریشہ سر قسم کی یہ کاریاں پر مشن پتی ہیں لیکن اس کی فریبی سب پر یہ وہ نئے رشتے ہے دیکھئے انوں کو عو کو۔ انات پر نہایت ہیں کہ یہ انسان بہت مند راست ہے انہیں حقیقت میں دو بیماریوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔

کسی سماج کے لئے سب سے بڑا خطرہ (خواہ وہ نیا کالعدم سماج ہو) یہ ہے کہ اس کے اندر ظلم کا سماج پیدا ہو جائے پھر اس سے زیادہ خطرہ کہ بات یہ ہے کہ اس ظلم کو ناپسند کرنے والے اس معاشرہ میں انہیوں پر بھی گئے نہ چہ سنتے ہوں۔ اور جین تو اور جین خود میں پر جی ان کو نہ دیکھ جا سکتا ہو۔ پورے سماج میں چند درجن آدمی بھی ایسے نہ ہوں جو اس ظلم کو اس غلطی کو اس قسوت اور سنگ دلی کو، کھڑے دوس پر ہمت و رازی کو نہ پسند کرتے ہوں اور اپنی ناپسندیدگی کا اعلان کرتے ہوں گھر دیکھ کر ناپسند کرنے والے تو مل جائیں گے جو پورے آدمیوں کی موجودگی میں کہیں کہ یہ تحریک نہیں ہو رہا ہے بڑے خطرہ کی علامت ہے۔ کیسی بھی اپنی قابضندین کا اندازن کریں اور اس کو لے کر میدان میں جائیں۔

ایسے افراد کی دب کسی کوئی معاشرہ میں کمی ہوتی ہے جو اس سماج اس معاشرہ میں اور اس موسم کی کو کوئی طاقت نہیں چھو سکتی۔ دب کسی معاشرہ میں ظلم پہیلنے لگا ہو اور پسندیدہ نیکادوں نے دیکھا جو دب سماج کے لئے یہ معیار بن گیا ہو کہ ان لم یوں ہے؟ ظلم کی



ہے اور اس کا نتیجہ بریامورینکلی گریڈتا ہے اور اس کی موجودگی میں کوئی ملک یہ قوم، (خواہ وہ کتنی بڑی ہو) نہیں رہتی۔ ممالک داخلی حالت، اندرونی کثرت، مشرند اور سرخ اور علم، ادب اور فاضلہ۔ ان خزانے ہوں، انچھ پچھن نہیں سکتی۔

لیکن بنائوٹ نہ آپ پر اچھے نہیں رہتے وہ اس تاریخی حقیقت سے واقف ہیں کہ اس سے کم ہونے کا ظلم، اور نفی کا پ سے بڑی تاریخی شہنشاہیاں اور دہندہ ہیں جن کا کسی زمانہ میں نکاح تھا اور آج بھی ہر ملک کے صورت پر ان کے دشمن فوڈش ہیں زوال کا شکار ہو گئیں اور انسان پارینڈہ بن گئے۔

اس صورت میں اس کی طرف غوری قیام کی ضرورت ہے۔ سیاسی مسائل اور اخلاقی مہم سے زیادہ اس کے خلاف سو فی فی مہم چلانے کی ضرورت ہے۔ سخت قوانین، جبریت، حکمرانی، ابلان، ماسہ کے ذرائع سے فاسیلے اور اتھامیہ نوشت سے سخت قہ ماضی۔ نہ کی ضرورت ہے۔ اور نہ نہ ہے باسٹن بیٹے کی باسٹری۔

فرق پرستی جاری ہے اور تھکا کا کھار، مہمان ملک کو زمین و وز اور دھما کہ خیر سرنگوں کے دم کو آرم چھوڑ دیتا۔ نہ ہا آفر ملک کو بے ڈوبے گا۔

فائیمچی کی اس حقیقت کو نہ سمجھتے تھے کہ فرق داران منافرت تھکا اور پادشہ پٹل ملک کی آبادی کے وادھامسروں (بندہ مسہم فوڈش) کے دوسروں اپنا کام کرنے کی پھر بھی زلی نہیں اختلافات، محترمت، اور بڑاوریوں کی۔ سب آرائی اور نسلی، انسانی، صوبائی، علاقائی فوڈش کی شکل میں ظاہر ہوئی اور جب یہ کام بھی فوڈش ہوئے گا تو وہ آس کی طرح (جب اس کو بلا۔ نہ کے لئے اندھ من نہ ملے تو اپنے کو کھانے لگے ہے) ملک کو اور امن پسند شہریوں کو اپنا فوڈش لے لے لے اور یہ ملک چھوڑ دے گا۔

مفترت اور اہیت کے حال اور مشتیں اور سارے تمدنی، معاشی، سیاسی مہم کی اخلاقی اور مذہبی مسئلہ کا انحصار اور تمام فلسفوں، دھما و فوڈشیات کا دار و مدار مہم مہم پر ہے کہ انسان موجود اور فوڈش ہے اس اپنی زندگی کی غرض سے اٹھیں، انسانی کی قدر، حقیقت کا احساس اور اس کے فوڈش پر غیر مہم مہم مہم۔

اس عقیدے نے، کہ انسان ہی اس دنیا کی جید انش کا مقصد اور اس کا نہ تھا سب

سے بیش قیمت و جود ہے اور ان کے اندر بہتر سے بہتر بشری صلاحیت موجود ہے۔ ان کے  
 چین ترین، شریف ترین اور ان کی ترین انسانوں کو انہوں پر صحت صرف کرنے پر آمادہ کیا  
 اور انہوں نے ان کی جتنی حد ہیئتوں اور ان کے فرائض و دماغ کے سوتوں کو سمجھنا اور وہ تمام  
 ان کی انیسویں اعلیٰ تعلیم میں، ان کی انیسویں اور روحانی شاہکار و جود میں ان کے ان پر قدیم جود پر  
 دنی کو فتح ہے۔

تاریخ کے قدیم ترین دور سے لے کر ہمارے زمانہ تک جس چیز نے انسانیت کی سطح  
 مسلسل طور پر روشن رکھی وہ خدا کی یہ نعمت ہے کہ اچھے انسان، انسان سے مایوس نہیں ہوئے  
 انہوں نے اس کو ناقابل ملاحظہ ملاحظہ اور ناقابل اصلاح حیوان نہیں سمجھا وہ کبھی اس کے وجود  
 سے ایسے متغیر نہیں ہوئے کہ اس کی صورت دیکھتے تک لے رہا اور انہوں نے انہوں نے کبھی اس  
 کے زہرہ بننے کو اتفاق کا لکھ نہیں کیا۔

انسانیت کا یہ اس ہے جسے ہم نے ملے ملے ہے وہ ہوا کے تیز چمکوں اور طوفانوں کے  
 چمکے ہیں، جس روشن رہ سکتا ہے۔ اور انسانیت کی تاریخ بتاتی ہے کہ بہت والوں اور انسانیت کا  
 دور، کھنے والوں نے اس بنے اس بنے اس بنے انسانیت کا جسے اس روشن رہا انہوں نے پیٹ پر پتھر  
 و نذر کر اور مسلسل فاقہ کرنے، ظلم اور یہ باتوں، لڑنے کے جائزوں کی دقتوں اور جتنی ہوئی  
 وہ یہ کہ اس میں انسانیت کی مدد سے ہے۔ ان میں سے کوئی چیز ان کی بہت توڑنے اور ان کو ان کے  
 و تھک کام سے روکنے کے لئے کافی تھی۔ ان کی نہ تھک ہونے والی قوت کے مقابلہ کا راز اور ان کی  
 حیرت انگیز قوت عمل کی بنیاد یہ تھی کہ وہ انسان کو دستانہ قدر کا شاہکار (MASTERPIECE)  
 سمجھتے تھے۔

ان کو انسان کی فطرت سید پر انہیں، احمق تھا۔ ان کو یقین تھا کہ انسان کے لئے یہ فی  
 ماریش اور عوامی و صلی اور فطرتی ہے۔ ان کو یقین تھا کہ وہ انسان پر جو منت کریں گے وہ کبھی نہ  
 کبھی دیکھ لائے گی۔ ان کے عقیدہ میں اس بارگاہ کی ہر کئی کو کھنڈ اور زمین بننا چاہئے۔

مگر انسانی میں کوئی چیز اس سے زیادہ خطرناک اور شورش انگیز نہیں کہ انسان انسان سے  
 نامید ہو جائے۔ اور اس سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ وہ اس نفرت اور یاس کے عنوان  
 میں بے زبان عورتوں اور مصوم بچوں پر ہست مراز کرے اور انہوں کو کھنے اور مسکرانے سے

پہلے ہی سس کر رکھو۔

تعلیم و تربیت کا یہ ادارہ ترقی و حاشی خوشحالی ہو یا سیاسی استحکام۔ یہ نہیں اس شائع پر  
تاکر ہے اور ہمیشہ جس شائع پر قلم نہ کھائے گا وہ انسانی زندگی کے تحفظ اور امن و امان کی ضمانت  
ہے جسے نہیں کوہنہ اور ہاتھ کے منہ ہوں اور اس کی ترتیب و تنظیم کی بحثوں سے پہلے اس  
شائع کی حفاظت کی ضرورت ہے۔

آخر میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تہذیبوں اور بڑوں پر اس کی ساری توجہ دینی چاہیے  
تہذیب کو ہر بار دنگا کا لہر زندہ کرنا، جو تہذیبیاں صدیوں پہلے ڈانچیں یا بڑی ماہرین اور ان کو اس  
ملک کے تہذیب و ادب اور تہذیب و تمدن کیوں نے صدیوں کو مارا کیا، ان کے تہذیب سے قدم سے  
شرع کرنا اور ان کی تہذیب کو اس ملک کو ان کے مسائل و مشکلات سے بچا کر دینا  
جن کا مقابلہ کرنے کی اس ملک کو قسمت ہے نہ ضرورت۔

اور اس طرح حکومت، انتظامیہ اور دانشور طبقہ کی توانائی (ENERGY) جسے صرف ہونے  
یہ شخص اصول پر زندگی کا تقاضا نہیں ہے، وہ تہذیب و ثقافت پسند اور تہذیب کی سیاست کا بھی تقاضا ہے۔  
تہذیب و ثقافت کی کامیابی یہ ہے کہ وہ تہذیب و ثقافت اور قربانیوں کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ قوم کی تہذیب  
تغیر اور انسانیت کا احترام اور ہمہ جہت پیدائش کے لئے ہم کو ایک بھونکا اور  
تہذیب و ثقافت کے ذریعہ سے دیتا ہے۔

ہندوستان تاریخ کے ایک نامور موز اور فیصلہ کن دور ہے پر کھڑا ہے ایک راستہ پر چلنے کی  
جانی نہ ملنے والے لاکھوں اور لاکھوں ہونے والے زوال کی طرف لے جاتا ہے۔ ایک راستہ ہمیشہ  
کھلا ہے، امان اور دلچسپی کی طرف لے جاتا ہے۔

ہر ایسا موز پر ہونے والے لوگ مانتے آجاتے ہیں جو تاریخ کا رخ موز دیتے ہیں ہر  
اتحاد کا مدار اس پر ہے کہ ان کی ایسی ہی ان کی صفات کوئی اور ان کی ہر تہذیبی پورے  
پورے ملک اور قوم کو بچا لے جاتی ہے یہی کوکب ملک کے معمار ہوتے ہیں۔ اردو کے کسی  
پروگرام نے صحت کبہ ہے۔

انجمن تہذیبیہ، دانشورانہ سب کرنے چاہتے ہیں

تہذیب پر مبنی ہیں گو کہ تہذیبیہات میں



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## اسلام ہر دور میں قیادت و رہنمائی کی صلاحیت رکھتا ہے

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا وسينا محمد  
وعلى آله وصحبه اجمعين ومن تبعهم باحسان وادعى بدعوتهم  
الى يوم الدين. وسعدا فاعوذ بالله من التبعان الرجيم. وما كان  
المؤمنون ليغفروا كفافا، فلو لاشر من كل فرقة منهم طائفة لمافعفوا  
في الدين ولينصروا قومهم، فارجعوا اليهم لعظيم بخلهم وور

حضرات: اشر... آپ کے سامنے قرآن کریم کی آیت پڑھیں ہے، اُس نے راقی قرآن  
شریف کے ایک طالب علم کی حیثیت سے، ایک عربی دال (ایک مطاعہ کرنے والے کی حیثیت  
سے امتحان لیا جائے۔ یہ بتانے کے لئے کہ اس کی دنیا میں شہرت اور عزت پہیلی جن کی اہمیت بلند  
آواز ہے، اور بڑی انصافیت و بزرگت سے واضح کی جاتی ہے، اور جن کے لئے بڑی بڑی  
جانتے شنایان کی پڑتی ہیں، اور ان دوزین اور اسلام کا قہر کہا جاتا ہے قرآن مجید میں کہیں اس کا  
تذکرہ بھی ہے قرآن مجید میں بہت سی ایسی حقیتیں بیان کی گئی ہیں جو کسی کتاب میں  
سے ملتی ہیں، یہ بتانے کے لئے کہ کسی چیز کی بڑی اہمیت ہے دین کی نگاہ میں، اور یہ وہاں دابر ملے، اور  
بالشوروں کی ہوتی ہیں، اور وہاں اور واقعہ میں نے بھی اس کو بہت بڑا حق دیا ہے قرآن  
مجید میں بھی اس کا ذکر ہے، تو میں کہوں گا کہ ہاں اس آیت میں ن کا ذکر ہے، اور آپ غور  
کریں، ایسی بہت سی حقیتیں ہیں جن پر غور کرنے کی نوبت نہیں آتی، روزمرہ کی زندگی میں  
نہیں، اور ان میں سے بھی بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی اہمیت روزمرہ کی بھی  
لی جاتی ہیں، ان کے لئے جہل کی نہرت نہیں ہوتی، اور آدمی کو غور کرنے کی نوبت ہی نہیں

آئی، ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کسی نئے زمین میں یہ سوال ہی نہ پیدا ہوا ہو، اس میں مصافحہ مدارس کے نام لئے بغیر اس لئے کہ نام لینے میں الفاظ بدلتے رہتے ہیں، مدارس ہی کو لے نیچے، کسی جامعہ، کسی کونرا، کسی کو جامعہ کہنا جاتا ہے مختلف اداروں میں مختلف الفاظ میں لیکن جو مدارس کی خصوصیت اور مقصد ہے، اور اس کی افادیت ہے، وہ اس آیت میں بیان کر دی گئی ہے، یہ وہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جو خالق فطرت اور خالق کائنات ہے، اور وہ انسان کی کمزوریوں اور ضرورتوں سے بھی واقف ہے، اور دین کے متضاد تقاضوں سے بھی واقف ہے، عالم انقیاب ہے وہ اپنے ان تمام صفات کے ساتھ جس طرح اس آیت میں اشارہ کیا ہے، ویسے سراسر جہاں دین کا مگر علم حاصل کیا جائے، دین کا عمیق اور وسیع آفاقی علم حاصل کیا جائے، جو ہر زمانہ میں کام لے سکے، اس آیت میں اگرچہ مدارس کا نام نہیں لیا، اور اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند تھی، لیکن اس آیت میں بالکل مدارس کی تصویر آگئی ہے، اور مدارس کی ضرورت اور افادیت بھی آگئی، اور اس میں مدارس کا فرض بھی بیان کر دیا گیا، فرماتا ہے کہ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ اہل ایمان سب کے سب گھروں سے نکل جائیں، اور زندگی کی ضروریات سے بالکل آنکھیں بند کر لیں، یہ تو ہونے والی اور ممکن العمل بات نہیں، پھر ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ان میں سے ایک جماعت اس کام کے لئے تیار ہو جائے، تاکہ وہ دین میں فقیہ سمجھ حاصل کریں، عربی زبان میں سمجھنے کے لئے جیسوں لفظ ہو سکتے ہیں، فہم، معرفت، علم، عقل کا لفظ بھی ہے، لیکن تھقہ کا لفظ خاص معنی رکھتا ہے، اس کے معنی ہیں دین میں گہری سمجھ حاصل کریں، دین کے ذخیرہ پر پورے طور پر حاوی ہو جائیں، زمانے کی ضرورت کو سمجھ سکیں، اور بدلتے ہوئے زمانہ اور دائمی دین کے دور میں رشتہ پیدا کر سکیں۔

ایک بات یاد رکھیں کہ یہ دین تو دائمی ہے، زمانہ بدلنے والا ہے، جو طرف ہے اور طرف بدلتا رہتا ہے، لیکن دین کی حقیقت، دین کا مصلوہ دین کی بنیادی باتیں ہمیں بدلتی ہیں، تو نہ بدلنے والا دین ہے اور اس کا بدلنے والے زمانہ کے درمیان رشتہ پیدا کرنا، یہ نہ لگانا یہ معمولی کام نہیں ہے۔

”دین کی اصلیت اور حقیقت، دین کے واجبات و فرائض، دین کے صحیح حقائق اور مطالبات میں تو ذرہ برابر بھی فرق نہ آنے پائے، لیکن وہ دین زمانہ کا ساتھ دے سکے، زمانہ کی

درمیان کر سکتے۔ زمانہ تنہا ہی بدل گیا۔ تمدن گتھائی وسیع ہو جائے مختلف طبقہ کی کتنی ہی ترقیوں ہو پائیں۔ انسان ہوا میں لڑنے کے، امر پانی پر چلنے کے، اور زمانہ لاکھوں میل کے حساب سے آگے بڑھ جائے، ایسی فکریں عقلی طور پر اوپر سے کر سکتا ہے کہ وہیں اس زمانے میں درمیان کر سکتا ہے۔ آج بھی وہ تمام مسائل و ضروریات، یہاں تک کہ زمانہ کے معمول اور پسلیوں کو بحال کر کے زمانے کے ساتھ چلے، ان کو جس بلکہ قیادت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور زمانہ کو، یہ دوری اور فاصلہ انسانی کو اپنی خودکشی سے بھی بھی سکتا ہے۔ وہ اپنی جگہ اپنے عقائد اور عقول میں ابھی ہے۔ زمانہ تنہا ہی ترقی کر جائے اس میں فرد کی در قیادت پیدا نہیں ہو سکتی۔ آؤٹ آف ڈیٹ جسے کہتے ہیں، (Out of date) آؤٹ آف ڈیٹ ہو چکا ہے، یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا، البتہ زمانہ بدلنے والا ہے یہ اس کی تعریف ہے۔ برقی ٹیکسٹ ہے زمانہ کہتے ہی اسے جس جہ بدل گئے، اور وہ ایسے پرانی عمارت ہے یا ایسی چیز ہے جس میں زعفران نہیں لڑائی کے ساتھ تغیر و تبدل بھی لگا رہا ہے، اور وہ وقتا بھی لگا رہا ہے، نئے نئے تجربے بھی لگ رہے ہیں، زمانہ آج بے لگا اور بدلتا چلا ہے، لیکن اس زمانہ کی طرح بدلتا بھی نہیں ہر زمانہ سے پیچھے بھی نہیں رہتا۔

یہ نام پرانے زمانہ کا نام ہے، اور یہ بات بھی تاریخ کے ایک خاص باب میں مسموئے کی حیثیت سے لکھنا، ان کو زمانہ کی تاریخ بتاتی ہے، ان انصاف پسند لوگوں نے اس زمانہ کو قہر لیا ہے، بعد داستان کے بے لگاتار مصنفوں نے اس زمانہ کو قہر لیا ہے، اور اسے ملک کے عہد کے زمانہ کا ترجمہ نہیں، اسے اس عہد کے ایسی مذاکرے جن میں غبارِ بانی کوئی ایسا آؤٹ پیدائش اور زمانہ کا ارتقاء سے رشتہ جوڑے، اور زمانہ کو ان کا تابع بنا سکے اور زمانہ کا قہر لیا، نئے زمانے میں غلامیہ ہو گئے، اسے اس عہد میں میں نے اپنی کتاب تاریخ و عہد و عہد کے نئے پہلے عہد کے عہد میں عہد کے عہد ان مغربی فضا، ہمہ ستانی ماحولین کی کتابوں کے نئے نئے حوالے سے نقل کر رہے ہیں، صدیاں گذریں، اور یہ زمانہ کوئی عہد پر عہد نہیں لگا رہا، کوئی عہد نہیں لگا رہا، اس زمانہ کو اس وقت کے سچ کر سکتے، اور جو اس میں وقت کے عہد کوئی عہد ہے، اس کو کچھ نہ لگا رہا، انہوں نے یہ بات بذریعہ قیادت واری اور حراست کے ساتھ لکھی ہے، اس تاریخ کو دیکھتے دیکھتے اس کی حیثیت سے لکھنا، اور یہ انھیں مستحق ایسے قہر کوئی قہر اور





ایسی حالت میں ایک کتب خانہ آئی ہے جس میں بتایا ہے کہ موجودہ عیسائیت حضرت مسیح علیہ السلام کی بتائی ہوئی نہیں ہے، حضرت مسیح نے امت پر اس کے بعد تین سو سال کے زمانے میں آپ کی تکمیل کی تھی یہ ہے کہ رومن امپائر نے اس مائیکٹ بنایا تھا کہ اس میں رومن سمجھ لوبی و افیس نے اس سے سیاسی فائدہ اٹھایا جائے، چونکہ عیسائیت ایک حاکمیت کی طرح پھیل رہی تھی اور رومن امپائر اس سے ذریعہ فائدہ اٹھا رہا تھا، ان کو خط دیکھ کر ان کا شر یہ ہو گیا اور طاقتور مذہب بن گیا تو رومن اس پر اس طرح حکومت نہیں کرتے، یہ ایک بہت تہری مرادش تھی کہ عیسائیت کے نام سے عیسائی غیر کٹر عیسائی مذہب اور قوم میں داخل کر دیا۔ اس کے اس طرح حکام اور عیسائیت دینی کے گویا وہ عیسائیت کا ترجمان بن گئے چنانچہ تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ موجودہ عیسائیت حضرت مسیح علیہ السلام کی بتائی ہوئی نہیں ہے، بلکہ مسیحیوں کی لائی ہوئی عیسائیت ہے، اور میں اس کے مذاہب کے متعلق نہیں کہہ سکتا، وقت بھی نہیں ہے، مگر یہ درست ہے کہ ایک سوشل پوٹینٹل کے طور پر مذہب میں جو اثر اور فائدہ پیدا ہو چکی تھی اس کو دور کرنے کے لئے یہ ہوئی جیسا کہ ہمارے ہندوستان کے بڑے سے صورتوں نے لیا ہے کہ وہ چیزیں ہر سے اٹھیں اور ان کو تہہ و بالا مٹا جائے تھے اور رت پرستی بھی اٹھ گئی میں نے خود دیکھا ہے، اور اور پتلا اور کے درمیان ایک قسم ہے وہاں اتفاق سے ایک ذمہ دار ہمارے اضلاع کے تھے، ان کے پاس وہ چیزیں تھیں، وہ دیکھ کر یہ لکھا یا داتے تھے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہی تمہاری نظر سے گزرتا ہے اور یہ دیکھ کر بعض زبان والوں نے کمر بنے اور اور فارسی میں اس کا ترجمہ کیا ہے، وہ دیکھ کر ہر الفاظ سے مٹی پر مسرت میں اپنی بت پاتی آگئی تھی۔ یہ وہی ہے جو بت سے لیا جاتا تھا، تو مذاہب کی تاریخ میں آپ کو بہت سے ایسے نکات ہیں، انسانی حقیقت یہ تھی کہ وہ وقت یہ مٹی یا لائی اس میں جان ڈالنے والا اور غلبہ یا تعظیم دینے والا اس کی تعظیم کے مطابق جانے اور اگل اس کو اس پر کھڑا کرے۔ یہاں اس نے جیسو مسیح کو بتائیں، بتائی یہ وہ بت تاریخی حقیقت کے طور پر ایسا الہی فطرت کے طور پر کہ انسان بہت پرندہ ہے اور وہ مائیکٹ سے متاثر ہوتا ہے۔

میرے بھائی انیسویں صدی کے خاص کام میں اور وہ اس کے علم پروردگار کے ہمارے تو اس کو اس کا ہے، انیسویں صدی کے اس تھے، یعنی انسانی عقل میں جو

ہمارے اور معلم تھے اور تعلیم گاہیں تھیں۔ ان مومنوں نے دو کام کئے ایک تو یہ ہے کہ وہ اسلام کو اس شکل پر لے آئے، اس شکل پر رسول اللہ ﷺ نے چھوڑ رکھا، اور صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں جس شکل میں تھا۔ اور یہ صورت بھی بتاتی ہے کہ بڑی کامیابی ہوئی، اور بعض بعض بدعات اور نئی نئی چیزیں ایسی نکلیں کہ اس کا تاریخ کے ذریعہ سمجھنا مشکل ہے کہ وہ کیا تھے اور اب کیا ہوئے، وہ ایک تاریخی داستان کے طور پر رہ گئے اور سری بات یہ ہے کہ زمانہ کو جس درجہ تک کی ضرورت تھی وہ درجہ تک ملی، اجتہاد یعنی زمانے کے جو نئے مسائل ہیں اس کو ماننے رکھ کر اجتہاد کیا جائے، اور غرض، دین کی تعلیم اور دین کے اصولوں کے ماتحت ان کو منطبق کیا جائے اور ان کو یہ بتایا جائے کہ زمانہ کی تبدیلی میں خدا معلوم ہوتا ہے اسی غلو کو دور کیا جائے اور اس کو بتایا جائے کہ اسلام کی تعلیم فلاں موقع پر یہ رہنمائی کرتی ہے، فلاں موقع پر یہ رہنمائی کرتی ہے، اور یہاں تک جایا جاسکتا ہے، اور پھر جس سے بچنے کی ضرورت ہے، اجتہاد کا کام مسلسل رہتا رہا، اور علماء نے اس میں اتنا احتیاط کیا، اس کو بھی میں ایک نکتہ کے طور پر بتاؤں، مگر وہ قبائل نے کیا ہے کہ صرف ہمارے تاریخوں کے ابتدائی دور میں مسائل کا استنباط اور اجتہاد کا کام، اللہ نے محفوظ رکھا، تاریخوں نے اثر چھوڑا اور وہ اثر وہاں کہ مسائل نکلوا انہیں کے اور اس سے مست نمراد ہوئی کہ اس پر عمل کرو، اس کو موقع دینی تھے کہ وہ اس سے استنباط کریں اور یہی فائدہ اٹھائیں یہ وہ کام ہیں جس کو صرف ہمارے علماء کر سکتے ہیں، مابین علم و دین، مابین تفسیر و حدیث، اور مابین فقہ و اصول فقہ، اور مابین ادب و زبان کر سکتے ہیں، بلکہ ان سب کے جامع وہ یہ کہ مذہب اپنی اصل روح، اپنی اصل حقیقت، اپنی اصل طاقت اپنی اصلی تعلیم کے ساتھ باقی رہے، ذرا دیر فرق نہ آنے پائے، ہادشاہوں کی طرف سے رشوتیں دی جائیں، یہ ہے دھمکیاں دی جائیں، اور چاہے ضرورت پیدا ہو، چاہے بڑے بڑے مزیداروں کے مانسنے ہوں، بالکل اس ن پر دل نہ کریں، اس لئے کہ ایک نہیں، دو نہیں، بیجاں نہیں، بیٹھو بن انسان ہیں، ان کا یہ حال ہے کہ بادشاہ وقت سے مانجا جا کہ وہ کچھ بھی قبول کر لیں، لیکن انہوں نے انکار کر دیا، یہاں تک احتیاط رہا، میں سمجھتا ہوں، ائمہ مانتے ہیں۔

ان حضرات کی شہادت ہے کہ تھے منسوب خلیفہ کے پاس، سفیر کو بھی لکھنا تھا کہ ذرا رقم اٹھا دیجئے، میں کا ہاتھ بٹا نہیں، انہوں نے کہا کہ میں لکھ نہیں دے سکتا، وہ کہہ بیٹھیں، جواب دیا کہ معلوم

نہیں آپ کیا نکلیں، اور میں تمہارے ہوں۔ ایک نہیں سکتا، اس صفتِ حمید کے تذکروں پر میں  
 کے انہوں نے ایک طرف تو تہریلی بھی کواڑہ نہیں کی، اور کہا کہ مسئلہ یوں ہی ہے اور یوں بھی۔ پہنچ  
 قول حق کے خاطر اپنی جان اور خاندان کا خطرہ سمجھتے ہوئے بھی اور خود شی کا خطرہ سمجھتے ہوئے  
 بھی انہوں نے حق پر تکیہ کیا، ان ہی کی بات مانی گئی، یہ دو چیزیں ہیں وہ یہ ہیں کہ اسلام اپنی  
 اہمیت پر ہے، اپنی عقلی تعلیمات پر ہے، اس میں ذرہ بزرگ فرق نہ ہو۔ اور زمانہ کی ضرورت کو  
 پر کون سا زمانہ، نئے نئے تھکے تھکے کی تکمیل کرنا، اہمیت اور دین و زمانہ کے درمیان کوئی فرق یا تضاد یا  
 غلط فہمی نہ ہوئے، دینا، اس لئے کہ جو دین ہے زمانہ سے ٹوٹ جائے، زمانہ سے اسکا چہرہ جدا  
 ہو جائے اور زمانے سے نہ نکلتے نکلیں اور زمانہ خود اپنے زبان حال سے کہنے لگے کہ یہ دین اب  
 پختہ، انہیں ہے، پھر وہ دین چماتا نہیں ہے، یہ معمولی بات نہیں ہے کہ یہ دین ابھی تک اپنی اصلی  
 حالت ہی پر نہیں بلکہ اپنے رکان اور عقائد کے ساتھ، عبادات کے ساتھ، طریقہ مہودت کے  
 ساتھ موجود ہے، اس کی حدیں اسی طرٹ مٹائی جاتی ہیں جس طرح مٹائی جاتی چوئے اس  
 نے فرائض ادا کئے جاتے ہیں، ساری دنیا میں کھن ریا جاتا ہے، نماز، جنازہ پڑھائی جاتی ہے،  
 فقیر صحت سے ہوگا، غنہ صحت سے ہوگا۔ شادی اسی طریقہ سے ہوگی، عیاجاب قبول  
 اسی طریقہ سے ہوگا، مہر باندھا جائے گا۔ خلافت کے لئے بھی احکام ہیں، یہ معمولی بات نہیں ہے۔  
 اس میں سب سے پہلے ہاتھ تو ان علماء و دانشمندان کا ہے، دانشمندان رسول کا ہے، اور پھر ان کے  
 مترادفوں کا ہے جس میں دلائل عربیہ اور دینیہ ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ زمانہ کی ضرورت کو چرہ  
 کرنا، زمانے کے طرز کا مقلد بن کر نہ زمانہ سے تغیر سے متاثر نہ ہونا اور اس سے دین میں تحریف  
 اور مت میں کوئی انحراف اور خلالت برپا نہ کرنے دینا۔ یہ دو چیزیں ہیں، ایسے دین کے لئے  
 ضروری ہیں جس کو دین مت تک کے لئے سمجھا گیا ہے اور قیامت تک رہتا ہے۔ اور اس کے  
 متعلق کو یاد کیا گیا ہے۔

”اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمُ  
 الْإِسْلَامَ دِينًا“

حدیث میں آتا ہے کہ ایک یهودی آیا، حضرت عمرؓ کے پاس، اس نے کہا امیر المؤمنین  
 ایک آیت آپ قرآن شریف میں پڑھتے ہیں، اُمر یہ آیت ہم یودیوں کی کتاب میں آئی



ہوئی تو ان میں ان خوشی میں جہاد میں نہ کرتے، حضرت عمرؓ نے پوچھا: "کیا یہ سب نہ کہا؟" البیہود اکملت لکم دینکم۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کسی جہاد میں نہ کرتے تھے، یہ حق کے دن، اور بعد کے دن بازل ہوئی، اور یہاں میری ضرورت نہیں، یہ حق میرے ہاتھ پر ہے، یہ وہ میری ہیں، یہ اللہ کی یہ وہاں کل سونے کے لیے یہ منائی جاتی ہے۔

حضرات اقریب سے ہر سب عداوت کی اقدار میں اس سے جو عداوت ہے، اور خدا کی اس نعمت کو باقی رکھیں، آپ تو میں اپنی اسٹیج سے اس میں جو عداوت کے بولی سے آئے، اور ان کا راہ دین، اور ساتھیوں کو میں، اور مولیٰ طور پر اس پر پوری امت پہنچی رہی، تمہاری میں دین پر عمل ہوتا رہا، دوسری یہ کہ زمانے سے اس کو پیچھے نہ رہے، میں، اور زمانہ کی مہر سے لڑا، اس میں ہوتی اتنی بدیہی کریں کہ دین میں تبدیلی ہو، ورنہ یہ نکل زمانہ کی ضرورت نہ تھی، اور کائنات بند کر لیں، ہم کچھ نہیں دیتے، ویسا نہیں، ہندو زمانہ کی جہاد میں کوئی نہیں، اور اس کا کیا کر سکتے ہیں، اس کے اس کا تباہ اور نکل، اور کھنچی جی سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ مثلاً دین میں دوسرے مسلمانوں سے، مقلی و غصت سے کھنچی رہا ہے، یہ وہ عداوت تھا دین، لیکن مسلمان نہ بدلے، یہ جہاد دین اور مسرت کی بقا کے لئے، تعلق ضروری ہے، جتنا وہ دے اور آپ کے لئے اس سے اس لینا ضروری ہے، اور نہ دے اور آپ کے لئے وہ دے، اور ضروری ہے، دین اپنی اس میں پھنسی رہے اور زمانہ کی رہنمائی بھی کر سکتے، اور زمانہ کا اقتدار آپ بھی کر سکتے، اور زمانہ کے ہاتھ کاٹھنوں کو بڑھانے، اور ہندو جو زرقاں مقام اجازت دیتا ہے، ترسیم کرے، اور اس کی رعایت کرے، اس کے لئے عداوت میں، جو کھنچ اور دوش کی لہریں، اور اجتہاد کی ضرورت بھی پیدا کرتے ہیں، اور ان کے اندر دین کی محبت بھی ہے، اور دین کی حفاظت کا جذبہ بھی ہے، اس کے ساتھ ساتھ دوسرے انسانی نوعیت کی بھی ہیں، اور زمانہ کا ملکہ کو بھی کرتے رہتے ہیں، اور وہ زمانہ سے بہتر حفاظت کو بھی دیتے ہیں، اس حد تک کہ حریت میں ان کی رعایت کی کھنچش ہے، اس کا یہ کھنچ ہے، اور اس سے بڑھ کر انتہا ہے، اور اسی کی وجہ سے زمانہ کی ہے، اور اس سے بددین، کھنچ کر آئے ہیں، اس نے ان کا تمام کھنچ، ان کی حفاظت نہیں ہے، دین کی حفاظت تو اللہ سے آئے ہے، اس اس شخص کو لانا، اللہ کو دانا لانا حفاظت، ان میں ہمارے اس بھی کھنچ رہا ہے، اسی کے میں دینا دینا ہے، دین کی تبلیغ کرنا، حفاظت کو مت نہ کرنا، یہ وہ اس کا قیام اور بقا اور اس کی آتی اور عداوت ہے۔

محبت اور ان کی سرپرستی دین کا ایک تقاضا ہے، اور دینی غیرت کا تقاضا ہے، اور دین سے محبت کا تقاضا ہے۔ دین سے محبت اور بقاء کے جذبہ کا تقاضا ہے، ان ہی کی اصل قیمت ہے، اور افتادیت ہے، اور یہی اس کی اصل ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ دین کے تقاضوں کو پورا کرنے والا بنائے آمین

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین ۔

والسلام علیکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## خواص امت

حضرت مولانا کی یہ تقریر سورہہ ۱۳۰ کوثر پر بروز جمعہ ۱۹۸۱ء کو بعد نماز عصر علماء مساجد اور خواص کے ایک سو قریب جمع کے سامنے کی گئی تھی!

الحمد لله رب العالمين . والصلوة والسلام على سيد الانبياء  
والمرسلين . وعلى آله واصحابه اجمعين . امابعد .

میرے بھائی! کسی زمانہ میں خواص کا عالم تو یہ تھا کہ اللہ کا ایک بندہ ایک جگہ دینما ہوا ہے اور وہ وہاں کے بادشاہوں اور حاکموں کو مت نہیں لگاتا، ایک بزرگ کانٹا واقعہ سنانا ہوں، ان کا نام ہے شیخ الاسلام عز الدین بن عبدالسلام، سلطان اقصاء ان کا خطاب تھا، اپنے زمانے کے بہت بڑے (شاید سب سے بڑے) شافعی عالم تھے، دمشق میں قیام تھا، بادشاہ وقت کی کسی بات پر خطبہ میں نکیر کی، بادشاہ کو ناگوار ہوا۔ بادشاہ نے ان کے ساتھ وہ معاملہ کیا جو علماء کے ساتھ نہیں کرنا چاہئے تھا، بے رخی اور بے توجہی، اس کے بعد وہاں کہیں سے اس کے معزز مہمان آئے، وہ بھی اپنے یہاں کے بادشاہ اور حاکم تھے ان کو معلوم تھا کہ اس ملک کے سب سے بڑے عالم شیخ عز الدین بن عبدالسلام ہیں، پورے آج کل دو معتبوب ہیں، انہوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں ایسا کوئی عالم ہو جو ہم اس کو سر پر بیٹھاتے، تعجب ہے کہ آپ اپنے یہاں کے ایسے عالم کے ساتھ ایسا سلوک کر رہے ہیں، بادشاہ نے برائیاں مانا، اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، لیکن بادشاہ تو بادشاہی ہوتے ہیں، اس کو یہ خیال ہوا کہ اگر میں ایسے ہی چپ چاپ معافی مانگ لوں اور کہوں کہ مجھ سے غلطی ہوئی تو میری سبکی ہوگی، اور میرا رعب کم ہو جائے گا، تو خواص میں سے کسی کو بلایا، اور کہا کہ دیکھو حضرت سے یہ کہنا کہ میں کسی مجلس

میں نہیں آوازیں تو وہ شاید انہیں اور اس وقت کہیں میرا حال کا خبر نہ دے گا۔ اب لوگ میں کیجے  
 گئے۔ اس کے بعد ہر لمحہ اپنے دل کی سب سے بڑی بات سے جا کر کیا تو انہوں نے  
 کہہ دیا کہ میں نہیں آؤں گا۔ میں تو اس پر بھی راضی نہیں کہ وہ میری دوست ہوئی نہ ہے۔ وہ  
 بیان میں اس کی بات توں میں یہ غلط فہمی میں آجیو ہے۔ بالکل اس کی انکار

”لا رخصی و یصل مدی فصلا عن ان اقل یدہ“

یہ کہانی ہے۔ اعلیٰ نے (نورانیہ) سرائین اعلیٰ جلائے کے مستحق ہیں (جس سے  
 رخصت نہ کی جائے) میں بھی اس حال میں کہ ہاں وہی نے ایک مرتبہ حضرت مرزا علی گڑھ کے پاس  
 گئے تھے۔ بڑی دوستی رہی۔ انہوں نے فرمایا میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نہ دے تا کہ

”اقل مدی عن اقل یدہ“

یہ کہانی سن کر میں نے بہت کمر ہے۔ اس قبیل میں ہے ایک گروہ و حاکم  
 سے مجھ میں سے ایک قبیل گروہ آپ کے ہوتے ہیں۔ (مثلاً مشہور تھی سلطنت شاہ  
 عالم زونلی کا مرزا) اس قبیل میں ہے میں بھی کہ مرزا کا یہ بار دے گا۔ اسے ہی  
 ایک مرتبہ بادشاہ نے کہا کہ میں ایک رقم پیش کر دوں، آپ نے وعدہ کیا کہ وہ شادی پر  
 غریب، میں تم پر مایوس فرمایا۔ گئے اس کا بھی بیٹہ نہیں، آپ اپنے لوگوں کے ذریعے تفسیر کرا  
 دیں۔ یہاں سے ہاتھ پٹا ہو جائے گا۔ تم بچے بچے ختم ہو جائے گی۔ نہ تم ہو گی تو وہاں بہ  
 نہ آکر ہو جائے گی۔ یہ سن کر میں نے گھبرا کر کہہ دیں۔

یہ انہوں نے کہا کہ میں اس سے کہی پیہ کہی تھیں، دینا کی ماں کی محبت فطرت

سنانی ہے

”وَأَمَّا بَعْضُ النَّاسِ فَمِنْ تَحَدُّدٍ“

مال کی محبت انسان کی فطرت میں نہیں ہے۔ اس کے ساتھ کہ میں یہ بتاؤں کہ اب آتی  
 تھیں، سنا لیں، بے نیازی کی دنیا ہے جو وہ گھر سے بے رنجی کی قوموں میں ایمان آئے  
 ہو یا نہ ہو، اور تو سے متاثر ہو جاتی تھی۔ اور یہ مسلم معاشرہ تنگ کی طرح نہیں بہتا تھا،  
 جیسے آج بہتا ہے۔

نورانیہ کے سے صرف حیات و عزت کی کافی نہیں، بلکہ عزت بھی ضروری ہے، اور

حرارت کہیں سے پیدا ہوتی ہے، حرارت پیدا ہوتی ہے ذرا اللہ سے حرارت پیدا ہوتی ہے، وہاں اور مزاحمت تو کل سے، اللہ کے راستہ میں تھکے اور کچھ مجاہدہ کرنا پڑے تو دل میں حرارت پیدا ہوتی ہے، یہ فقرہ حقیت سے کہتے ہوئے آپ تو انہیں پڑھتے ہیں، انہوں نے کسی مجبور کی سے اس کو نہیں اختیار کیا تھا، یہ ان کے دل کی آواز تھی، اور اس مجبور کی سے ضرور اختیار کیا تھا کہ وہ اپنے دل سے مجبور تھے، مگر اللہ سے کوئی ان سے یہ ہتھیار کد نہیں یہ نہیں ہو سکتا، ہم دوست کے بندے نہیں ہیں، ہم طاقت و اختیار کے بندے نہیں ہیں۔

اس کی ضرورت ہے کہ یہ نواس کا حلقہ باقی رہے، اچھے خصوصیات کے ساتھ اس میں زندگی رہے۔ اس میں حرکت رہے، اس میں حرارت رہے، اور کوئی جگہ کوئی مقام اللہ کے ان بندوں سے خالی نہ ہو، جن کو کوئی تم سے نہیں لگا سکتا تھا کہ یہ بہت گئے، پھر اچھتیں کسی بڑاں نے طلسم کی، بڑاں کے رسم میں ظاہر کی ہے، بڑاں چیرے نہیں بتائی، لیکن یہ کہ یک گئے، کسی کو یہ حرمت نہ لگائی جائے، یہ سمجھ کر امت کی حفاظت کا کر ہے کہ ایک ہی آدمی چاہتے ہوں، لیکن ایسے ہوں کہ شلوک و شہادت سے بہتر ہو چکے ہوں۔

”مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ مَّوَدَّةٍ“

جو دھرت ہو، ف کے متعلق امر و ملامت سے یہ بات کی تھی، جب بادشاہ نے پوچھا کہ آخر تم کو یہ ہے، انعام شیر میں چاہتے تو اس نے کہا۔

یہی بات یہ ہے کہ کوئی لڑوئی ہم نے اس میں نہیں رکھی، لہذا آج بھی امراۃ العزیز علی کا مقابلہ ہے، ادانت کو امراۃ العزیز نے لڑنا کہہ لیجئے، طاقت بڑا لگا کہہ لیجئے، اور پورے مصری۔ پورے مزین و نرین ہیں، جن کو یہ روز چاہئے کہ کوئی اس کو قرینہ نہ سکے، اور سب شہادت دیں کہ۔

”مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ مَّوَدَّةٍ“

دروہ دار نے یہاں آواز آنے کو اس سے، جس کا نیا جو ہے پوچھو، یہی بات یہ ہے کہ امت کا حرم ان جو اس وقت تک رہتی ہے، یہ انہیں بندگان خدا، اور اہل ان کی وجہ سے ہے کہ جن کی وجہ سے یہ امت، اس میں انہیں کوئی جھمی اور امتیں غلط چوں، ان کی طرف انہیں، ایمانی میں بہت نہیں کوئی جھمی اور امتیں نہیں، انہیں ان کی طرف رہے نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس طہارتی ہدایت اور اس کا دینی احتساب کا کام چاروں سو۔  
 نہ زوں میں ترقی ہو رہی ہے، اس پر نظر ہو کہ کتنا سب کم ہو رہا ہے "یا بھو رہا ہے" مسجد میں نہ لی  
 ہو رہی ہیں کہ بھر رہی ہیں "قد رما نے رپہ دو قہر" یہ کہ مسجد میں نہ پانچواں رہا ہے "مسلمانوں  
 میں کلہاڑی بھاری تو نہیں پھینکی، مثلاً شراب نوشی، آگہ پڑنی، یا کسی شراب عادت اور بیماری  
 کی ترقی تو نہیں ہے" اس سب کی فکر رکھنا اور اس سے شکریہ اور شکر ادا کرنا اس کا صدمہ ہو گا۔  
 مسلمانوں میں یہ چیز خدائے تعالیٰ سے ہے، چھٹی چیز شہر بھری ہے، خواہ اس امت کا فریضہ اور طبی  
 بنیاد ہے۔ یہ جسمانی صحت کا راز اور نامہ ہے کہ اس نے خواہ اس کو عوام تک پہنچایا، یا پہلے عوام کو  
 خواہ اس نے اس کے لئے اس نے نو عمر کو خواہ اس نے جوڑ دیا، میں یہ نہیں کہتا کہ میں واحد  
 طریقہ ہے لیکن عوام سے دیا ہوتا ہے۔ ان کے پاس جانا ہے، بنے غلوں اور غلوں میں جانا  
 چاہئے۔ تاکہ دیکھا جائے کہ زمین پر رہا ہے، یا تھوڑا رہا ہے، ترقی ہے کہ ترقی ہے، یہ چیز ترقی  
 یہ اہولی، آجروانی، یا ہی روح کے کہ ہے۔

تکثیر کو تر نہ چانچو لوگوں سے مل کے، چھو

کینا بننے کی رہی ہے لیا چھڑ مر رہی ہے

اسی پر اپنی بات کو تمام کر، جو مسلمانوں اللہ پاک سے ہمیں اپنے دین کی خدمت پہلے قبول کرے!

اللھم اھس و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

# سیاسی آزادی لیکن تہذیبی غلامی

یہ تقریر ۲۶ جون ۱۹۱۹ء کو پٹنہ میں ہوئی تھی۔ اس وقت ہندوستان کی کئی-ہاں برصغیر ہندوستان کے خطاب اور عرب کو جو انوں سے بچ رہا تھا حضرت مولانا قدوسی سرگ نے عرب کو انوں کو ان کے خطاب کیا۔ یہاں پر صرف اردو تقریریں ہی ہو سکتی تھیں۔

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء  
والمرسلين وخاتم النبيين محمد وعلى آله وصحبه اجمعين ومن  
تبعهم باحسان ودعوى يدعوهم الى يوم الدين. (اضاعيد)

میرے بھائیو! مجھے بڑی مسرت ہے کہ آج آپ کی موثر پوچھو رچی میں آپ سے  
انتقل کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ مجھ کو یہاں طلب علم اور ایک ایسا آدمی جو خاص خیالات رکھتا ہے  
اور کچھ باتیں اپنے عزیز دوستوں سے کہنا چاہتا ہے وہ آپ سے موقع کو غنیمت سمجھے گا۔ جو ممکن ہے کہ  
اپنے مواقع آپ کے لئے تیار نہ ہوں، لیکن میرے لئے یقیناً بہت قیمت ہے کہ مجھے ایک  
تعلیم یافتہ مجمع سے اور اپنے عزیز دوستوں سے بات کرنے کا موقع مل رہا ہے۔

## مشرق سے مغرب کا تعارف:

آپ کو معلوم ہے کہ مغربی تہذیب کا تعارف: ہمارے مشرقی ممالک سے انیسویں صدی  
کی ابتدا میں ہوا، مغربی تہذیب درحقیقت اسی صدی کے اوائل میں اس قاضی ہونی تھی کہ مشرق  
کی طرف بڑھے اور اس کو کچھ دے سکے، اس وقت قرونِ مملوک (اس کو تاریخ میں

(۱) یا تقاضا کے لئے ہندوستان (LEEDS) میں آج ہے، اس کی طرف منسوب ہے۔

»JARMAGES« کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ انگریزوں میں تاریخی شخصیتوں اور اس کو آزادی کے ساتھ اپنا سفر طے کرنے اور علم و تجربہ کے میدان میں پیش قدمی کرنے کا موقع ملا۔ اس کے بعد اس نے مشرق کی طرف نظر اٹھائی اور اس سے پہلے بعض عرب ملک یعنی خلافت عثمانیہ کے بعد مقبوضات کی طرف کچھ مغربی طاقتیں بڑھ چکی تھیں لیکن وہ زیادہ قابل ذکر واقعہ نہیں۔ مغربی تہذیب کا اصل تعارف اس وقت ہوا جب ہندوستان اور مصر بڑا اور مست ایک حکمیر مغربی قوم کے تسلط میں آئے، ہندوستان، مصر اور ترکی یہ تین ممالک ایسے تھے جو مختلف حیثیتوں سے نہ صرف دنیا کے اسلام میں بلکہ اس وقت کی حاصر دنیا میں بڑی اہمیت رکھتے تھے۔

### ہندوستان:

ہندوستان کی اہمیت یہ تھی کہ وہ ایسی کثیر تعداد مسلمان قوم کا وطن تھا، مسلمان وہاں ایک بڑی تعداد میں رہتے تھے اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ صدیوں تک وہاں حکومت کر چکے تھے، انہوں نے اسلامی علوم میں بہت بڑا اضافہ کیا تھا، انہوں نے اپنی زبان اور اپنے علم و فضل اپنے علمی شغف اور اپنی صلاحیت کا مختلف میدانوں میں بڑا ثبوت دیا تھا، ۱۸۵۷ء میں جب باقاعدہ انگریزی حکومت کا اقتدار ہندوستان پر قائم ہو گیا، اور ایسٹ انڈیا کمپنی (EAST INDIA COMPANY) کے بجائے وہاں پر منظم اور باقاعدہ حکومت قائم ہو گئی تو یہ سمجھا جانے لگا کہ اب ہندوستان انگریزی اقتدار کے قبضے میں رہے گا۔

### مصر:

مصر کی اہمیت یہ تھی کہ وہ عربی زبان اور عربی علوم کا بہت بڑا مرکز تھا وہاں جامعہ الازہر موجود تھا اور وہاں کے علماء، ادباء، شعراء اور وہاں کی کڑی عالم اسلام میں بہت وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔

### ترکی:

ترکی کے متعلق بھی مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں، وہ خلافت کا سرگز تھا اور بڑی حوصلہ مند باصلاحیت اور جواں مرقومہاں رہتی تھی جس نے دنیا کی تاریخ میں بہت بڑا کردار ادا کیا تھا۔ ان تین ملکوں کا جب مغربی تہذیب سے تعارف ہو تو ان کے لئے یہ ایک نیا تجربہ اور



تاریخ کا ایک نیا دور تھا جس میں آپ خوش قسمتی کیے، یاد قسمتی، بلکہ شاید خوش قسمتی بھی تھی اور یہ قسمتی بھی۔ بد قسمتی اس لحاظ سے کہ یہ قومیں ممالک قریب قریب ایک ہی وقت میں انگریزوں کے مقابلے میں ہندوستان پر تو براہ راست انگریزوں کا قبضہ ہو گیا اور مصر میں بھی عرب کے نام سے اور قرض وصول کرنے کے عنوان سے انگریزوں نے اپنے قبضہ کیا۔ مصر کے رول کو یہ دور درست قرار نہیں دیا لیکن انگریزوں کی سیاست کا یہ ملک بھی بڑا بگاڑ ہوا۔ اس نے حقیقت میں مشرق کا تورنٹ مغربی تہذیب سے اسی قوم کے ذریعہ ہوا جس قوم کا یہ وطن ہے جہاں آج ہم آپ جمع ہیں۔ آج ہمارے اسی قوم کے متعلق یہ بات کہہ رہے ہیں کہ مشرق کو پہلا قدم اس سے اٹھانا کہ کوئی نئی دینی پس منڈی اور سیاسی و فوجی کمزوری کا پس منڈی اس قوم کے ذریعہ ہوا جو اس سرزمین سے ملتی ہے۔ یہ انیسویں اور صدی کے اوائل یہ وسط کا زمانہ تھا اس کے بعد آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے ان ملک میں آزادی کی تحریک شروع ہوئی اور اس میں تقریباً تمام ملکوں نے براہ راست مغربی اقتدار سے نجات حاصل کر لی۔ ان میں ہندوستان کو میں اس لئے اہمیت دیتا ہوں کہ اس وقت حاضرین کی بڑی تعداد اس برصغیر سے متعلق رہتی ہے۔ یہ دور تو ختم ہو گیا اور اس کو ختم ہو چکا چاہے تم اس لئے کہ یہ دور غیر فطری تھا، اسات سمندر پر سے کوئی قوم آئے اور کسی ذریعہ ملک کسی بڑی سطح پر اس ملک کے باشندوں کی مرضی کے خلاف حکومت کرے یہ بالکل غیر فطری عمل تھا اور اس میں ہوتی رہنے کی قدرتی صلاحیت نہ تھی اور ان اس وقت تھی تو کچھ دنوں کے بعد ختم ہونے والی تھی اور اس لحاظ سے انگریز بھی اپنے معاصر فرانسیزیوں کے مقابلہ میں حقیقت پسند کہے جاسکتے ہیں کہ انہوں نے جلد ہی اس حقیقت کو تسلیم کر لیا اور ان ملکوں کو آزادی دے دی۔

سیاسی آزادی لیکن تہذیبی تہذیبی:

ان ملکوں نے سیاسی آزادی کو حاصل کر لی اور اس آزادی سے آج ہندوستان اور پاکستان دونوں نفع مند ہوا ہے۔ لیکن اس تہذیب کی پہلی ماحولاتی اور دینی بنیادیں تھیں۔ ان کو جو تہذیبیں حاصل ہوئی، آپ میں سے جن حضرات کا موضوع دور ہے ان کا غیر مطالبہ ہے اور اس سے اتفاق کریں گے کہ سیاسی آزادی حاصل کرنے کے بعد دینی نظریاتی اور دینی بنیادوں کی زنجیریں اور زنجیریں جو تہذیبیں اس کے اسباب بن گئیں، یہ بہت طویل ہے اور بعض باتوں

نے اپنی کتابوں میں اس بات کو تفصیل سے لکھا ہے مجھے بھی اپنی ایک عجیب تصنیف دلا دی جس پر انہیں رنجیدہ کرنے کا موقع ملا۔ یہ واقعہ ہے کہ جتنے مخالف افراد ہوتے ہیں چارہ یہ ہیں اور سیاسی طور پر تو آزاد و زبور ہے ہیں لیکن اپنی فکری اور نفسی طور پر زیادہ عوام ہوتے چاہتے ہیں۔ اب آپ یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اس وقتوں، استثنوں میں سے کون مراد اس کا کتر تھا۔ مثالی سیاسی آزادوں، ائمہ، یہ اپنی اور فکری آزادی زیادہ و استثنیٰ میں سیاسی خلائی کی تو کسی طرح حمایت نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہی شخص اس سے اپنے کی عزت بھی نہیں کر سکتا۔ ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو بدلتی اقتدار اور یہ حق حکومت کی مراد سے مدافعت کرے اور اس کو حق ہی سب ثابت کر دے۔ اس نے لئے کلمہ کی سبب کر لیا جو جو تو یہ تو ہم کی طرف سے اور نہ ماننا زیادت بھی ہے۔ یہی مثال ایک مذہب بھی اس کا تصور نہیں کر سکتا۔

خلیق ہزارے افسوس کے ساتھ ان پر مائے کوہِ مَشْرِقی ممالک جس میں ہندوستان  
 پارتی بھی شامل ہیں اور یہی وہ تھک (عرب، رستمیوں سے وحدت کے ساتھ) وہ عرب  
 ممالک جن میں چڑچڑی ہیں، دیوبند، قحقی آزادی کے مہوم نے آشنا ہیں، ان کو انہی  
 میں قحقی آزادی کا افسانہ سمجھئے، واقعہً غرض ملکہ جس دن ملکہ نس جہانی سے کڑوا ہوئے  
 ان جہانی سے فارغوں نے اپنے گھر میں غازی بے سے بھاری جواں اس میں ڈال سے وہ  
 فخری، ملی، سیاہی اور قفسہ افی انشیت کے انہوں نے اپنے لئے عرب کا سیاہست نر ہٹا دیا۔  
 والے اس نے جو کوشش کر رہا تھا کہ اس ملک میں اس ملک کی رتے ان قوم پر علمت کر رہی  
 ہے اور وہ۔ نے کسی غیر قوم نے یہ نہیں ہیں اس نے ہاؤس مٹی میں بھی ان قوموں کو آزار  
 نہیں پہنچا رہا تھا۔

ہم دینی تحقیقات میں بھی مغرب کے دست نگر ہیں:

کسی وقتے صورت حال یہ ہے کہ تمام مغرب سے لیتے ہیں زندگی کا مادیہ مغرب سے لیتے ہیں ایساں ملک کہ اصولی نظریات تمام لینی جو حقیقت بھی مغرب سے لیتے ہیں اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ابھی مغربی پرنسپل ساریں اس نظریہ بھی جاتی ہے مسئلہ آج کل کا مادیہ مغرب



ایک مسلمان کا شریعت سے تعلق ہے۔

نیکان زمین ہمارے کے اتحاد میں خصوصیت کی بات ہے۔ ہمارے زندگی کا ہر نکل ایک اور نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ موت کی آسانی تحقیقوں سے محض حاصل ہو رہا ہے۔ ان کو موت کی چیزوں میں ایک ہے۔ یہ نہ پانچ سو تیرہ ہے جس میں اس کے پیچھے ولی اور دنیا ہے۔ اس شہود کے پیچھے ولی ٹیپ ہے۔ اس زندگی سے بعد کوئی اور زندگی ہے اور ان چیزوں کے علاوہ ان سے آدمی کو لذت و محبت حاصل ہو رہی ہے کچھ حقیقتیں ہیں جن سے آدمی کو لذت حاصل ہو سکتی ہے۔ ان سے ان ہونے اور خوشی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس قسم کی ولی چیز ان کے سامنے نہیں ہے۔ اس وقت ہمارے مشرقی ممالک میں ایسی معمولی انگلیں ملنا زیادہ مشکل الفاظ میں یہ ضرور ہی غلط ہے۔ ہر چہ ہے اس میں بہت چیزیں آئی گئی ہیں۔ وہی ہے گھر میں اپنے دل میں دوستوں سے کدیر رہا تھا۔ کہہ رہی تھی تو میری دہلی میں۔ انراں میں تیرہ سال رہا ہے اور کچھ دنوں میں آجائیں ہوں۔ ان کے اندر ان کی حاضریوں کے وقت ہمارے ان کے اندر خدا کے نام قابل تخیر علاقہ میں رہی ہیں۔ ان کے اندر ان کی کاروباروں کے شرابی یا دوسرے ہیں۔ ان کے کاروباروں کے شرابی کو یہ بھی کہہ سکتے ہیں اس پر بہت بے بسی ہو سکتا ہے۔ ہمارے ان ممالک کے رہنے والوں کی ان کی اور یہ شہید و حق تو ان سے واقف ہو چکے ہیں۔ اور اس سے باخبر ہوں کہ ان کو ہمارے کا حیران یہ ہے؟ ان کا یہ کیا ہے؟ ان کو ان کے دشمنوں میں طرح دیا ہے۔ ان کی ہوشیاریاں اتنی بڑی ہیں۔ ان کی ہوشیاریاں کہ ان کے وقت کا کوئی مہم نہیں رہ سکتا۔

نیمانی و طاقت.

ان تہمتی امر کے لئے اندر کی کئی طاقت ہے تو دوسروں کی طاقت ہے وہ طاقت اسے  
 یات ہی ہے کہ خدا کا نام لے کر ان سے بڑے سے بڑا کام لیا جاسکتا ہے خدا کے نام میں لگے  
 سے اسے بھی اتنی کشش ہے کہ یہ تم میں اس پہیلی جان اپنی اولاد دینا گم بار سب تر باں کو کھینچتی  
 ہیں خدا کے نام میں رہتا رہتا میں، جہاں کے لفظ میں، اسلام کی خدمت کے فہرہ میں اس نے  
 اندر اتنی کشش ہے کہ اس میں اتنی طاقت ہے کہ اس موقع پر ان کو یہ ہوش باقی رہو کہ اس کا  
 اس وقت ان طاقت کا نام ہے یہ نہیں جانتا

یہ غیر اسلامیوں کے قائد ہیں:

لیکن افسوس ہے کہ جولوگ ان چیلنجوں سے تیار نہ ہو کر رہتے ہیں وہ سب سے واقف ہوتے ہیں لیکن خورانی قہموں کی سلامیوں سے واقف نہیں ہوتے بلکہ اپنے سے بھی واقف نہیں ہوتے، مجھے آپ کی صاف گوئی پر حافہ کریں، اقبال نے شہنہ ہی موقع سے لئے جا

اپنے من میں ٹوپ کر چ جا سرائے زلف  
تو کہ میرے نہیں جہا نہ میں چا تو میں

یہاں سے تولدک جاتے ہیں، وہ وہاں تک دنیا کے جغرافیہ، تاریخ، نورجہ یہ نفسیات، قوموں کی نفسیات، انسان کی نفسیات کا تعلق ہے اور جو کچھ بھی یہاں مہربوں نے پڑھا ہے، اس کی بریک سے باریک باتوں سے وہ واقف ہوتے ہیں لیکن اگر کسی چیز سے واقف نہیں ہوتے تو اپنی قوموں کی فطرت سے اس سماج کی مشورہ جارہے ہیں، اس ماحول میں ان کو کامیاب ہے، جن اقداروں میں ان کو کھینچتا ہے، ان لوگوں سے ان کو کامیاب ہے، جو ان کے ہاتھ پاؤں ہیں۔ جو ان کے ہتھیار ہیں ان سے، وہ نوجوان طور پر واقف نہیں ہوتے، وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کے اقداروں، سرخزائن، فن کے یہاں کے اقدار وہ کیا برقی طاقت ہے، اس نے دنیا کا نتیجہ بد کر رکھا، دماغ اور اس کا مقابلہ دنیا کی ساری طاقتیں اس کے برقی نہیں کر سکتی تھیں۔

دل کی زبان:

آج بھی ہماری ان شرقی قوموں میں وہی حالت موجود ہے۔ ایمان کی طاقت، لیکن یا تو ہمارے یہ قارئین ایمان سے تشنہ نہیں ہوتے یا پھر وہ ایمان کی زبان نہیں جانتے یعنی ان کے دل کی زبان نہیں سمجھتے، وہ ان کے دماغ کی زبان تو جانتے ہیں وہ زبان تو وہ جانتے ہیں، تو وہ جانتے ہیں کہ ان کے دماغوں اور غنوں کو غنائیں اور غنہ تو اس میں بھی شہ ہے کہ وہ ان کے دماغوں کو بھی نہ سمجھتے ہیں، اب اس بات ان کے کانوں کو نہ سنا سکتے ہیں، غزول کی زبان سے وہ وہاں نہیں سمجھتے، وہ ان سے اس زبان میں بات نہیں کرتے جو یہی اللہ کے دل کی زبان ہے۔ ان میں ہر جانے جو ان کے دل کے ساتھ سمجھنے والے ہیں وہ ان کے دل اور سمجھنے والے ہیں، ان کو پہلے ہر زبان پر



تھیں اور کام لایا جاتا تھا لیکن اس سے زیادہ کارگر اور موثر تھیں اور ایجاد ہوئے تو لوگوں نے اس کو چھوڑ کر بد وقت لے لی۔

### قدیم و جدید کا فلسفہ:

اس لئے یہ جدید اور قدیم علم کی تقسیم بالکل غلط ہے، میں سمجھی اس کا قائل نہیں رہا کہ علم جدید اور قدیم ہوتا ہے، علم ہمیشہ تازہ ہی ہوتا ہے وہ جس کو آپ قدیم کہہ رہے ہیں اپنے زمانے میں بالکل حدید تھا اور جسے آپ جدید کہہ رہے ہیں بالکل ممکن ہے وہ پچاس برس بعد ایسا قدیم ہو جائے کہ اس کا نام لینا بھی بڑے عجیب اور شرم کی بات ہو جائے، یہ قدیم و جدید کی بحث بالکل نا لائق اور بہت سطحی بحث ہے، آپ زبانوں میں مہارت پیدا کریں، علوم میں کمال پیدا کریں، یہاں کے جتنے شعبے ہیں کیمسٹری سے لے کر انجینئری تک اور آرٹ و تاریخ، فلسفہ اور نفسیات سب میں بہت شوق سے آپ کمال پیدا کریں لیکن آپ اس کو ایک ذریعہ سمجھیں، آپ یہ سمجھیں کہ جس میدان میں آپ کو کام کرنا ہے اس میدان میں آپ کو اس سے کام لینا ہے۔

### جسم مشرق میں لیکن دل و دماغ مغرب میں:

اس وقت ہمارے مشرقی ممالک میں جزو امتحان ہے اور جس کو میں نے غیر ضروری کھٹکھٹ سے تعبیر کیا تھا اور جس پر بڑی طاقت خالص ہو رہی ہے، اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ ہمارے قائدین مغربی دنیا میں رہتے ہیں یعنی وہ مشرق میں رہتے ہوئے بھی مغرب میں رہتے ہیں وہ جسم کے ساتھ مشرق میں رہتے ہیں مگر دل و دماغ کے ساتھ مغرب میں رہتے ہیں، جن قوموں سے ان کا واسطہ ہے، جن میں ان کو جینا اور مرنا ہے، جن کے ساتھ ان کی قسمت وابستہ کر دی گئی ہے وہ تو میں سچی مسلمان ہیں، اور ان سے ان کو کوئی کام لیا جاسکتا ہے تو مسلمان کی حیثیت سے آپ محض افریقہ کی کسی ایسی قوم کے فرد نہیں ہیں، جس نے ابھی ابھی آنکھیں کھولی ہیں ایسی بہت سی قومیں افریقہ میں ہیں، میں ان کی تحقیر نہیں کرتا جنہوں نے ابھی ابھی دنیا دیکھی ہے ابھی ان کو معلوم ہوا ہے کہ دنیا میں کچھ اور بھی ہے اب بھی بہت سی مردم خور قومیں موجود ہیں بلکہ ہی ایک صاحب مجھ سے فرما رہے تھے کہ فینی (FEEJI) میں جب پہلا پادری پہنچا تو اس کو وہاں کے لوگوں نے برکتا کباب بنا کر کھانیا اور اس پادری کے پوٹ کو

انسانیت کے طور پر قابل اہل مہمیں کا سب سے بڑا حصہ ہے۔ تو آپ کسی ایسی قوم کے فروغ میں جس کی کوئی حد نہ ہو، کوئی مقیدہ نہ ہو، کوئی۔ کسی کوئی تہذیب نہ ہو، کوئی ایسی قوم میں جو ایک مہم سے تاریخی سے روشنی میں آئی، اور یہاں ہوتے ہی اس کی تکمیل فرمے، وہ وہی کہ یا اللہ یہ ترقیوں میں نہاں ہے، یہ نئی روشنی، یہ نئی دنیا، یہ نئی قوم ہے اور یہی نئی تحریکات اور یہ نئی دہائیوں اور یہ انسان کا ترقی یافتہ ملک بنانا ہے۔ اس لیے آپ یقین کیجئے کہ آپ کسی شاندار مہم اور مہم کو قوم کے فروغ میں ہیں۔

آپ اس امت کے فروغ میں جس نے انسانیت کو نجات دی:

میرے بھائی، آپ اس قوم کے فروغ میں جس نے ایک زمانہ میں تمام دنیا کی قیادت کی ہے، جس نے انسانیت کی حقیقی روح کو تیار کیا ہے، جس کا کل ہی ایسا ہے کہ اس میں سے کبھی باخفا کہ جس وقت انسانیت کی حقیقی روح کوئی اور بدلے میں پھنس گئی، اس کا کھانے والا تھا تو بھی امت محمدیہ اور کچھ عرب جو سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے تھے آئے۔ ہر ایک اور انہوں نے اس حقیقی کو بدلنے کے لیے کوشش کی اور آپ اس حقیقی میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر ملے کر رہے ہیں آپ ایسا ایسی قوم کے فروغ میں جس کو عرب سے اسلامی اختلاف ہے، جو اس طرح کی حقیقتوں پر آگاہ ہو کر اسے اور ان میں، فی حقیقت تمامین کی کوتاہی اور شرقی قوموں کی نسبت حقیقی کہ ہم نے علوم کے میدان میں ترقی نہیں کی، اس کے برخلاف یورپ نے اس میں خاطر نہ تھا، نہ اس کے حامی نہیں، یہ جمادی پر قسمی تھی، اور نہ حاصل میں، دنیا کی رہنمائی اور دنیا کی اصلاحی اور ترقیاتی ہمارے پر تھی اور میں دعویٰ کے ساتھ آپ سے کہتے ہوں کیا ان بھی صرف مسلمان ہی اس قابل ہیں کہ وہ دنیا کی رہنمائی کریں، ان مسلمانوں کی قوموں کی رہنمائی کی کوشش ہم نے آپ نے کی ہے، انہوں نے انسانیت کا امن اور بات سے بھر دیا انہوں نے ناممکن کام کر کے کیا، ایک یورپیوں نے غلامی کے ساتھ آپ کے ساتھ آئیے، ہندوستانی فوجی سے کہا کہ اب ہم نے ایک مجوزہ قرار دیا ہے، یہ کہ ہے، جو جو اختلاف کو چند گھنٹوں میں طے کر دیتے ہیں، وہ اس طرح اور کچھ مغربی تہذیب کی کامیابی اور فوجیات کا قصہ ہے، چاہتے رہے اور ہندوستانی فوجی بہت بہرہ رکھتا ہے، یہ کہ ہے، کہ پھر ہندوستانی فوجی نے کہا کہ ایک ہے آپ نے کیا ہے، یہی میں چاہوں گی، ان زمانہ کو لیا اور پانی میں پھلنے کی طرح ہے:



سیکھ لیا۔ اب بھی تک آپ کو زمین پر آدمیوں کی طرح چاروں ٹانگوں پر چلنے کی ضرورت تھی۔  
 یہی ہے، جیسا کہ انہوں نے ترقی کی ہے، لیکن ان کو اپنی منزل معلوم نہیں۔

### بنیادی حقیقت:

اصلی اور بنیادی حقیقت یہ ہے کہ انسان کیو ہے؟ انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟  
 انسان کس طرح زندگی گزارتا ہے؟ اس معاملہ میں یہ قومیں بالکل مختلف ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے  
 کہ آج یہ تمام مملکتوں کے بچوں کا تھیلہ ہو کر رہ گیا ہے، مغربی تہذیب ایک ذرا سا کھیل رہی ہے،  
 جیسے کہ شکار کے ذرائع ہوتے تھے ہم اور آپ تمام شکاری ہیں، دیکھو، کچھ ترخوش ہوتے ہیں کہ وہ  
 لاکھ لاکھ دھاریں اڑے اور کیا پائی پر چلے؟ لیکن ہوا کیا؟ انسان نے کئی ترقی کی؟ انسانیت۔ نہ عقلی  
 ترقی کی؟ دنیا میں اس تنہا پھیلا؟ محبت، بھائی چارہ، شاماسہ؟ ایک دوسرے سے متاثر رہا  
 ہوا؟ انسان نے انسان کو کتنا پہچانا؟ وہ کتنے روشن ہوئے؟ "قرب نو نکون کتنا حاصل ہوا؟"  
 انسان کو اپنی منزل کا کتنا پتہ چلا؟ انسان کے اخلاق درست ہوئے؟ نہیں؟ ان کے اندر جو  
 خراب اخلاق تھے، دوسرے کو پھانسا؟ بچے بچوں کو پالنا، دوسرے کے گھروں کو لوٹ کر اپنے گھر جانا  
 دوسروں کی جیب کاٹ کر اپنی جیب بھرنا، دوسروں کو ذلیل، بدنام کرنا، ترخوش ہونا، اور اپنی فتح  
 کے جھنڈے اڑانا اس میں کتنی کمی آئی ان قوموں نے اس دنیا کو منڈی سمجھ لیا ہے یا قبول کرنے  
 الفاظ میں ایک قیام خانہ اور جراثیم سمجھ لیا ہے، اور اس کے نتیجہ میں وہ جنگیں پہلی اور  
 دوسری جنگ عظیم ہوئیں، میں پوچھتا ہوں کہ آج اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ ان ساری فوجوں سے  
 انسانیت کو کیا حاصل ہوا؟ میں بالکل حقیقت پسند اور عملی آدمی کی طرح آپ سے پوچھتا  
 ہوں کہ اس سے انسانیت نے اپنا اصلی سفر کتنا طے کیا اور دنیا کو کیا امن و سکون حاصل ہوا  
 اور انسان نے اپنے حقیقی مقصد میں ترقی کا میاں حاصل کیا؟ آج آپ سمجھ رہے ہیں کہ قوموں  
 کی باہمی عدم امن نہیں ہوئیں بلکہ ایسی شدید نا انصافیوں، بوری ہیں، جسے کہتے ہیں کہ جنگ  
 جانا، ایک فلسفین کا مسئلہ ہے لیکن ذرا ترقی یافتہ قوموں نے اس سرزمین کے اصلی رہنے  
 والوں کو جلا وطن کر کے ایک ایسی قوم کو دبا دیا کہ وہ ان کو دبا رہے، اور اس کو اپنا قومی  
 بنانے کا موقع دیا جو سکڑوں نہیں ہزاروں برس سے اس ملک سے باہر بھڑک رہا تھا تو  
 مختلف ملکوں میں جا کر بس گئی تھیں ان کو، اگر عربوں کو پھانسی پر سوار کر دیا، اگر بار بار دیا

سے حق و انصاف کی اپیل کے یہ جو دو دنیا کی عدالت سے آج تک انصاف نہیں ہو رہا، اس دنیا میں فاسقین جین، اور حدیث اچانے انکی سرشت، اللہ تعالیٰ اور نبی و سید صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کچھ اس نے بعد میں یہ قیامت کی بات کہی ہو سکتی ہے، پھر آج یہ امر عام ہو رہا ہے کہ آپ کا پرانا زمانہ اس سے آئی ہو، اسے نہیں کوٹھڑے، اور حق سمجھ رہے تھے کہ عربوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور ان کے لیے اور ہم باہر کی صورت معلوم کر رہے ہیں، اور کیا آج یہ زمانہ میں انھیں پکڑنے ہوتے ہیں، اسے بھی ایک مدت والے ہیں، جو کہیں کہہ رہے ہیں عربوں سے جو وعدے کئے تھے، وہ بالکل بھلا دیتے اور یہ ایک نئی بد خلاقی ہے جس کی گھبراہٹ دنیا کی چاروں طرف میں نہیں ملتی، یہی بھی وہی انسانیاں جو صحت سے ساتھ، ملکوں کے ساتھ، بلکہ پوری انسانیت کے ساتھ ہو رہی ہیں، اور انسانیت نے ساتھ نہایت اطمینان کے ساتھ بھلا دیا ہے، یعنی وہ خارجی طاقتیں تیار کی بدلتی ہیں، اور ان میں ایک دوسرے سے متاثر ہو رہیں ہے جو ساری دنیا کو ایک گھٹنے میں نہیں دیکھ سکتے ہیں۔

آپ کو معلوم ہے کہ امریکہ کے پاس دو مراکز ہیں جن سے ایک گھنٹے میں پانچ پچھ سو سرکاری دنیا بھر ہو سکتی ہے، اس کے پاس دس گھنٹے میں تو اس سے کچھ کم ہیں، اور اب تو چین نے بھی یہ لے لیے ہیں، برطانیہ اور فرانس کے پاس بھی موجود ہیں، یعنی آج کل کا ماحول شروع ہو گیا ہے، ابھی تک تو چوں نے دس گھنٹے (کٹکٹ) ڈالے تھے یہ ان نے وہاں پہنچا دیا، فطرتی طور سے چھ گھنٹے (ایک گھنٹے) اور آفیش ہائی گا کہیں شروع کر دیا ہے، اسے طم نے اس نے ہاتھ میں لے کر دیا ہے، یہ ہیں جن سے وہ ایک دوسرے سے پہنچتے ہیں، اللہ اعلم۔

اگر آج ہر پرپ سے کچھ سے مل سکتے ہیں تو اس سے بہتر  
وہ بھی مل سکتے ہیں:

آج جن قوموں سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا ایک معیار ہے، ایک مشعل زدگی ہے، چھ گھنٹے میں ان کے سامنے ایک مقرر ہے، اور اس مغربی تہذیب پر کبھی مسلمان نہیں ہو سکتا، یہ ٹیک آپ کی مغرب سے ہم حاصل کیے ان کی زبانوں میں مہارت ہے، آج کے یہاں تو تاریخ کا ماحول ملتا ہے، یہاں تک بھی آپ نے کہہ سکتا ہوں کہ اسلامی ماحول کے

بارے میں آپ ان کے نظریات معلوم کیجئے اس سے بھی آپ فائدہ اٹھاتے ہیں، لیکن آپ یہ نہ سمجھئے کہ یہ امام برحق ہیں، اور آخری مثال ہیں، انسانیت اور دنیا ان کی رہنمائی کے خیر و نہیں سکتی، اور مشرق کی جاہل غمروشی اور پسماندہ اقوام کے لئے یہ فرشتہ رحمت ہیں، انہوں نے ہم کو سکھایا پڑھایا اور آدمی بنایا، اگر آپ ایسا سمجھیں گے تو اس سے بڑھ کر آپ کا اپنے اوپر اور دین سے آپ کا امتساب ہے کوئی ظلم اور اپنی قوموں اور اپنی تاریخ کے ساتھ کوئی نا انصافی نہ ہوگی۔ آپ بے شک ان سے وہ چیزیں نیچے جو آپ کو وہاں نہیں مل سکیں، لیکن آپ یہاں رہتے ہوئے بھی یہ سمجھئے کہ یہ بہت سی چیزیں میں سمجھ سکتے ہیں اور جیسے ہم ان سے بہت سے چیزیں سیکھ سکتے ہیں، یہ بھی ممکن ہے بہت سی چیزیں سیکھ سکتے ہیں، اگرچہ اس کا فیصلہ اس وقت نہیں ہو سکتا اور شاید آپ کے لئے اس کا سمجھنا اور اس سے اتفاق کرنا آسان نہ ہو کہ آدھ چیزیں جو یہ ہماری مشرقی قوموں (مسلمانوں) سے سیکھ سکتے ہیں، مزید و قیمتی ہیں یا وہ چیزیں جو ہم ان سے سیکھ سکتے ہیں؟ ہم جو چیزیں ان سے سیکھتے آئے ہیں وہ زیادہ قیمتی اور اہم ہیں یا وہ چیزیں جن کو سیکھنے کے لئے ہمیں ہمارے پاس آنا چاہئے؟ میں اس وقت اس نکتہ پر زیادہ اصرار نہیں کروں گا آپ یہی مان لیں کہ جو چیزیں ہم ان کو سکھا سکتے ہیں وہ زیادہ قیمتی اور اہم ہیں اور جو چیزیں ہم ان سے سیکھتے ہیں وہ بہت غیر اہم اور حقیر ہیں، لیکن میں اس موقع پر اتنا اصرار نہیں کروں گا کہ وہ چیزیں ہم ان سے سیکھ سکتے ہیں تو چار چیزیں ہم ان کو سکھا سکتے ہیں، اس لئے کہ آپ جو ان کو دے سکتے ہیں اس سے ان کی زندگی یہاں بھی کامیاب ہو سکتی ہے، اور آخرت میں بھی (اس پر ہمارا عقیدہ ہے، اور یہ مسابیل کا بھی عقیدہ ہے) کامیاب ہو سکتی ہے، اور یہ جو ہم کو دے رہے ہیں، اگر ملے تو زیادہ سے زیادہ ہمارا سفر ذرا دیر میں طے ہو گا، ہم کو تھوڑی دقتیں ہوں گی، ہمارا وقت ذرا زیادہ صرف ہو گا یہ حاصل ہے، ان کے دین کا اور وہ نتیجہ ہے ہمارے دین کا، اب آپ انصاف کیجئے کہ ہماری دین بڑھی ہوئی ہے یا ان کی؟ اسی پر اختلاف ہے ہمارے آپ سے اجازت چاہو!

وَمَعْلِنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْعَمِيْنُ

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## زندگی گزارنے کا بہترین دستور عمل

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين  
ورحمة السنين وعلى آله وصحبه اجمعين اما بعد

ایک ایسے عزیز جوان نے دعا کی کہ میں یہ پیغام بیکارہ گراہیادوں جو دنیا سے بہت دور ہیں ان کو لکھ کر بات پرست کوئی مشکل ہے۔

اصل میں یہ دینی کتاب "تصور حیات" کو مطالعے میں رکھنا چاہئے۔ میں زندگی کا دستور عمل دیکھتا ہوں۔ دنیا کے لوگوں میں سمجھوتہ کی بنا پر اور پھر ان کی طلب اور خواہش پر چلتا ہوں۔ باتیں دیکھتا ہوں اور باتیں کرتا ہوں۔

بقیہ بات یہ ہے کہ فرائض کی پابندی کی جائے، نمازیں اپنے وقت پر پڑھیں جائیں اور بڑے بڑے بھروسہ کے ساتھ چلتے رہیں۔ اللہ کی نعمت سمجھنے والے کو ادا کیا جائے اور جہاں تک ہو سکے انہوں نے مطابق ہو صرف عبادات ہی میں نہیں بلکہ عادات میں بھی "نیک و صالحہ" کی ریت شامل ہو۔ اتنی یہ اتھارہ روزانہ میں یہ بات تادم ذکر اس پر اللہ تعالیٰ کے یا علیٰ اللہ میں جو اس پر اس نے لکھا ہے "تقریر کر رکھا ہے تو اسی عبادت میں تبدیل ہو چکی ہے صرف روزوں کو سمجھنے کوئی بھی شخص روزہ شوق یا قویٰ بنا یا اور نہیں دیکھتا کہ اس میں کیا چیز پھونکنا ہوتا ہے۔ جب تک تکلیف کو ادا کرتی رہتی ہے بہت سی احتیاطیں لیتی رہتی ہیں لیکن انہوں نے روزوں کو ادا کرنے کے بعد اس سے یہ لوگوں کی حریف کے خیال سے یہ بات نہیں لیں گے کہ یہ چیز رمضان میں روزہ رکھتے ہی ہیں یہ کے روزے کیوں پھونکے جائیں تو ایسے روزے میں داء و ثواب نہیں ہے جس کا حدیث شریف میں مذکور ہے۔

من صوم رمضان ایسا داء و احسن داء عقر له ما تقدم من داء

جو شخص رمضان کے روزے رکھنے کا اللہ کے وعدوں پر یقین جساتے ہوئے اور اس کے اجر و ثواب کی تلاش میں تو اس کے سب سے پہلے شاہ-معاف ہو جائیں گے۔ معدوم ہوا کہ روزہ دہیسا بچا دیا اور پر مشقت چیز تھی، آدمی عارۃً نہ کر سکتا ہے اور اس سے غفلت ہو سکتی ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کے کیا وعدے ہیں مثلاً یہ وعدہ کہ ہر چیز کا بدلہ ایک تھی سب سے کر دے ٹیکوں تک دیا جائے گا بلکہ سات سو ٹیکوں تک بھی دیا جائے گا۔ سوائے روزے کے کہ وہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا جزیروں کا تو معلوم ہو کہ روزہ بھی اس طرح ہو سکتا ہے کہ آدمی کو نہ تو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین ہو اور نہ اس کے اجر و ثواب کا کوئی درستی ہو، بلکہ عارۃً یا ماحول کے اثر سے رہے۔ یا اس روزے سے رکھے کہ لوگ کیا کہیں گے کہ یہ آدمی روزہ وغیرہ ہے۔ اس کو شرم نہیں آتی۔ تو اگر روزہ بغیر کسی نیت کے ہو اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا انتظار نہ ہو۔ اور اس کے اجر و ثواب کی طرح اور لٹی نہ ہو تو اس پر کوئی اجر و ثواب نہیں۔

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ لکھنؤ ریڈیو اسٹیشن سے ہماری ایک تقریر جو ہم نے ریکارڈ کرائی تھی دو سنائی بادی قلمی اور اتفاق سے اس وقت ہم کو نہ میں تھے۔ یہ تقسیم سے پہلے تھی۔ ۱۹۴۷ء کا ذکر ہے وہیں کے ایک پڑھائی فیسر نے جو مسلمان تھے انہوں نے خطہ کی دعوت کی وہ بریلی کے رہنے والے تھے۔ ہم نے تو اردو ہماری تقریر میں کر کے تھے ہم تو نہیں سن سکے تھے تو انہوں نے کہا کہ آج ہم نے آپ کی تقریر سنی۔ بڑی کام کی باتیں ہیں آپ نے سب باتوں کا ذکر کیا ایک بات کا ذکر نہیں کیا کہ روزہ کھولتے وقت جو حوا ہے آپ کا آپ نے ذکر نہیں کیا میں تو روزہ رکھتا ہی اس لئے ہوں جو روزہ انہر کے وقت آتا ہے۔ وہ مزو کی دعوت میں کسی بڑے سے بڑے کھانے میں بھی نہیں آتا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ آجیو ہے ہیں ایمان ان کو حاصل نہیں ہے بلکہ وہ یہ فکری مسلمان ہیں اور عقیدہ ان کو بھی حاصل نہیں ہے انہیں روزہ بڑے سے اہم ہے۔ سہرے رکھتے تھے اس لئے کہ روزہ کھولنے میں مزو آتا ہے۔

اس طریقے سے مسجد جانتے وقت خیال کرے کہ مسجد میں جانے کا کیا ثواب ہے؟ اس کی سہولتوں و ماحول بھی پڑھے۔ اور مسجد میں وہاں قدم رکھے اور اس وقت یہ خیال کرے کہ یہ حضور ﷺ کی نعیم ہے اور سنت ہے اور پھر اس کے بعد وہاں بھی جو تھوڑا سا وقت ملے وہ وہاں اور حجاز کے ساتھ گزارے۔ اسی طریقے سے حق و شام کی دعا کریں۔ اور جو وہاں ہیں کھانے

پینے کے، بلکہ ملنے جلنے میں بھی کپڑے پہننے میں بھی، اور اپنے معمولات میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت رکھنے۔

اس پر یاد آ یا کہ: ایک مرتبہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر تیس سال سے تجاوز ہو چکی تھی اور کل عمر ہی ان کی ۳۶ سال ہوئی۔ تو فرمایا کہ جب سے شعور آیا ہے اور جب سے سمجھ آئی ہے اس وقت سے لے کر اب تک کوئی کام چاہے وہ امور طبعیہ میں سے بھی ہو مثلاً بننا، بولنا، کھانا، پینا، لوگوں سے ملنا، کپڑے پہننا، رات کو سونا، دن کو آرام کرنا، کوئی کام بھی ایسا نہیں کیا جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت نہ ہو، کتنی بڑی بات ہے کہ آدمی امور طبعیہ میں بھی جن کو آدمی دن رات میں پچاس مرتبہ کرتا ہے اور بغیر مرتبہ تو خیال بھی نہیں ہوتا۔ بالکل عام طور پر غفلت میں سب کام ہوتے ہیں بعض اوقات کسی کے ذہن سے یہ کسی کی لالچ میں۔ یا آداب محفل کے طور پر یا طبیعی امور کے طور پر کرتے ہیں۔ یہاں تک وضو بھی بہت سے لوگ ایسے کرتے ہیں جیسے آٹھ ٹکڑے پتھر پر مشینی وضو ہوتا ہے اور آٹھ کل ہر مسجد میں نو نہیں لگ گئی ہیں۔ ٹرنکی کھوئی ان میں سے پانی آ رہا ہے اور اعضاء اس طرح داخل رہتے ہیں جیسا کہ مشین میں کوئی چیز آدمی ذہل دے اور وحلی و حلالی چیز باہر آ جائے تو بہت سے لوگ اس طرح وضو کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے اور ہمیں بھی معاف کرے کہ وضو تو ہو جاتا ہے کوئی فتویٰ نہیں دے گا کہ وضو نہیں ہوا۔ لیکن وضو کا جو ثواب ہے اور وضو سے جو روحانی ترقی ہوتی ہے وہ حاصل نہیں ہوگی اس لئے کہ اس وقت اس کا احتضار نہیں ہوتا کہ وضو پر کیا ثواب ملتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس وقت آدمی اتھو دھو جاتا ہے تو پانی کے آخری قطرے کے ساتھ وہ سب گنہ گار ہوتا ہے جو ان اعضاء سے تعلق رکھتی ہیں پانی کے ساتھ جمل جاتی ہیں۔ (المقام: کتاب اللہ: ۱۰۰)

جب منہ پر پانی ڈالتا ہے تو اس وقت آنکھ کالہی سے جو تقصیریں اور کوتاہیاں ہوتی ہیں وہ سب معاف ہو جاتی ہیں اور اسی طرح اور اعضاء کا بھی یہی حال ہے تو ایک وضو سے انسان اتنی بڑی تمائی کر سکتا ہے اور اتنی بڑی روحانی ترقی کر سکتا ہے جو دانیات کے کسی بڑے سے بڑے مشکل کام سے بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ بس یہ خیال کی بات ہے اور دھیان کی بات ہے کہ اس چیز کے بارے میں پہلے تو جانتا منفید ہوگا کہ اس پر کیا اجر و ثواب ہے؟ کیا وعدے ہیں اور اس

کے بعد اس کو تازہ کر لینا اس کو حاضر کر لینا کہ یہ جو میں کام کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے یہ ثواب ملے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے اتنا خوش ہوتا ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور میں سنت کے مطابق ادا کر رہا ہوں۔

ایسے ہی اعزہ کے حقوق ادا کرنا، دوسروں کے ساتھ معاملات کرنا، تجارت سے، دکان داری سے، اور جو ضرورت زندگی میں وہ ادا تو کی جاتی ہیں اور ان کی تکمیل تو کی جاتی ہے ان سے تو جا رہے ہیں۔

لیکن کسی دھیمان کے بغیر، جو ہے وہ سادھیاں، اس کا دھیان ہوتا ہے کہ اس کو اچھے طریقے سے انجام دیں۔ لیکن اس کا دھیان نہیں ہوتا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا وعدے ہیں۔ کیا اجر و ثواب ہے اور اس کو محکم کیا کما سکتے ہیں۔ کھانے کو ہی کھینے، کھانے پر جو کچھ ہے، ہم اللہ بھی سہی۔ ہم یہ نہیں سمجھتے کہ وہ کچھ بغیر اسم اللہ کے کھاتے ہیں، لیکن اس کے آٹے، چھوٹے میں اول سے آخر تک فطرت کے ساتھ جب کچھ کھانا ہی ہے اور کھانا کھانے بغیر تو زبردہ نہیں رہ سکتے لیکن یہ خیال نہیں! مے کہ کھانا کھائیں گے تو اس سے حالت آئے گی اور طاقت آئے گی تو اچھی طرح نماز پڑھیں گے۔ اور حقوق ادا کر لیں گے اور زندگی کے فرائض اللہ اور اللہ کے رسول کی ہدایت اور حکم کے مطابق ادا کریں گے اور یہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کام آئے گی تو اس کھانا کھانے پر اجر و ثواب مرتب ہو جائے گا۔ اسی طریقے سے اور بچوں کو قیاس کر لیجئے۔ والدین کی خدمت سے یہاں تک کہ اپنے گھر میں دہلی خاندان کے ہاتھ بات اور موانست اور خوشی حاصل کرنا۔ ان سب کی نیت کو تازہ کر لو۔ اور یہ عشق کر لے کہ یہ کام نیت کے ساتھ ہوتا ہے کہیں۔ یہ کہیں پہنچ جائے گی یوں سمجھ لیجئے کہ نیت لکڑی سے تریا کت پہنچ جائے گی۔ زمین سے لکڑی کر آمان پر پہنچ جائے گی۔ اس لئے کسی عمل میں بلندی اور قیمت اللہ تعالیٰ کی نسبت سے پیدا ہوتی ہے اور دین کی نسبت سے پیدا ہوتی ہے ورنہ کافر اور مومن۔ سب ایک طرح کام کرتے ہیں، وہ بھی زراعت کرتے ہیں وہ بھی تجارت کرتے ہیں محنت مزدوری کرتے ہیں اور بعض اوقات دوسروں کی خدمت بھی کرتے ہیں اور بڑی محنت کے کام کرتے ہیں اور بڑی رقم بھی خرچ کر جاتے ہیں مگر بغیر کسی نیت کے اور بغیر کسی اجر و ثواب کی امید میں۔ بھائی یہ ایک اصول کے طور پر عمل کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے اور





## ملک کی حقیقی آزادی

[illegible]

روزنامہ اور مجھے

[illegible]

جس طرح آپ نے یہ فیصلہ کیا، مملکت کو نظریاتی غلامی سے آزاد کرانا۔ اور اپنے  
ریاضوں کی قیادت میں جدوجہد کی اور یہ خواب پورا کر دیا۔ اسی طرح آپ اس سے زیادہ  
کوئی منصوبہ بنا رہے تھے۔ اس لئے بھی قریب چار سو سال پہلے، ان کے تخیل سے ابھی اس وقت

آزادی ہی سب سے بلند اور آخری چیز معلوم ہوتی تھی، یقیناً آزادی بڑی قوت اور زندگی کی اہم ترین ضرورت ہے اور اس کے لئے جو قربانیاں کی جائیں وہ بچاویں، نہ کمزوریاں نہ ہتھیانوں کا بھی شکوک نہ ہو ناچہ بنے جنہوں نے آزادی کی جنگ لڑی اور ملک کو آزاد کر لیا، لیکن میں نہایت صفائی سے عرض کروں گا۔ ہماری یہی طاقت اور فیصلہ کی قوت جس کی بدولت ہمارے ملک سے غلامی کی حالت ختم ہوئی، مگر اس سے زیادہ حقیقی اور مکمل آزادی کے حصول اور انسانیت کی تعمیر اور ترقی اور انسان کو انسان بنانے کے کام پر صرف کی جاتی تو یہ دنیا کا سب سے اہم کام اور مشکلات و مسائل کا اصلی اور مستحق حل ہوتا۔

آزادی کے آگے:

میں آزادی کی تحریک کی تشریح اور ناشکری نہیں کرتا مگر یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ دنیا کا سب سے عظیم ایشان کام اور انسانیت کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے۔ انسان حقیقی انسان بن جائے، جس کے بغیر آزادی اور خود مختاری کے بعد بھی زندگی کا حقیقی لطف اور مسرت اور تسکین خوش حالی حاصل نہیں ہو سکتی اور انتشار، کشمکش اور بے اطمینانی ختم نہیں ہو سکتی، مصیبت، پریشانی اور ذلت ہمیشہ دور رہیں ہی کی شکل میں نہیں آتی، وہ کبھی اپنے اندر سے بھی ابھرتی ہے، ظلم و ستم اور بڑا تشدد کے لئے پرانی ہو یا شرط نہیں، ایک ملک کے رہنے والے خود اپنے ملک کے ساتھ بدظلم خود بھی یہ خدمت انجام دینے لگتے ہیں۔ میں غلامی سے نفرت بڑی گرم نہیں کرنا چاہتا لیکن ذرا ہدایات و نصیحتات سے قلب کو نرم کرنے کے بعد ہرگز کو ہٹاؤ نہیں کیوں سمجھتے تھے، اور غلامی سے ہمیں کیوں نفرت تھی، اس لئے کہ ہمیں زندگی کا حقیقی لطف میسر نہ تھا، ہم کو سکون و اطمینان حاصل نہ تھا۔ ہم کو ہماری ضروریات زندگی آسانی سے میسر نہیں ہوتی تھیں، ہم بددلی خلوت، وقار اور نہایت سے محروم تھے جس کے بغیر زندگی محض اور یہ دنیا ایک جہل خانہ ہے، دوستوں و غرض کروا کر باہر کی غلامی چلی گئی، لیکن ہم کو خود ایک دوسرے کو غلام بنانے کا چسکا پڑ گیا، اگر کو خود ایک دوسرے پر ظلم کرنے میں مڑا آئے تو ہم بھی ایک دوسرے سے بے گناہ و اجنبی ہیں، بددلی اور تعادلوں سے نا آشنا ہیں، ایک شہری دوسرے شہری کی ساتھ دینی برتاؤ کرنے پر آمادہ ہے، درموقع کا ملاحظہ ہے، جو ایک ظالم کے ساتھ اور ایک غنیمت دوسرے دشمن کے ساتھ کرتا ہے، میں اپنے فاضل مسلمان میں آپ کی ضروریات زندگی کا بھی انسانا کرنے پر مسر

اور پتھروں، ملک میں اس ذہنیت کا رد و تہ زور چکڑ رہا ہے، جس کو قرآن نے آیہ قہر کے ذریعہ میں بیان کیا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ حضرت داؤدؑ کے پاس دو فریق مقدمہ لے گئے، ایک نے کہا کہ اے پیغمبر خدا! اور اے بادشاہ وقت! ہمارا انصاف کیجئے، میرے اس بھائی کے پاس ۹۹ بھیڑیں ہیں اور میرے پاس لے دے کر صرف ایک، مگر یہ ظالم کہتا ہے کہ اپنی ایک بھیڑ بھی دے دو تاکہ میری سو کی گنتی پوری ہو جائے، جس آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر کسی ملک کے شہریوں کی یہی ذہنیت بنتی چلی جائے تو کیا اس ملک کو آزادی کی حقیقی دولت حاصل ہے، اور کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ملک کا ہر شہری اپنی پارٹ ادا کرنا چاہتا ہے، جو دوسرے ملک کی ایک قوم اس ملک کے باشندوں کے ساتھ ادا کرتی تھی، اور کیا وہ ساری انگلیں کسی صورت میں موجود نہیں؟ یہ سب اس لئے کہ ملک کی آزادی کے لئے جن توڑ کوشش کی گئی اور ملک آزاد ہو گیا، لیکن انسان کے دل و دماغ اور اس کی روت کی آزادی کے لئے کوئی کوشش نہیں کی گئی، اور وہ بدستور غلام رہے، ملک سے ظالموں کا، یا گنہگاروں سے ظلم کی خواہش کو نہیں نکالا گیا، وہ بدستور موجود ہے اور اپنا کام کر رہی ہے۔

## قلب کی روشنی:

پیغمبروں نے خدا کی دی ہوئی تمام طاقت اور انجی ماری توجہ حقیقی اور حسل انسان کے جانے پر صرف کی، انہوں نے صرف ملک کی آزادی کو اپنا نکتہ نہیں بنایا بلکہ ان اساسات کو پیدا کرنے پر اس عقیدے اور ایمان کو قب و دماغ میں جا گزریا کہ نے ہر اور ان اعتقاد کو پیدا کرنے پر، اپنی توجہ مرکوز کی جن کے ساتھ نہ ہر کی تلائی کی فتح نہیں تھی نہ اندر کی حکام کی جن کی موجودگی میں آدمی نہ دوسروں کا ظلم نہ سکتا تھا نہ دوسروں پر ظلم نہ کر سکتا تھا، جن کی بدولت نہ دوسروں کا شکار نہ ہو سکتا تھا نہ غیروں کا شکار نہ ہو سکتا تھا، محمد رسول اللہ ﷺ کی مثال لیجئے، آپ کے گرد چاہنازوں اور سرفروشیوں کی جو جماعت انٹشی ہو گئی تھی، اس کے رد و معیہ سے آپ ہر قسم کا کام کر سکتے تھے، لیکن آپ نے سیرت و مدارک پیغمبر میں اپنی ساری قوت صرف کی آپ نے یقیناً انسانیت و دین و ایمان و رائج اور آلات نہیں دھارے جو یورپ کے سائنس دانوں نے اس خیر دور میں اپنے، لیکن آپ نے ابو جہر و عمر، عثمان و علی جیسے انسان عطا کئے جو

فائدہ نیت کے تحت میں رنہت اور ملت غارت ہوئے، آج بھی اگر ان نیت سے معاملہ کیا جائے  
 کہ امر اور نافرمانی میں حکومت، انتظام کے لئے چاہئے یا کوئی نتیجہ سے بہتر ایسا تو نتیجہ  
 اس کا جواب نہیں ہوگا کہ اس واقعہ پر جیسا انسان چاہئے اس لئے کہ اس نے ان جانوں کا  
 خوب تجربہ کر لیا ہے کہ حقیقی انسانوں کی فیہرہ بیوٹی میں وہ کیا ہے جسے تیب مسیحت اور پیغام  
 بلا نیت میں ملی ہیں۔

### شاہ کلید:

وہ متواتر نے بار بار کہا ہے، ہمیشہ ہمیں کے کہ سب سے اہم اور مفید کام یہ ہے۔  
 انسان کو حقیقی معنی میں انسان بنایا جائے اس کے اندر سے اس کو اور علم کی خواہش ختم ہو سکی اور  
 خدمت کو بند نہ پیدا ہو۔ انسان زندگی کے لئے ہیں ہر آدمی میں برقی ہیں، انسانی زندگی کے  
 یہ اردوں مشکلات اور مسئلہ ہیں ان پر بھاری بھاری کالے چڑے ہوتے ہیں ان سے  
 قندیلوں کے کھولنے کی ایک ہی کلید ہے، اس کو شاہ کلید کہتے ہیں "ماسٹر کی" MASTER KEY یہ کلید  
 خدا کے پیغمبروں کو ملتی ہے اور جس کو ملتی ہے اسی کے ذریعہ ملتی ہے۔ یہ کلید یہ ہے، خدا کی برقی  
 کا یقین اور اس کا خوف اور نتیجہ سے انسانی زندگی کا ہر قسم سبائی سے کھسکا جاتا ہے اور اس کی  
 ترقی پختگی جلی جاتی ہیں، یہ سمجھتے کہ پیغمبروں کا ہاتھ بکلی کے جنم پر ہوتا ہے، انہوں نے  
 سوچ (SWITCH) دیا اور سارا کھر روشن ہو گیا، جس کا ہاتھ اس سوچ تک نہیں پہنچتا اور روشنی  
 نہیں آتی۔

### سیرت سازی اور اخلاق کی اصلاح کے بغیر کوئی منصوبہ کامیاب نہیں:

آج ہم ملک کی تعمیر و ترقی اور جدید تنظیم کے لئے نئے پلان اور منصوبے (PROJECTS)  
 بناتے رہ رہے ہیں، مگر ملک میں بھی یہ کام تیزی سے ہو رہا ہے کہ ان منصوبوں کو کامیاب  
 کرنے میں یہ نکتہ ہے ہماری نگاہ میں ابھی تک اوجھڑے اور نقص ہیں، ان میں انسانیت کی  
 تعمیر، سیرت سازی اور اخلاق کی اصلاح کا کوئی خدہ نہیں، ہمارا یقین ہے کہ جب تک  
 صوبہ ہزاروں میں غرض، لوگوں کی آگ سٹک رہی ہے، دولت کا بیوت سار ہے، انسان نہ لے  
 دیا یہ پیدا کرنے اور اس سے بخش کرنے کی کوڑندگی کا مقصد سمجھتے ہیں اس وقت تک کوئی نکتہ

اور کوئی منصوبہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہ منصفانہ طور پر کامیاب ہو چکے ہیں اور ملک عرصہ بڑھانے والوں کو ملے رہے ہیں۔ یہ ان کو فنی فائن، اسٹینڈرڈ سسٹم ہے۔ کیا وہاں جبر نہیں ہو گا؟ انہیں تو ہم ملک کے ملک سے نہیں زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ یہاں ان کے لئے کئے گئے ہیں اور یہاں کے لوگ اور کارخانہ داروں اور سب سے پہلے ڈالیا جاتا ہے، اور پھر ان کے غریبوں کو جس کا کر پڑی رہی رہیں، وصولی جاتی ہیں۔ آئی ان ملکوں کا انسانی ذوال اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ ان کو اپنی ذاتی قائم رکھنے بھی مشکل ہو رہا ہے، ایک قوم پرستی اور حسد کا شکار ہو جان دھماکے ہوئے ہے۔ کچھ بھی ان کا زمانہ نکھو ورنس اور اقبال کا یہ کہن کوئی مبالغہ نہیں۔

خود بخود نہ آئے، کوئے بچے بوقت بچوں کی مرمت  
دینے نہ آئے، اپنے افسانے میں جھوٹی میں فرقت

### نبرداری کی ضرورت:

حضرات! یہ وہاں میں نبرداری، یہ نظم و انضام کی خواہش کسی مذہب کی فائل اور کسی فرقہ کی حامی نہیں، اچھا و بھرا کہ مذہب نہ ملو، نہ مسلمان، نہ کسی۔ کہ اندر سے یہ بت اور کیریکٹر پیدا ہو جائے، اس کو کوئی پروہ نہیں ہوتی کہ وہ کس کا کھانا کھا رہا ہے، وہ کس مذہب و ملت کا ہے، وہ تو جوئی کو جانی نہیں دیکھتا، کوئی مادہ کس سے بڑھ کر نہیں اور کوئی ختم و اس سے زیادہ نگین نہیں کہ خدا کے نام پر اس ملک میں کوئی آواز بلند کرنے والہ نہ ہو، کہیں کوئی اخلاق کی اصلاح اور حقیقی انسانیت کی دعوت اور تحریک نہ ہو، آج ہمارے ادب، ہماری صحافت اور ہماری سماجی پرہیزگارت کا تسک ہے، پاسا ملت کا ملک کے بڑے بڑے اخبارات انہی کر پڑھنے ہوئے ہیں، دو مضمونوں کے کوئی چیز ایسی نہ ملے گی جس کا تعلق روحانیت یا اخلاق یا انسانیت سے ہو، اس بارے میں تمام سیاسی پارٹیوں اور تحریکوں کا ایک ہی مزان ہے، کسی کو اس صورت حال سے اختلاف ہے اور ہنگ نہیں، ان کی ساری توجہ کشش اس لئے ہے کہ ان کو قیامت اور لیڈر شپ (LEADER SHIP) حاصل ہو، اور جو کچھ ہو رہا ہے، وہ سب ہماری رہنمائی اور نگرانی میں

## اخلاقی زوال:

اخلاقی زوال بڑھتے بڑھتے اس حد پہنچ گیا ہے کہ اب انسان کی انسانیت کی تدلیس سے تفریح ہوتی ہے۔ بلکہ مذاق و تماکز گیا ہے کہ انسانیت جتنی پست سطح پر اتارے جاتی ہی آ سونگی اور تفریح ہوتی ہے یہ فلم اور پکچر یہ ناول اور فسانے۔ یہ عریاں تصویریں اور فحش گانے کیوں آپ کی تفریح کا سامان ہیں، کیا ان میں انسانیت، کو ذلیس شکل میں نہیں دکھایا جاتا، کیا یہ آدم کے بیٹوں اور عورتوں کی بیٹیوں کو جو آپ کے بھائی اور بہنیں ہیں ایسی شکل میں نہیں پیش کرتے، جو انسانیت کے لئے باعث نفک و عار ہیں، کیا آپ کو ان تصویروں اور کھیلوں، ان فلموں اور ناولوں میں انسانیت کی ذلت اور سوائی نظر نہیں آتی؟ پھر آپ کی طبیعت میں کیوں اشتعال اور نفرت پیدا نہیں ہوتی، آپ ان کو کس طرح گوارا کرتے ہیں؟ جب کوئی موسیقی اخلاقی ایشیت سے معیار کی ہوتی ہے تو اس کا کوئی فرد کسی فرد کی ذلت پر دوش نہ کرنا تو الگ رہا اس کے متعلق کسی بد اخلاقی کا سن بھی گوارا نہیں کرتا، قرآن مجید میں ایک غلط الزام کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ تم نے سنتے ہی کیوں نہ ان کی تردید کی اور کیوں نہ صاف کہہ دیا کہ یہ شخص ایک طوق اور اتہام ہے، تم نے اسے متعلق نیک گمان کیوں نہیں کیا، اور اپنے اوپر اعتماد سے کام کیوں نہیں لیا۔ یہ ہے اس موسیقی کی بات جو آنیڈیل (IDEAL) موسیقی کہلانے کی مستحق ہے جس میں جبر فرود نہ ہو، خنجر نہ ہو، اس کا مقابلہ اس گہری ہوئی موسیقی سے کیجئے جس کے کچھ افراد دوسرے افراد کی اخلاقی کمزوری اور خلاف شرافت و انسانیت حرکات سے بدلت اور تفریح حاصل کرتے ہیں، ایسے انسان اپنے جسم کو عریاں کرتا ہے، ہوا دھوس کا شکار بنتا ہے، اپنی عزت اور ضمیر و فروعیت کو بے ادب اور ہتکڑوں اور ہزاروں آدمی کا تماشا بن بیٹھتا اور تفریح حاصل کرتے ہیں۔ اخلاقی کمزوری اور بے قیمتی کی صبریت ناک مثال اس سے زیادہ داریہ ہو سکتی ہے، یہی وہ حالات اور آماج ہیں جن سے خطرہ ہوتا ہے کہ یہ ملک اپنی تمام مادی ترقیوں اور ظاہری خوشحالیوں کے باوجود ہمیں زوال کا شکار نہ ہو جائے۔ یہ بد اخلاقیوں، گنہگاروں و اوقوشات کا درمیان تیار پول اور دباؤں سے کہیں زیادہ خطرناک ہے، آپ کسی ایک لڑشت قوم کا نام لڑا دیتے، جس کے متعلق ہماری ٹیم یہ دونوں دیکھ وہ چوری کی چوری قوم فلاں ہے، ری یا، یا کی نذر رہے، مگر بالکل فنا ہو گئی، لیکن میں آپ کو کسی بیسیوں قوموں کا نام بتا سکتا ہوں جو بد اخلاقیوں کا شکار ہو

## اہمیت:

حضرات! آپ نے اس ملک کی آزادی کے لئے جدوجہد کی، اس کے لئے قربانیاں پیش کیں اور اس کے لئے دودھ اور رات کا حقیرانہ کام کیا۔ آپ کے زہن میں نے مشورہ دیا، جو کام اتنا ہی تھا کہ یہ ملک آزاد ہو جائے، چنانچہ یہ ملک آزاد ہو گیا۔ اب انسانوں میں بھی اس کے لئے نئے نئے زہن جو جدوجہد کر رہے ہیں، اس کا بھی ایک راستہ ہے اور وہ وہی راستہ ہے جو خدا کے پیغمبروں نے بتایا اور اس پر بھی گمان ہے۔ نئے نئے مسائل، قصوں اور پہلوؤں سے دنیہ میں تحقیقی انسانیت کا حصول پیش کیا، اس پر اپنی ایمان و یقین اور خدا کا خوف ہے۔ یہ چکی خدا پر محبت اور یہ نہ دیکھیں کہ یہ نہیں، یہ ادنیٰ پیغمبروں کے ماہر وہی اور جگہ دستیاب نہیں ہو سکتی، اس کا خزانہ ہیں۔ چنانچہ ان کو اس خزانے سے حاصل کرنے میں شرم، ناراضگیوں نہیں ہونی چاہئے، اگر آج اس کے حصول اور اس کی عظمت و شہرت کے لئے وہی جدوجہد شروع ہو، ملک کی آزادی کے لئے جو قربانیاں کی گئی تھیں، وہی قربانیاں اس راستہ میں ہوں، بدلتی حکمرانیت ہو جائے، نئے نئے چیلنجیں برواشت کی گئی تھیں، وہی اب آپ بھی برواشت کی جائیں تو ملک کا حق ہی تھا اور وہ تحقیقی اس، اطمینان حاصل ہو، یہ نئے نئے مسائل کا سلسلہ بند نہ ہو، ملک و تحقیقی آزادی اور آزادی کا حق اس لئے ہی وقت حاصل ہوتا ہے۔

## صورت اور حقیقت

یہ آفریدہ والا نئے نئے نئے ایک بڑے تبلیغی اجتماع میں کی

صورت اور حقیقت میں بڑا فرق ہے:

ہر ایک چیز کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت، ان دونوں میں بہت بڑی مشابہت کے باوجود بہت بڑا فرق بھی ہوتا ہے۔ آپ روزمرہ کی زندگی میں صورت اور حقیقت اور ان کے فرق سے خوب واقف ہیں، میں اس کی دو مثالیں دیتا ہوں۔ آپ نے مٹی کے پھل دیکھے ہوں گے، ہوا بالکل اصلی پھل معلوم ہوتے ہیں لیکن صورت و حقیقت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اصل آم کوئی اور چیز ہے اور مٹی کا نقلی آم کوئی اور چیز، مٹی کے آم میں نہ اصلی ذائقہ ہے نہ خوشبو، نہ دس، نہ نر، نہ اس کی خاصیتیں، صرف آم کی شکل ہے، اور اس کا رنگ و روغن، اس لئے اس کو آم کہیں گے مگر مٹی کا آم، یہ مٹی کا آم دیکھنے پر کا ہے، نہ کھانے کا، نہ ذائقہ، نہ خوشبو۔

آپ مردہ غلامب خانہ میں گئے ہوں گے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہاں سب مردے اور سب جانور موجود ہیں۔ شیر بھی ہے، ہر باجھی بھی تیندہ بھی، اور چیتہ بھی مگر بے حقیقت، بھس بھری ہوئی کھالیں جن میں نہ کوئی جان ہے نہ طاقت، شیر ہے مگر نہ اس کی آواز ہے نہ غصہ، نہ خافت ہے، نہ ہیبت۔

حقیقت کے مقابلہ میں صورت کی شکست:

اب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ صورت کبھی حقیقت کے قائم مقام نہیں ہو سکتی صورت سے حقیقت کے خلاف کبھی ظاہر نہیں ہو سکتے صورت کبھی حقیقت کا مقابلہ نہیں کر سکتی، صورت کبھی حقیقت کا جوہر سنبھال نہیں سکتی، جب صورت کسی حقیقت کے مقابلے میں آئے گی اس کو



شکست کھانا پڑے گی، جب صورت پر کسی حقیقت کا بوجھ ڈالا جائے گا صورت کی پوری عمارت زمین پر آ رہے گی۔

صورت اور حقیقت کا یہ فرق برجگہ نمایاں ہوگا۔ برجگہ صورت کی حقیقت کے سامنے پہا ہوتا پڑے گا۔ یہاں تک کہ عظیم سے عظیم اور مبہم سے مبہم صورت اگر حقیر سے حقیر حقیقت کے مقابلہ میں آئے گی تو اس کو مغلوب ہوتا پڑے گا اس لئے ہر چھوٹی سے چھوٹی حقیقت ہر بڑی سے بڑی صورت کے مقابلہ میں زیادہ طاقت رکھتی ہے، حقیقت ایک طاقت ہے ایک شخص وجود ہے، صورت ایک خیال ہے دیکھئے ایک چھوٹا سا بچہ اپنے کمزور ہاتھ کے اشارے سے ایک بھگس بھرے مرد شیر کو دھکا دے سکتا ہے اس کو زمین پر گر اسکتا ہے اس لئے کہ بچہ خود کتنا ہی کمزور ہی ایک حقیقت رکھتا ہے، شیر اس وقت صرف صورت ہی صورت ہے، بچہ کی حقیقت شیر کی صورت پر آسانی سے غالب آ جاتی ہے۔

نفس کا دھوکا:

یہ عالم حقائق کا مجموعہ ہے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں ایک حقیقت رکھی ہے مال کی بھی ایک حقیقت ہے اس کی محبت طبعی اور اس کی خواہش فطری ہے اگر حقیقت نہ ہوتی تو اس سے متعلق احکام کیوں ہوتے اس میں کشش کیوں ہوتی؟ اولاد ایک حقیقت ہے اس سے طبعی محبت اور فطری تعلق ہوتا ہے اگر اولاد ایک حقیقت نہ ہوتی تو شریعت میں اس کی پروا نہ دیکھا جاتا کہ احکام انصاف کیوں ہوتے؟ اسی طرح طبعی ضروریات اور خواہشات کی بھی ایک حقیقت ہے۔ ان حقیقتوں پر ایک بالاتر قوی تر حقیقت ہی غالب آ سکتی ہے، کوئی صورت غالب نہیں آ سکتی، یہ حقائق کہنے کا طرز آ میر سی ان پر فتح حاصل کرنے کے لئے اسلام و ایمان کی حقیقت درکار ہے۔ اسلام کی صورت کتنی ہی مقدس سی ان پر فتح حاصل نہیں کر سکتی، اس لئے کہ اہر حقیتیں ہیں اہر صرف صورت، آج ہم یہی دیکھ رہے ہیں کہ صورت اسلام اولیٰ دینی حقائق پر غالب نہیں آ رہی ہے اس لئے کہ صورت دراصل کچھ بھی طاقت نہیں۔ ہماری صورت اسلام صورت کلہ۔ صورت نماز ہم سے ادنیٰ تر تہیات چھڑنے سے تو صر ہے، اولیٰ عادات پر غالب آنے سے عاجز ہے، ہم کو موسمی ادنیٰ نفسی اور حقیر ترین خواہش کا مقابلہ کرنے کی طاقت عطا نہیں کرتی آپ کا یہ ٹکڑہ جو کبھی گردن کو نہ دینے کی طاقت رکھتا تھا جو مال اور اولاد کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے

تکلف قربان کر دینے کی قوت رکھتا تھا جو وطن چھوڑ دینے اور تکلف وار پر چڑھنا دینے کی قوت رکھتا تھا۔ ان دو ان سرائوں میں صبح کی نماز کے لئے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا جو کلہ نہ دینی بھاری سنگی شراب نوشی کے عہد پر بیٹھنے لے پھر اسلحا تھا آج اگر اس وقت پر نہ پائے تو آپ کی انی سرگوب چیز یا معمولی مالت بھی نہیں چھوڑ سکتا اس لئے کہ وہ کلہ کی حقیقت تھی جس کے کارنامے آپ تاریخ اسلام میں پڑھتے ہیں یہ ظلم کی صورت ہے جس کی بے اثری آپ ان مالت دیکھتے ہیں۔ ہم غلطی یہ کرتے ہیں کہ محتاجہ راشی تاریخ کو اپنے کو پڑھنا چاہتے ہیں اس کو اپنے اوپر منطبق کرنا چاہتے ہیں جب وہ منطبق نہیں ہوتی، جب وہ ایسا ہی ہوتے ہیں وہ راست نہیں آتا جب تک کہ بھول پڑ جاتے ہیں تو ہم شکایت کرتے ہیں جب کرتے ہیں کہ وہ بھی پڑھتے تھے انہی کی پڑھتے ہیں نماز وہ بھی پڑھتے تھے ہم بھی پڑھتے ہیں پھر کیوں اسی طرف کے واقعات ظہور میں نہیں آتے کیوں اسی طرح کے نتائج و اثرات برآ نہیں ہوتے؟ اور اس پر بڑا اپنے غم کو دھوکہ دے وہاں کلہ کی حقیقت تھی، ایمان کی حقیقت تھی۔ یہاں کلہ کی صورت ہے ایمان کی صورت ہے نماز کی صورت ہے مس طرح اعلیٰ کے حج سے آم کے پھل کی توقع قسمی ہے اسی طرح صورت سے حقیقت کے نوا میں کی امید بے کار ہے، اور فریب نفس ہے۔

### حقیقت اسلام:

حضرت غریبہ کو واقعہ آپ نے سنا۔ اب پچھائی کے تحت پر ان کو چڑھایا گیا، چاروں طرف سے کی بندوں نے ان کو ان کو پناہ شراعت کیا، بیچوں نے ان کے ہنر کو بھنی کر دیا۔ دوسرے متعلقہ کے ساتھ متاثرہ رہے۔ ان میں اس حالت میں ان سے کہہ جاتا ہے کیا تم اس پر راضی ہو کہ تمہاری جدہ ربانی اللہ یحییٰ۔ دوسرے کہ وہ آپ کو جواب دیتے ہیں کہ میں تو اس پر بھی راضی نہیں کہ مجھے تیز دیا ہے اور منصور چھٹا کے کلو میٹر کوئی کاٹا بھی نہیں، حضرات انہی یہ صورت اسلام تھی جس نے ان کو تینہ وار پر نارت قدم رکھا اور ان کی زبان سے یہ لفظ نکلا کہ اسے نہیں دے گا۔ اسلام کی حقیقت تھی جو ان کے ہر غم پر مرہم رکھتی تھی جو ہر غم کی چھین پر ان کے مایہ سے جنت کا نقشہ اتنی تھی اور انہیں اعلیٰ تھی کہ یہ تہذیبی اس تہذیب کا سہا ہے جس نے نہ لکھا تھا کہ یہ تہذیب تہذیبی ہے۔ یہ لفظ کی رحمت تہذیبی ہے، اگر تم نے اس لفظی رسم کی اس قالی تکلف کو اوارا کر لیا تو غیر قالی زندگی کی غیر قالی راحت تہذیبی ہے۔



مقابلہ کرنے کی صورت میں دشمنوں کو شکست تھی۔ اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت حقیقت صلاحاتی میں ہے۔ آج ہماری آپ کی نماز ادائیگی اور حقیقتوں کا مقابلہ اس سے نہیں کر سکتی کہ وہ حقیقت سے خالی اور ایک صورت ہے۔

آپ نے سن ڈیوٹا کہ یہ لوگ کے میدان میں پندہ اور مسلمان تھے اور کئی لاکھ روپیہ ایک چیسائی (جو مسلمانوں کے ہندوؤں کے نیچے نذر با تھا) کی زبان سے بے اختیار دھاکہ دھکیوں کی تعداد کا کچھ نمونہ ہے؟ حضرت علامہ نے کہا خاموشی خدا کی قسم اُس میرے گھوڑے اشقر کے سر درست ہوتے تو میں روپیوں کو بیٹھ سکتا آتی۔ لیکن خدا اور میدان میں لے آئیں۔

حضرات! حضرت خدا کو یہ ظہیران و اعتماد کیوں تھا۔ اور وہ روپیوں کی تعداد کو بے حقیقت کیوں سمجھتے تھے؟ اس سے کہ وہ حقیقت اسلام رکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس سے متعلق صرف روپیوں کی صورتیں ہیں جو ہر طرف کی حقیقت سے خالی ہیں، یہ لاکھوں صورتیں اسلام کی حقیقت کے سامنے بکھر نہیں سکتیں۔

ہم یقیناً کہہ چکے ہیں، ہم میں سے بہت سے لوگ کلمہ کے معنی سے واقف ہیں۔ لیکن حقیقت کلمہ کوئی اور چیز ہے، وہ ان الفاظ اور معنی سے بہت بلند ہے۔ کلمہ کی یہ حقیقت صحت پر کلمہ کو حاصل تھی، جب وہ کہتے تھے لا الہ الا اللہ و آتو انجھے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی حق نہیں، بارشہ نہیں۔ اللہ کے سوا کوئی محبت و خوف کے باقی نہیں، اللہ کے سوا کسی کی سستی کوئی مستحق نہیں۔ کیا یہ حقیقتیں ہم سب کے دلی میں ترقی ہوئی ہیں، ہمارے دماغ کے اندر نہیں ہوئی ہیں ہماری زندگی کے اندر جز چڑھتے ہوئے ہیں؟ اگر ہم ان حقیقتوں سے واقف بھی ہوتے تو لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے ہمیں احساس ہوتا کہ ہم اتنی بڑی بات کہہ رہے ہیں جس کو اس حقیقت کا ارا بھی احساس ہے اور اللہ دعویٰ کرتے ہوئے سمجھتا ہے کہ وہ اللہ اور دعویٰ کرتا ہے۔

چوہی گویم مسلمانم بلزم

کہ دلم مشکلات لا الہ را

ہم جب جانتے ہیں کہ آخرت برحق ہے۔ جنت و دوزخ برحق ہیں مرنے کے بعد یقیناً زندہ رہنا ہے۔ لیکن کیوں سب کو ایمان کی وہ حقیقت حاصل ہے جو صحابہ کو حاصل تھی؟ اس حقیقت کا نتیجہ یہ تھا کہ صحابی تصور کرتے پھینک دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ان کے فہم ہونے کا انتظار کرنا

میرے لئے بہت مشکل ہے اور فوراً بڑھ کر شہادت حاصل کرتا ہے۔ اس لئے کہ جنت اس کے لئے ایک حقیقت تھی اور وہ حقیقت اس کے سامنے تھی۔ اس کی حقیقت جس کو حاصل تھی وہ قسم کھ کر کہتا تھا کہ مجھ کا یہاں کے اس طرف سے جنت کی توقع تھی۔ میری موک۔ نہ میدان میں ایک صحابی الہیہ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امیر! میں سفر کے لئے تیار ہوں کوئی پیغام تو نہیں کہتا ہے؟ وہ کہتے ہیں، ہاں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہمارا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ آپ نے ہم سے جو وعدے فرمائے تھے وہ سب پورے ہو رہے ہیں یہ ہے یقین کی حقیقت اس حقیقت پر کون سی قوت غالب آ سکتی ہے، اور ایسی حقیقت رکھنے والی جماعت پر کون سی جماعت غالب آ سکتی ہے؟

صورت اسلام حفاظت کرنے کے لئے کافی نہیں:

امت میں جو سب سے بڑا انقلاب ہوا وہ یہ کہ اس کی ایک بڑی تعداد اور شاید سب سے بڑی تعداد میں صورت نے حقیقت کی جگہ لے لی۔ یہ آج کی بات نہیں، یہ صدیوں پرانی حقیقت ہے صدیوں سے صورت نے حقیقت کی جگہ حاصل کر رکھی ہے غرض کہ وہ دیکھنے والوں کو صورت پر حقیقت کا دھوکا ہوتا رہا اور حقیقت کے ذریعے اس صورت کے قریب آنے سے بچتے رہے لیکن جب تمہیں نے بت کر کے اس صورت کو چھو تو معلوم ہوا کہ اندر سے پول ہے اور حقیقت عائب ہو چکی ہے۔

آپ نے دیکھا ہوگا تبھی سمجھی کا شکار کھیت میں ایک لکڑی گاڑوں پر کوئی کپڑا ڈال جاتا ہے جس کو دیکھ کر پرندوں اور جانوروں کو شبہ ہوتا ہے کہ کوئی آدمی رکھوائی کر رہا ہے لیکن اگر کبھی کوئی سیانہ کو یا ہوشیار جانور ہمت کر کے کھیت میں جا پڑے تو ظاہر ہے کہ وہ بے جان خلیجہ کچھ نہیں کر سکتی پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جانور اس کھیت کو روند ڈالتے ہیں اور پرندے اس کا ستیہ تاس کر دیتے ہیں۔

مسلمانوں کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا ہے، ان کی صورتِ حقیقت بن کر برسوں ان کی حفاظت کرتی رہی، تو میں ان کے قریب آنے سے ڈرتی تھیں حقیقت اسلام کے واقعات ان کے ذہن میں تازہ تھے اور کسی کوسیدہ لوں پر حملہ کرنے کی جرات نہیں، جوتی تھی، لیکن کب تک؟ جب تاتاریوں نے افغان اور چڑھائی کی جس پر حملہ کرنے سے دوبرسوں احتیاط کرتے رہے تو

اس صورت کی حقیقت مکمل تھی اور مسلمانوں کا بھرم جاننا ہوا اس وقت صورت اسلام حفاظت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے اب صرف حقیقت اسلام ہی اس امت کی حفاظت کر سکتی ہے۔

ہماری خطا:

آپ تاریخ اسلام میں مسلمانوں کی عاکای کی تلخ داستانیں پڑھتے ہیں یہ حقیقت کی شکست کے واقعات نہیں یہ سب صورت کی شکست و ہزیمت کے واقعات نے ہم کو ہر معرکہ میں رسوا و ذلیل کیا ہے لیکن خطا ہماری مٹی ہم نے غریب صورت پر حقیقت کا بوجھ رکھنا چاہا وہ اس بوجھ و سہارے نکلے۔ خود بھی ٹری اور عداوت کو بھی زمین پر لے آئی۔

حقیقت اسلام مدتوں سے میدان میں آئی ہی نہیں:

غرضہ دارانہ صورت اسلام معرکہ آزمایا ہے اور شکست پر شکست کھادی ہے اور حقیقت اسلام صفت میں بدنام اور دنیا کی نگاہوں میں ذلیل ہو رہی ہے مدینا سمجھ رہی ہے کہ ہم اسلام کو شکست دے رہے ہیں۔ اس کو خیر نہیں کہ حقیقت اسلام تو مدت سے میدان میں آئی ہی نہیں اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی صرف صورت ہے نہ کہ اسلام کی حقیقت۔

یورپ کی قوموں کے مقابلہ میں ترکی میدان میں آیا لیکن اسلام کی ایک طرف حال صورت نے کر یہ تحیف و نزار صورت مقابلہ میں ٹھہر نہ سکی، فلسطین میں تمام عرب قومیں مل کر یہودیوں کے مقابلہ میں آئیں لیکن حقیقت اسلام شوق شہادت جذبہ جہاد اور ایمانی کیفیات سے اکثر عاری عربی قومیت کے نقشہ میں مرثا صرف اسلام کے نام و نسب سے آراستہ نتیجہ یہ ہوا کہ اس بے روح صورت نے یہودیوں کی جنگل قوت و عظیم و اسلحہ کی حقیقت سے مات کھائی۔ اس لئے کہ صورت حقیقت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہودی ایک حقیقت رکھتے تھے۔ اگرچہ سرتاپا مادی عرب صرف ایک صورت رکھتے تھے اثر چہ مقدس لیکن صورت صورت ہے اور حقیقت حقیقت ہے۔

رحمت و نصرت تائید و اعانت کے وعدے حقیقت سے متعلق ہیں:

اسلام کی صورت اللہ کے یہاں ایک درجہ رکھتی ہے اس لئے کہ اس میں مدتوں اسلام کی حقیقت بھی ہوئی رہی ہے اور یہ کہ حقیقت کا قالب ہے اسلام کی صورت بھی اللہ کو پیاری ہے



وہ مری قہر میں بھی صفت ایمان ہی پائی: لا وادعہ ذلہ: یا یا۔  
 إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ  
 الْأَشْهَادُ (سورہ ۱۵۱)

ہم تمہارے مددگار رہیں گے اور ان لوگوں کی جو صفت ایمان سے  
 متصف ہیں دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی حسب اللہ کے داد کھڑے ہوں گے۔

اسی حقیقت ایمان پر خلافت اربعی وین کے اقتدارِ ابراہیم و اسمعیل کا وعدہ فرمایا ہے۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي  
 الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفْنَا دَاوُدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ  
 الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ حَوْفِهِمْ أَمَّا

(سورہ نور: ۵۵)

ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان رکھتے ہیں اور جن کے عمل صالح ہیں اللہ کا وعدہ ہے کہ ان  
 زمین کی خلافت سے سرفراز کرے گا جتنے ان لوگوں کو سرفراز کیا جو ان سے پہلے تجھ اور ان کے  
 دین کو دلوں کا بند یہ ہے اقتدارِ ابراہیم کا اور ان کے خوف کو اتار دینے سے بدل دے گا۔

ایمان و وجود اس لئے کہ یہ سارے وعدے ایمان و عمل صالح کی بنیاد پر تھے پھر یہ شرط  
 فرمائی کہ یہ ضروری ہے کہ ان میں اسلام کی حقیقت (توحیدِ کامل) پائی جائے۔

تَعْبُدُونَنِي لَا تَسْبِحُونَنِي نَسِيًا (النور)

(اس شرط سے) کہ یہ میری عزت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔

## امت کی سب سے بڑی خدمت:

پس اس وقت سب سے بڑا کام اور امت کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ اس کے  
 علم اور سوا و انجمن کی صورت سے حقیقت کی طرف متوجہ کرنے کی دعوت دی جائے صورتِ اسلام  
 میں رہیں اسلام اور حقیقتِ اسلام پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اس وقت امت کی سب سے  
 بڑی حقیقت یہی ہے کہ اسی سے اس کے حالات اور اس کے تعمیر میں دنیا کے حالات بدست  
 آئے۔ دنیا کے حالات اس امت کے حالات کے اور اس امت کے حالات اس حقیقت کے  
 تابع ہیں۔ یہ امت حضرت مسیح (علیہ السلام) کے الفاظ میں زمین کا نیک ہے، دیکھنا مبرا



شک کے تابع ہے اور شک کا حوالہ کی ٹھیکسی پر موقوف ہے اگر شک کی شخصیت قائم ہو جائے تو وہ شک کے تابع نہ ہوگا اور پھر کھانے کو نوش دانہ بنائے وہاں پھر کہاں سے لے گی؟ آفتِ ماری زندگی ہے کیف اور بے روت ہے جس لئے کہ اس مست کی بڑی تحدہ حقیقت سے ماری اور روت سے خالی ہے پھر زندگی میں روت اور حقیقت کہاں سے آئے گی؟

### اقوامِ عالم کی جڑیں خشک ہو چکی ہیں :

دنیا کی اورتو میں بھی ہیں جو ہزاروں برس سے اپنے مذہب اور روت سے خالی ہو چکی ہیں اور ان میں صرف چند بے روت رئیس اور پندے ہی حقیقتِ صورتیں رہ گئے ہیں لیکن ان قوموں کی بی دروہانی زندگی قائم نہ رہی ہے ان کی زندگی کے سوتے خشک ہو چکے ہیں آج دنیا کی کوئی طاقت کوئی شخصیت کوئی اہل علم ان میں اپنی زندگی اور حقیقی روت پیدا نہیں کر سکتی قیامت کی قوم ہے جن جاناں قوموں کی وہ باروز زندگی سے آسان ہے ان لوگوں نے ان قوموں میں ذرہ ذرہ اپنی زندگی اور اخلاقی روت پیدا کرنے کی انتہائی جدوجہد کی اور زمانہ حزن کے وسوسوں اور سہلوس کے باروز و سخت کام رہے اس لئے کہ وہ حقیقت ان میں نیکان، یقین اور دینی روت پیدا کرنے کا سرچشمہ عرصہ ہو خشک ہو چکا ہے زندگی کا سر اور شاخیں تپک رہے ہیں جب کسی مروت کی جڑ خشک ہو چکی ہو اور اس کی ریش زندگی چھوڑ بیٹھیں ہوں تو اس کی پیڑوں کو پانی دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔

### مسلمان کے لئے حقیقت کی طرف ترقی کرنے کی ضرورت :

لیکن اس امت کی زندگی کا سرچشمہ موجود ہے اس امت کی زندگی کا سرچشمہ وجود ہے اور یہ امت اس سے وابستہ ہے وہ ہے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان، مروت اور حساب کتاب کا یقین لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار اس امت کا جس جہنم کی عاقبت میں بھی اللہ اور اس کے رسول سے جو تعلق ہے وہ دوسری قوموں کے خواص کو بھی نصیب نہیں اس کو عطا کرنے کا نام بھی یعنی حقیقت اس میں پائی باقی ہے وہ دوسری قوموں میں مفقود ہے اس کی تپ آہنی (قرآن مجید) محفوظ ہے اور اس کے ہاتھوں میں ہے اس کے پیغمبر کی میرت اور زندگی جو آج بھی ہزاروں اکھوں ہلوں کو مرہا دینے اور زمانے کے خلاف ٹھانے کی

حالت رکھتی ہے، بھلے طریقہ پر موجود ہے اور آنکھوں کے سامنے ہے، سو یہ کراہی زندگی اور ان کی زندگی کا انتخاب اور ان کی کوششوں سے دنیا کا انتخاب نظر کے سامنے موجود ہے یہ سب زندگی کے سرچشمے ہیں اب غور، آگاہی کے مرکز ہیں صرف ان کی ضرورت ہے کہ اس امت میں صورت سے حقیقت کی طرف ترقی کی ضرورت کا عام ماحول ہی پیدا ہو، زندگی کے ان مرکزوں سے تعلق پیدا ہو، مادی و حاشیائیں انہیں کہہ سکتے ہیں کہ مرکزوں سے انتخاب فیض کی فرصت ملے اور وہ اپنی اصلی زندگی کے چندوں کے اندر کراہی زندگی میں انتخاب اور اپنی پوری زندگی میں ایمان و حساب اور اللہ کے وعدوں پر یقین اور اس کی رضا کے شوق میں کامیابیوں پیدا کرے۔

ہماری حکومت صرف یہ ہے کہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

(ترجمہ) اے مسلمانو! صورتِ اسلام سے حقیقت ایمان کی طرف ترقی کرو۔

ہمارے مستقل ذمہ و اذیتاعات جن کی ہم شہر شہر اور قصبہ قصبہ دعوت دیتے ہیں ان لئے ہیں کہ ہر آبادی میں ایسے مرکز قائم ہوں جہاں مسلمان ملے جو کراہی زندگی کا بھوٹا ہوا سبق یاد کریں، جہاں سے انہیں حقیقت اسلام کا پیغام ملے، جہاں سے ان کو اپنی کھوئی ہوئی زندگی کا سراغ ملے، جہاں حیرت نبوی ﷺ اور اصلی اسلامی زندگی کے واقعات اور ایمان کی بنیادی اوصاف و دعوت کے راہبان میں دینی انتخاب کی خواہش پیدا ہو، اگر یہ مرکز اور اس طرح کے اجتماعات نہ ہوں تو یہ بے پرواہ طاقتور اور موثر طریقہ پر امت کی کثرت میں حقیقت اسلام کو ابھارنے اور اسلام پیدا کرنے کی کیا توقع ہے؟

پھر ہم مسلمانوں کو اس کی دعوت دیتے ہیں کہ وہ کچھ دن حقیقت اسلام کو حاصل کرنے اور اس کو اپنے میں رائج کرنے کے لئے اپنے اوقات فارغ کریں اور مسلمانوں سے مکمل کر جس میں حقیقت اسلام چھپنے اور ایمانی کیفیات و بھرنے نہیں پاتیں، ایک ایسے ماحول میں وقت گزاریں جہاں ہمیں زندگی کی جھلک موجود ہو، جہاں ہم ذکر، دعوت، تبلیغ و خدمت و ایثار، تواضع و خلقِ بہشت و جہنم کی زندگی ہو، ہم اس بہشت مسلمانوں کو اس قہمد کے لئے رہنمائی کی شکل میں نکلنے کی دعوت دیتے ہیں، اگر مسلمانوں کی بڑی تعداد اس کو جو مازنگی بنالے

اور اس کا رواج چڑ جائے تو ہم کو لفظ کی ذات سے امید ہے کہ کروڑوں مسلمانوں تک حقیقت اسلام کا یہ پیغام پہنچ جائے گا۔ اور انھوں مسلمانوں کی زندگی میں دینی رواج ایمان اسلام کی حقیقت اور اس کی صفات و کیفیات پیدا ہو جائیں گی۔

**حقیقت اسلام دوبارہ پیدا ہو سکتی ہے:**

حضرات ہم اس سے بالکل ناواقف نہیں ہیں کہ کس زمانہ میں حقیقت اسلام پیدا نہیں ہو سکتی ہم کسی ایسے زمانہ اور انقلاب کے قائل نہیں جس میں حقیقت اسلام دوبارہ پیدا نہیں کی جاسکتی، آپ پیچھے مڑ کر دیکھئے، تاریخ کے سمندر میں آپ کو حقیقت اسلام کے جزیرے بکھرے ہوئے نظر آئیں گے، ہمارا حقیقت اسلام ابھری اور ایمانی کیفیات پیدا ہوئیں، وہی اللہ اور رسول پر یقین و اعتقاد وہی شہادت کا فرق، جنت کا شوق، وہی دنیا پر آخرت کی ترجیح، جب کبھی اور جہاں کہیں حقیقت اسلام پیدا ہوئی اس نے ظاہری قوانین و قیاسات کے خلاف حالات اور مخالف طاقتوں پر فتح پائی ہے، تمام مگر رہے ہوئے و قحط کو دہرا دیا ہے اور قرن اول کی یاد تازہ کر دی ہے۔

**حقیقت اسلام میں آج بھی طاقت ہے:**

حقیقت اسلام اور حقیقت ایمان میں آج بھی وہی طاقت ہے جو ابتدائے اسلام میں تھی آج بھی اس سے وہ تمام واقعات ظہور ہو سکتے ہیں جو اس سے پہلے ظاہر ہوئے ہیں آج بھی اس کے سامنے دورِ پاپا ب ہو سکتے ہیں سمندر میں گھوڑے ڈالے جاسکتے ہیں اور دے جنگل چھوڑ کر جاسکتے ہیں، بھڑکتی بولی آگ گزار بن سکتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ حقیقت ابراہیمی موجود ہو۔

آج بھی ہر جو ابراہیم کا ایمان پیدا  
آگ کر کتنی پہ انداز گلستاں پیدا

# اعلیٰ اخلاقی قدریں دل کے اندر کھوئی ہیں ان کی باہر تلاش ہے

یہ تقریر ۱۷ جنوری ۱۹۵۴ء کی شب میں گوہر (بلدوستان) کے نااہن بال میں کی گئی  
تھی جس موقع پر شیخ کے تعلیم یافتہ ہندو مسلمان حضرات موجود تھے۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء  
والعمرسليم . وعلى آله واصحابه اجمعين امام بعد .

## ایک کہانی:

دوستو! بچپن میں ایک کہانی سنی تھی۔ ایک صاحب سڑک پر کچھ تلاش کر رہے تھے، لوگوں  
نے پوچھا صاحب آپ کیا تلاش کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا جیب سے اشرفی نرگنی تھی، ہاتھ  
تلاش کر رہوں کچھ بھلے مانس بھی ان کے ساتھ تلاش میں لگ گئے، تھوڑی دیر کے بعد کسی  
نے پوچھا حضرت وہ اشرفی کہاں گئی تھی؟ کہنے لگے گری تو گھر کے اندر تھی مگر مشکل یہ ہے کہ  
گھر میں روشنی نہیں ہے، سڑک پر روشنی ہے، اس لئے یہاں تلاش کر رہا ہوں۔

## انسان کی سہولت پسندی:

بظاہر تو یہ ایک افسانہ یا لطیفہ معلوم ہوتا ہے مگر واقعات کی دنیا میں دیکھیں گے تو یہی نظر  
آئے گا کہ جو چیز گھر میں کھوئی ہے، اس کی آج باہر تلاش ہے۔ بڑے بڑے میدانوں میں آج  
یہی سو رہا ہے کہ گھر کی چیز باہر تلاش نہ جا رہی ہے، کوئی چیز کھوئی تو بچا اپنے اندر مگر تلاش اس کی  
باہر ہے، کیونکہ باہر روشنی ہے آج، بہت سی ایسی چیزوں کی کمیٹیاں اور ٹیموں میں تلاش ہے،

سکون، امن، اطمینان اور مگر کی چیزیں ہیں لیکن ان کی تلاش باہر ہے۔ انسانیت کی قسمت اندر سے نکلنے کی ہے نہیں باہر جس کو بندے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جس میں سکون اور اطمینان نسب کی ہمیں ضرورت ہے۔ جس محبت کی لغت، ہمدردی کی فضا، اخلاق کی فضا کی ہمیں اور آپ کو ضرورت ہے۔ زندگی کا جو جوبہ اور زندگی کا جو قیمتی سرمایہ آج مفقود ہے، وہ سب دل کی بنیاد پر کھویا ہے۔ لیکن وہاں اندھیرا ہے۔ وہاں ہمدردی گزر نہیں، اس لئے ہم اس کو باہر سے محفوظ کرتے ہیں۔ ہم نے بڑے علم کیے کہ پہلے ہم نے دلوں میں جانے کا راستہ کھویا۔ اب اس کی چیزوں کو باہر تلاش کر رہے ہیں، آج دنیا کے آئینے پر یہی ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے۔ دلوں کی دنیا میں اندھیرا ہے، وہاں برسوں سے گھٹا توپ اندھیری ہے۔ ہاتھ کو ہاتھ جھانکی نہیں دیتا، انسانی فطرت سولہ پندرہ ہے۔ اس نے کبھی یہ راستہ برداشت نہیں کی کہ دل کے اندر دسب کر سکیں، ہونی چاہی چیز کو تلاش کر لے، اس نے اس کو آسان سمجھا کہ باہر روشنی میں اپنے علم شدہ دل کو تلاش کر لے، آج قومیں حیران ہیں۔ بڑے بڑے تعلیم دان سرگرواں ہیں، لیکن اس کا سرا نہیں ملتا کہ ہمارا مال کھویا کہاں ہے تو ان کے سپرد کھینچا کہ دل کا درد از و نہیں ملتا اور اس پر بس نہیں چلتا۔ اس کو روشن اور گرم کرنے کا سامان، مارے پاس نہیں تو انہوں نے دماغ کی طرف توجہ کی اور انسانوں کی معلومات بڑھانا شروع کر دیں جو بات آسان تھی وہ کرنے لگے۔ دماغ تک پہنچنا آسان تھا، انہوں نے دل کو چھوڑ کر دماغ کا راستہ اختیار کر لیا۔

آج بزرگ اسی قافلہ کا شریک ہے، جو آ رہا ہے وہیں جا رہا ہے، دل کے اندر پہنچنے کی کوشش نہیں، دنیا کی چول جب تک اپنی جگہ پر نہ آئے سدھارنا ممکن ہے۔ مگر جس اندھیرا ہے نور و روشنی باہر سے آئے پڑے گی اور گھبراہٹیں کھوئی پوچھی اور سن کی لٹی ہوئی، بات کرو ہیں تلاش کرنا پڑے گا، اگر ایسا نہ کیا تو زندگی ختم ہو جائے گی اور اس کا سراغ نہیں ملے گا۔

**حقیقتوں سے کشتی نہیں نری جاسکتی:**

آج ضرورت تھی کہ ان حقیقتوں کو اہاراجا جا، انسانوں کو زندگی کا مقصد بتایا جائے، تعلقات درست ہوتے، انسان حیوانی سطح سے بلند ہوتے، ایک دوسرے سے محبت ہوتی، ایک دوسرے کے لئے قربانی کا جذبہ، ایک دوسرے کو بھونکی کی نظر سے دیکھا جانا، رقابت کی نظیریں بند ہوتیں، احمق اور محبت کی نظیریں پیدا ہوتیں، حقیقتیں مٹ نہ گئیں، سب سے بڑی حقیقت حقیقتوں

کی جان یہ تھی کہ کسی نے اس دنیا نے کارخانے کو بنایا ہے، وہ اسی کی مرضی اور ہدایت کے مطابق ٹھیک ٹھیک چل سکتا ہے، اگر اس سے لڑنے کی کوشش کی جائے گی اور اس کی ہدایت (DIRECTIONS) کے مطابق کام نہیں ہوگا تو کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا، گھڑی کی مثال لے لیجئے جو اس کا ماہر خصوصی (SPECIALIST) ہے، اس کی ساخت سے واقف ہے، وہی اس کی کل درست کر سکتا ہے، کوئی شخص کتنا ہی بڑا عالم و فاضل ذہین اور فطری ہو، لیکن گھڑی اور اس کی زبان اور علم سے درست نہیں ہو سکتی، وہ تو ماہر فن کے چلانے سے چلے گی، یہ دنیا جس نے بنائی ہے، اسی کی ہدایت سے ٹھیک ٹھیک چلے گی، حقیقتوں سے کشمی نہیں لڑی جا سکتی، ان کے سامنے مڑ جونا ہی پڑے گا۔

### انسان دنیا کا مرضی ہے:

میں اس وقت آپ سے کہہ رہا ہوں کہ ہمیں کرنا چاہتا ہوں، لعنت ہے ایسی زندگی پر جس میں کبھی سچی بات نہ کہی جاسکے، آج ہر آدمی فاکہہ دیکھتا ہے، اور فائدے کے پیش نظر سچی یا جھوٹ بولنے میں ڈرا لیس و پیش نہیں کرے، دنیا میں ایسے آدمیوں سے سدھارنا ممکن ہے جو چار ایسے آدمی دنیا میں موجود ہیں، انہیں سے دنیا قائم ہے، جو ہمیشہ سچی بات کہتے ہیں چاہے جان جائے۔

آج دنیا کے رہن پر جو حکمران اور تابانی ہے یہ ان حق گو پیغمبروں، اللہ کے بھیجے ہوئے انسانوں کے خون جگر کا نتیجہ ہے جنہوں نے انسانیت کی فلاح اور قیام کے لئے اپنی زندگیاں نثار کر دیں۔ اور اس طرح سے اس مقدس ورثہ اور ٹران قدر متاع کے ہم وارث بنے۔ انسانیت کی نجات کا راستہ وہی، نشان راستہ ہے جسے ان لوگوں نے دکھایا، آج بھی جب تک ہم یہ نہ سمجھیں کہ دنیا ہمارے لئے ہے اور ہم خدا کے لئے ہیں، ہم اس کے متولی (TRUSTEE) اور امین ہیں اور خدا کے سامنے ذمہ دار و جوابدار ہیں، انسانیت کی مشکلیں حل نہیں ہو سکتیں، یہ تھا راستہ مشکل اور کانٹوں بھرا، لیکن یہی انسانیت کا راستہ تھا، یہ ایک ذمہ داری کی بات تھی، لوگوں نے اس سے گریز کیا، اور کچھ اور تہذیب کا نام لینا شروع کر دیا۔

انسانیت کا مسئلہ پرانی تہذیبوں سے حل نہیں ہو سکتا:

دنیا کی تمام تہذیبیں قابل احترام ہیں خصوصاً اپنے ملک ہندوستان کی تہذیب ہمیں عزیز ہے، یہ ہماری میراث ہے اور ہم اس کی قدر کرتے ہیں، لیکن انسانیت کا صحیح ارتقاء پرانی تہذیبوں سے نہیں ہو سکتا، ان چیزوں میں اب جان نہیں رہی، ان کی صلاحیت اب ختم ہو گئی۔ یہ اپنا مشن (MISSION) پورا کر چکیں یہ اپنا پارٹ ادا کر چکیں، ان کے بہت سے پہلو اب بھی بہت اچھے ہیں، لیکن آج انسانیت کے عروج کے لئے اور عام اخلاق کی گروٹ گوروٹ کے لئے ان میں کوئی جان نہیں، ان کے پاس کوئی پیغام نہیں، جس طرح ایک جگہ کی چیز دوسری جگہ نصب (ADJUST) نہیں کی جاسکتی، وہ ہزار برس کی چیز آج کے ماحول میں کام نہیں دے سکتی، عربوں کی پرانی تہذیب رومیوں اور یونانیوں کی تہذیب اپنے اپنے وقت کی زندہ اور ترقی یافتہ تہذیبیں تھیں، لیکن اب وہ اپنا مورا اور شادابی کھو چکیں، اب ان کی جگہ صرف آثار قدیمہ میں ہے

تہذیبیں انسانیت کا لباس ہیں انسانیت لباس تبدیل کرتی رہتی ہے:

انسانیت تہذیبوں سے بالاتر ہے، یہ سب تہذیبیں مل کر بھی آدمیت کو جنم نہیں دیتیں، آدمیت تہذیبوں کو جنم دیتی ہے، آدمیت کسی مخصوص زمانے اور کسی مخصوص مقام سے مخصوص نہیں۔ تہذیبیں اس کا لباس ہیں اور اپنا لباس بدلتی رہتی ہے، اور اپنے من اور اپنے ذوق کے مطابق اپنے کو آراستہ کرتی رہتی ہے اور یہ بالکل قدرتی اور ضروری ہے، جو بچہ ہے وہ بچوں کا لباس پہنے گا، جو جوان ہے وہ جوانوں کا چولا بڈے گا، بچوں کا لباس جوان کو نہیں پہنایا جاسکتا، انسانیت کو کسی خاص دور یا کسی خاص ملک کے کلچر کا پابند نہ کیجئے۔ انسانیت کو بڑھنے دیجئے، انسانیت اب حیات کا چشمہ ہے اسے اٹھنے دیجئے، یہ بحر، ارمیستان اور میدانوں میں دوڑنا چاہتا ہے، اسے بڑھنے اور پھیلنے دیجئے۔ مذہب کے ماضیہ اور زندہ اصولوں اور اپنی ذہانت اور ذوق سے انسانیت کا ایک نمونہ اور ایک نیا جیکہ پیدا کیجئے، انسانیت کو اخلاق کا ایک نیا گلدستہ بنائیے، وہ تازہ اور شاداب گلدستہ ہوگا، جو پھول سوکھ گئے مر جھا گئے، ان کو گلے کا پادے جانے پر اصرار نہ کیجئے۔

مذہب روح دیتا ہے، کلچر ایک ڈھانچہ:

مذہب اور تہذیب کا راستہ الگ ہے، مذہب روح دیتا ہے اور کلچر ایک ڈھانچہ (MOOLE)

مذہب طریقہ حیات اور زندگی کا ایک ضابطہ دیتا ہے، کچھ پابندیاں عائد کرتا ہے، پھر آزاد چھوڑ دیتا ہے، مثال کے طور پر تہذیب کبھی سے کہ سینے کا قلم مقدس ہے اور مذہب کو اس سے بحث نہیں کہ لوہے کے قلم سے لکھا جائے یا نوٹسٹین سے، اس کا مطالعہ صرف یہ ہے کہ جو کچھ لکھا جائے دو سچ ہو اور اچھا، مذہب مقصد حیات عطا کرتا ہے اور زندگی کو روح دیتا ہے، وہ انسانی زندگی پر کنٹرول قائم رکھتا ہے مگر اس سے حرکت اور نشوونما کی صلاحیت نہیں چھینتا کلچر کا احیاء انسان کی نجات نہیں چاہے یہ کام ہندو کرے یا مسلمان یا عیسائی۔

### رسم الخط یا ضمیر و اخلاق:

آج اس پر بڑا محرک برپا ہے کہ ملک کی زبان کیا ہونی چاہئے، کس رسم الخط میں لکھا جائے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسانیت کے در و کاہ دو ایسی میں ہے، ملک کا سدھار اسی پر موقوف ہے، دستور و ضمیروں کے سوچنے کا طریقہ یہ نہیں۔ ان کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ تحریر کہاں سے شروع کی جائے اور یہاں ختم کی جائے، دائرے سے شروع ہو کر بائیں طرف یا بائیں سے شروع ہو کر دائیں طرف، ان کو تو اس سے دلچسپی ہے کہ لکھنے والا سچا خدا سے ڈرنے والا، امانت دار اور فرض شناس ہو۔ پھر دوسری طرح لکھے، وہ اچھا ہوگا۔ میں نے بتا دیں میں کہا تھا کہ اگر دستاویز بھولی ہے تو کیا دائیں سے شروع کرنے اور اردو یا فارسی میں لکھنے سے یا بائیں سے شروع کرنے اور ہندی یا انگریزی میں لکھنے سے وہ سبھی سوچ جائے گی؟ جمہوری اور جعلی دستاویز کو جس طرح اور جس طرف سے لکھو گے وہ بھولی اور جعلی اور پالی رہے گی، سچی دستاویز کو جس طرح اور جس طرف سے لکھو گے وہ سچی رہے گی، ضمیر رسم الخط کے پیچھے نہیں پڑتے، وہ اس ہاتھ کو درست کرتا چاہتے ہیں جو قلم سے کام لیتا ہے، بلکہ وہ اس دل کو درست کرتا چاہتے ہیں جو ہاتھ کو حکم دیتا ہے۔

ضمیر و وسائل نہیں پیدا کرتے مقاصد عطا کرتے ہیں:

ضمیروں کا کام یہ نہیں کہ اپنے اپنے زمانہ میں نئی نئی ایجادیں کریں اور آلات اور مہینے تیار کریں، وہ اس طرح کہ انسان پیدا کرتے ہیں جو ان مصنوعات اور وسائل کو صحیح مقصد کے لئے صحیح طریقہ پر استعمال کر سکیں، یورپ وسائل پیدا کرتا ہے، ضمیر مقاصد عطا کرتے ہیں،



انہوں نے مشینیں نہیں، احمالیں، آدمی ڈھائے تھے، یورپ نے مشینیں بنائیں مگر انہیں استعمال کون کرے؟ ورنہ نہ مفت انسان؟ آج ساری مصیبت یہ ہے کہ مسائل بہت ہیں، ایک راست بہت ہیں، مسائل بہت ہے مگر صحیح طریقے پر استعمال کرنے بلکہ آدمی مایاب ہے۔

انسانیت کو محفوظ کرنا انسانوں کی ضرورت ہے:

انسانیت کو آج ایمان دینے والے ہیں، سچائی اور پاکیزگی، محبت، امن، در بدر دی، مغز زنی کی ضرورت ہے، اس کا مادہ تہذیب نہیں، تحریر نہیں، اس کو ضرورت ہے، غلو اور انسانوں کی، در در انسانوں کی، جو دوسروں کے لئے لکھیں اور اپنے کو من کر دوسروں کو بتائیں، تحریروں اور تہذیبوں سے انسانیت نہیں پیدا ہوتی، یورپ نے ہم سے اخلاق اور روحانی قدر (VALUES) چھین لئے، اس معاملہ میں وہ خود خالی ہاتھ تھے، اس نے ہمیں بھی دیوایہ، جادو، اس سٹے ہماری جھولیوں کو خیاروں سے بھر دیا، مصنوعات سے بھر دیا، مصنوعات سے بھر دیا اس نے ہماری رتوں کو چٹانوں سے جڑ دیا، بجلی کی قوتوں سے بھر دیا، ہمیں دن کی روشنی کی ضرورت تھی، اس نے دل کا چراغ گل کر دیا، مہلک تھا وہ نہ سب ال کی روشنی تھی، بجلی کی روشنی نہیں تھی۔ آپ خود سوچیں آپ سے کوئی سودا کرنا چاہے تو آپ کو کون سا زمانہ پسند ہے؟ انسانیت کا ہمدردی کا، انھاری کا زمانہ جس میں آدمیت کی قدر اور فکری، یہ وہ زمانہ جس میں انسانیت کا کوئی احترام نہیں، مگر اس میں پرہیز ہیں، بھیجی کی روشنی ہے اور بدلتی پٹلیے ہیں، آج سونے قلب میر نہیں، لیکن پیسہ کی افراط ہے، آج سب کچھ ہے، لیکن روحانی قدریں غفلت میں آج سب کچھ ہے، لیکن مقصد نہیں، جس کے سلق میں گا۔ نئے پڑ رہے ہیں، پیاس سے تڑپ رہا ہوا، اسے پیو بھر پانی چاہئے، اس کے لئے سب کچھ، کچھ نہیں، اس کے لئے اشرافیاں، موزوں تو کیا؟ انہیں حق میں محبت کا ذرہ نہیں، ایسے رو بہم داری کا نام نہیں، جسے دیکھو غرض کا بندہ، اس تمدن کو نئے کر کیا کریں۔

ہم نے دل کا راستہ کھودیا:

ساری مٹھی یہ ہوا، یہ ہے کہ صحیح دروازے سے آنے کی دوشیں نہیں کی جاتی، چودہ دروازے سے داخل ہوتے ہیں، اس کا پچھلک بند ہے اور ندر جانے کا راستہ وہی تھا، وال کا

راستہ ہم کھو چکے، ہم خود غریبوں کے ساتھ وہاں نہیں پہنچ سکتے ہو دنیا کا بگاڑ، بیچارہ غریب اور خواہشات کا اقتدار اور ان سب کا دبانہ دل ہے، اس دل میں جب ایک خدا کا اقتدار نہیں، اسے اس کی بلاؤں کی تسلیم نہیں، یہ اپنے کو اس کے سامنے جواب دہ نہیں سمجھتا تو پھر اس کی شکایت کیا، کسی کو پھر کیا غرض ہے کہ وہ کسی کی مدد کرے اور دوسرے کے لئے اپنے کو خطرے میں ڈالے، آج کی دنیا میں بھائی بھائی کو تاجہ زین سے دیکھتا ہے، ہر ایک نے دوسرے کو گالک اور فریق سمجھ لیا ہے، سب طرف لوٹ کھسوٹ (EXPLOITATION) کا بازار گرم ہے، فطرت انسانی منہج ہو گئی ہے، باپ بیٹوں سے ٹالاں ہیں، استاد شاگردوں سے ناخوش ہیں۔

### نظام تعلیم کا نقص:

آج یونیورسٹیوں میں کہرام مچا ہوا ہے کہ شاگرد اب نہیں کرتے اور استاد شغفیت و ہمدردی نہیں برتتے، تمام اوک اس سے پریشان ہیں اور اس کی اصلاح کی طرح طرح کی کوششیں ہوتی ہیں، لیکن اس کی جڑ اور بنیاد کو پھر غور نہیں کیا جاتا کہ تعلیمی نظام، جس کا سارا ڈھانچہ مادہ پرستی ہو۔ آخر اس کے نتائج کیا ہو سکتے ہیں۔ تعلیم کا کون سا شیخ ہے، جہاں خلاق اور کردار کی تعمیر کی کوشش کی جاتی ہے؟ یہ تمام برائیاں تو متوقع نتائج ہیں اس نظام تعلیم کے، تمہارا دوسرا آرسنہ نفسانی خواہشات کو بیدار کرتا ہے، اور انسان کو موقع پرست (OPPORTUNIST) بنا دیتا ہے، اور پھر تمہارا ماحول ایسے مواقع، محم و پھنچاتا ہے کہ خواہشات اور خود غرضیوں کی تسکین ہو سکے، وہ تمہیں دولت مند، مہربان بننے کا جذبہ دیتا ہے، اس وقت ضرورت ضمیر اور ذہن بدلنے کی ہے والہ کے بدلے بغیر کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

### ذہنیت کی تبدیلی کی ضرورت:

آج ہمارے ملک میں کئی اسلامی اور سماجی تحریکیں چل رہی ہیں، ہم ان کی قدر کرتے ہیں اور انہیں پس چلے تو ہم ان کی مدد کریں، خصوصاً یہود ان تحریک، لیکن ان زمین لینے سے پہلے دلوں میں یہ بات پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ کوئی زیادہ زمین رکھتی نہ سکے، لوگ خود غرض و زمین دینے کو تیار ہو جائیں، ایسی ذہنیت بن جائے کہ لوگ ضرورت مندوں کو اپنی چیزیں اے کر خوشی محسوس کریں۔

ہم نے تاریخ میں یہ واقعہ پڑھا ہے کہ مکہ اور مدینہ میں پستی و ثبات تھی، ان کے پتھر اور (SOCIAL LIFE) میں اختلاف تھا، لیکن جب مکہ سے نوگ مدینہ آنے پر مجبور ہوئے اور انہیں اپنا سر امانتہ اور مال و دولت چھوڑ کر خالی ہاتھ مدینہ آیا تو جن کے پاس کچھ نہ تھا، وہ مدینہ کے مالدار کھاتے پیتے لوگوں کے بھائی بنادیئے گئے، انہوں نے اپنے ان بھائیوں کو سینے سے لگایا اور جن سے کوئی خوشی و شہ نہیں تھا، ان کے سامنے اپنے گھر کی آگئی دولت لا کر رکھ دی، ادھر آنے والوں کے دل ایسے بنائے گئے تھے اور بن کی ایسی تربیت کی تھی کہ انہوں نے ان کو عادی و امان کا شکر یہ ادا کیا اور کہا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں، آپ ہمیں کچھ تھوڑا سا قرض دے دیجئے اور بازار کا راستہ بتا دیجئے، ہم مکہ میں بھی تجارت کرنے تھے اور یہاں بھی تجارت کریں گے، پیغمبر اسلام نے مدینہ والوں میں ایثار و ہمدردی اور قربانی کا جذبہ پیدا کر دیا اور مکہ والوں میں خود اعتمادی، اور خود داری کا، انہوں نے گھر کی دولت آنے والوں کے قدموں پر ڈال دی اور آنے والوں نے دولت پر نفاذ نہ کی، اور اپنے ہاتھ پاؤں اور اپنی محنت سے کمانے کا فیصلہ کیا۔

ہمارا سر نیچا ہو جاتا ہے، جب آج کی ہجرت پر نظر ڈالتے ہیں، نہ ایک طرف ایثار و ہمدردی ہے، نہ دوسری طرف خود اعتمادی اور خود داری۔

ہم کہتے ہیں کہ ذہنیت بدلنے، محبت پیدا کیجئے، ایسے دل پیدا کیجئے جو دوسروں کے غم میں تھپکنے کی آرزو کریں، زمین کی تقسیم سے پہلے انسان کے اندر یہ آگ پیدا کر لی تھی کہ اس سے کسی کی مصیبت نہ دیکھی جائے، کیونکہ نظم و انتظام اور امنیت سے کام لینا ہے، مذہب دل کی کیفیت ایسی بنانا ہے کہ اشرافیاں سانپ بکھو معلوم ہونے لگیں، محمد رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے، وہ نماز جس کے لئے آپ کہتے ہیں کہ میری آنکھوں کی شہنائی نماز میں ہے، جس کے لئے آپ بے چین رہتے تھے اور جلالِ موسویں سے کہتے تھے کہ اذان دے کر میری ٹسکین کا سامان کر دو، اسی نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، لیکن اچانک گھر میں جاتے ہیں پھر واپس آ کر نماز ادا کرتے ہیں، پوچھا گیا کہ آپ کو کون سا ضروری کام یاد آیا کہ نماز چھوڑ کر واپس تشریف لے گئے؟ فرمایا کہ تھوڑا سا سوتا رکھا تھا، میں اسے غریبوں میں تقسیم کرنے کی ہدایت کرتا تھا۔

## کوئی زبان غیر نہیں:

میں مسلمانوں سے کہوں گا کہ اس سے بلند کرو، تمہارا کسی زبان سے سیر نہیں، جس میں کسی زبان سے وحشت نہیں، کوئی مچہ بنے، رقم نے فارسی کو اپنا یا تم ہندی کو کیوں نہ اپناؤ، ایسی سند زبان نہ ہمارے ملک کی زبان ہے، لیکن میں اپنے ہندو بھائیوں سے کہوں گا کہ وہ متحد ہوں اس سے تو ہمیں کہ انسانیت کا سہارا نہ زبان میں ہے نہ اس زبان میں، اس میں کچھ نہیں ہے، نہ اس کچھ میں، نہ اس تہذیب میں نہ اس تہذیب میں، آپ انسان میں قربانی کا جذبہ، انسانی کا جذبہ پیدا کیجئے، اسے انسان بنائیے، انسانیت کا احترام سمجھائیے، آج انسانیت کا ضمیر، CONSCIENCE بکھر چکا ہے، وہ اپنی قوم اور اپنے ملک کی خود کھینے کا مادی بن چکا ہے، خلیہ قائم ہے جس کے بحر اوقیانوس (ATLANTIC OCEAN) سے اس طرف انسان بنی نہیں، وہ ملک کے باشندے اپنے ہر کسی کو انسان نہیں سمجھتے، ہر طرف جتنہ بند ہی ہے اور خود غمغمی، روم سے

کینٹونوں کے سامنے ایک طبقہ کا منہ: ہے سرمایہ کے سرمایہ (CAPITALISTS) کے سامنے دوسرے طبقے کا منہ، ایک دوسرا سرمایہ دار نظر نہیں آتا، ایک کو کا شکار، ایک کے نزدیک دنیا میں ضرور میں ضرور ہیں، دوسرے کے نزدیک کا شکار کی کا شکار، تیسرے کے نزدیک سرمایہ دار ہی سرمایہ دار، یہ تو مچہ بنی یہ جھگ، نظری بڑی خطرناک چیز ہے۔

## خدا پرستی کی تحریک کی ضرورت:

آج خدا پرستی اور انسانیت و حق کی تحریک کی ضرورت ہے، آج اس کے لئے ایک زور، اسے (CAMPAIGN) کی ضرورت ہے، ایک زور کے کی ضرورت ہے، خدا پرستی کی آواز میں کی ضرورت ہے، دنیا بڑی بڑی خود غمغمیوں کے پرندوں کو بلا اسے خوشنات کے کیوں کو آواز، اسے شہر شہر کا کہنا تو اسے یہ کہتا ہے کہ حیوانی زندگی باقی رکھنے کے باقی نہیں، مادہ پرستی کو درست کچھ کھانا ہو چکا ہے، لیس چوتھی کا درست جو دنیا پر چھایا ہوا ہے، جڑیں چھوڑ چکا ہے، انسانوں اپنی قدر بچاؤ، نوزاد و خلیاتوں سے اپنی قسمت باندھو، اللہ کی زبردست طاقت سے جڑ جاؤ۔

## علم و اخلاق سے تعاون کی ضرورت:

ہم خود غمغمیوں اور جوں مطلوب نہیں جو دنیا سے ستارہ کشی کی تعلیم دے اور اپنی جہد

خارون اور پہاڑوں پر ۳۳ اش کرنے، بعد اس روحانیت کی دگوتہ دیتے ہیں جو زندگی کے ساتھ  
 چلتی ہے، بعد زندگی کی رہنمائی کرتی ہے، میں رحمت پسند نہیں، میں [REACTION] کا توکل  
 نہیں، انسانیت کے لئے یہ ضروری ہے اور انسانیت کا تقاضا اور اس کی مانگ ہے، کہ اخلاق،  
 عزم و سائنس اور خدا پرستی مل جل کر چلیں، تو اس کا توازن بگڑ گیا، ان میں تعاون اور  
 اعتماد (CO-OPERATION) نہیں رہا، سائنس ایک طرف جا رہی ہے تو اخلاق ایک طرف،  
 دونوں انتہا پسند (EXTREMIST) ہیں۔

مادہ پرستی اور روحانیت:

یہی حال مادہ پرستی اور روحانیت کا ہے، ایک دنیا کو نکلی لینا چاہتا ہے، اسے پتہ چتا ہے،  
 ایک اس سے نفرت کرتا ہے اور اس سے ہزار ہے، ہم یہ کہتے ہیں کہ اسے خدا کا عطیہ سمجھ کر، اللہ  
 کی نعمت سمجھ کر اس کے قانون کے مطابق؟ تعامل کرو، اسے اپنا غلام سمجھو، خود اس کے غلام نہ  
 بن جاؤ، اس زندگی کی پرستش کرو، اس سے نفرت کرو، خدا کے سامنے اپنے کو جواب دو سمجھو  
 اور اس کی عمارت کے سامنے حاضر ہونے کا درجہ اور اس کا یقین کرو، اس کے پیچھے ہوئے ہے  
 غرض اور غرض پیغمبروں پر اتکا کرنا اور انہیں سے اس زندگی کے اصول اور نمونہ حاصل کرنا،  
 اپنے کو خدا کا بٹاؤ، یہ دنیا تمہاری بن جائے گی۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

# دنیا کی موجودہ کشمکش یہ نہیں کہ برائی دور ہو بلکہ یہ کہ برائی ہماری نگرانی اور انتظام میں ہو

(یہ تقریر یکشنبہ ۲۳ جنوری ۱۹۵۵ء کو جامعہ محمد کبر (ہندوستان) میں (جو ایک بڑا  
صنعتی مرکز ہے) اساتذہ و مسلمانوں کے ایک مشترک جلسہ میں کی گئی تھی، جس میں  
مختلف سیاسی پارٹیوں اور عقیدوں کے لوگ شریک تھے۔)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد۔

سامعین محترم! اس دنیا کی تقسیمیں بڑی بے رحم ہیں، پہلے قوموں اور سلطنتوں نے غلوں  
کو بانٹا تھا، مگر اب سیاسی تحریکوں نے قوموں اور غلوں کو بانٹ دیا ہے، اندر ب کی آڑ میں ایسے  
فٹے نہیں تھے، جتنے آج کی مہذب دنیا ہر جمہوری وار میں نظر آ رہی ہے، آج کے سیاسی چیلے  
فارم لوگوں کو جدا کرنے کے لئے یا اپنے شروپ بڑھانے کے لئے مخصوص ہیں، لیکن اب بھی  
بے غرضی سے پکارا جاتا ہے تو لوگ اب بھی جواب دینے کو تیار ہیں، ابھی اس کا امکان ہے کہ  
سیاسی چیلے فارم کے علاوہ بھی لوگ جمع ہو جائیں، ہم نے خالص انسانی مسئلوں پر غور کرنے کی  
دعوت دی، ہمارا دل بہت خوش ہے کہ آپ نے دعوت قبول کی، آپ کا سیاسی تحریکوں سے  
گھبرنا تجب نہیں، انسان اپنے تجربوں سے نتیجہ نکالتا ہے، آدمی بار بار ان چیزوں کو دہراتے  
دیکھتا ہے، اس سے فائدہ دیتا ہے، آج اعتراض کے لئے جمع کرنے کی عادت ہے، سب ہم پر  
بھروسہ کریں، ہم کسی پارٹی کے ماتھے نہیں (MOUTH PIECE) یہ لٹاؤ، اسکی مر نہیں ہیں، ہمارے  
سامنے خالص انسانیت کا مسئلہ ہے۔



دوست نے بھونے خوبشات کے کاغذ، ڈرائنگ روم قرار دیا، خدا کو جمنے ہوئے باطلات بھی کے خلاف جہاد کرتے رہے، مجھے دل دھم سے کافی، انسانیت کے درد سے مدد ملی، انھیں سے تلاش قدم پر آج قوم کو رولنگ، ذاتیں، سربراہوں، عیاق پارٹیاں، اقوام اور قوم پرست عقائد میں چل رہی ہیں۔ سب کا ہندو یہ ہے کہ ہم دور دور سے رفیق و ساتھی اور رفیق و ساتھی معوق نہیں۔ ہم ہر دور سے مت و ACCEPT کر لیتے ہیں۔ ان کو صورت حال سے مدد ملی ان وقت نہیں، صرف ان لوگوں سے فکرافت ہے ان کے ہاتھ میں پگڑے، وہ دنیا پر انہیں پہنچتے صرف ان کی لامتناہی و قیامت (LEADERSHIP) دینا چاہتے ہیں۔ ان کی پیشکش صرف یہ ہے کہ وہ ہر کسی کی چندین ہمراہ ہیں۔ آپ کے یہاں مقامی تنظیمات ہوتے ہیں۔ تنظیمات دور دور سے ملتی ہیں، ان اور یہ بھی کہ نئے نئے اتحادات میں نئے نئے لوگ آتے ہیں لیکن سیالوٹی میں نہایت، نیا اصول زندگی، نیا جذبہ محبت اور نیا جذبہ انسانیت کے ساتھ ہے، کیا عالمی نیا برادری ملتی ہے، خلافتوں کی رائے تمام کرتی ہے، انہوں نے بی ایک خدا مت کرتی ہے، ہم تو یہ جانتے ہیں کہ یہ سب ایک حق ذمہ، ایک ہی اصول زندگی، ایک ہی جذبہ ہے۔ انہوں نے انہوں نے اس کا نتیجہ ہے کہ صورت حال میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، زندگی کی غریبیاں اور مسکینوں کے حوالہ ہوں گے تو اس رہتے ہیں۔

چیفیہ دل کا مطالبہ، زندگی کا نقشہ ہوا ہے:

اس کے برخلاف خلیج کتبہ میں کہ مرنے سے زندوں کا نقشہ غلام ہے، اسے الیگزینڈر  
پھر سے بنانا میں پھر سے رنگ بخروا، میں میں ایسی ہے جیسے کسی نے ایک شیرالی کئی  
سائے سے لیا، وہ اس کے کسکو چاہے۔ تم نہیں، دولی اور میں کو کواہر اور سے لہرتا ہے، کھینچتی ہے،  
خلیجہ کہتے ہیں کہ یہ بکے غلام تک کہیں۔ وہ تک یہ بکے ہیں۔ نے اس میں جھول رہی  
جھول رہی ہے اس کے اسے اپنے پر ہے۔

قوتیوں کو رشوت دی جا رہی ہے :

آج ہماری بنیائے انسانوں پر مبنی خواہشات میں آزمان لیا ہے، ان کا پورا خواہشات کے خلاف بھڑک پیدا کرنے کے بجائے آج ہماری پوریوں سے رشوت و بربادی میں خواہشات



کی رشوت، اخلاقی رذلت اور ایک دوسرے سے بڑھ بڑھ کر کبر رہی ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں نظامِ حکومت آگیا تو ہم تمہاری خواہشات کو پورا کریں گے اور تم کو پیش و ترقی کا پورا پورا موقع دیں گے۔ اگر اپنی خواہشات کی تکمیل اور آزادی چاہتے ہو تو ہمیں دوٹ دوٹ آج ہر ایک یہ کہہ رہا ہے کہ ہم اقتدار پا کر تمہاری تعیشات میں اضافہ کریں گے تمہارا معیار زندگی اونچا کریں گے، گویا انہوں نے مشائیاں دے کر بچوں کی عادتیں بگاڑ دیں، انہوں نے ان کو مضامیوں پر لگا دیا دنیا کے انسان بچے ہیں، پارنیاں اور مکوشیں انہیں خواہشات کی ہوا سے رہی ہیں، اور ان کی عادتیں بگاڑتی جا رہی ہیں، انسان کا یہ حال ہے کہ جتنا اسے دیئے جاؤ وہ اور مانگتا جاتا ہے، قلم آتے ہیں تو اس کی ہوس اچھڑھتی ہے، یہ اور زیادہ تھکان (EXCITEMENT) چاہتا ہے اور زیادہ عریاں تصویریں مانگتا ہے، یہ دنیا کے مستحکم انسانی خواہشات پر لگام نہیں لگاتے، بلکہ ان کی ہوس کے مطابق دیتے جاتے ہیں۔

تغیروں کا یہ راستہ نہیں، وہ خواہشات میں توازن و اعتدال پیدا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر شخص کی خواہش کو پورا کرنے کی کوشش غیر فطری ہے، پیغمبر کہتے ہیں کہ انسانوں کا چنورین خطرناک ہے، اس کو چمڑا چاہئے، چاہے بچے کا دل برا ہو، چاہے وہ کچھ دیر رونے اور مچلنے کو برداشت کرنا چاہئے اور صحیح راستہ پر لگانا چاہئے۔ یہ غلط فلسفہ ہے کہ خواہشات کو بریک نہ لگایا جائے، اور ان کو بند نہ کیا جاتی رہے۔ اور جب ان کا قضا و ظاہر ہو جائے تو پھر حیرت سے دیکھا جائے اور شکایت کی جائے۔

منہ زور اور بے لگام گھوڑوں کی رئیس:

سیاسی پارٹیوں کا نظام غلط ہے کہ اس نوعی کے نظام کو قبول کر لیا جائے، منہ زور گھوڑا، بے لگام اور غلط رو گھوڑا انسانیت کی تکلیف کو بردھتا چلا جا رہا ہے، آج تمام پارٹیاں اس کا سامنا کرنا چاہتی ہیں، منہ زور بے لگام گھوڑوں کی رئیس ہے، کیا ان کے سامنے انسانی ضمیر کی کوئی قیمت ہے؟ انسانی ہمدردی کا کوئی جذبہ ہے؟ یورپ اور امریکہ ہمدردی اور مساوات کا نام لیتے ہیں۔ ان کی ہمدردی کے پیمانے ہم سب کو معلوم ہیں، بے چارے باہر سے ہمدردی کرنا چاہتے ہیں اور اندرونی ہوس کا بھوت ہے، ظلم کے، باپ بڑے عجیب و غریب طریقے ہیں۔

## حکومت اور عہدہ کا کون اہل ہے؟

دوستو! ہم کہتے ہیں کہ زندگی کا راستہ منزل سے بہت دور چڑھا، جب تک خدا کا یقین (BELIEF) نہ پیدا کیا جائے، سہ ہمارے پاس ہو سکا۔ اس کے بغیر ہم ظالم کو طاقتور سمجھ رہے ہیں، اس میں اللہ آپ کے سامنے نہیں آ گیا۔ اس مطالعہ کے بعد کہہ رہا ہوں کہ جب تک آپ یقین نہ پیدا کریں، انسانیت کے اصلی ماڈل (MODEL) تک نہیں پہنچ سکتے، اس کے اندر سے عزت و عہدہ کی محبت، دولت کی محبت نکال دیجئے اور ریاضہ و قربانی اور دوسروں کے لئے گھٹنے کا جذبہ پیدا کیجئے۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا کہ عہدہ اسے ملے گا جو اس کا خواہش مند ہو، وہاں یہ QUALIFICATION تھی، آج اس کے برخلاف ہے میانی سے خود اپنی تصدیق خوانی کر کے نکلے تھیں بنائی جاتی ہیں، بھلائے کر اس سے بھاگتے تھے۔ حضرت عمرؓ معافی چاہتے ہیں کہ اس ذمہ داری کے اوجہ سے مجھے معاف رکھ جائے۔ انہیں مجبور کیا جاتا تھا کہ آپ دست بردار ہوئے تو کون انتظام کرے گا؟ وہ جب تک کرتے تھے اسے بڑی ذمہ داری اور بوجھ سمجھتے تھے، اور جب سبیل و دش ہوئے تو بڑا سکون (RELIEF) محسوس کرتے تھے، حضرت خالدؓ بوجہ سالار اعظم (COMMANDER IN CHIEF) بنایا گیا تھا۔ سب طرفوں کی دھاک بٹھکی تھی، مین محاذ پر ایک معمولی سا پرچہ مدینہ سے آتا ہے کہ خاندن برطرف کئے جاتے ہیں، اور ان کی جگہ ابو جہدہ مقرر کئے جاتے ہیں، خود وہ بھی ملا نہیں ہوتا، بڑی فراخ دلی سے کہتے ہیں کہ اگر میں اس کام کو عہدہ و فرائض سمجھ کر کرتا تھا تو اب بھی انجام اہل کا اور اگر عمر کے لئے کرتا تھا تو کنارہ کش ہو جاؤ گا، پھر لوگوں نے دیکھا کہ وہ وہی ذوق و شوق سے اپنے کام میں مشغول رہتے اور کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

## جاہ طلب سیاسی:

آج میان پارٹی سے کسی کو الگ کر دیا جاتا ہے تو پہلے تو لگنے کا نام نہیں لیتا رہتا ہے، فتنہ مچاتا ہے، اور اگر الگ ہوتا ہے تو دوسری سیاسی پارٹی بنالینا ہے، یہ کیوں؟ اس لئے کہ عزت کی ہوس، دولت کا شوق اور بڑائی کا خیال دل و دماغ پر چھید ہوا ہے، پس جب تک موجودہ زندگی کا سانچہ نہیں بدلا، سہ ہمارا شکل ہے۔ میں آپ کو صاف صاف زندگی کی حقیقتیں بتا

رہا ہوں خدا کا خوف اور اس کی رضا کا شوق پیدا کیجئے، روحانی اور اخلاقی زندگی پیدا کیجئے۔  
زندگی سے لطف اندوز ہو۔ نہ (IF NO JOY) کرنے کا شوق جز زندگی کا آئیڈیل (IDEAL) بن گیا  
ہے اسے چھوڑیے۔

### انسانی ضروریات کی فہرست بہت طویل نہیں:

انسانی ضروریات کی فہرست بہت لائی نہیں انصافیہ (LUXURY-S) کی فہرست بہت  
لائی ہے، سب نے اپنا جنیاء LUXURIES پر رکھی ہے، زندگی کے تئیں کہ  
متعدد بلوں متعدد نفس کو معبود بنانے کا شوق، اس کی پاداشی کا انکار کرنا انسانوں کو ایک  
ترقی یافتہ جانور تسلیم کرنا اور اس کی زیادہ سے زیادہ خواہشات کو پورا کرنا، یہ سب اسی کا نصاب ہے،  
جب تک یہ فیاد ہوتی ہے ہزاروں دشمنوں کے باوجود مددگار نہ ممکن ہے، کسی شہر اور ملک کی تو کیر  
ایک میونسپلٹی کے رقبہ بھی اصلاح نہیں ہوئی۔

### خراب اجزاء اور کائناتوں سے اچھا مجموعہ تیار نہیں ہو سکتا:

آج انسانی فخر اور سوسائٹی کے اجزاء خراب اور ناقص ہیں، غلط بنیادوں پر ان کا انحصار ہوا  
ہے اور غلط طریقوں پر ان کی تربیت اور نشوونما ہوا ہے نتیجہ یہ ہے کہ آج مائیں انسانی بھروسے  
خراب اور ناقص اور کمزور ہیں، جماعتیں افراد سے بنتی ہیں۔ جب تک افراد درست اور ساری  
نہیں ہوں گے جماعتیں درست اور بنیادی کام نہیں کر سکتے ہیں، افراد کا سوال جمعیہ اچھا ہے تو  
لوگ جڑتے ہیں، درناض ہوتے ہیں اور اس مسئلہ کو نالی، بنا چاہتے ہیں، اور اس خیال خراب  
میں جماعتیں کہ اجتماعی حالت میں یہ نقص خود بخود دور ہو جائے گا، غیبی لطف ہے کہ جب انہیں  
بھروسے نہیں تو کہنے والے نے کہا کہ یہ چلا ہے، یہ بھروسہ ہے، یہ انہیں بھی نہیں، یہ غدار ہے،  
یہ جو نہیں اٹھا سکیں گی۔ آپ نے جواب دیا محل بن جانے والے سب انہیں اچھی ہو جائیں  
گی، لیکن خراب اور ناقص اجزاء سے ایک اچھا مجموعہ کیسے تیار ہو سکتا ہے؟ بہت سے خراب  
ممبروں سے ایک اچھی (BODY) کیسے بن سکتی ہے، خراب تنہوں سے ایک اچھا جہاز کیسے  
بن سکتا ہے، ہم کہتے ہیں یونٹ (UNITS) خراب ہیں، مواد (MATERIAL) خراب ہے، اس  
سے اچھی کورسٹ نہیں بنے گی؟ آج مادی دنیا میں یہی دور ہے، (MATERIAL) تو کوئی

نہیں دیکھتا اور نتیجہ کو، کچھ ترک و گشت ہے۔ کیا یہ نام بھی کیا بات نہیں، جس پر تفتیشی جاتے ہیں۔ یونٹ (UNITS) جانتے ہیں، ان کی تعمیر یا نمونہ ارادہ کے ور جاندار، ہوتی ہے، وہاں دھوکا نہیں ہوتا۔ آج تعمیر کا ہوس میں بھی اس حقیقت کو نظر انداز کیا جا رہا ہے، یقین اور اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کہیں نہیں کی جا رہی ہے، افراد کی تربیت کا انتظام کہیں نہیں، یہ جگہ غیر تربیت یافتہ افراد کے گھیرنے کے لیے نظر آ رہے ہیں، آج غالباً ہم ہر کام نہ کر سکتا ہے، اس لئے کہ اس کی کوئی تربیت نہیں آئی، وہ پڑھائی میں کون لوگ ہیں؟ سڑک بورڈ میں کون لوگ ہیں؟ حکومت میں کون لوگ ہیں؟ سارے نظام پر اس طرح کے لوگ حاوی ہیں۔ انہیں کسے ہاتھ میں ڈھونڈ کر پائیں ہیں۔ آج اکثر انسان انسان نہیں، انسان نما ہیں۔

**حقیقت کا ہر جھوٹ کر رہتی ہے :**

حقیقت کا ہر جھوٹ کر رہتی ہے، آج اس پر کتنا طمع چڑھاؤ، آج نے شیر کی کھال پہن لی تھی، لیکن جب ٹھہر سانسے آتا تو بہت سے چٹنی بولی بولی رہی، آج سب جگہ یہی ہو رہا ہے۔ اندر کی چیز باہر آ رہی ہے، آپ میں سے بہت سے بھڑکی انگلیاں کوشش کر رہے ہیں، آپ میں سے بہت سے سچے (SINCERE) ہیں، لیکن کیا کبھی آپ نے نیچے سے مدد حاصل کرنا کوشش کی، وک پادنی کے قندار کے پیچھے پڑے ہیں، لیکن کرنے کا کام یہ تھا کہ ذہنیت کا احترام پیدا ہو، خدا کا خوف پیدا ہو۔

**خدا کی بستی دوکان نہیں ہے :**

خدا کی بستی دوکان سمجھ لیا گیا، ہر ایک دوسرے سے گپ بپ بھڑکے معاملہ کرتا ہے، یہ سچا جراثیم ذہنیت بناؤ، آج سب طرف لینا ہی لینا عام ہے، کہیں اسلام شکاریوں کی کشتیوں، کہیں مزدوروں اور کارخانہ داروں میں کشتیوں یہ سب کیوں؟ یہ سب اسی جراثیم ذہنیت کا نتیجہ ہے۔ پیغمبر کہتے ہیں کہ سب کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں اور سب کے ذمہ فرائض ہیں، فرائض ادا کرنے میں مستعد ہوں اور حقوق حاصل کرنے میں فراخ دل، ہم یہی کہتے ہیں کہ آپ لوگ بھی یہی کرنے لگیں تو فضا بند لے لی، زندگی کا خلف آئے گا، آج لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم رہا، ہر ایک کی نگاہ تجوہی پر ہے، انسان کی مجبوری پر نہیں۔

ہمارا پیغام:

ہم اپنے پیغام کو ہر پارٹی کے لئے ضروری سمجھتے ہیں، اور ہمارا وجود ہر پارٹی سے زیادہ ضروری ہے۔ کیوں کہ ہمارا کام ہو گیا تو انسانیت کا مہکتا ہو گا گذشتہ بنے گا، آج کانٹے پیدا ہو رہے ہیں، آج انسان غفلت ہے، ہم کہنے آئے ہیں کہ انسانیت کی بہار لاؤ گے انسانیت کو نکھار دے گا۔ آج انسانیت کے درخت سے کانٹے اور کڑے کیلے پھل پیدا ہو رہے ہیں، آپ انسانیت کے تینے پھل پیدا کیجئے، ہم آپ کے کاموں میں مددگار بنیں آئے، ہم یہ کہنے آئے ہیں کہ انسانیت کی خبر لیجئے، ہم اس بگڑی ہوئی دنیا کے خلاف غلطی پیدا کرنے کے لئے آئے ہیں۔ کاش یہ ہمیں پیدا ہوا، یہ پیغمبروں کا کام اور ان کا پیغام ہے، ہم اسے یاد دلانے آئے ہیں کوئی دماغ نکل رہا جاتا ہے، کوئی چپٹ تک پہنچ جاتا ہے، کوئی کپڑوں اور مکان میں اٹک کر رہ جاتا ہے، لیکن نہ بسبب خدا کے یقین اور محبت کے ساتھ دل میں اتر جاتا ہے، دوا نکھوں کی کھٹک اور جھلن اور کرتا ہے، نکھوں کی سونیاں نکال پیغمبروں ہی کا کام ہے، انہیں کی محنتوں سے دل کی چھانیں نہیں اور قلوب کو اطمینان ملے۔

ہم مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم نے پیغمبروں کے کام اور پیغام کی بڑی ناقدری کی، تم مجرم ہو، تم اصل سرمایہ کو چھوڑ کر ذلیل سرمایہ داروں کے لالچ بن گئے، تم نے بھی ناجائز ذہنیت اپنائی اور یہ پارٹی بن گئے تمہاری حیثیت۔ یہ پارٹی اور ملازم کی نہیں تھی، تم یہاں داعی کی حیثیت سے آئے تھے، تم نے دامیانہ حیثیت اور اپنے آئے کا مقصد کھودیا، تم دعوت و محبت کے پیغام کے ساتھ جیتے تو عزت سے بیچتے اور کامیاب و باہر ادھرتے رہے، اب تمہاری فلاح اسی میں ہے کہ تم اپنی کھوئی ہوئی حیثیت اختیار کرو۔ دنیا کی فلاح اس میں ہے کہ دو پیغمبروں کے پیغام کی قدر کرے، سیاسی پارٹیاں اور مختلف جماعتیں قیادت کی جنگ اور غلبہ و اقتدار کی کشمکش چھوڑ کر زندگی کے اس بگڑے ہوئے نقشہ کو بنانے کی کوشش کریں اور اپنے اپنے متعلقین اور دوستوں کے بجائے ساری انسانیت کی فکر کریں کہ اس کے سدھار کے لیے کسی کو چین اور امن حاصل نہیں ہو سکتا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## اللہ کی سب سے بڑی نعمت ایمان ہے

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد  
وعلى آله وصحبه اجمعين ومن دعا بدعوتهم ملئ يوم الدين

حضرات! یہ واقعہ بار بار نہیں آتا، میں آپ سے کیا کہوں۔ اللہ نے اہل جنت کی زبان سے کہلوایا ہے۔ الحمد لله الفی هدانا لهذا وما كنا لنهتدی لولا ان هدانا الله۔ سب شکر اور سب اسانسن ہے اس پروردگار کا جس نے ہم کو یہاں تک پہنچایا، ہم یہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اے اللہ ہماری ہنگامی اور رہنمائی نہ فرما، پھر اللہ تعالیٰ ان کی زبان سے یوں سے کاسر کی بات آ کر وارہ ہے، کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم اپنی ذہانت، اپنے علم، اپنی محنت اور کسی شرافت سے اپنی دولت اور بلندی کے ذریعہ یہاں تک پہنچے ہیں بلکہ دعوتِ رسولِ خدا کا حق۔ یہ سب فیض اور صدقہ ہے ان پیغمبروں کا جن کو اللہ نے ہماری ہدایت کے لئے بھیجا اور جنہوں نے ہمیں ہدایت دکھایا اور پھر اللہ نے تو فیض دی کہ ہم اس دے سے پرہیز نہ۔

بھائیو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ کے ہم پر بہت سارے انعامات ہیں، کئی بات تو یہ ہے کہ جو انعامات اور احسانات کی چیز ہے، وہ زندگی ہے۔ اللہ نے ہم کو مل دیا میں بھیجا، اُس دہت بھیجتا اور ہم اس دنیا میں آتے تو کچھ بھی نہ داتا، نہ ہدایت، نہ دینی نہ اللہ کے رسول کی اطاعت ہوتی، نہ درست کام کرتے، نہ قرآن مجید حفظ کیا جاتا، نہ دین کی تعلیم حاصل کرتے، نہ اللہ کا قرب حاصل کرتے نہ حق کرتے، نہ کو توہین دیکھتے جب آدمی کسی جگہ پہنچ جاتا ہے تو اس کو خیال

آتا ہے کہ یہ ہمارا کون ہے اور یہ دینی محنت، ہماری بصیرت، ہماری ذہانت ہے اور ہماری بھلائی ہے، ہماری خوش قسمتی ہے، یہ سب خیالات آدمی کو آتے ہیں لیکن لوگ جنت میں پہنچیں تو کہیں گے الحمد لله اللہی ہدایا۔ سب شکر ہے اللہ کا، یہاں اپنی ذہانتوں اپنی

مہارتوں اور ریاضتوں اور اپنے مطالعے سے نہیں پہنچے اس لئے کہ دنیا کو ہم دیکھ رہے ہیں جب دنیا والوں کے پاس سب چیزیں موجود ہیں، روٹی اور امریکہ والوں کے پاس کیا کچھ نہیں ہے علم نہیں ہے؟ ذہانت نہیں ہے؟ کمالات نہیں ہیں؟ ایجادات نہیں ہیں؟ تجربے نہیں ہیں؟ بڑے بڑے ماہرین فن نہیں ہیں، لیکن ہدایت سب کو نصیب نہیں، ہدایت بھی ان ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جن کو کوئی ایسا ہدایت والا مل جاتا ہے، اور اللہ ہی ان کو ہدایت دینا چاہتا ہے، تو یہ پورا جملہ بالکل ایک معجزہ ہے جو اللہ نے کھلوایا ہے، اللہ نے اس کو قرآن مجید میں اس لئے جگہ دی ہے، جو بات اس جنت، جنت میں پہنچ کر کہیں گے اللہ نے وہ بھی اپنے حکام میں داخل کر دیا، اسے کھانے کے لئے، پہلی بات یہ ہے کہ ہم اسے سمجھیں، یہ سب اللہ کا احسان ہے، یہ دیکھنے کو جس علاقے میں آپ ہیں، مسلمانہ و حقان، جیسے آپ کا ضلع غازی پور اور پھر پورابلی۔ پھر اور بڑھ کر ایشیا اور پھر بڑھ کر دنیا، کتنے آدمی ہیں جن کو ہدایت ملی، کتنے آدمی ہیں جو کلمہ پڑھتے ہیں، کتنے آدمی ہیں جو خدا کو پہچانتے ہیں، اور اس کو پیدا کرنے والا سمجھتے ہیں، لا الہ الا اللہ علی ولا مر، رب العالمین سمجھتے ہیں، کیا؟ ہنست، علم اور صلاح کی کمی ہے بخت کی کمی ہے کس چیز کی کمی ہے، کمی ہے پھر عرف و فہم اللہ کی، پہلے تو آپ یہ شکر کریں کہ اللہ نے آپ کو زندگی عطا کی، انسانوں کا یہ جنگ ہے، یہ انسانوں کی آبادی ہے، جس میں کیسے کیسے پڑھے لکھے لوگ ہیں، بڑے بڑے اسکالرز اور پروفیسر ہیں بڑے بڑے ذہین ہیں لیکن ہدایت سے محروم، کلمہ بھی نہیں سمجھیں، دنیا کے پیدا کرنے والے کی پہچان و معرفت بھی نہیں کہ دنیا کو کس نے پیدا کیا، اور کون، چار باب ہے، سب کر رہے ہیں مگر یہی نہیں معلوم، اگر ہم یہ نہیں جانتے کہ یہ کون سی جگہ ہے، یہ مدہ ہے، یہ یا ایسے ہی کسی کا گھر ہے، ہم تھوڑی سی دیر ٹھہرتے ہیں اور کون ہمیں ٹھہرا رہا ہے اور کون ہمیں آرام پہنچا رہا ہے اور کون ضرورت کی چیزیں مہیا کر رہا ہے اور کون چارواں شتائی کر رہا ہے تو آپ کیا نہیں گئے، سوچتے تو لوگ اس دنیا میں ساٹھ سو تھہ برس، ستر برس، اتر سو برس ہیں، کتب خانے کے کتب خانے موجود ہیں، سائنس کی بڑی سے بڑی تجربہ گاہیں موجود ہیں، لیکن ایسی کوئی چیز نہیں کہ دنیا کو جانے والا کون ہے، چلانے والا کون ہے، اور ہدایت کیا چیز ہے کون سا عقیدہ صحیح ہے، کون سا غلط ہے، اس دنیا کا پیدا کرنے والا کون ہے، اس کی کیا صفات ہیں، اس کا ہم پر کیا حق ہے، یہ بھی نہیں جانتے ہم آپ کو مہارگ بار

میتے ہیں والد اللہ۔ نہ آپ سب پر اثنائے انصاف فرمایا کہ اس جنگل میں اس وقت میں نہ تھے  
 اپنے نیک بندوں کو بھیجا۔ انہوں نے آپ کو یمن کی دولت دی اور شیخ قوم نے آجھڑاں بھارا  
 جی رشتہ ہے کہ آپ۔۔۔ یہاں پر بزرگ آئے ہیں کانہ ہار دیا لیا گیا ہے شیخ صالح الدین  
 صاحب کرا کو تک چرے سے آئے اور خرامہ تک پور ہمارا وطن ہے، ہمارا جدی وطن ہے، قصبہ  
 الدین بخشی جو وہ خطیب سے آئے تھے، جو قصبہ مدنی کہلاتے ہیں سب قصبہ مدنی کی اولاد  
 میں ہیں، ہمارے والد کے بریلی میں پورے خاندان ملک پور، والد با پھر پاکستان میں بیسویں تھیں جب  
 پاکستان میں ہوں گے ہمارے خاندان کے یہ سب قصبہ الدین کی اولاد میں ہیں، کوئی اپنے کو  
 قطعی کوئی کہی، کوئی مدنی کہتا ہے تو سہرا آپ کا ایک رشتہ بھی تھا، آپ کے بزرگ محسن و  
 مربی سید ان الدین صدیقی صاحب کرا کو تک چرے سے آئے، والدیم کوک پیسے کرا مالک پور میں  
 میں ہے، میں قصبہ الدین و حرمہ اللہ علیہ کا مزار ہے، ان کی اولاد میں بڑے بڑے بانی کے  
 عالم، امیر بڑے بڑے بزرگ ہیں، ان کے بڑے بڑے صاحب پیدا ہوئے، جن میں سید احمد شہید  
 رحمۃ اللہ علیہ، سب سے بڑا و شہرہور ہیں، ان کی جگہ سے ایک نیا دور شروع ہوا، اس سے اندازہ  
 کیجئے کہ میں انھوں نے ان کو کھدوا کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور ترک و اللہ  
 سے توبہ کی اور چاہیں والد ان سے ماحو بہ مسلمان ہوئے یہ معتبر اور اندویشوار ہیں جو تباہ  
 میں لکھتے ہوئے ہیں، سہ تو یہ تھی کہ جس نے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیا، اسی وقت میں کہ ترک سے  
 نفرت ہو جاتی تھی، بدعت اور بدعتوں سے نفرت ہو جاتی تھی، کچھ سنے کی ضرورت نہیں تھی،  
 اسی کی زندگی، ان کے سچے میں داخل ہائی تھی، یہ بات تو تسلسل سے کہنی ہے اور کبھی تھی ہے  
 اور برے کتبوں میں پڑھا ہے اور بزرگوں سے سنا ہے اور جتنے محقق اور اوصاف پسند لوگ ہیں  
 سب اس کو مانتے ہیں، سب سے اہم چیز یہ ہے کہ آپ اس دولت کی حفاظت کریں، اس  
 دولت و ہدایت کی حفاظت کریں، الحمد للہ الذی ہدانا لهذا لشکر ہمس خد کا جس نے  
 ہم کو یہاں تک پہنچایا، اور ہمیں ہدایت دی، آپ کا یہاں آنا مبارک، آپ کے مددگار  
 مبارک، آپ کی کھیتوں مبارک، اور ابھی مبارک، اپنے پوتے نواسے سب مبارک، اللہ ان  
 کی زندگیوں میں بزرگ سے اور ان کو توفیق دے، لیکن سب سے جو بڑی نعمت آپ کے  
 پاس ہے، وہ ظنی نعمت ہے، آپ اس کو خیر طریقی سے لکھ لیجئے کہ یہ سب چیزیں کا



آنے والی بیس تھیں اور یہ زندگی تھی۔ ای، نوے برس کی عمر کوئی ماں کے بعد نہ تھیں۔  
 باب، بیس کھ کام آئے گا، بیس نمازیں کام آئیں گی، بیس ہدایت کام آئے گی، وہ جانیدونہ  
 اولاد، نہ گھر کام آئیں گے، نہ شہرت نہ عزت کام آئے گی، کوئی چیز کام نہیں آئے گی، اس وقت  
 ہم جو کچھ بھی آپ سے تھوڑے وقت میں کہہ سکتے ہیں وہ یہ کہ اپنے ایمانوں کی خوب حفاظت  
 کیجئے، اور اپنی اولاد کے ایمان کی بھی حفاظت کیجئے، ورنہ اس کی فکر رکھئے، ہم نے کئی بار اپنی  
 تقریروں میں کہا کہ حضرت، یہ عقاب سے یہ اسلام خود بخود نہیں، باپ غنیمت، اور ان کی اولاد غنیمت کی پونجی  
 پشت تھی، جیسے ہی انہوں نے آنکھ کھولی اور روش سنیا، اور کان میں جو آواز پہنچی وہ یہ کہ اللہ کے  
 سوا کوئی معبود نہیں، کوئی اس کا رکنہ نہ کو چلا نہ دے، نہیں، کوئی روزی دینے والا نہیں، اور کوئی  
 جلانے والا نہیں، کوئی انہیں بچھن سے دین نہیں میں چاہتا، لیکن یہ عقوب علیہ السلام کی جوت کی  
 شان تھی اور ان سے محبت تھی اور ان سے بھی محبت کا حق ضابطہ، انہوں نے کہا اب وہ کچھ گئے  
 کہ اب زیادہ رہنا نہیں باقی آخری وقت ہے، سب بچوں کو جمع کیا، بیٹے بھی ادوں گے، پوتے  
 بھی ادوں گے، انہوں نے بھی: ہوں گے، انہوں نے ابھی عمر بانی، انہوں نے کہا اے معبودوں میں  
 بعدی، بیٹو پوتو، فرما سو، یہ بتاؤ کہ میرے بعد تم عبادت کس کی کرو گے، اگر کوئی پوچھتا  
 کہ حضرت یہ بات پوچھنے کی ہے، یہ کس کے بیٹے ہیں، کس کے پوتے ہیں، کس کے پڑپوتے  
 ہیں، کس کی اولاد ہیں، آپ کے گھر میں سوائے اللہ کی عبادت کے دیکھا کیا، کیا بات بھی سمجھنے  
 بھی پائے تھے، ان کو فخر کرنا کرنا ایک سبب کی طرح نکال دیتے، اللہ کے علاوہ کس کا نام نیستے تو  
 طمانچے مارتے اور اس کو گھر سے نکال دیتے، تم ہمارے گھر میں اللہ کے علاوہ غیر اللہ کا نام لیتے  
 ہو! اس گھر میں دیکھا کیا ہے، سنا کیا ہے اس گھر میں کس سے پوچھنے کی ضرورت کیا، جب بہت  
 ہوتی ہے تو گھر ہوتی ہے۔

عشق است و ہزار بد گمانی

دین سے وہ محبت نہیں رہی، سب کچھ کریں گے اپنی اولاد کے لئے، کہیں سے کھائیں  
 گے، کیا ان کو پڑھانا پڑھانے، لکھنا دے، لکھنا دے، اور سب کچھ انہیں ملے لیکن میں نے  
 گھر نہیں کہ اس کا ایمان باقی رہے گا یا نہیں، ہمارے بعد اس راستے پر ہیں گے یا کسی اور راستے  
 پر چلے جائیں گے، اب مسلمانوں کو اس کی فکر بہت کم ہو گئی ہے، اس کا نتیجہ ہے کہ اللہ و نسل کی

کوئی عزائم نہیں، اہل ایمان نہیں کہ یہ بھی تو حید کی دکل ہوئی خدا کے واسطے تو مذاق مذاق نہیں سمجھتی، ہر کی اولاد اسی سے نکلتی، اسی کے سامنے ہاتھ پیرا نہ کی جاتی ہے اور سب کی بکھریں اسلام پر فخر کر سکتی، اور سب پھوڑنے کے لئے جیروں کی جائیداد تک نہیں دین، ایمان کا سہارا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی، سرکات دیا ہے مگر اللہ کے سوا کسی کے سامنے سر بھکانے دیتا نہ ہونی اس وقت ہندوستان میں ظہور پیدا ہو گیا ہے کہ "ما بعدوں من بعدی" کوئی کتبہ ان کے روٹیاں باقی اور اسے چوتھے کو دیا ہے بعد تم کس راست پر چلو گے۔ کس دین میں رہو گے، یہ سب سے ضروری ہے، یہ تو زندگی میں گرنے کا کام ہے، میرا نظام نہ کر جاؤ گے کہ آپ کی اولاد اس دین پر قائم رہے، صرف تو کم ہی نہ رہے، بلکہ دین کی غیرت اور دین کا جوش دواس کے اندر اور اسی دین پر فخر ہو، خدا کا شکر ہے، پرچہ کہ اہل ایمان ہوا کہ انشاء اللہ یہاں سے جی جی بھیجے گی اور پیدا ہوئی، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے اب پھر یہ وہ کہنا نہیں چاہتا، بہت دیر سے پروگرام چل رہا ہے، اپنے عقیدے کی حفاظت کریں، اور اپنی آئندہ نسل کے متعلق اہل ایمان حاصل کر لیں، اللہ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو موقع دیا۔ ہر ایک کو یہ موقع نہیں ملتا، معلوم نہیں آپ جہاں ہوں، آپ کی اولاد کہاں ہو، میں رہ کر اور ابھی سے اس کا اہل ایمان رہیں، اللہ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا قصہ سن کر میں غیرت دینی اور اس سے زیادہ کہہ سکتا ہوں، یہ ہوتی ہے بہت ایمان کے ساتھ، حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا، دیکھو، یہ میری چیز ہے، لگے گی نہیں، جب تک میں زندہ ہوں، یہ میرا نہ ہوا، اس کا قصہ دیکھو، دین اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر قائم رہو، گئے یہ تار، پھر جہلم میں پھنسنے والے ہیں، ان سب نے کہا، تعین الھک والہ ابیک الخلیف

واسما عیسیٰ و مسیحی النجا و احد، سو دفعہ ۱۳۳۰ ایم عہد میں، اس کے آپ کے قید دینی،

آپ کے باپ دیکھا، اور ان کے مجھوتی، سب ان کو اہل ایمان ہوا۔

اسی ہی بات لکھتا ہوں، آپ نے دین تو قائم رکھنے کی کوشش کریں، اس پر راز آتی نہ آتے

پاتے، اپنے عقیدہ کو دیکھ، عقیدہ آخرت پر اس نے پائے، پھر اچھے خلاق پر،

غیر مسلموں کے لئے، عمت کشش دوسرا، اسلام کے مٹانے کے لئے آمادہ ہوں، یہ کون

سا دین ہے، ان کی وجہ سے ان لوگوں میں یہ بات ہے، آپ کی نگاہیں چلیں ہوں، آپ سے

اخلاق درست ہوں، آپ کے اندر انسانی بہدرومی ہو، آپ کے اندر اس فساد سے نفرت ہو جو  
 اور دقت ہندوستان میں پھیلا ہوا ہے، کیا ہو رہا ہے، روپیہ بچا جا رہا ہے، لہتیں ماری اور جلائی  
 ہا رہی ہیں، کم چیز لے کر آئی، ابھی ایک مسلمان نے اپنی ایک بس کو جلا دیا کہ وہ کم چیز لے کر  
 آئی تھی، حالانکہ خبر میں لکھا ہے کہ جتنا زیادہ سے زیادہ جیت دیا جائے گا، لے کر آئی تھی، ان  
 چیزوں سے آپ کو نفرت ہو، آپ کا نمونہ ہندو بھائی کے سامنے ایسا آئے کہ وہ کہیں کہ تم نے یہ  
 کہاں سے لیکھا، تم کو یہ کس نے بتایا مجھے بھی بتاؤ، تمہاری فکا ہیں نیچے رہتی ہیں، تم میں خدا کا  
 نور ہے، تمہارے اخلاق درست ہیں، تم کسی اور کے پجاری نہیں ہو، تم اللہ کی پجاری ہو، اگر آپ  
 یہ کریں گے تو اسلام پھیلے گا، اور آپ کے دائرہ سے نکل کر دوسرے لوگوں کے دائرہ تک پہنچے گا،  
 اور اس دائرہ میں پہنچنے سے آپ کے دائرہ کی بھی حفاظت ہوگی، اور آپ کی اولاد سے متعلق  
 اطمینان ہوگا، ان کے چاروں طرف سے دین کا احترام اور دین کی قدر ہے، سب مسلمان نہ  
 ہوں، لیکن سب احترام کریں اور دین کی قدر کریں، اللہ ہم سب کو توفیق دے۔

# نفس پرستی یا خدا پرستی

انکسرت نور القدر مرقمہ فی وقتین جو اوتے اسرار و تبلیغ کے زیر اہتمام ۲۸ نومبر ۱۹۵۵ء میں  
شب میں بین میں ہر پانچ گھنٹوں میں ایک لاکھ تیس ہزار غریب و نیازیل کے لئے کھانا جو  
تھیں ان کی تعداد چھریہ لاکھ تیس ہزار تھی یہ تھے مسلمانین کا ان دنوں بار بار کھانا لیا جاتا۔

الحمد لله حمده ويستغفره ويستغفره ومومن به وفتوكل عليه  
ويعوذ بشفاعه من شرور القسا ومن سبائت اعدائهم يهداه الله  
فان مضل له ومن يضلله فلا هادي له. واستهدان لا اله الا الله  
وحد لا شريك له. واستهد ان سمدنا وسدنا ومولا لا محمد  
عده ووسيد له. وسله تانحن سمير او يذير او داعيا اني الله دادنه  
وسراجا مبرا المصعدا

ایہ آیت میں انہیں یاد دلاتی ہے کہ  
پھر انکسرت نور القدر کے وقت میں

مصائب اور کلمہ کی باتیں

مومنوں میں ان وقت آپ سے چاہوں گے کہ تم کچھ چاہتا ہوں۔ ہر اس طرح کو جانچو کہ  
ان بچے میں آپ میں۔ یہ ہر ایک کے ساتھ ہونا چاہیے کہ ان کو کھانا دیا جائے۔ ان کے ہاتھوں  
ان کو کھانا دینا ہے جس سے ہر دوست کے ہاتھ میں ایک ایک اپنے دل کی بات کی آواز  
نہ ہو سکتی کہ آپ سے آواز نہ ہو سکتی۔ بلکہ یہ دوست کا دل بھی نہ ہو سکتی۔  
ان میں ان میں ان کے ہاتھوں میں ہوتی ہے انکسرت نور القدر کے وقت میں ہر ایک اور

اس پر عمل کرتے اور وہ اپنی اتنی ہی چیز کے سلسلے میں جلتے منعقد کرتے۔ اس لئے کہ انہیں ان جالوں میں وہ باتیں سمجھتی ہوتی ہیں جو تہہ بنیوں میں لے جا کر کسی کے کان میں بھی کہتا نہیں ہوتی ہیں۔ یعنی اپنی تعریف، اپنی اہمیت کا اظہار اور اپنی شان میں آپ ہی قصیدہ خوانی اس لئے میں بس اتفاق کہہ سکتا ہوں کہ آپ سے یہ درخواست کروں کہ براہ کرم میری گزارشات کو ملحوظ کی نہیں، بلکہ دل کی باتیں سمجھ کر سنے۔

### نفس پرستی یا خدا پرستی:

دوستو! اور بزرگو! دنیا میں زندگی کے بہت سے طرزِ رائج ہیں، وہ انسان کی بہت سی باتیں سمجھی جاتی ہیں۔ مشرقی زندگی، مغربی زندگی، جدید طرزِ زندگی، قدیم طرزِ زندگی وغیرہ وغیرہ لیکن حقیقت میں زندگی کی بنیادی قسمیں صرف دو ہیں، ایک نفس پرستانہ زندگی، دوسری خدا پرستانہ زندگی۔ باقی جتنی قسمیں جیسے محقق ناموں سے مشہور ہیں وہ سب ان ہی دو کی شاخیں ہیں۔ پہلی قسم کی زندگی یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو ایک مشرے بے مہار سمجھ کر زندگی گزارے اور جو کچھ میں آئے وہ کر لے۔ اس کو کس مانی زندگی بھی کہہ سکتے ہیں، دوسری قسم کی زندگی ایسے آدمی کی زندگی ہے جو یقین رکھتا ہے کہ اسے کس نے پیدا کیا ہے وہ پیدا کرنے والا ہی اس کی زندگی کا مالک اور حاکم ہے، وہ اس کی ضرورتوں اور مصلحتوں کو سب سے زیادہ جانتا ہے، اس کی طرف سے زندگی گزارنے کے کچھ ضابطے اور قاعدے ہیں جن کی پابندی کرنا ضروری ہے۔

### نفس پرستی خدا پرستی سے ہمیشہ برسرِ پیکار رہی ہے:

ہندوستان میں مہابھارت ایک بڑی تاریخی لڑائی ہوئی ہے۔ مجھے اس کی تاریخی حیثیت سے اظہار نہیں ہے، مگر اس دنیا میں ایک دوسری مہابھارت بھی پائی جاتی ہے یہ ہندوستان کی مشہور مہابھارت سے زیادہ قدیم ہے، یہ وہ لڑائی ہے جو خدا پرستی اور نفس پرستی کے درمیان ہیشہ سے جاری ہے، یہ لڑائی کسی ایک ملک ہی تک محدود نہیں رہی ہے، بلکہ دنیا کے ہر ملک میں پہنچا اور نہ یہ جنگ کے میدانوں ہی تک محدود رہی، بلکہ اس کے معرکے گھروں کے اندر بھی ہوئے ہیں، یہ زندگی کے دو اصول ہیں جو ہمیشہ ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتے

رہے ہیں، حضراتِ پیغمبران نے اپنے اپنے وقتوں میں ہر جگہ خدا پرستانہ زندگی کی دعوت دی ہے، اور ان کی کامیابی کے دور میں اسی قسم کی زندگی کا دور دورہ رہا، لیکن نفس پرستی ہمیشہ کے لئے کبھی فراخ نفس ہوئی، بلکہ اسے سب بھی موقع ملا وہ زندگی پر قابض ہوئی۔ یہ قسمتی سے ہمارا زمانہ وہ ہے جس میں نفس پرستی زندگی پر پوری طرح مسلط ہے، زندگی کا ہر شعبہ اور ہر میدان اس کی گرفت میں آیا ہوا ہے، گھروں میں نفس پرستی، بازاروں میں نفس پرستی، دفاتروں میں نفس پرستی، کارخانوں میں نفس پرستی، گویا ایک سمندر ہے جو خشکی میں پورے زور شور سے بہہ رہا ہے، اور ہم اس میں تھکے تھکے اترے ہوئے ہیں۔

**نفس پرستی کا مستقل ایک مذہب ہے :**

نفس پرستی آپ مستقل ایک مذہب، ان چھکے ہوئے نہیں، بلکہ ہمیشہ سے اس کی یہ نوعیت رہی ہے اور اس مذہب کے ماننے والوں کی تعداد سب سے زیادہ رہی ہے، ہر چند کہ مذہب کی غیریت میں اس مذہب کو کوئی مذہب نہیں بتایا جاتا اور عمارتِ کام سے کسی مذہب کے ماننے والوں کی تعداد کا شمار کیا جاتا ہے، مگر یہ اچھا جائے۔ بالکل حقیقت ہے کہ یہ دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے، اور اس کے ماننے والے سب سے زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں، آپ کے سامنے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے اعداد و شمار آتے ہیں کہ عیسائی مذہب کے پیروائے، اسلام کے پیروائے اور ہندو دھرم کے ماننے والے اتنے حکمران ہیں کہ ان سے پہلے ہی میں ایک بڑی تعداد میں لوگوں کی ہے جو کبلائی تو ہیں مذہب عیسائی، ہندو اور مسلمان لیکن درحقیقت اسی مذہب نفس پرستی کے پیرو ہیں۔

نفس پرستی کی زندگی کا رواج اور اس مذہب کی مقبولیت صرف اس وجہ سے کہ آدمی کو اس میں مزہ بہت آتا ہے، مذہب کہ نفس پرستی کی زندگی بڑے حسد کی اور بڑے لطف کی زندگی ہے اور ہر آدمی کی طبیعت خواہش لطف و لذت دیتی ہے، لیکن اگر دیکھا جائے کہ اس کو سامنے رکھ کر سوچنا چاہئے تو پھر اس قسم کی زندگی دنیا کے لئے ایک لعنت ہے، اور اس کی ساری مصیبتیں اور مایوس دیکھائی نفس پرستی کا نتیجہ ہیں اور دنیا کی ساری جاپیوں تمام قتلوں اور مافضائیوں کی ذمہ داری انہیں ہوگی، جو اس مخصوص مذہب کے پیرو ہیں۔

اس دنیا میں اس مذہب کی تنجائش صرف اس صورت میں نکل سکتی ہے کہ پوری دنیا میں صرف ایک انسان کا وجود اسی صورت میں دوا اپنے نفس کی، نگوں کو سن مانے طور پر پورا کرنے کا حق دار ہو سکتا ہے، لیکن واقعہ یوں نہیں ہے، اس دنیا کے پیروکار نے والے نے اس میں کروڑوں اربوں انسانوں کو بسایا ہے، اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ نفس، خواہشات، نفس اور ضروریات نفس لگی ہوئی ہیں، ایسی صورت میں جو شخص بھی من مانی زندگی گزارنے کی کوشش کرتا ہے وہ گویا اس واقعہ سے آنکھ بند کرتا ہے کہ اس کے ساتھ اس کے اور بھی اہم جنس رہتے ہیں، لیکن واقعہ سے آنکھیں بند کرنے سے واقعہ غلط نہیں ہو جاتا، دوا اپنی جگہ پر رہتا ہے، اس لئے کچھ لوگوں کی نفس پرستی کا نتیجہ لامحالہ دوسروں کی مشکلات اور مصائب کی شکل میں نکلتے گا۔

**نفس پرست من کا رعبہ ہوتا ہے:**

نفس پرستی کی زندگی گزارنے والا من کا رعبہ ہوتا ہے، من کا رعبہ وہ رعبہ ہے کہ ساری کائنات میں بھی اس کی خواہشات کا سکہ چلے تو اس کا پیٹ اسنے میں بھی نہیں بھر سکتا، وہ اس سے اور زیادہ کا خواہش مند رہے گا۔ غور فرمائیے کہ مذہب یہ ساری کائنات بھی ایک من کے رعبہ کی تسکین کے لئے نام کا کافی ہے تو آج جو ایک ایک گھر کی محدود من دنیا میں لگی من کے رعبہ پائے جاتے ہیں، وہ تو بیکار تسکین اور چین پاسکتے ہیں، اس نفس پرستی کے مرض نے ایک ایک گھر میں چار چار من کے رعبہ پیدا کر دیئے ہیں، باپ بھی رعبہ، ماں بھی رعبہ، بیٹا بھی رعبہ اور بیٹی بھی من کی رانی تو کیونکر گھروں میں چین اور سکون رہ سکتا ہے؟ نفس پرستی کی زندگی جس کو ہر شخص حاصل کرنا چاہتا ہے، آگ بنی ہوئی ہے، جس میں ایک گھر کے افراد بھی جل رہے ہیں، ایک ملک کی قوم بھی جل رہی ہے اور دنیا کی پوری آبادی مجلس رہی ہے۔

**نفس پرستی کی زندگی مصیبتوں کی جڑ ہے:**

ہو سوتا دنیا کی مصیبتوں کی جڑ میں ہے کہ ہر شخص اپنے نفس کی اطاعت کرنا چاہتا ہے اور اس مصیبتوں کا علاج یہ ہے کہ من کا کہا مانے کے بجائے خدا کی اطاعت کرو، یہ دنیا کروڑوں کی تو کیا دویوں کی بھی من مانی کی تنجائش اپنے اندر نہیں رکھتی، اس لئے من مانی زندگی گزارنے

کے نہیں دیکھو اور اس طرح زندگی گزارنے کی کوشش کرو جس کا پیغام اس حد تک کے پیغمبر نے دیا تھا۔ یعنی نہ اپنی ہی زندگی، نہ دوسروں کے پیدا کرنے والے نے ہر زمانہ میں اس زندگی سے پیغمبر پیدا کئے، کیونکہ اسی خداوندی سے دنیا کا شر مچل نکلا تھا۔ ان پیغمبروں نے پوری طاقت سے اس طرح زندگی کی دعوت دی اور انہیں پرانی کا زور توڑنے کی اپنی طاقت پر پوری کوشش کی لیکن جیسا کہ میں شروع میں عرض کر چکا ہوں کہ پھر کچھ نقصان پرستی کا رواج دنیا میں مٹا نہیں، اور جب بھی خدا اپنی حقیت کو ضرور پائی، نفس پرستی کا رواج بڑھ گیا اور اس کا سیلاب آتے ہی دلیات سے ماحولوں کی صورتیں بھی بڑھ گئیں اور ناقابلِ برداشت حد تک پہنچ گئیں۔ مثلاً اس طرح پر کچھ صدیوں بعد ہی کورناتھ دیکھئے۔ ان صدیوں میں نفس پرستی کی زندگی کا رواج انتہائی عروج پر پہنچ گیا تھا۔ ملک ملک اس کا دور اور تھا، یہ ایک برساتا دور پر تھا۔ اس سے بعد کے دور پر ہر جگہ مذہب و باطن پرستی کی شکل میں چلا آئے۔ حکام کی عقل میں ملک پرستی کا شکار بھی، مثال کے طور پر ایران کا حال بیان کرتے ہوں۔ وہاں تو مہابہر ہر وقت نفس پرستی کا یہ در تھا۔ شاہ ایران کی نفس پرستی کا یہ حال تھا کہ اس کی بیویوں کی تعداد بارہ ہزار تھی، وہ سب مسلمانوں نے اس ملک کو اس وسیعیت سے کھوت دلائے کہ لگے لگے تھوڑے۔ مگر ایران کا ہر شاہ تخت چھوڑ کر رہ گیا تھا تو اپنے ایک ایک وقت میں بھی یہ حال تھا کہ اس کی ہزاروں ایک ہزار و پچاس تھیں، ایک ہزار کو مینے تھے اور ایک ہزار کو ہار کو شکرے کے لئے کھانا دیا کرتے تھے، مگر اس پر بھی اس کا انسان تھا کہ بڑی بے سرو سامانی میں نکلا، عیسائیوں نے اسے کئے جڑوں اور یہ سالہ ایک ایک آدمی کو پی اور ایک ایک لاکھ پاؤں لگاتے تھے، اور انھی سوسانی میں مسمولی لپڑے پہناتے اور ہر دم تھا۔ انہیں اس طبیعت کی نفس پرستی نے عوام کو ناسمجھا کر اس میں مبتلا کر دیا، اس کا بعد اس سے پہلے کے انسانوں کا یہ حال تھا کہ وہ ان کی نہیں اسے سمجھتے تھے اور دستانیں چھوڑ چھوڑ کر رہ گئے تھے اور یہ بات کچھ ہوں میں چاہیے تھے، مگر عاقلانہ کے لوگ اسرائیل کی رئیس میں دیکھ لیتے۔ یہ رہتے تھے، یہ لاپرواہی کوٹ مسموت پر پائی، مگر زندگی کیا تھی، ایک رئیس کا میدان آتی، ظلم و زیادتی عام تھی، یہ وہ اپنے چوٹے لو اور حاکم اپنے جھوم کو مٹاتے اور ان کا خون پیتے تھے کوشش میں لگا کر تھا، اور پوری مسمانی میں ایک مرد ہندو پہلی ہوئی تھی۔ آپ سمجھتے ہیں اور ان کے مسمانی میں وظائف، مسمانیہ پائیلٹ ایک پائیلٹ تھا ہے اور اس کو آخرت کی فکر، غلامی و



دارپوں کے اس سہارے روکتا ہے، ان تمام اسی چیزوں کو نفس پرستی کا سیلاب بہائے لئے چلا جا رہا تھا لیکن کوئی نہ تھا جو اس سیلاب پر بند باندھتا اور اس دھارے کو روکتا، علماء و ادبا، لہور و قندھار سب اسی تہ رخ پر رنگوں کی طرح بہہ رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ہی نفس پرستی کے دھارے کو موڑا:

”اسی میں جنت ہے جہی جو دھارے سے رخ کے خلاف چل کر دکھاتا اور دھارہ بھی کون مٹا“  
 یانی کا نہیں، عام رواج کا دھارا اور اس کی جنت ایک شیر دل انسان ہی کر سکتا ہے، اسے کاغذ و قلم تھا کہ اس دھارے کا موڑ دے، اس کام کے لئے اس نے عرب میں ایک انسان کو پیدا کیا اور اس کو نبوت عطا کی، جس کو ہم محمد رسول اللہ ﷺ کے نام سے یاد کرتے ہیں، جنہوں نے دھارے کے خلاف صرف چل کر نہیں، بلکہ اس کا رخ موڑ کر دھارہ دیا۔ اس وقت کسی ایسے آدمی سے کام نہیں چل سکتا تھا جو دھارے کا رخ تو نہ موڑ سکے، بلکہ اس میں بہنے والی چیزوں کو نکال دے، اس لئے اس وقت کوئی ایسا محفوظ مقام نہ تھا، جہاں اس سیلاب کا دھارا نہ چل رہا ہو۔ عبادت گاہوں اور گھیسوں تک کو اس سیلاب نے اپنی زد میں لے رکھا تھا۔ اس سہارے میں کوئی ٹاپو نہ تھا اور اُترتھ تو وہ آں خطرے کی زد میں تھا، ایمان، اخلاق، شرافت، تہذیب اور مختصر الفاظ میں انسانیت کی روح کو اس سیلاب سے بچانے کا کام اُن کو کرنا تھا جس کو خدا پرستی تو وہی شخص کر سکتا تھا جس میں دھارے کا موڑ موڑ دینے کی ہمت ہو، ایسی ہستی اس وقت صرف اللہ کے ہی آخری پیغمبر کی تھی جس نے رواج عام کے اس دھارے کو جو ایک موعظانی انداز میں نفس پرستی کی جنت بہہ رہا تھا، چند سال کی کوشش سے خدا پرستی کی طرف پھیر دیا، جسے جو تھنی صدی عیسوی کی دنیا کی تاریخ میں ایک دم سے ایک حیرت انگیز انقلاب نظر آتا ہے جس نے ساری زندگی اور باقی عمر ساری دنیا کو متاثر کیا اور اب بھی جو تہذیب انسانیت و خدا پرستی کا بچہ سمجھا جاتا ہے وہ سب انہیں ہی جنت کا فیض ہے۔

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے

یہ سب چوں انہیں کی لٹائی ہوئی ہے

منجھن ہے کہ اب میں سے کسی کو یہ پتہ نہ دے کہ یہ کہاں تو منجھ نہیں ہے۔ اس زمانے میں

مطلوبہ کو صرف فلسفہ پرست تھے، کیونکہ وہاں دوسری "پرستیاں" بھی موجود تھیں، جتنوں کو سہولت تھی، جو کہ دوسرے تھے، جو بھی سبب دیتے تھے، کچھ خوش کو دیتے تھے اور کچھ دوسری پرستیاں کرتے تھے، یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے، مگر یہ تمام "پرستیاں" اسی ایک پرتی کی قسمیں تھیں۔ جس کے رواج کا میں دعویٰ کر رہا ہوں، یہ ماری "پرستیاں" اسی لئے کی جاتی تھیں کہ یہ فلسفہ پرستی کے مخالف نہ تھیں، یہ "پرستیاں" سن مانی زندگی کے لئے میں رکھتے نہیں ذاتی تھیں، تاکہ، یعنی، جو رواج وغیرہ ان سے نہ کہتے کہ یہ کام سہولت پرست کر رہا، اس لئے وہ ان کی پرستش کے پیلو بہ پہلو اپنے فلسفہ کی اطاعت بھی کرتے رہتے تھے، ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں پاتے تھے، یہ حال ہمارے پیغمبر ﷺ نے اس سیلاب سے لڑنے اور اس کا رستہ سزا دینے کا کیا اٹھایا اور پوری سوسائٹی سے لڑائی سولی، حالانکہ آپ ﷺ اپنی اس سوسائٹی میں بہت عقیدوں و برہمن تھے، صادق و ایمین۔ کے معزز القاب سے یاد کیے جاتے تھے اور ان کے آپ ہوتی کے بارے سے بڑے مواقع حاصل تھے آپ کو اپنی قوم کا اتنا اعتماد حاصل تھا کہ آپ کی کوئی اونچے سے اونچا معاملہ نہ تھا جو آپ کو مل نہ سکتا۔ مگر یہ سب کچھ سب ممکن تھا۔ اب آپ ان کی زندگی کے سن کو غلط نہ سمجھتے اور اس کو ایک دوسرے رخ پر موڑ دینے کے عزم و ارادہ کا اظہار نہ فرماتے، مگر آپ کو تو اندہ سے کھڑا ہی اس لئے کیا تھا کہ یہاں کے رخ پر نہ خود بخود سوسائٹی کو پہنچے، دین مانی کے سب سے پہلے تو آپ نے اپنی زندگی کو خدا پرتی کی زندگی کا نمونہ نہ کر پیش کیا اور بالفاظ دیگر دھارے کے خلاف پیر کر رکھا اور پھر پوری سوسائٹی کے دھارے کو فلسفہ پرستی سے ہٹا کر خدا پرستی کی طرف دوڑ دینے کی کوشش شروع کی۔

خدا پرستی پیدا کرنے کی تمین بنیادی چیزیں:

اس کوشش کو کامیاب بنانے کے لئے آپ نے تین بنیادی چیزیں لوگوں کے سامنے پیش کیں۔ (۱) یہ یقین کرنا کہ تمہارا اور اس ماری دنیا کا پیدا کرنے والا اور جس پر حکومت کرنے والا ایک ہے (۲) یہ یقین کرنا کہ اس زندگی کے ختم ہونے کے بعد ایک دوسری زندگی ہے جس میں اس زندگی کا سبب و کتاب بننا ہے (۳) یہ یقین کرنا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں (پیغمبر) ہوں، میں نے اس زندگی کے متعلق کام کیا ہے، مگر مجھے نیچا ہے، جن کام پر مجھے بھی چلنا ہے اور

تھیں بھی۔ آپ نے جب ان چیزوں کو اعلان فرمایا تو سوسائٹی میں فحش بل چلنے لگی۔  
 محققین منہ کھڑی ہوئیں۔ اس لئے کہ یہ فرد ان کی زندگی میں نسل، اٹلے ہاتھ مارا۔ ان  
 جس دن پر پورے ہفتے کو پھانسی کو پھانسی کرنا؟ خروانی آسمان کا مہتاب تھا۔ زمین کی  
 کشتی بہاؤ پر بادقت نے پس بادی تھی۔ انہیں لین چڑی تھی۔ سہ ہونے کے خلاف اپنی شہر چلا کر  
 دھنکیں اور دھاتوں میں لیس اس نے انہوں نے چاہا کہ یہ مازدب جائے، لیکن انہوں نے  
 آپ کی نیت میں پریشان کیا۔ ان کی جھگو میں نہیں۔ یہ تھا کہ دیکھنے میں ایک شخص بہت اس کی اتنا  
 صاحبِ حرام بھی ہو سکتے کہ زندہ کی گئے اس طوفانی دھڑکے سے مارتے کی گئے اس  
 ہر صفت ہر ہی نہیں دنیا کی ساری قومیں ان نے سہا اور کھٹا، ان کے اعتبار و بیان ان کی  
 اور تہذیب دہیا۔ ان کے ہتھ اندہ اخلاق ان کے طبع، فلسفے، ادب، سیاست، شمس۔

خدا کی طرح کہے سپر ہمارے ہیں۔ جو اس وقت سے میں کسی شخص کو نکالیں۔ گئے سے قطعاً عاجز  
 تھے۔ اس لئے انہوں نے آجہدہ اس والی میں کچھ کاغذ اور ہے، ہونے جو اس بند و بندہ جو  
 گئے پیچھے لیجئے اور مقصد اور کوئی اور خواہش کا کم کر رہی ہے، اس لئے انہوں نے ایک مفہم رسول  
 اللہ (ﷺ) کے پاس جہاد میں نے اپنے خیالی گئے، ظالمی تین بڑی چیزیں آپ کے سامنے  
 چلتی تھیں اس لئے کہ اگر آپ ہر مقصد میں تھیں، جو اس سے یہ ہو کہ ہم آپ کو اپنے ہر وجود میں  
 لیں تو چھوڑ دیے ان باتوں کو نہیں یہ منکر ہے، یا اگر آپ بہت سے، لی، دولت، کمال، اب  
 ہوں تو اس میں یہ بھی، ظہور، اور یہ اس کی اس صورت کے خواہش مند، اور تو انہیں یہ بھی  
 منظور ہے، ہر مقصد کی سب سے کمین صورت۔ آپ کو پیش کریں گے آپ کے ہر یہ کی بہت  
 دینی شریعت ہے تو اس سے دست بردار ہو جائے، ہر اہل نے اس کے رسول بلکہ اور خدا پرستی  
 کے سب سے بڑے طبع، اور گئے نہایت بپہنچی سے جواب دیا کہ میں آتے چکو ہر انہیں  
 چاہتا تھا کہ انہیں چاہتا تھا، اور ان کی ہر تین، جس میں انہوں نے میں تھیں، ہر ما  
 ہوں میں چاہتا ہوں کہ انہیں موت کے بعد وہی زندہ کی میں دولت ملے اور دو مہینے ان تھیں  
 انہوں پر متوقف ہے۔ آپ کی یہ بات ہی نہیں جہاد آپ کی ہر زندگی نے ان انہوں نے اس  
 دنیا کی ترویج کی کہ آپ کی اس چیز کے خواہش مند ہیں، انہیں۔ ان کی بات اختیار  
 کہ آپ کو کچھ روز کر رہے ہو، اور انہوں کی موت کو انہیں چھوڑا

بے نفسی اور خدا پرستی کی عجیب مثال۔

ملائکین نامہ اور وائس تھا کہ آپ اس پرستی سے کتنا دور تھے اور اس دھارے کے مخالف  
 راستہ پر گئے کی آپ میں قسطنطنیہ تھی اور انعام مقبول آپ نفس پرستی سے آگاہ اور سمجھے کہ جب  
 خدا چہونے کے چہرہ میں بعد آپ چہ خدا تر آئے اور فاتحانہ حیثیت سے آئے اپنے  
 مخالفوں کو مضبوط کر کے آپ بھی آپ کی خدا پرستانہ شان میں ذرا توجہ نہ دلائی کا نقشہ  
 آپ پر راہی نہیں چاہتا بلکہ میں آپ کا فاتحانہ اور خدا پرستانہ شان سے جفا کرتا ہوں پر ہمارے  
 ہون پر غریبہ لباس تھا اور زبان پر خدا کا شکر اور اپنی عجزی کا اظہار تھا اس موقع پر ایک آدمی  
 آپ کے سامنے آیا اور روبرو سے کہنے لگا کہ آپ نے فرمایا کھیر اور کشمیں میں قریش کی اس  
 غریبہ محبت کا یہ دونوں ہوسنا و شہرت لکھ دیا کرتی تھی اور چنے لگنے کوئی فائدہ ایسے وقت میں  
 ایسی بات نہ ملتا ہے اس کا جواب آپ نے فرمایا کہ اس کا حال اس پر ہوسنا و شہرت میں تو خوش  
 کی جاتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ روبرو سے کہنے لگا کہ آپ آج بھی دیکھتے ہیں اور آج سے پہلے  
 کا حال تاریخ میں چھوٹے ہیں کہ ان لوگوں سے جو تم میں نکوحت و فساد آجاتا ہے ان کی  
 اس اور اس سے فتنہ فساد ہے اور ان کے دل پر کسے کسے محبت اور ام کے طے و نئے  
 میں انگریز پرستی سے اس سب سے بڑے علیرہ اور کا حال اس پر ہوسنا و شہرت میں بھی دنیا نے مختلف  
 تھا آپ کی صاحبہ کی اپنے نذر کا مارا کام اپنے ماتھے کرتی تھیں جس کی وجہ سے آپ کے  
 ہاتھوں میں گئے چڑھتے تھے اور انہیں پر سکینہ ایمان کے نشانات ہو گئے تھے ایک دن  
 انہوں نے سنا کہ میدان جنگ سے چھوٹا ام اور انگریز باجان کی خدمت میں آئی گئی ہیں  
 خیال کیا کہ میں بھی اپنے لئے ایک اور سلام یا سیرنگ لے لائوں، تشریف لے گئیں اپنی  
 پریشانی کا حال بیان کیا، ہاتھوں کے گئے انھارے حضور پر پہنچنے فرمایا "میں تمہیں غلام اور  
 باندی سے انجیز دیتا ہوں، غلام اور باندی اور مسلمانوں کے لئے میں جانے دو تم سوتے  
 وقت تینتیس (۳۳) مرتبہ تھیں اللہ تبارک و تعالیٰ (۳۳) مرتبہ الحمد للہ اور تینتیس (۳۳) مرتبہ اللہ  
 اکبر چڑھ لیا کہ "بے نفسی اور خدا پرستی کی عجیب مثال ہے، بے شک آپ خدا پرستوں کے  
 سردار تھے۔ کیا کوئی پھر بھی آپ کی بے نفسی پر حرف لاسکتا ہے دوسروں نے حق میں یہ فیاضی اور

اپنے اور اپنی ملازمین کے لئے فخر اور بہت کورتا جمع کرنا پیغمبر ہی کی شان ہے۔

عمریل بہت سہاقی بہت فطرت عربی

کے ماتم و کراں گدائے خواہشمن است

آغا ایسے لوگ آپ کے سامنے ہیں جنہوں نے پچھلے کچھ دنوں میں چند روز یا چند سال بیلیس کاٹ لی ہیں تو آج اقتدار حاصل ہونے پر ان جھکیوں کا سارا حساب مع سواد کے چکا بننے کا ورپ ہے۔ جب کسی شخص کو اقتدار اور قانون کی طاقت مل جاتی ہے تو وہ اپنے اعزاز اور اپنی اولاد کو قانون سے بچانے کی سعی کرتا ہے، مگر خدایہرستوں کے سرور کی شان اس معاملہ میں بھی بالکل برائی تھی، ایک عورت پر جو چوری کا جرم ثابت ہوا، آپ نے ہاتھو کاٹ دینے کا حکم دے دیا۔ لوگوں نے منہ پر ہنسی کے ایک تہب اور بہت محبوب صحافی سے سفارش کرائی کہ محاف فرمادیا جائے، حضور ﷺ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور فرمایا ”خدا کی قسم! اگر خود محمد غریب کی (لاؤنی) بیٹی فاطمہ سے بھی جرم سرزد ہو جائے تو محمد ﷺ اس کا بھی ہاتھ کاٹے گا۔“

اپنے آخری حج کے موقع پر مسلمانوں کے عظیم تر اجتماع میں آپ نے یکے کو انہیں اور احکام کا اعلان فرمایا تو ان کو سب سے پہلے اپنے رشتہ داروں اور اپنے خاندان پر جاری کیا، آپ نے بیچ عام میں کھڑے ہو کر اعلان فرمایا کہ جاہلیت کے تمام دستور ختم کئے جاتے ہیں، منجملہ ان کے سودی لین دین آج سے ختم اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عمارؓ کے سودی قرضے کو باطل قرار دیتا ہوں، اب ان کا سود کسی پر واجب نہیں، اب وہ سود کار و پیہ کسی سے وصول نہیں کر سکتے۔ یہ بھی خدا پرستی اور اللہ آج کل کے قانون ساز اُنہیں اس قسم کا قانون بنانے والے ہوں تو اپنے رشتہ داروں اور ملنے والوں سے پہلے سے کہہ دیں کہ ظالم قانون آنے والا ہے، ذرا جلدی جلدی اپنی فکر کرو، زمینداری کے خاتمہ کا قانون پاس ہونے والا ہے، جتنی جلدی زمین نگاہل سکتے ہو نکال دو یا بیچنا چاہو تو نکال دو۔ ایسے ہی موقع پر آپ نے اعلان فرمایا کہ زمانہ جاہلیت (یعنی قبل اسلام) کے تمام خون باطل کئے جاتے ہیں، اب ان کا انعام نہیں پایا جاسکتا اور اس کے ماتحت میں سب سے پہلے (اپنے خاندان کا خون) مرید بنی الحارث کا خون باطل قرار دیتا ہوں۔ ہمارے حضور ﷺ اس بے مثال خدا پرستی کے ساتھ (جس کی صرف چند مثالیں میں نے بیان کی ہیں) نفس پرستی کے اس سیلاب سے لڑتے رہے جو دنیا کی ساری قوموں کو بہاتے

لئے چلا جا رہا تھا، آخر کار اس کو روکنے میں کامیاب ہوئے اور لوگ مجبور ہوئے کہ آپؑ کی بات پر کان دھیں اور مانیں۔

### حیرت انگیز انقلاب:

چنانچہ جن لوگوں نے آپؑ کی ان تین بنیادی باتوں کو کما حقہ قبول کر لیا جو خدا پرستی کی زندگی کی بنیاد ہیں، تو پھر ان لوگوں کو روزوں انسانوں کی زندگیوں کا رشتہ ایک دم ایسا بدلا کہ آج دنیا میں یقیناً آٹھ کھنڈ بن گئے۔ کیا ایسے بھی انسان ہو سکتے ہیں۔ میں مثال کے طور پر ان میں سے چند کا ذکر کر رہا ہوں۔

آپؑ کی دعوت قبول کرنے والوں میں سے ایک ابو بکر صدیقؓ بھی تھے، جزاً آپؑ کی وفات کے بعد آپؑ کے پیسے پر فتنیں اور مسلمانی حکومت کے ذمہ دار بھی ہوئے، آپؑ کی بے نفسی کا یہ حال تھا کہ اسلامی سلطنت کے سب سے بڑے عہدہ پدارتھے مگر زندگی اس طرح گزارتے تھے کہ آپؑ کے گھر والے منہ بٹھانک کرنے کے لئے ترستے تھے، ایک دن الجبہ نے عرض کیا کہ بچوں کا جی بچو، بیٹھا کھانے کو چاہتا ہے تو فرمایا کہ سرکاری خزانہ تو ہمارا منہ بیٹھا کرنے کا ذمہ دار نہیں ہے، ہاں جو کچھ وہاں سے بیس روزانہ ملتا ہے، اسی میں سے اگر تم کچھ بچا سکو بچاؤ اور کوئی بیٹھی چیز پکاؤ، چنانچہ بیویوں نے رازانہ کے خرچہ میں سے تھوڑا تھوڑا بچا کر تھوڑے سے پیسے جمع کر لئے اور ایک دن حضرت ابو بکرؓ کو دینے کے واسطے کچھ سامان اور بچے، تاکہ آج پانچ بیٹھی چیز پکائوں، آپؑ وہ پیسے لئے، دئے، خزانگی کہیں چلے گئے اور وہ پیسے بیت المال کو واپس کر دیئے اور فرمایا کہ یہ اسی خرچہ میں سے جو ہمیں بیت المال سے ملتا ہے، اسے دنوں میں بچا یا ہوا ہے، معلوم ہو کہ ہمارا کام اس سے کہ میں چل سکتا ہوں، یہذا اب ہمیں انجام نہ کہے یا چاہیے۔

غلیظہ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے وہ خلافت میں جب مسلمانوں نے بیت المقدس فتح کیا اور حضرت عمرؓ وہاں شریف ہوئے، ساتھ میں ایک غلام تھا، اس غلام کی حکومت کے اس سب سے بڑے شخص کے پاس ہماری صرف ایک تھوڑی اور خود سوار ہوتے تھے تھوڑی اور غلام کو سوار کر کے خود بیدار چلتے تھے، جس وقت بیت المقدس میں داخل ہوئے تھے، غلام

سواروں پر تھا اور غلام، بیل، اور کچروں میں سے کسی کو نہ آپ ہی کے زور میں ایک دفعہ سخت قہقہہ پڑا تو آپ وہ اٹھانا اپنے لئے ہانزنہ سمجھتے تھے جو قحطانی وجہ سے عام مایا کو ہمہ نہ تھا۔

حضرت خالدہؓ کو مسلمان فوجیوں کے ترجمہ رائے خیف تھے اور خدائے منورہ نے ان کو سیفِ اللہ (اللہ کی تلوار) کا اعزاز فی خطاب عنایت فرمایا تھا، ایسے بے شکس اور شکس پرستی سے سر نہ رہا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ان کی کسی غلطی کی بنا پر میں نے ان پر شک میں ان کے پاس حضرت عمرؓ کی طرف سے معزولگی کا پروانہ پہنچا تو ماتھے پر شکس تک نہ آئی اور کہا کہ اگر میں اب تک عمرؓ کی خوشنودوں کے لئے یا اپنی ناموری کے لئے کرتا تھا تو آپ نہ کروں گا لیکن اگر میں اللہ کے لئے کر رہا تھا تو آپ نہ ہر گز۔ جائے ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے بھی بدستور لڑنا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اس زمانہ کی ایک تازہ مثال جنرل میک آرتھری ہے جنہیں مروین نے نور ماہ میں لڑنے والی افواج کی سپہ سالاری سے معزول کر دیا تو وہ سخت ناراض ہوئے اور مروین کی صدارت کے دور پرے ہو گئے۔

### خدا پرست سوسائٹی:

اور یہی صرف چند افراد نہیں، بس آپ نے چری قوم اور سوسائٹی کی ہی اصول پر تربیت کی تھی کہ وہ ایک خدا پرست سوسائٹی ہو، آپ کا اصول یہ تھا کہ جو کسی عہدے کا طالب اور خواہش مند ہو اس کو عہدہ نہیں دیتے تھے، ایسی سوسائٹی میں عہدے کے امیدوار بے اپنی تعریف و توقیف کرنے اور حکومت کے لئے ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے کی یا تنہائش تھی۔ جس جماعت کے سامنے ہر وقت قرآن مجید کی یہ آیت راقی ہوا۔

فَلْيَكُنْ لِلدَّارِ الْآخِرَةِ سَجَلًا لِّأُولَئِكَ لَا يَبْرَأُونَ عَنْهُمُ الْإِثْمُ وَلَا فسادًا وَلَا تَعْلِفَةُ كَلْبٍ مُّغْبِلٍ

(ترجمہ) یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے بچھائے ہیں۔ اور انہیں خدا سے ڈرنے والوں کا ہے۔

جس جماعت کا اس حقیقت پر ایمان ہو وہ دنیا کی سر بلندی اور فتنہ و فساد کے جرم کا ارتکاب کر سکتی ہے؟

اور خداوند باریہ اپنی ہی دعوت تھی جو سب بھڑکے دیے جس میں بیش کی تھی اور بیش  
نے انکار کیا۔ یہاں کی سب سے زیادہ نفع بخش بخش ہے۔ کوئی غفلت یا غیابی اس دعوت و  
دعا سے لڑ نہیں سکتا۔ اس نے دنیا و آخرت کا مدد پہنچایا، مائیکس اس دعوت کے حصہ میں  
اسا نہیں آئی تھی۔ اور اسے۔۔۔ غل نہیں آئے جو عمرہ، عمر کی معاشی، آسمانی و دنیائی  
تجزیوں کے حصے میں سے۔ ہرچہ بھی ان سے متفرکوں کے واسطے مل کر بھی اس ایسے دعوت  
نے خداوند کا ہوا اس حصہ بھی نہ ملے۔

خدا پرستی کے عمبردار نفس پرستی کے شکار۔

تو بھی، یا میں و مرثیہ اور عیسیٰ عظم اور اخلاقی برائیاں سب ہی اس پرستی ہیں۔ جب  
ایسا اس دعوت کو قبول کرے، لیکن اس کے تعلق یہ کہنا ہے کہ آپ نے خود اس دعوت سے  
طلبہ اور اس نفس پرستی میں پناہ مانگے، نفس پرستی تو پست کن ہے یہ ہے بھی تھی اس نے موقع  
پارہ پرستی کے طلبہ اور اس نے نوبت تک پہنچایا، جنہوں نے اسے شکست دی تھی، اور وہ مسلمان  
اس ذات پر تھا۔ ”کسبہ“ کسبہ احمدیہ جس کے اساس نامہ ”المعروف و المنہون علی  
المنکر“ اس پرستی پرستی کا خود کار ہے۔

اسلام اہم ہے کہ نظم کیا تھا، انکار خدا پرستی کا خود بخود تھا، دوسری دنیا و اس کی  
دعوت و دنیا میں ترے نفس پرستی کو اختیار کر کے اپنی بھی نقصان کیا اور مرثیہ دنیا کو بھی منکس  
میں چلا دیا، اور مرثیہ پرستی اور اس کے رہنے کو یہ نفس پرستی دنیا میں وہ ہر وہ جانب ہوئی ہو  
دیا وہ شریعت۔

دنیہ کی سب سے بڑی منہیت نفس پرستی ہے:

آج دنیا کی سب سے بڑی منہیت نفس پرستی ہے، اور یہ کہ بڑے بڑے لیڈر اور اس  
کے غلبہ دار (نومین، بچہ پل، اور انسان) سب سے بڑے نفس پرست ہیں، یہ اپنی نفس پرستی  
میں دنیوی غریب میں (جو نفس پرستی کی ایک ترقی یافتہ اور وسیع شکل ہے) دنیا کو ملک یہ کہ اس نے  
کے لئے ہر وقت تیار ہیں، اسلام پرست زیادہ خطرناک نفس پرستی ہے جس نے دنیہ کو چھوڑ دیا،  
انوں کو متنبہ کر دیا ہے کہ یہ دنیا ہے، پھر اس کے نام میں کچھ دوسرے نام پر کالی تصویر اس



بھرم تو اس کا دنانے والا ہے اور اس سے بھی پہلے وہ دور نکاتین اور وہ تہذیب ہے جو اس انسانیت کو جو دنیا میں نکاتی ہے اور اس سب کی جزوہ نفس پرستی ہے جس نے اس تہذیب کو ختم ہو یا ہے۔

ہمارا کی دعوت :

دوستو! ہماری دعوت اور ہماری تحریک بس یہی ہے اور اسی مقصد کے لئے ہے کہ نفس پرستی کے خلاف محاذ قائم کر دیا جائے، خدا پرستی کی زندگی کا طریقہ دنیا میں عام کیا جائے، ہم نے اسی خاص مقصد کے لئے یہ اجتماعات کئے ہیں اور محض اسی مقصد کے لئے ہفتہ وار اجتماع کرتے ہیں۔ جہاں مرقوم نے ہر طبقہ کو جمع ہونے کی دعوت دی ہے ہیں اور ان کے سامنے خدا پرستی کے سب سے بڑے ممبر وار حضرت محمد (ﷺ) کی تعلیمات اور ان کے حالات زندگی اور ان کے ساتھیوں کے واقعات پیش کرتے ہیں جو انکی خدا پرستی کا راستہ دکھانے والے ہیں اور ہمارے یقین کے مطابق انہیں میں انسانیت کی نجات اور دنیا کی مشکلات کا حل ہے، ہمارا کام اور ہماری دعوت ایکہ کھلی ہوئی کتاب ہے، جس کا جی چاہے پڑھ لے۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین.

# امریکہ اور کینیڈا میں مقیم مسلمانوں کی ذمہ داریاں اور فرائض

یہ خطاب ہے جو ۱ جون ۱۹۷۷ء کو رنڈل (کینیڈا) میں مقیم مسلمانوں کو انوار  
تعلیم یافتہ حضرات سے کیا گیا۔

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على  
اشرف الانبياء والموسلين وعلى آله واصحابه اجمعين.  
اما بعد فقد قال الله تعالى يعبادي الذين امنوا ان اوحى  
واسعة لايامى فاعبدون (۱)

اسے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو، میری زمین فراخ ہے تو میری حق عبادت کرو۔

ذرائع اور مقصد!

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کے یہاں انسان کی زندگی کا مقصد زندگی ہے، یعنی اللہ  
تعالیٰ کی تسبیح و تعریف اور اس کے حکام کے مطابقت زندگی گزارنا اور آخرت کے لئے بہشت اور  
اللہ تعالیٰ کو راہی کرنا اور رسول اللہ ﷺ کے طریقہ پر چل کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا اصل  
مقصد یہ ہے، اس کے علاوہ فانی چیزیں ہیں، سب وسائل، نور و زماں ہیں، مقصد اور ذریعہ کا  
مقابلہ آپ سمجھتے ہیں، اللہ کے قرب کے ذرائع کو تلاش کرنا، مناسب ماحول پیدا کرنا، قوت  
تغذیہ حاصل کرنا، کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل آسان ہو جائے، اور کوئی مجبوری کی شکایت نہ  
کر سکے، اور کوئی دوسری طاقت اور دوسرا اقتدار اس میں دخل اندازی نہ کر سکے اور اس کے

مٹانے دوسری کوئی متوازی دعوت نہ دے سکے۔ اس کو قرآن مجید نے اپنے ”عجزانہ الفاظ“ میں بیان کیا ہے کہ۔

حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِئْتَةً ۖ وَيَكُونَ الْيَدِينُ ۖ بَصْرًا ۖ (بصرہ ۳۰:۱)

(ترجمہ) کہنا: ذیود ہو جائے اور (طلب میں) خدا ہی کا دین ہو جائے۔

یہاں تک کہ ٹکٹ کش باقی رہے، یعنی دو طاقتوں کے درمیان جو تصادم (CLASH) ہوتا ہے، وہ جاتا رہے، جس کی وجہ سے لوگ خواہ مخواہ امتحان میں پڑیں (GONFSSION) کا شکار ہوں، کوئی کہے دھچکوئی کہہ اھر چھو۔

”يَكُونُ الْمَدِينُ ۖ“ یعنی طاقت و فرماں برداری صرف اللہ تعالیٰ کی ہو، اسی کے لئے دعوت کا کام ہے، اسی کے لئے ”امر بالمعروف“ اور ”نہی عن المنکر“ ہے ضرورت ہو اور وقت آئے تو جہاد ہے اسی کے لئے اسلام کو ایسی طاقت مہیا کرنا اور اس کو اقتدار پر لانا ہے کہ گمراہ لوگوں کو بھی خدا کے بتائے ہوئے راستے اور اللہ اور رسول کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ”یا مشکل نہ ہو جائے کہ وہ کہیں کہ“ ”لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وِجْهًا“ یہ تو ہماری طاقت سے باہر ہے۔

## اصل مقصد اللہ کی بندگی !:

لیکن ان تمام ذرائع کا مقصد اللہ کی بندگی ہے ”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ“ اس کے بارے میں ذہن کو پورے طور پر صاف کر دینا چاہئے، میں نے یہاں یورپ میں اور امریکہ میں قلمبے پڑھے لوگوں کے ذہن میں اچھا خاصا الجھا دیا کہ وہ ذرائع اور مقصد کے درمیان فرق نہیں کر پاتے، مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو اور اللہ تعالیٰ نے جو زندگی دی ہے، صلاحتیں دی ہیں، انہیں ہم ایسے کاموں میں استعمال کریں کہ اللہ کی رضا ہم کو حاصل ہو، اور زندگی کا مقصد پورا ہو، آخرت میں اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہو، اور ہمیں اپنا قریب عطا فرمائے، اور ہم ان کے سامنے سرخرو ہوں اور جنت میں ہمیں اونچے سے اونچا مقام حاصل ہو۔ یہ اصل مقصد ہے، یہ مقصد اگر کہیں پورا نہ ہو جائے، تو بہت مبارک ہے، اور اگر یہ مقصد خاص اپنے وطن میں بھی پورا نہ ہو، تو اسے خیر باد کہنا چاہئے، وطن جہاں آدھی یہاں ہے، اور اس کے

ذرا سذر سے سے محبت ہے اور جہاں کا کانا بھی انسان کو پھول سے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔

خار وِضن از سنبل و ریحان خوشتر

کسی نے کہا ہے کہ وطن کا کانا بھی سنبل و ریحان اور عطر پز پھولوں سے زیادہ محبوب اور خوشنما ہوتا ہے اس کی خاک بھی کیسا اور مٹی بھی اکسیر کبھی جاتی ہے، آدمی اس کو آنکھ کا سرمہ بناتا ہے، ایسا وطن جہاں الفت و محبت کے تمام اسباب موجود ہیں، والدین موجود ہیں، بھائی، بہن، خاندان کثیرہ ادراد و موجود ہے، وطن اور مسافت میں جو فرق ہے، وہ ان ماحولیات کی وجہ سے ہے، وطن مجموعہ ہے ماحولیات کا، یعنی جس سے آدمی کے دل کو لگاؤ، تعلق اور وابستگی ہوتی ہے، وہ پنچریں وہاں زیادہ جمع ہیں، طبیی، شرعی، لوفات اور فطرت جن چیزوں سے لگاؤ رکھتی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اس آیت میں جمع کر دیا ہے۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَنِسَاؤُكُمْ وَإِزْوَاجُكُمْ  
وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَبِحَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا  
وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنََهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ  
فَاتْرِكُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ فَإِنَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۱۱﴾

سہارو کو اگر تہبارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم لکھتے ہو، اور تجارت جس کے ہند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو خدا اور اس کے رسول سے اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو تمہیں سے رہو یہاں تک کہ خدا اپنا حکم (یعنی عقوبت) بھیجے، اور خدا ان ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

حضور ﷺ کی ہجرت:

مکہ مکرمہ کی سرزمین جس کے اندر قدرتی طور پر ایسی محبوبیت اور الاء ویزی ہے کہ خود قرآن مجید میں حضرت ابراہیم کی دعا نقل کی گئی ہے جو یقیناً قبول ہو گئی ہے، ”فاجعل افئدة من الناس تهوى إليهم“ اسے اللہ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ اس کی طرف ایسی کھینچیں (جیسے مٹھن کی طرف اوبال کھینچتا ہے) یہ محبوبیت حرم شریف کو حاصل ہے، اس میں بیت اللہ



یہاں اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق گزار سکتے ہیں، اور دعوت کے کام میں مشغول ہیں۔ اور یہاں آپ کے رہنے سے دین کو فائدہ پہنچ رہا ہے، اور اس بات پر آپ کا دل تولد دے کہ آپ اپنا ایمان بھی بچا رہے ہیں، اور دوسروں کے ایمان کی فکر بھی کر رہے ہیں، اور بقدر ضرورت معاشی جدوجہد میں مشغول ہیں، جب تو ٹھیک ہے، میں بھی کہوں گا کہ آپ کا رہنا مبارک ہے، شاید آپ سے ذریعہ سے اللہ یہاں ہدایت عام کرے اور اسلام کی روشنی پھیلے، اور یہ خط بھی اس نام کی دوات و سعادت سے ہمکنار ہو جائے۔

یہ کوئی تعجب کی بات بھی نہیں مسلمان عرب سوداگر جب مشرق بعید انڈونیشیا، فلپینا اور بحر ہند کے جزیروں میں پہنچے، جزیرے کے جزیرے مسلمان ہو گئے، وہاں آج مسلمانوں کی کمی ہوئی، اکثریت ہے، آپ تحقیق کریں گے تو معلوم ہوگا کہ اسلام زیادہ تر عرب تاجروں کے ذریعہ پھیلایا، بحر صوفیانے کراہم کے ذریعہ پھیلایا۔

ہمارے مغیر ہندوپاک میں بھی سندھ وغیرہ کے علاقوں میں یا مسلم اکثریت کے علاقے مثلاً کشمیر، مشرقی بنگال، بھارت صوفیانے کراہم کے شرمندہ و احسان ہیں۔

یہاں رہنے کے بعد اپنے ایمان اور اپنی آئندہ نسلوں کے اسلام کی حفاظت کا انتظام اور اطمینان آپ نے کر لیا ہے، اور یہاں رہ کر آپ دعوت کا کام کرتے ہیں، اور کسی اسلامی زندگی کا مظاہرہ کرتے ہیں، جو دوسروں کے لئے تشش کا باعث ہو تو آپ کے یہاں رہنے کا جواز ہے، جواز کی نہیں، بلکہ یہ بہت بڑا جہاد اور بہت بڑی خدمت ہے۔

فکر یہ نہیں ہے، اور آپ کا محضر صرف کہنا کہنا ہے، تو یہ مقصد مسلمانوں کے مقام اور مقصد حیات سے میل نہیں کھاتا، صرف کھانے پانے کے لئے آئی، دور دراز کی مسافت گئے کر، کسی مسلمان کے شایان شان نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رزاقی، اخراجی حد بندی کی پابند نہیں، میں یہ سراسر ملی باتیں کر رہا ہوں، علمی نکات اور موضوعات کی کسی دوسرے موقع پر کسی دوسرے عالم سے سن لیجئے گا، میں نے جو کچھ یہاں دیکھا اس کی روشنی میں یہ چند ملی باتیں بے تکلف عرض کر رہا ہوں، اگر آپ کی زندگی اور آپ کا یہاں قیام اسلام کے لئے مفید ہے، اور اس کی راہ ہموار کرتا ہے تو میں یہ فحوی دینا ہوں کہ آپ کا یہاں رہنا نہ صرف چار بلکہ ایک عبادت ہے، اگر اپنے ایمان اور اپنے بچوں کی دینی

زندگی کی طرف سے انہیں انہیں یہ سمجھنا ہے کہ یہ بتا دیا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نے یہاں سے  
 حال میں موت آئے، ہم خدا کو یہ جواب دیں گے کہ صرف بھانٹے کرتے گئے لگے وہاں گئے  
 تھے، یہ یہاں کی گواہ ہے کہ مسلمان کی شان ہے، ہاں اگر آپ نے یہ انتظام کر لیا کہ آپ  
 کے لئے یہ ضرور ہر آج کے لئے ہے، یہی دینی دولت اور اسلام کی تبلیغ کرنے والی تعلیم میں  
 شریعت ہے، آپ نے ماحول بنایا ہے، کوئی ایسا شخص بنایا جس میں دینی باتیں ہوتی ہیں، اور  
 تذکرہ ہوتی ہے، آخرت کی تحریر ہوتی ہے، آپ یہاں نیز مسلمانوں کے سامنے یہی زندگی پیش کر  
 رہے ہیں، اس میں چارم (CHARMI) ہے، کوشش ہے، اور آپ نے اپنے بچوں کی دینی تعلیم کا  
 انتظام کر لیا ہے، یہ بہت اہم بات ہے، قیامت کے دن ان بچوں سے جب پوچھا جائے گا کہ تم  
 جیسے اس حالت میں آگے بڑھنا ہر روز ہم جیسے ہوتے ہو، یہ رسول کا نام چلا، آجے ہوں تو  
 جانتے ہو وہ نہیں گئے۔

رَبَّنَا إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ مَا فَضَّلْنَاكَ وَنَحْنُ الْمُسْتَغِيرُونَ ۱۱۱

(ترجمہ) ہمارے پروردگار ہم نے اپنے ہونے کی بات مانی، انہوں نے جس راستہ پر گایا  
 راستہ پر ہم ملک کے، انہوں نے ہمیں نہیں کو نہیں رکھا۔  
 قرآن مجید میں آتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هُوَ الْفَسْخُ وَالْعَنَاءُ لَكُمْ وَأَقْبِلْكُمْ نَارًا ۱۱۲

(ترجمہ) اے ایمان والو! اپنے کہہ دو یہ بچوں کو آگ سے بچو۔

آپ کے بچے بے شک انمول ہوتے ہوں گے، لیکن کیا آپ نے ان کے لئے ایک  
 وقت مقرر کیا ہے، جس میں تو حید و رسالت و دین کی تعلیم عمل کر رہے ہوں گے، غیر آدمی  
 مسلمان ہو نہیں سکتا، اور آپ انہیں بتائیں کہ "وَلَا تَسْمَعُوا لَكُمْ وَلَا تَسْمَعُوا لَكُمْ خَيْرٌ  
 اسرار کے سروہ کی اور راز سے پرہیز کرنا ہے، کسی مسلمان بچے کی دینی تعلیم و تربیت کے بغیر  
 زندگی سے اس کی موت بہتر ہے۔

اس صاف ٹوٹی ہوئی جیسے مٹکے کر رہیں لیکن یہ جملی چیز میں جن جنس یہاں رہ کر آپ کو رہتا





اس ملک میں ایسے فن ہو جاتے ہوں گے۔

ایک اور واقعہ سنا جس سے بڑی عبرت ہوئی کہ ایک مصری عالم کا انتقال ۱۰۱۰ جنہوں نے اسلام پر انگریزی میں ایک ابھی کتاب لکھی ہے، ان کی بیگم امریکن تھیں، مسلمانوں کا قبرستان ذرا دور تھا، میسائیوں کے قبرستان میں انہیں دفن کر دیا گیا، یہ چیزیں وہ ہیں، جنہیں ایک مسلمان خواب میں دیکھے تو بچا اٹھے کہ یا اللہ خیر فرما، تو یہی حفاظت فرما، چ جائیکہ یہ واقعات عام ہو جائیں اور ہم سن کر کوئی فکر نہ کریں۔

دوہرا خطرہ:

بھائیو! اپنی فکر کرو، اپنی اولاد کے اسلام پر کاغذ رہنے کا بندوبست کرو، ورنہ آپ لوگوں کا یہاں رہنا ہماری سمجھ میں نہیں آتا، ایک تو آپ خطرے میں ہیں، دوسرے آپ کا ملک خطرے میں ہے، ہندوستان و پاکستان کے جو تعلیم یافتہ نوجوان یہاں آ رہے ہیں، اگر وہاں رہتے تو جودس میں آ دی ان کے ماتحت کام کرتے، ان کو تقویت ہوگی، ان کے والدین اور ہم قوم افراد کو تقویت دیتی، غریب ممالک کے نوجوان کثرت سے یہاں ہیں، اگر یہ اپنے وطن میں ہوتے تو اسے منظم بناتے، طاقتور بناتے اور اپنی صلاحیتوں سے فائدہ پہنچاتے، محض خودا کی زیادتی، اچھے مکان اور بہتر خورد و نوش کے لئے یہاں آتا سمجھ میں نہیں آتا، یہ بات بہت سوچنے کی ہے، آپ کو مجھ سے یہ توقع ہوئی کہ میں آپ کے لئے دس خوش کن باتیں کرتا، میں نے وہ باتیں نہیں، جس سے آپ کے دل کو چوٹ لگے، اور آپ اس مسئلہ پر سمجیدگی سے غور کریں۔

دعوت کا کام کرنے والوں کے درمیان خوشگوار تعلق اور  
باہمی محبت کسی خارجی ذریعہ سے نہیں پیدا کی جاسکتی

یہ تقریر امریکی اور فرانسیسی طر حجابی تنظیم A.S.A کے چند رموزین ۱۹۷۰ء سے راولپنڈی  
میں منعقد کی گئی تھی۔ اس موقع پر مختلف مذاہب کے اسلامی اور دیگر مذاہب کے علماء  
میں تبادلہ خیال ہوا۔ یہاں اقتصادیات، مروجہ تعلیم اور معاشرتی ترقی پر تبادلہ  
خیال ہوا۔

محسبہ و صلی علی رسولہ الکریم (معاذ)

مصنوعی و شش کارگر نہیں ہوتی۔

حضرات آج کی مجلس کا موضوع ہے کہ "ادب و تعلیم کے لئے کام کرنے والوں  
کے درمیان یہاں تعلق اور رابطہ کیسے بنے؟"

میں اس موضوع پر روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا، لیکن میرے دل میں یہ سوال ہے کہ  
ادب و تعلیم کی بنیاد پر ہی تعلق قائم کیا جاسکتا ہے؟ اور کیا تعلیم ہی تعلق کے  
بائیں کی تہذیبی بنیاد ہے؟ اور اس نے اس کا مطالعہ کیا ہے؟ اور کیا تعلق کے اصل  
توسلے کی کامیابی کے لئے کوشش کرنا ہے؟

حضرات! میں سمجھتا ہوں کہ دعوت کا کام کرنے والوں کے درمیان تعلق اور باہمی محبت  
کسی خارجی ذریعہ سے نہیں پیدا کی جاسکتی، بلکہ یہ کامیابی کے لئے اس میں کوئی مصنوعی  
توسلہ نہیں آج جو کوئی ایسی چیز ہے جس کے ذریعہ اس میں کوئی مصنوعی توسل

کارگر نہیں ہوتی، آپس کی محبت کا سرچشمہ انسان کے دل اور انسان کے اندر دونوں میں پایا جاتا ہے۔ یہاں کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ان کو نے، وہ دلوں کو جن کے درمیان کوئی کشش، کوئی توتہ جاذبہ نہیں ہے، اور جن کے اوپر کسی حقیقت کا ایسی احساس کا غلبہ نہیں ہوا ہے، ان کے درمیان کوئی حقد پیدا کرے، کائنات کو ایک دوسرے سے چپکانا آسان ہے، اور کسی عمارت کی اینٹوں کو مسالے سے جوڑا جاسکتا ہے، مگر انسانی دلوں کا معاملہ اس سے نہیں زیادہ نازک کہیں زیادہ ہشوار ہے خود قرآن مجید میں آتا ہے۔

لَوْ اَنْعَضْتُ مَا بَيْنِي وَالْاَرْضِ جَمِيعًا لَقَدْ اَلْفَتْ بَيْنَ قَوْمِهِمْ (۱۱)

(ترجمہ) اگر تم دنیہ بھر کی دولت خرچ کرتے تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا کر سکتے۔

کہ تمہارے پاس جو مالی سرمایہ ہے وہ رات میں، وہ سب کے سب خرچ کر دو تب بھی ان کے دلوں کو نہیں جڑا سکتے تھے واللہ اگر ان کے اندر تعادلت پیدا کرتا، ان کو ایک دوسرے سے نہ جوڑتا تو دنیا کی کوئی حالت نہیں تھی کہ ان کے دلوں کو جوڑے۔

### اخوت کا کرشمہ:

آپ حضرات کو معلوم ہے، جب کہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت ہوئی تو مہاجرین، اندر کے درمیان سوائے انسانیت اور سوائے عربی زبان کے رشتہ کے کسی رشتہ تک نہیں تھے، میں تفصیل میں چاہوں چاہتا، انصاف کا تعلق بنی قطان یعنی قبائل سے تھا۔ وہ مجازی مہاجرین کا بنی عدنان جو ذریعہ قبائل سے تھا، جس میں ان کے درمیان ایک بے نظیر اتحاد یہاں ہو گیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَآخَافَ بَيْنَ

قُلُوبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ اِخْوَانًا (۱۲)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے ان احسان کو یاد کرو جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے تو تم ان کی نعمت سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔

اور اسی اخوت کا کرشمہ تھا کہ جب مہاجرین مدینہ پہنچے ہیں تو حضرات انصاف نے ان کو



کرتے کہ میرے اچھے بی، بڑا ذلیل کر کے اس کی مشینیں ہاندھنا، اور انہیں باندھنا آخر میرا دل بھاری  
بھائی ہے، میرے سب بچے کا وقت نہیں ہے، آپ اٹائیے آتے ہیں کہ مشینیں دارا اچھی صورت بنائیں  
جائیں تاکہ مذہب کی رقم انہیں وصول ہو۔“

موصوف بن عمر نے اس کا جواب دیا: ”وہ اپنی تعمیر کی کوششوں اور دینی و اخلاقی  
تعمیرات کی تلاش میں ہمیشہ کے لئے رنجور رہے گا۔ انہوں نے کہا: ”تعمیر کے بھائی نہیں ہو۔  
میرا یہ بی بی ہے، وہ تمہاری مشینیں باندھ رہا ہے۔“

### عقیدے کی وحدت اور مقصد کا عشق:

”مقصد کی وحدت اور مقصد کے عشق نے اپنی قلب مادیت کر دی تھی۔ اور یہ انقلاب  
ہو گیا کہ یہ تھا کہ وہ بھائی بن گیا اور اپنی فانی اقدار کے مالک تھے، جس کا خدا دان کی یہ بت  
اور حالات زندگی سے وہ ہے لیکن مقصد کے عشق نے اس کو عیسائی، فراموشی یاد دیا تھا کہ  
انہوں نے یہ کہا کہ ”تم اس وقت میرے بھائی نہیں ہو، اچھے بی وہ ہے جو تمہاری مشینیں باندھ دے گا  
ہے اس لئے کہ ایک نئے رشتہ ایک نئی چیز نے ہم لوگوں کو مجبور کیا ہے، جو خون کا رشتہ نہیں ہے  
لیکن وہ خون سکھشت سے زیادہ پیارا ہے، وہ ہر رنگ، زبان، مذہب، زبان اور قوم کا بھائی ہے۔“

ایک اور شخص چیلر کرچندوں جو بہت مشہور ہے، شام کی قوت میں بڑا دل کی لڑائی سے  
موقع پر ایک سبلی اور زمین مذہب، زبان، قوم سے ہیں کہ ”میں اس خیال سے یہ ہیں میں کا کہ  
میدان جنگ میں اپنے چچا زاد بھائی کو نشانہ نہ رہا۔“ اور پھر جولوگ لڑتے ہوئے ہیں ان کو  
بیاں شدت سے لگتی ہے، میں پانی کا شیشہ لے کر نکلتا ہوں شاید وہ جاں سپ ہو تو پانی ان کے  
ہوتوں میں پڑا دے گا اور ان کا منہ اٹھالے گا میں بھائی کے پاس گیا اور کھانکھو دے گا جس کی  
حالت میں ہیں، ہونٹوں پر چربی نہی ہوئی ہیں، چہرے پر خشکی ہے، میں نے پانی کا بیانا  
پیش کیا، اس نے میں کسی کے گراہنے کی آواز آئی، انہوں نے کہا کہ ”میرا یہ بھائی پانی کا زیادہ  
حق ہے، میرا پانی کا بیانا آپ میں کو پیش کر دیں، خود مجھ پر جو کلمہ ہے ”بسم اللہ“ کے پاس  
لگے تو اس نے میں ہی دوسرے کے گراہنے کی آواز آئی تو انہوں نے کہا کہ یہ یہاں فلاں بھائی کو  
پیش کر دو، یہاں تک کہ ”میرا یہ بھائی“ کہتا ہے، اور اسلامی عہد کی تاریخ میں (جس میں اوروں

میں بعد از رانی اور فحشی میں غرق ہو کر کائنات میں سے وہ خاص واقعات و حقائق کو ہی دستاویز بنائے تھے کہ یہ یہ وہ روش تکرار ہوا اور میں برابر پتھر پتھر سے یہاں وہاں سے کبھی کبھی رُخ کے پاس لے جاتا ہوں اور رُخ کی طرف اشارہ کرتا ہوں کہ میری بھانجی نے انہیں رُخ کی کوئی چیز دیکھ کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ میں اپنے بھائی کی طرف دیکھ کر کہتا ہوں کہ یہاں وہ جان آفرین کے یہ ذکر چکے تھے۔ جب وہ اس کے پاس آیا تو وہ اسلئے کہ جو وہ چکے تھے وہاں سے کبھی کبھی رُخ کے پاس لے جاتا ہوں اور میرا یہ حال بھرا کہ میرا یہ وہ یہ سب اللہ کے بعد سے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ یہ اللہ ہے جو ہر جتنی طبع پرورش آیا ہے یہ کوئی انسانی واقعہ نہیں ہے۔

تیسرا واقعہ جس کو میں ان دونوں واقعات سے زیادہ اہمیت دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے بعد سے اس کو دنیا کی تاریخ میں بھی فراموش نہیں کر سکتی اور جس کا تجربہ پہلے بھی نہیں ہوا، جب یہ موت کے میدان میں خلیفہ المسلمین حضرت عمر فاروقؓ وہ یہ مصلحت معلوم ہوئی کہ حضرت خالدؓ کو اسلامی فوج کی سپہ سالاری (بانی کمانڈر) سے ہٹا دیا گیا اور ان کی بجائے حضرت ابو عبیدہؓ کو مقرر کریں تو پہلی بار دنیا کے سامنے یہ مثال آئی کہ عین میدان جنگ میں جب تمام انہیں خالدؓ پر بھیج دیں تو ان کو فتح کا رمز (SYMBOL) سمجھا جاتا تھا اور غالباً حضرت عمرؓ کی یہی مصلحت تھی کہ انہوں نے یہ نکل ہائے کہ یہاں خالدؓ ہوں گے وہاں فتح ہوگی، خالدؓ اور فتح کو رمز و نشان بنائے، خدا پرستوں کو کلیتہً بت کہ انہیں خالدؓ کی ذات پر موقوف نہ ہو جائے، اس وقت خالدؓ معزولی کا لڑنا نہ خواہت دیکھا ہے، اس وقت فیصلہ کن جنگ کے لئے تیار ہو چکی تھی، اور حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا تھا کہ خالدؓ کی پگھڑی اتار کر (معزولی کی عمر مت کے طور پر) ان کے گلے میں ڈال دی جائے گا۔ یہ جنگ سمجھ نہیں کر اب خالدؓ اس منصب سے سبکدوش لئے جا چکے ہیں، حضرت خالدؓ یہ پیغام سنایا گیا، انہوں نے کہا "اقتلوا مسلماً" فرماؤں خواہت مرا آٹھویں پر میرے جسم میں کوئی فرق واقع نہ ہوگا، انہوں نے خدا کے لئے کھڑا تو اب بھی انہوں کا اور انہوں نے لئے لڑنا تھا تو بے شک اب مجھے حق حاصل ہے کہ میں جاکوں، میں نے کہ تم نے مجھ پر بے ایمانی کا غصہ کیا ہے۔ مجھے تم سے بڑے اعزاز سے محروم کر دیا ہے، دیکھئے وہاں نے دیکھا اور تاریخ کی شہادت ہے کہ حضرت خالدؓ کی جانبازی سے پہچانی پر سر رکھ کر لڑتے رہے، دیکھئے بڑے اعزاز سے کسی کو معزولی نہ ہو جائے اور اس کی جوش و خروش میں اس

کی سرمدیت میں شافی نہ آئے۔ حق تباری دلتِ مسہور عیوں میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ کبھی سہولتی عہد دے دیتا ہے تو کبھی پراکسر دلی غری ہو جاتی ہے، اور وہ ہیکھ کر رو جاتا ہے۔

### مقصد کا عشق

عقیدہ کی وحدت، مقصد کی وحدت اور محبت کی وحدت جسے تائیدِ توحید پیرا کرتی ہے۔ مقصد اور مقصدیہ، جو رنگ و رویش میں سرایت کر لیں، وہ اوق و مزق بن گیا ہو، وہ پیشہ و مشغلہ، مسہرت اور غما کی حیثیت نہ رکھتا ہو بلکہ دوزخ کی کا سنبلہ ہو، محبوبِ حقیقی سے دوری یا غارِ کھنگھڑ ہے، مقصد سے صریح و انہی کالی نہیں، مقصد سے صرف اعتدال کافی نہیں، موٹ تعلق کو کافی سمجھتے ہیں۔ یہ بڑی نہ مٹتی ہے، مقصد سے عشقی ہو، مقصد میں، اور مقصد کے لئے کام کرنے والوں میں، سب شمع اور پروانے کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے، حب الہی مثالیں ماننے آتی ہیں، میں نے سہمی عہد کی چرخہ میں آپ کے سامنے پیش کیا ہیں، تاریخِ اسلام میں سیواں الہی مثالیں پے کھیں گی۔

### تیرہویں صدی ہجری کی تاریخِ دعوت و عزیمت سے خصوصاً ایثار کی دو مثالیں

میں نے آپ کے سامنے عہدِ رسالت اور ویرسہ پانے کے چار واقعات پیش کئے ہیں، ان سے پتا چلتا ہے کہ عقیدہ کی وحدت، سران کبرائی، اور مقصد کے عشقی نے ایک دین کے ماتہ وادوں اور اسلاف میں یہ پلنگہ کی کہنے کا سہارے والوں میں کیا غلوں، شہداء و شہیدانہ بیاچار پیدا کر دیا تھا، آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ اسلام کا عہدِ زریں اور عہدِ سعادت تھا، سب انھیں وکتوب، تصانیف اور غنائی راجد نے چاک و مسافہ دے لئے تھے قرآن شریف میں آیت  
 وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ حُكْمٌ  
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ سَائِرِ الْمُرْسَلِينَ  
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ سَائِرِ الْمُرْسَلِينَ

اور ان کے بعد ان کے ہم کو ایمان و یزید، یا اسرار کو تہجد، اوس میں تجاہد اور شہداء، کون واد نہ فرماں۔ یہ قرآن و تہذیب کا عہد ہے۔





رہتے تھے حضرت کے پاس گئے۔ آپ نے پوچھا کہ مولوی صاحب، آج میرا ملا علی نے تم سے کیا قصہ کیا؟ انہوں نے کہا: ”میرے نزدیک انہوں نے کچھ نہیں کیا، وہ تو بڑے نیک بخت آدمی ہیں، وہ آتا لیٹے کو آئے اور مجھ سے مانگا، ان کا وارنٹ تھا، انہوں نے جلدی کی، اس میں ان کا اٹکا میرے لنگ گیا، پس اتنی بات تھی۔“ سید صاحب یہ بات سن کر بے ہوش ہو رہے، کسی نے یہ بات میرا ملا علی کو پہنچائی کہ مولوی عیداد باب نے تمہارے متعلق سید صاحب سے ایسی گفتگو کی، وہ علی حرکت پر بہت ناراض ہوئے اور اسی وقت سید صاحب کے سامنے آکر مولوی عیداد باب سے اپنی خطا معاف کرائی اور معافی کی۔ (۱)

اس سے زیادہ مؤثر واقعہ جماعت مجاہدین کے ایک فرد اور لشکر کے ایک خادمہ لاہوری کا ہے، جو ایک دوسرے رفیق جہاد شیخ عنایت اللہ کے ساتھ پیش آیا، اور جس میں لاہوری نے اپنا قصاص کا حق معاف کر کے اس بے نفس و ریاکار کا ثبوت دیا جو قرون اولیٰ کی یاد تازہ کرتا ہے، یہ واقعہ ”سیرت سید احمد شہید“ کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے۔

”ایک مرتبہ ایک خادمہ لاہوری نام کے جو بہت مہار و مزاج اور غریب شخص تھے، اور شیخ عنایت اللہ کے ساتھ مل کر گھوڑوں کا پارو تیار کرنے کا کام لیا، اس کے سپرد تھا، شیخ عنایت اللہ خاں سے کسی بات پر ناراض ہوئے، عنایت اللہ خاں سید صاحب کے قہر میں رہنا شروع کر دیے تھے، اور ان کو سید صاحب کے بال خاص عزت حاصل تھی، شیخ عنایت اللہ میں بھی کچھ زائد تیزی آگئی اور بات بڑھی تو انہوں نے لاہوری کو ایک ایسا گھونسہ مارا کہ وہ زمین پر گر پڑے اور تکلیف سے کراہنے لگے، جب سید صاحب کو اس کا علم ہوا تو عنایت اللہ خاں کو آپ نے سخت سست کہا، اور بہت ملامت کی اور کہا کہ تم اپنے دل میں یوں جانتے ہو گے کہ ہم سید صاحب کے پرانے رفیق اور ان کے پلنگ کے پاس رہتے ہیں، تم کو یہ خیال نہیں ہے کہ ہم یہاں اللہ کے واسطے آئے ہیں، اور کام ایسے نیک کرتے ہو تم مجھے ہو کہ لاہوری کا قصی مدنی کا سانس اور کم رو اور فقیر ہے، یہی جان کر تم نے اس کو مارا یہ تم نے بڑی زیادتی اور حرکت بجا کی، ہمارے نزدیک تم اور لاہوری بالکل سب برابر ہیں، کسی کو کسی پر فوقیت نہیں ہے، سب لوگ یہاں خدا کے واسطے آئے ہیں۔“

(۱) ”سیرت سید احمد شہید جلد ۱، صفحہ ۹۴ (ماہ ذی القعدہ ۱۳۸۵ھ کا طبع محمدی گھر)۔“

انہی کے بعد وہ آپ نے حافظ صاحب برتھمن کی اور شرف الدین بنگالی سے فرمایا کہ ان دونوں کو قاضی مہات کے پاس سے چاہا عنایت اللہ کی فرمادی گئی ہے ان سے کہہ کر اس معاملہ میں کسی کی روک تھام نہ نہ کریں، شرع شریف کے موقع فیصلہ کریں۔

اگلے روز دو تین گھنٹہ کی دیر میں حافظ صاحب اور شرف الدین لاہوری اور عیادت اللہ کو سہ کر قاضی صاحب کے پاس گئے، انہوں نے عیادت اللہ اور لاہوری کو سامنے بٹھایا پہلے عنایت اللہ کی طرف قاضی صاحب بیٹھ کر خوب ملامت کی کہ تم نے بہت برا کیا، اور تمہارے قاضی بھائی بھائی لاہوری کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ "بھائی صاحب! تم بہت ٹیکہ بھگت اور بے خبر آدمی ہو تم اب صاحب ہندوستان اپنے گھر یا چھوڑ کر تخلص جہاد کی سبیل اللہ کے واسطے آئے ہو کہ اللہ تم سے راضی ہو اور آخرت میں ثواب ملے، اور دنیا کا کارخانہ تو چند روز کے لئے خوب و خیر کی غمرت ہے، موات یہ ہے کہ عیادت اللہ تمہارا بھائی ہے اور اس سے شامت تمہیں کے سبب یہ قصہ ہو گیا جس نے تمہارا اہم امر اس کا قصہ بہ حرافہ اور دونوں میں جاکر تو بہت خوب بات ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں نہ کہ اجریہ دے کے اور جو تمہارے کاغذوں کو گھسے تو یہ اور سوچاؤ کہ جو مخالف مرے میں نہ اب ہے اور نہ کہ مخالف کرنا چاہی، اور اس سے بھلے کا ختم ہے، اور عیادت اللہ بھی مخالف مرے میں نہ اب ہے، شرف اللہ اور عیادت اللہ میں اپنے آپ سے نہ جھگڑتی ہے۔

یہ باتیں سن کر لاہوری نے کہا کہ قاضی صاحب! ہم عنایت اللہ کے مخالف اور برادر تو اب پا رہے ہیں جو اپنے غرض سے میں نے ہر روز سوچا ہے میرے مخالف کے مخالف کا اور وہ نہیں ہے، انہوں نے کہا کچھ تو نہیں ہے، انہوں نے غصہ نہ کر سکی کہ میں جوچوں نہ ٹھکرارہا، اور وہ یہ کہ جس کو اپنے حق چاہئے وہ اس کو قاضی صاحب نے کچھ یہ سکوت کر کے فرمایا کہ تمہاری لاہوری حق تو تمہارا، ابھی ہے کہ تم بھی نہ جانتے ہو، اور عیادت اللہ لاہوری کے سامنے کھڑا ہو کر اپنے غرض سے لاہوری نے کہا حق ہمارا یہی ہے کہ ہم بھی اسی جگہ رہتے ہیں۔

پھر میں "قاضی صاحب نے کہا۔ بے شک یہی بات ہے!

اس وقت جو لوگ موجود تھے۔ سب ہی سیدیں منقطع ہو گئیں، اور بیٹن ہو گیا، لاہوری سب غرض سے نہ پوچھنے لگا، لاہوری نے کہا "اچھا ابھی تو تمہارے گواہ کو قاضی صاحب نے دیکھا، ہمارا غرض وہی ہم نے سیکھا ہے، ہمارے ہمارے اللہ کی رضا ہوتی ہے لئے پھوڑا ہوا۔

پھر اس نے عنایت اللہ کو اپنے سینہ سے لگایا اور مصافحہ کیا، قرآن دم دگر سو وہاں تھے، ناہوری کو آفریں کرنے لگے اور شاباشی دینے لگے کہ تم نے بڑے دہندہ اور لڑاکا کام کیا۔ (۱)

## قرآن و سنت کی حیات آفرینی:

یہ بات خدا اور رسول سے چکی محبت کے ضمیر پر نہیں ہو سکتی، خدا اور رسول کی محبت محض مطالبہ سے محض غور و فکر اور ذہانت سے تقریریں مقالے بننے، یہ ماضی نہیں ہو سکتی، یہاں جو تقریریں کی گئیں اور مقالات پڑھے گئے، میں ان کا معترف ہوں، لیکن اگر ہم جائزہ لیں تو مغلوم ہوگا کہ ان سے بہت پیدا نہیں ہو سکتی، محبت و ایثار ہی وہ نئے نئے لئے سیرت نبوی کا معیار مطالعہ ضروری ہے، اس طرح مطالعہ کہ سیرت نبوی چلنے غذا بن جائے، مشعل راہ بن جائے، ہمارے پاس قرآن اور سیرت سے زیادہ کوئی طاقت درج نہیں۔

آپ حضرات نے میری جو عزت و فخرائی کی ہے، اور جس افتاد و محبت کا اظہار کیا ہے، اور جتنا فاصلہ طے کر کے میں یہاں آیا ہوں اس کا حق ہے کہ میں آپ کے سامنے اپنے مطالعہ کا پھوڑا اور اپنے تجربوں کا خلاصہ پیش کروں کہ آج ہمارے پاس اسلام کے خزانہ عامرو میں، اسلام کی جھولی میں قرآن مجید اور سیرت نبوی سے زیادہ طاقت در و سبھا نفس بلکہ حیات آفریں، انقلاب انگیز اور محرر نما کوئی چیز نہیں ہے، ہم جس چیز پر فخر کر سکتے ہیں، ہمارے پاس طاقت کا جو سب سے بڑا سرچشمہ ہے جس سے ہم دلوں کو مسخر کر سکتے ہیں، ہم جس سے انانیوں کو، نفس کی شرارتوں کو، ہذیات کو مغلوب کر سکتے ہیں، جس سے دس کی دنیا بدل سکتی ہے، جس سے ہم زمین کی پستی سے آسمان کی بلندی تک پہنچ سکتے ہیں، شیطان کا مقابلہ کر سکتے ہیں، وہ اللہ کی کتاب قرآن ہے، قرآن مجید سے آج بھی وہ طاقت اہل رہی ہے، حیات آفرینی کے چٹھے اہل رہے ہیں، اور ابھر رہے ہیں جو سب اول میں اہل اور پچھلے دوسرے وجہ میں سیرت نبوی ہے، میں آپ حضرات سے خواہ آپ کا تعلق کسی بھی طبقہ سے، تو بہتر درجہ اہل کروں گا کہ زیادہ سے زیادہ تعلق اور وابستگی اول قرآن مجید سے، اس کے بعد سیرت نبوی سے رکھیں،

سیرت نبوی میں آج بھی ایک نئی مست پیدا کرنے کی صلاحیت ہے، سیرت نبوی جتنی آج بھی دنیا میں ایک نیا انقلاب لانے کی طاقت رکھتی ہے، سیرت نبوی میں وہ واقعات ملیں گے جو ہم کو خود فراموش بنادیں اور ہمارے اندر ایک نیا جذبہ پیدا کر دیں۔

### نفسانیت، سب سے بڑا المیہ:

تاریخ اسلام کا سب سے بڑا المیہ نفسانیت کا وہ کھیل ہے جو ہمیشہ اپنے تماشہ دکھاتا رہا، ہم نے کبھی اپنے دشمنوں سے شکست نہیں کھائی، تاریخ عالم اور تاریخ دوسرے پر نظر رکھنے والے ایک طالب علم کی یہ بات سن لیجئے اور اس کو اپنے دلوں اور دماغوں میں امانت رکھ لیجئے کہ ہم نے بھی اپنے دشمنوں سے شکست نہیں کھائی ہے، ہم نے اپنے اندر دینی اختلافات سے شکست کھائی ہے، ان نفسانیت کی بدولت ہم نے سلطنتیں کھوئی ہیں، ہمارے ملکوں کے چراغ گل ہو گئے ہیں، اور اسلام بعض اوقات چورب چورے ملکوں سے خارج کر دیا گیا ہے۔

اس کی میں صرف ایک مثال دوں گا، وہ مثال اسپین کی ہے، اسپین سے اسلام کو نکالنے والی سب سے بڑی طاقت نفسانیت اور باہمی خائف جنگلی تھی۔

میں اسے تسلیم نہیں کرتا کہ خدایا عیسائی طاقت نے اندلس سے اسلام اور مسلمانوں کو نکالا اور ان کو چراغ گل کر دیا، اس میں بہت کچھ فعل تھا، شامی عربوں، مجازیوں اور یمنی عربوں کی باہمی آویزش اور داخلی نزاعات کا جو عرصہ سے چل رہے تھے، یمنی اور قباذی، ریبیہ اور مسفر کی باہمی جنگ سے یہ نوبت آئی کہ اسلام اسپین سے آخری طور پر نکل گیا اور یہ ملک اقبال کے الفاظ میں انہوں سے محروم ہو گیا۔

۱۔ دید و انجم میں ہے تیری زمیں آسوں

آہ کہ صدیوں سے ہے تیری فضا بے اذان

یہی داستان اکثر اسلامی ملکوں کی ہے، ہر صغیر ہند میں مظلوموں کا شیرازہ کھیرنے والی، مسلمانوں کو اقتدار سے محروم کر دینے والی اور ان کی طاقت کا چراغ گل کر دینے والی چیزیں نفسانیت تھی۔

اسلام کے فروغ کو مقصد بنائیے :

انسانیت کا عرش محض انسانیتوں کے مقالات سے، کیونکہ اس امر میں بحث و مباحثہ سے... نہیں ہو سکتا، کوئی بھی چیز بیشاپنے کے ذاتہ طاقت و درجہ سے مغلوب ہو انسانی ہے۔ آج کے دور بھڑنے کو پانی زلزلے، دھارمکی چیز کو نرم کرنا ہے تو آج کے دور میں انسانیت اور نہیں ہوئی۔ اور جس سے درمیان افتخار و بھی درجہ و حیثیت نہیں ہوگا۔ یہ اسلام کے فروغ پر پانی فروغ، جہاں علی فروغ اور جہاں حق فروغ کو کرتی ہو جانے کی کوئی دکان یا ناک ناک نہیں ہے جس کا تجرہ مند مسلمان کر چکے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ دامن گیر ہوں گے :

میں نے پورے تیس سو بار یہ دعوت کی ہے کہ دوست و اعتبار سے مانتے بہت بڑا امتحان ہے، قیامت کے دن تمہارا اس پر ہوگا، اور رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ ہوگا، اور اللہ عزوجل کی پوچھیں گے، اور خدا تم سے یہ محاسبہ کرے گا کہ تم نے الیک بہت بڑا میدان دیا تھا، دیا ہوا تم اکیس آدمی اور دھوت اسلامی کا جھنڈا دینا کرنا تھا، اور دنیا کے قاتلوں کو اپنا مفتوح بنا سکتے تھے، لیکن تمہارا پس میں ۷۰ سرے، تمہاری زبان سے ایسے زور کی گئی کہ اور اللہ وہ صدوں کی رسائی میں جتنا ہونے لگا، یہ اس روز تم پر یہ جواب دے سکتے ہو؟

حضرات! محبت کا سرچشمہ ہمارے دل میں ہے، احادیث میں نہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت کے بغیر کسی شادی پر سے ہر بھی اہل و عیال نہیں پیدا کی جاسکتی، اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کو بڑے عید نماز پہنچانا، اس پر ہمارا کرنا، اور ان کو نبی کریم ﷺ کے حضور پہنچانے کے لئے اہل مراتب کی دعا کرنا اور یہ کہنا کہ

رَبَّنَا اجْعَلْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ مَسَّكُم بِهَذَا الْبَلَاءِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ

(ترجمہ) اے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو غم سے پہنچا ایمان والے ہیں ان کے

موقف نماز اور معنوں کی طرف سے۔ اس میں کثرت (وحسد) نہ پیدا ہونے سے اس نماز سے بڑی برکت و شرف حاصل کرتے ہیں۔

اسلام کے خلاف و اسلام کی مصیبت و بے وفائی اور بے عظمت پر ترجیح دینا۔

اہل اللہ کا عمل:

شہید کہ مرگے یا نہ رہے خدا  
رہے دشمن ہم نہ کریم محکم  
ترا کہے میرے شیوہ میں مدام  
کہ بارے تانت عطف است و بے شک

وہ لوگوں نے اپنے دشمنوں کے پیاسوں اور چائی باتوں کو معاف کر دیا ہے، اسی ایک واقعہ آپ و شما دونوں کے ایک بڑے بزرگ پر کسی کو شہید ہو گیا کہ انہوں نے اس کے روپے کی تھیلی چرائی ہے، اور اس نے برا تحقیق ہے تھا کہ ان بزرگوں کو مارنا شروع کر دیا، جب لوگوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے کچھ بھی نہ کیا اور مارنے والے کو بلا دست کی کہ تو اس کو مار رہا ہے، یوں وہ کیا، اللہ میں سے ہیں، وہ انہیں بہت شرمندہ و دور مدافعی مافی کہ خدا ان کے لئے تجھے معاف کر دیتے۔ ان بزرگوں نے جواب دیا کہ تمہو سے بھائی معافی کو کیا سوال ہے؟ اب تم مجھے مار رہے تھے تو میں خدا سے یہ دعا کرتا تھا کہ خدا یا تو نے اگر یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں جنت میں داخل ہو جاؤں تو اس وقت تک جنت میں ٹھہرے، انہوں نے کہا کہ اب تمہارے والے کو میرے ساتھ جنت میں داخل نہ کرنے میں تو یہ دعا کر رہا تھا، یہ ہاں دے مجھے آج سے کوئی شکایت ہو۔

اصل سرچشمہ:

حضرات ائمہ کے سامنے یہ شوق نہ چاہئے، یہ مثالیں ہمیں سیرت نبویؐ کی بات  
صحابہ کرامؓ کی سیرت نبویؐ کا زیادہ مطالعہ کیجئے، آپ M.S.R کی اس مبارک  
کتاب میں۔ یہ پیام کے مطابق ہیں۔ سیرت نبویؐ کا زیادہ مطالعہ کیجئے، یہ ہمیں  
اس سے زیادہ حاصل کرنے کے قابل۔ کتاب کے زیادہ مطالعہ کریں

ہو اپنی غمازوں کو درست کریں، خدا کے بندے ہیں اگر خدا سے ساتھ ہم نے تعلق درست نہیں کیا  
 اگر خدا کے ساتھ ہم نے دل کا رشتہ استوار نہیں ہوا، خدا فی محبت اگر ہماری رگ دینے میں  
 سہاوت نہ کرے گی، اگر خدا کو ہم نے راضی نہیں کیا تو آپ یقین مانئے کہ خدا کے بندوں سے کبھی  
 ہماروں میں مل سکتا، ہم بھی ایسا دلوں پر کافی کے کامل نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ اسلام میں ہر چیز کا  
 سرچشمہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی پکی محبت ہے۔

# دنیا کی موجودہ کشمکش اور اس کا علاج

یہ دکان تقریباً دسمبر ۱۹۵۶ء میں منسلح مظہر ترقی ہندوستان میں مسلمان رہنماؤں کے ایک مشترکہ جلسہ میں کی گئی تھی اس میں مختلف سیاسی جماعتوں اور عقیدوں کے ممتاز شریک تھے۔

الحمد لله حمده ونسئنه ونستغفره وبعوذ بالله من شرور اعدائنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضى له ومن يضلل الله فلا هادي له . واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله اما بعد!

ہمت شکن تجربے:

مخبرات کراچی اس وقت دنیا کی تقسیمیں بڑی بے رحم ہیں، پہلے طاقتوں اور قوموں نے غلوں کو بانٹا تھا اگر اب سیاسی تحریکوں نے قوموں اور بھلوں کو بانٹ دیا ہے۔ مذہب کی آڑ میں اپنے فتنے نہیں دتے، جتنے آج کی مہذب دنیا اور جمہوری دور میں نظر آرہے ہیں ان کے سیاسی پیٹ فارم لوگوں کو پیدا کرنے کے لئے اپنے گروپ پر حمانے کے لئے مخصوص ہیں لیکن اب بھی بے غرضی سے پکارا جاتا ہے تو لوگ اب بھی جواب دینے کو تیار ہیں، ابھی اس کا امکان ہے کہ یہی پیٹ فارم کے علاوہ بھی لوگ جمع ہو جائیں، ہم نے خالص انسانی مسئلوں پر غور کرنے کی دعوت دی، جو زوال بہت خوش ہے کہ آپ نے دعوت قبول کی، آپ کا سیاسی تحریکوں سے ٹھہرانا تعجب نہیں، انسان اپنے تجربوں ہی سے نتیجہ نکالتا ہے، آدھی بارہ درجن چیزوں سے قائم ہو جاتا ہے، اس سے قاعدہ بنالیتا ہے، آج اغراض کے لئے جمع کرنے کی



مردست ہے، آپ ہم پر نچرو۔ کریں، ہم کسی پر رنی کے ماؤتھ پیس (MOUTH PIECE) والا ۲۹  
اٹیوٹر نہیں ہیں۔ ہمارے سامنے خالص انسانیت کا مسئلہ ہے۔

## اقتدار کی ہوس:

اس وقت کا انسان اصل ہنگامے سے آگاہ نہیں ہند کر کے کہتا ہے کہ سب ٹھیک ہو رہا ہے۔ لیکن  
میرے اجتماع سے ہونا چاہئے، جو کچھ ہو، میری مگرانی اور چودھراہت میں ہونا بد اخلاقی ہے  
مراستی، چور ہزارنی، دولتستہ کی ہوس سب ٹھیک ہے، لیکن اس کی تہت ہمارے سپرد ہوتو  
خوب ہے، آئی سب کے دل کی خواہش یہ ہے اور جب بھی کسی کے ہاتھ میں انکھلا آ یا ہے تو  
اس نے لوٹ پھیر کر ہائی نظام قلم رکھا، تو خود می ترسیم کے بعد ہات ہی رہی جنہاں ٹھکانا  
کے کھنے میں مختلف پارٹیوں میں بیکو زیادہ بنیادی انصاف نہیں، کوئی نہیں کہتا کہ، وہ سب کچھ جو  
ہو رہا ہے، نہیں ہونا چاہئے، بلکہ سب کا کہنا یہ ہے کہ جو ہو رہا ہے، ہمارے مانت اور ہماری سر  
پرستی میں ہونا چاہئے، کوئی اس پر اعتراض نہیں کہ کارخانہ غلط ہے بلکہ اس پر غصہ ہے کہ ہمارا سامان  
میں۔ کے سر پر نہیں۔

## عالمی جنگوں کی حقیقت:

دنیا کی بڑی جنگیں اسی بنیاد پر لڑی گئیں، فرانس، انگلستان، جرمنی، روس، امریکہ وغیرہ  
سب اسی جذبہ کو لے کر اٹھے، انہوں نے انکھوں کو آڑ بنا کر یہ مطالبہ کیا کہ نو آبادیات  
(COLONIES) کا انتظام دوسروں کے سپرد کیوں ہے، اور دوسری قوم ہمیشہ کیوں حاوی رہے،  
انسانیت کے اردے سے بے فکر ہو کر ان میں سے کوئی نہیں اٹھا تھا ان میں کوئی حضرت مسیح کا  
مذہب جاری کرنے اور دنیا کے ساتھ انصاف کرنے، فسطی و فوج اور ظلم و زیادتی منانے نہیں اٹھا  
تھا، انگریز نہ جرمن نہ روس، نہ امریکہ، انہیں اچھے برے ظلم و انصاف، حق و باطل سے کچھ  
بحث نہ تھی، حاشا وہ انہوں نے بھی نہیں سوچا تھا کہ ہم دنیا کو صحیح نظام زندگی دیں گے اور  
انسانیت کی خدمت کریں گے، ان کے پیش خیر یہ تھا کہ ہم لوگ سونے چاندی کی دنگا بنائیں  
گے اور انہوں کے ذخیرے اور دولتوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔

## امن و نیت کے مجرم:

۱۰۔ نیا اپنی اباد دوائی (MIND POLY) قائم کرنا چاہتے تھے، یہ سب ایک انعام زندگی پر ایمان رکھتے تھے، کہ تمام دنیا کو پامال کر کے انسانوں کی باتوں پر تیش و منتشر کی کھنکھار جائے گی اور آدمیت کے طلبہ پر اپنی قوی شوکت کا ٹھل بٹا دیں گے۔ سب ترستے ہوئے، ندیہ سے، دولت کے بھونکے، خواہشات کے عمار، شرانگڑوں، قمار باز، خدا کو جو لے ہوئے، فطرت کے گنج کے خلاف بغاوت کرتے والے تھے، وہیں دیکھ کر خالی انسانیت کے دروازے عمارتی، انیس کے نقش قدم پر آئی قوم اور ملک، دانش اور برادر ہوں، سیاسی پارٹیاں، قومی اور صوبائی قوم پرست، ملکہ تیشیں چلی رہی ہیں، سب کا جذبہ یہ ہے کہ ہم اور ہمارے رفیق اور ساتھی اور عزیز، اسباب سمون کریں اور اس جہادِ سات کو ACCEPT کر لیتے ہیں، ان کو صورتِ حال سے کوئی اختلاف نہیں، صرف ان لوگوں سے اختلاف ہے، جن کے ہاتھ میں بگ ڈوڑ ہے اور دنیا بدلنے لگی ہے چاہتے ہیں صرف اس کی راست و قیادت (LEADERSHIP) بدلنے چاہتے ہیں ان کی کوشش صرف یہ ہے کہ دوسروں کی جلد ہم آجائیں، آپ کے یہاں مقامی انتخابات ہوتے ہیں، اسٹریک بورڈ، میونسپلیٹاؤں، ایوانہ فیہرڈ کے لئے انتخابات میں نئے نئے ٹوٹ آتے ہیں، لیکن آپ کوئی ذہنیت، ذہن اصول زندگی، ذہن جذبہ خدمت اور نیا جذبہ اصلاح ملے کر آتا ہے، کیا کوئی نیا بورڈ بنی نہیں، یہ اختراعات کی روک تھام کرتی ہے، انسانوں کی ہے، کٹ خدمت کرتی ہے، ہر توبہ جانتے ہیں کہ یہ سب فیکٹی ڈیمن، ایک ہی اصول زندگی اور ایک ہی جذبہ ملے کر آتے ہیں، ان کا نتیجہ ہے کہ صورت حال میں کوئی تبدیلی نہیں، کوئی زندگی کی فراہمیاں اور دوسرائی کے بھول جانے کے قابل رہتے ہیں۔

## زندگی کا نقشہ سرے سے غلط ہے:

اس کے برعکس جذبہ نہیں جانتے ہیں کہ سرے سے زندگی کا نقشہ ہی غلط ہے اسے اوپر کر پھرتے ہیں، اس میں چر سے رنگ، مجھ و اس کی مثال یہی ہے جیسے کسی نے ایک شیر والی مٹی کو اس کی مٹی کو اس کے زخم پر چسٹ لٹکے ہوئے، وہ اس کو ابھرا دھرے کرتا ہے، لکھتا ہے،

بغیر کہتے ہیں کہ یہ بچے غلط لگ گئے ہیں، جب تک یہ بچے نہیں گئے، اس میں بھول ہی بھول رہیں گئے۔

## سیاسی رشوت:

آج ساری دنیا نے انسان کو اپنی خواہشات میں آزادی مان لیا ہے، ان غلط خواہشات کے خلاف جذبہ پیدا کرنے کے بجائے آج ساری پارٹیاں اسے رشوت دے رہی ہیں، خواہشات کی رشوت، اخلاقی رشوت اور ایک دوسرے سے بڑھ کر کہہ رہی ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں انعام خصوصیت آگیا تو ہم تمہاری خواہشات کو پورا کریں گے اور تم کو عیش و ترقی کا پورا پورا موقع دیں گے، اگر اپنی خواہشات کی تکمیل اور آزادی چاہتے ہو تو ہمیں ووٹ دو، آج ہر ایک یہ کہہ رہا ہے کہ ہم بقدر پارکرتہار تعیشات میں اضافہ کریں گے تمہارا معیار زندگی، بڑھا کریں گے، گویا کہ انہوں نے مصائب دے کر بچوں کی نجات دیکھا، انہوں نے ان کو مکھانیوں پر لگا دیا، دنیا کے انسان بچہ ہیں، پارٹیاں اب نکلوتی ہیں، خواہشات کی وہ اوت رہی ہیں، ہر ان کی عادتیں بگڑتی جا رہی ہیں، انسان کا حال یہ ہے کہ جتنا اسے دینے کا ذوق اور مانگنا جاتا ہے، لہم آتی ہیں تو اس کی ہوس اور بڑھتی ہے، یہ اور زیادہ ہیجان (EXCITEMENT) چاہتا ہے، اور زیادہ مریاں تصویریں، کتنا ہے، یہ دنیا کی انسانی خواہشات پر فکام نہیں لگاتے بلکہ ان کی ہوس سے مطابق دینے جاتے ہیں۔

## بغیر وال کا طہریت:

بغیر وال کا یہ راستہ نہیں، وہ خواہشات میں اعتدال، توازن پیدا کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہر شخص کی خواہش پورا کرنے کی نشست غیر قطری ہے، بغیر کہتے ہیں کہ انسانوں کا چتر پین ٹھکانا ہے، اس کو تیز کرنا چاہئے، چاہئے بچہ کاں پر ابھو، چاہئے وہ بچہ بدونے اور چلے اور اس کو برداشت کرنا چاہئے اور کچھ راستہ لگانا چاہئے، یہ غلط فلسفہ ہے کہ خواہشات کو بریک نہ لگایا جائے اور ان کو ہم دبی جاتی رہے، اور جب ان کا فساد ظاہر ہو جائے تو پھر حیرت سے دیکھا جائے اور شکایت کی جائے۔

## بے لگام بازی:

سیاسی پارٹیز کا نظام غلط ہے کہ اس زندگی کے نظام کو قبول کر لیا جائے، منہ زور ٹھوڑا، بے لگام اور غلط ٹھوڑا انسانیت کی تکمیل کو روک دیتا چلا جا رہا ہے آج تمام پارٹیاں اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی ہیں، منہ زور بے لگام ٹھوڑوں کی رہنمائی ہے، کیا ان کے سامنے انسانی ضمیر کی کوئی قیمت ہے، انسانی ہمدردی کا کوئی جذبہ ہے، یورپ و امریکہ، ہمدردی اور مساوات کا نام لیتے ہیں، ان کی ہمدردی کے نیانے ہم سب کو غلام ہیں، بے چارے باہر سے ہمدردی کرنا چاہتے ہیں اور اندرونی ہوس کا بھوت ہے، ظلم کے دباؤ بڑے عجیب و غریب طریقے ہیں۔

## عہدہ کا اہل کون؟:

ہم سمجھتے ہیں کہ زندگی کا راستہ منزل سے بہت دور جا پڑا، جب تک خدا کا یقین (BELIEF) نہ پیدا کیا جائے، سدھار نہیں ہو سکتا، اس کے بغیر ہم ظالم کھلاٹ اور ہمدرد نہیں بنا سکتے، میں اہل ٹپ آپ کے سامنے نہیں آ گیا میں مطالعہ کے بعد کہتے ہوں کہ جب تک آپ یقین نہ پیدا کریں، انسانیت کے اصل ماڈل (MODEL) تک نہیں پہنچ سکتے، اس کے اندر سے عزت و عہدہ کی محبت، دولت کی محبت نکال دیجئے اور ایثار و قربانی اور دوسروں کے لئے گھٹنے کا جذبہ پیدا کیجئے، محمد رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا کہ عہدہ اسے ملے گا جو اس کا خواہش مند نہ ہو یہ کوالیفیکیشن (QUALIFICATION) تھی، آج اس کے برخلاف بے حیائی سے خود اپنی قصیدہ خوانی کر کے حکومت بنائی جاتی ہے۔

## صحابہ کرام کا کردار:

صحابہ کرام اس سے بھاگتے تھے، حضرت عمرؓ معافی چاہتے ہیں کہ اس ذمہ داری کے بوجھ سے مجھے معاف رکھا جائے، انہیں مجبور کیا جاتا تھا کہ آپ دست بردار ہو گئے تو کون انتظام کرے گا، وہ جب تک کرتے تھے، قرآن سے بڑی ذمہ داری اور بوجھ سمجھتے تھے اور جب سیکورٹس ہوتے تو بڑا سکون (RELIEF) محسوس کرتے تھے، حضرت خالدؓ کو سپہ سالار اعظم (COMMANDER IN CHIEF) بنایا گیا تھا، سب طرف ان کی دھاک تھی تھی، زمین میاں ہر ایک

”موسیٰ سنا پچھلے سے تو ہے کہ خالہ بڑا غریب لگے ہوئے ہیں۔ اور ان کی جگہ ابو عبیدہ و قسیر لگے جاتے ہیں۔ تو وہ اب بھی مول نہیں ہوتا، بڑی فراخ دلی سے کہتے ہیں کہ اُس میں اُس کا سہم مہارت سمجھ کر کرتا تھا تو اب بھی انجام دین کا، اور اُس نے لگے۔ رت تھا تو کنارہ نشین ہو جاؤں گا، بھرتوں نے، دیکھا کہ وہ اسی وقت و شوق سے اپنے کام میں مشغول رہے، اور کوئی تہہ لٹی نہیں ہوئی۔“

### عزت کی ہوس اور دولت کا بھوت:

آج سیاہی پارٹی سے کسی کو الگ کر دیا جاتا ہے تو پہلے ٹکٹے کا نہ نہیں لیتا ازار ہوتا ہے، فتنہ مچتا ہے، اور اگر الگ ہوتا ہے تو دوسری سیاہی پارٹی بنالیتا ہے یہ کیوں اس لئے کہ عزت کی ہوس، دولت کا شوق اور بڑائی کا خیال، مولیٰ و دماغ پر چھایا ہوا ہے، پس جب تک موجودہ زندگی کا سراغ نہیں بدلتا، سدھار مشکل ہے، میں آپ کو صاف صاف زندگی کی حقیقتیں بتا رہا ہوں۔ خدا کا خوف اور اس کی رضا کا شوق پیدا کیجئے، روحانی اخلاقی زندگی پیدا کیجئے، زندگی سے اظہار اندازہ دینے کا شوق، زندگی کے آئینہ میں بن گیا ہے اسے چھوڑ دیجئے۔

### ضرورت اور خواہش:

انسانی ضروریات کی فہرست بہت لمبی نہیں، ان ضروریات کی فہرست بہت لمبی ہے سب نے اپنی بنیاد ہی پر رکھی ہے کہ زندگی کے تقاضے کو سمجھو، جو معدہ اور نفس کو معیہ و مان لو، خدا کو ماننا اور اس کی ہلاکتی کا انکار کرو، انسان کو ایک ترقی یافتہ ہاتھ و تسلیم کرو اور اس کی زیادہ سے زیادہ خواہشات کو پورا کرو، یہ سب اسی کا فساد ہے، جب تک یہ بنیاد ہلاتی ہے، ہزاروں خوشیوں کے باوجود سدھار ناممکن ہے، کسی شہر اور ملک کی تو دنیا ایک میو پلٹی کے رقبہ کی اصلاح بھی نہیں آتی۔

غلط اجزاء سے صحیح مجموعہ کیسے بن سکتا ہے:

آج انسانی افراد اور سوسائٹی کے بڑا خراب اور ناقص ہیں، غلط فیاضوں پر ان کا تھکان



ہے، اندر کی چیز باہر آ رہی ہے آپ میں سے بہت بھائی انھیں کوشش کر رہے ہیں، آپ سر سے بہت سے ٹکڑے ہیں لیکن کیا کبھی آپ نے شیچے سے سدھارنی کوشش کی، لوگ پارٹی سے اقتدار کے پیچھے پڑے۔ آج انسان کرنے کا کام یہ تھا کہ آدمیت کا احترام پیدا کر دے، خدا کا خوف پیدا ہو۔

### خدا کی ہستی و کان نہیں ہے:

خدا کی ہستی کو کان سمجھ لیا گیا، ہر ایک دوسرے سے گاہک سمجھ کر معاملہ کرتا ہے، یہ جرات ذہانت نہ رکھتا ہے آج سب طرف لسانی لینا عام ہے کہیں استادشہزادوں کی ٹیوشن، کہیں مزدوروں، نور کا رخشاہداروں میں ٹیوشن، یہ سب کیوں؟ یہ سب اسی تاجرانہ ذہانت کا نتیجہ ہے، شہنشاہوں کا کہنا ہے کہ سب کے سب گاہک ایک دوسرے رقیب ہیں، اور سب کے ذمہ فرائض ہیں، فرائض ادا کرنے میں مستعد ہوں اور حقوق حاصل کرنے میں فراخ دل، میری کہتے ہیں کہ آپ لوگ بھی یہی کرنے لگیں تو مٹا دیے گی زندگی کا لطف آئے گا، آج لوٹ، محسوس کا بازار گرم ہے، ہر ایک کی نگاہ تھوڑی پر ہے، انسان کی مجبوری پر نہیں۔

### ہمارا وجود ہر پارٹی سے زیادہ ضروری ہے:

ہم اپنے پیغام کو ہر پارٹی کے لئے ضروری سمجھتے ہیں، اور ہمارا وجود ہر پارٹی سے زیادہ ضروری ہے، کیونکہ ہمارا کام ہو گیا تو انسانیت کا مستقبل ہوا ٹکڑے بنے گا، آج کانٹے پیدا ہو رہے ہیں، آج انسان غفلت ہے، ہم کہتے آئے ہیں کہ انسانیت کی بنیاد لا کا، انسانیت کو نگہار، آج انسانیت کے درخت سے کانٹے اور کیسے پھل پیدا ہو رہے ہیں، آپ انسانیت کے مٹنے پھل پیدا کیجئے، ہم آپ کے کاموں میں دروازے ٹکڑے نہیں آئے، ہم یہ کہتے آئے ہیں کہ انسانیت کی خبر لیجئے، ہم اس بجلی، دھنی دینے کے خلاف فیلڈ پیدا کرنے آئے ہیں، نکاش یہ جھین پیدا ہو رہا ہے، غیروں کا کام ہے، جسے ہم یاد دلاتے آئے ہیں، کوئی دماغ ٹکڑے ہو رہا ہے، کوئی پیرٹ ٹکڑے پہنچ جاتا ہے، کوئی پیرور اور مکان میں ٹکڑے کر رہا جاتا ہے، لیکن مذہب خدا کے یقین اور محبت کے ساتھ دل میں اتر جاتا ہے، اور وہ آسمانوں کی کھٹک اور جین دور رہتا ہے، آسمانوں کی آسائیاں دیکھنا غیروں ہی کا کام ہے، انہیں کی مکتوں سے دل کی پچاس ٹپیں اور دلوں کو







سے ہر ایک کا دعویٰ ہے، اور ہر ایک کا وعدہ ہے کہ وہ اس گاڑی کو زیادہ تیز رفتار سے چلائے گا، لیکن کسی کو سست سفر اور مقصد سفر سے بحث نہیں۔

### اجتماعیت کا رجحان:

اب میں بتلاتا ہوں کہ وہ چوک کیا ہے، اور غلطی کہاں ہو رہی ہے، آج دنیا میں بڑی بڑی تنظیمیں ہو رہی ہیں، اس وقت اجتماعیت پر بڑا زور ہے، ہر کام اجتماعی اور عالمگیر بنانے پر کیا جا رہا ہے۔ یہ اجتماعیت ایک فرشتہ اور ترقی پسند رجحان ہے، لیکن افراد اور ان کی صلاحیت ہر اجتماعی کام کی اور ہر تنظیم کی بنیاد ہے، اور اس کی اہمیت سے کسی دور میں انکار نہیں کیا جاسکتا، اس زمانہ کی خطرناک غلطی یہ ہے کہ افراد کی اہمیت اور ان کی سیرت و صلاحیت کو بالکل نظر انداز کیا جا رہا ہے، مہارت بنائی جا رہی ہے، مگر جن اشئوں سے وہ بنے گی، ان کو کوئی نہیں دیکھتا، اگر کوئی یہ سوال جھیزتا ہے کہ: پیش کیسی ہیں؟ تو کہا جاتا ہے کہ انٹینس ناقص سی، کمزور سی، مگر مہارت مضبوط اور اعلیٰ ہوگی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ سو خراب چیزوں سے ایک اچھا مجموعہ کیسے برآمد ہوگا؟ کیا خرابی جب بڑی تعداد میں جمع ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے میں شامل ہو جاتی ہے تو معجزہ کے طور پر اس کی ایک عمدہ چیز ظاہر ہو جاتی ہے؟ کیا سو ۱۰۰۰ مجرموں اور ظالموں کے مل جلنے سے ایک انصاف پرور جماعت، اور ایک معدلت شعار اور دو جو دمی آ جاتا ہے؟ ہمیں تو یہ معلوم ہے کہ نتیجہ ہمیشہ مبادی اور مقدمات کے تابع ہوتا ہے اور کل ہمیشہ اجزاء کی خصوصیتوں کا نمائندہ اور مظہر ہوتا ہے۔ آپ سمجھ سبب ان نکالنا چاہتے ہیں تو جب تک انکلیاں ٹھیک نہ ہوں، میزان غلط رہے گی، یہ کہاں کی منطق اور کہاں کا فلسفہ ہے کہ افراد کو بنانے کی فکر نہیں اور ایک اچھے مجموعہ کی توقع کی جا رہی ہے۔

### مجموعہ کا غفلت:

آج کالجوں، تحقیقاتی اداروں، تجربہ ہوں، تفریحی سرگروں میں انسانی زندگی کی ہر حقیقی اور فرضی ضرورت کا انتظام کیا جا رہا ہے مگر ان آدمیوں کے بنانے کا کوئی انتظام نہیں سوچا جا رہا ہے، جن کے لئے یہ سب انتظامات ہیں، کیا یہ سب تیاریاں ان انسانوں کے لئے ہیں جو سانپ، بچہ، بدن کرز، مدنی گزار ہیں گے، جن کا مقصد زندگی بوالہوسی اور عیش پرستی کے سوا کچھ نہیں،

اس دور کے انسان نے نظم اور جرم کو منظم کیا ہے اور اس بارے میں وہ جانور سے بازی نہیں کھیلے گا۔ کیا بھی سانپوں اور بچھوؤں اور جنگل کے شیروں اور بھیڑیوں نے انسانوں پر کوئی منظم اور متحد حملہ کیا؟ لیکن انسان اپنے جیسے انسانوں کو فائدہ کرنے کے لئے تنظیمیں اور ادارے قائم کرتا ہے اور پوری پوری دنیا کو تباہ کر دینے کی اسکیمیں طے کرتا ہے۔ اس وقت افراد کی تربیت، سیرت کی تعمیر اور انسانیت کی سنتوں اور اخلاق پیدا کرنے کی طرف سے مجرمانہ غفلت برتی جا رہی ہے۔ لیکن کام سب سے خیر اہم سمجھا گیا ہے، مشینوں کو سنبھالنے کی کتنی ٹیکنیکریاں ہیں، گاڑیوں کو سنبھالنے کے کتنے کارخانے ہیں، اپنے سے بڑے کتنے مل ہیں مگر حقیقی انسان بنانے کا بھی کوئی ادارہ، کوئی تربیت کا کام ہے؟ آپ کہیں گے کہ یہ تعلیم کا ہیں، کالج اور یونیورسٹیاں! لیکن بے ادبی معاف، وہاں انسانیت کی تعمیر اور فرد کی تحسین پر کتنی توجہ کی جاتی ہے، یورپ اور امریکہ نے کتنے بڑے صرف نور کتنے بڑے ساز و سامان سے انہیں ہم بنایا، مگر اس کے بجائے وہ ایک فرد کا دل کو بنانا تو دنیا کے لئے ستارہ مبارک ہے، مگر ادھر کسی کا ذہن نہیں جاتا۔

### ہماری غفلت کا خمیازہ:

ہمارا ملک ہندوستان تاریخ میں بڑا مروجہ حکم و پاب ہے اس نے بڑے کامل افراد پیدا کئے ہیں مگر اب صدیوں سے اس کی طرف سے غفلت برتی جا رہی ہے، ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں نے بھی اپنے دور حکومت میں اس فرض کے ادا کرنے میں کوتاہی سے کام لیا، ان کی حکومت اگر خلافت راشدہ کا نمونہ ہوتی اور وہ اس ملک کے منظم اور حکمران ہونے سے زیادہ اس ملک کے مربی اور اخلاقی معلم ہوتے تو آج اس ملک کی اخلاقی حالت یہ نہ ہوتی اور وہ اس ملک کی تولید اور انتظام سے سنبھال نہ کئے ہوتے، پھر انگریز آئے، ان کی حکومت تو صرف اسپیج (SPONGE) کی طرح تھی، جس کا کام یہ تھا کہ گڑبگ کے دانے سے دولت چوس کر نیمر (TIMES) کے آئینے اگل دے، ان کے عہد میں اس ملک کا اخلاقی انحطاط کہیں سے کہیں پہنچ گیا، اب ہم کو آزادی ملی ہمیں چاہئے تھا کہ ہم سب سے پہلے اسی بنیادی مسئلہ کی طرف توجہ کرتے، کیا یہ ملک کبھی آزاد نہیں تھا، پھر وہ آزادی کی دولت سے کیوں محروم ہوا؟ اپنی اخلاقی جتنی اور اخلاقی کمزوریوں سے انگریزوں سے کہہ سکتے ہیں اور روشنی کی طرف بھی جتنی توجہ

۱۰۰  
 ۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰

۱۰۰  
 ۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰



کے فقہان نے ساری دنیا کے لکھ سؤ درہم برہم کر رکھا تھا، اور انسان اس کو کھو کر ایک خوشخوار درہم، ایک خریش جو پیمانہ کیا تھا۔ یعنی خدائی نستی کا یقین اور مرنے کے بعد کی زندگی اور جو باری کا یقین اور اس بات کا یقین کہ یہ سچ انسان خدا کا پیغام لانے والے اور انسان کی سچ رہنمائی کرنے والے ہیں، اس یقین نے انسان کی کاہلیٹ دی اور اس کو ایک بے لگام جانور سے ایک ذمہ دار انسان بنایا۔

## تاریخ کا تجربہ

ہمارا اس برس کا تجربہ یہ تھا کہ انسان سازی کے لئے اس سے بڑی طاقت نہیں، تاریخ دنیا کی سب سے بڑی برکتی یہ ہے کہ جماعتیں موجود ہیں، قومیں موجود ہیں، تنہیں اور ادارے موجود ہیں لیکن صالح و فساد نایاب ہیں اور دنیا کے ہزاروں میں سب سے زیادہ فاسدی جنس کی کمی ہے، خطرناک بات یہ ہے کہ انسان کی تیاری کی فکر بھی نہیں ہے اور حج پوچھنے تو آخر تیاری کی کوشش بھی کی جاتی ہے، اس کے لئے صحیح راستہ نہیں اختیار کیا جاتا، اس کا راستہ صرف ایک ہے اور یہ یہ کہ یہ یقین بھر پیچہ کیا جائے اور سب سے پہلے انسان کو انسان بنایا جائے، اس کے بغیر تمام دھندلیں ہو سکتی خرابیاں، دھرمیں ہو سکتیں، آپ ایک چور اور لٹہ بند کریں گے، دن چور، روزانہ کھل جائیں گے، افسوس ہے کہ جن کو ان بنیادی کام کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے، ان جن کے توجہ کرنے سے اثر ہو سکتا ہے، ان کو دوسرے مسائل سے فرصت نہیں، اگر وہ اس مسئلہ پر توجہ کرتے تو اس سے پوری زندگی پر اثر پڑتا اور مسئلوں مسائل اس سے حل ہو جاتے، جن پر غلچہ و غلطی کی جاتی ہے اور نہ طر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔

## ہماری جدوجہد کا محرک:

ہم نے اب یہ کیا کیا ہے، لیجئے چور سے ملک میں کوئی اس کی سزا دینا نہیں، اور کوئی اس کو اپنی زندگی کا مقصد اور مقصد بنانے والا نہیں تو ہم اور ہمارے چند بے سرو سامان ساتھی اس حکومت کے لئے اپنے گھر سے نکلے، ہم آپ کے شہر میں آئے، آپ نے ہماری پذیرائی کی اور انچاس اور سکون سے ہماری بات سنی، اس کے بعد بڑے شکر گزار ہیں اور اس سے ہماری بڑی

حاصل افزائی ہوتی ہے، ہم اسی امید پر نکلے ہیں کہ انسانوں کی اس وسیع ہستی میں ضرور کچھ زندہ دل پائے جاتے ہیں، دنیا کا ہر کام انہیں انسانوں کے وجود کے یقین اور ان کے زندہ دلی کے اعتماد پر کیا گیا ہے، اتنے بڑے مجمع میں ہمیں امید ہے کہ بہت سے دلوں نے ہماری اس بات کو قبول کیا ہوگا، ہم اس بات کی بھی امید کرتے ہیں کہ وہ اپنے کو وہ فرد بنانے کی کوشش کریں جسے جس کی آج دنیا کو ضرورت ہے اور جس کے بغیر اس زندگی کی چول بیٹھ نہیں سکتی۔







نہ جتنا، لیکن وہ جو عزت ختمی تھی وہ جاتی رہے گی، اولاد نہ جو حاصل ہوئی تھی جاتی رہے گی۔

### آخرت کی عظمت و وسعت :

میرے دوستو! وہ آخرت اس کا تو ہم تصور ہی نہیں کر سکتے، ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہو اس سے آپ کہیے یا بھی بیٹا ہوا ہو، اس سے کوئی اثر بات کر سکتا ہو، اور وہ بات سمجھ سکتا ہو تو اس سے کہیے کہ بیٹا، جب خریدا گیا میں آؤ گئے تو بڑا وسیع میدان ہوا، ہزاروں ہزار میل کا وہاں باہر زون میں جس درجہ یعنی، اور پانی بہت کا وہاں پر، عیس چلتی ہیں، اور دو بچے بے پرواہی سے پیٹ میں کیا سمجھتے کہ جبر کیا ہوتا ہے، اور مل کا تپہ پر چلتی ہے اور تلی میز چلتی ہے، اور تو اور ہوئی جہاز اڑیں گے۔ بچہ ماں کے پیٹ میں ہے اور یہ اس سے کہہ رہا ہے کہ یہاں بھی ولت آ سکتا ہے کہ ہوائی جہاز میں بیٹھ جائے۔ بالکل ایسے ہی بلکہ اس سے بھی بڑا آخرت کا وسیع ہے۔

یہ تو اللہ تبارک تعالیٰ کی قدرت ہے اور اس کی مصلحت ہے کہ اتنا بھی ہماری سمجھ میں آ سکیا اور نہ ہماری سمجھ میں آئے، الی بات ہی نہیں ہے کہ اس زندگی کے بعد کی زندگی میں کیا ہوگا، کیا ملے گا، وہ تھی وسیع ہوئی "غرضہا السموات والارض" اس کی وسعت میں زمین و آسمان ایسے ہیں جیسے سمندر میں کوئی انگریز ٹنگی ڈال دے، یہ بھی پتہ نہیں چلے گا کہ جی کہاں؟ تو ایسے ہی یہ ہماری دنیا حدیث میں قرآن میں "موضع سوط فی الجنة حیون لدنیا وما فیہا" قید کو زار کھنڈی (پھیلا کر نہیں اکڑا کر کے مار کھنڈی کی جگہ ساری دنیا سے وسیع ہے تو اس آخرت کا تو کیا کوئی تصور کر سکتا ہے اور پھر آخری بات یہ ہے کہ "و درصوان من اللہ اکسر" اللہ کی رضا کہ جب بندوں کو غلو ہوگا، جنت میں اللہ انہیں ہو میرا، ملک یہاں برائش ہے، رب مجھ سے خوش ہے، رب مارا نہ تھی کا کوئی کھانڈ نہیں آتی لذت کو، اس کی عزت کو تو کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔

تو دین کا اصل مائع ہے اس آخرت میں کامیابی، امان، اس آخرت کے فخروں سے بچنا، انہی طرح نہ بھٹکے، اس آخرت کا جیش نہیں بکرا، اس آخرت میں زندگی دوام، ایک رہنے والی نہیں آتا۔ نہ والی زندگی دیا کرنا ہے، اللہ فرماتا ہے "لا یغزو قون فیہا الموت

الا الحوائط والاولیٰ“؛ جب اس دنیا سے جائے گئیں گے تو ایک سی سرجہ موت کا حجرہ ہو گا اور اس کے بعد موت کا کوئی امکان نہیں۔ پھر موت نہیں آئے گی، یہ دین کا اصل مونسوع ہے۔ اس لئے کہ دین جتنا بڑا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس سے جتنا خوش ہوتا ہے، اس کے افادہ م کی اس دنیا میں کوئی مچائش نہیں، اس دنیا میں تو بہت چیزوں کی مچائش نہیں، کتنے آدمی ہیں جن کو شادی مرگ ہو جاتی ہے۔ ایسی خوشی حاصل ہوئی کہ برداشت نہیں کر سکا اور دم نکل گیا تو اللہ تعالیٰ کے صلہ انعامات کی تو اس دنیا میں مچائش نہیں، اس لئے اس نے آخرت رکھی ہے۔ وہ جنت حقیقی جنت ہے، اور وہ زندگی حقیقی زندگی ہے، اور وہ مہر حقیقی گھر ہے۔

### دین پر عمل کرنے سے دنیا میں بہشت کا مزہ:

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس دین میں یہ خاصیت رکھی ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو اس زندگی میں بھی جنت کا کچھ لطف آنے لگے۔ عارفوں کو تو چھوڑیے وہ تو کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ہم کیا عیش کر رہے ہیں، کس لطف میں ہیں تو ہمیں بیٹھنے نہ دیں، بگوار لے کر ہم پر حملہ کریں اور کوئی اللہ کا بندہ کہتا تھا کہ میرا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے، مجھ سے کیا چھین سکتا ہے، میری جنت میرے سینے کے اندر ہے، میں گھر اہوں تو جنت، میں بیٹھوں تو جنت، جنسی طبی صدری، میری جنت میرے سینے کے اندر ہے، متوسطہ و بچے کے مسلمانوں کو بھی اس زندگی میں وہ راحت وہ عزت، وہ سکون حاصل ہو سکتا ہے کہ جس کی غیر مسلم جو دین سے نا آشنا ہیں، تصور نہیں کر سکتے، مگر شرط یہ ہے کہ اس دین پر عمل کریں، اور وہ دین محض تو یہیت کا دین نہ ہو، جہنم میں نام لکھانے کا دین نہ ہو، اور فائدہ حاصل کرنے کا دین نہ ہو کہ مسلمان کے گھر میں اس کی جہ سے شادی ہو جاتی ہے۔ رشتہ ہو جاتا ہے، اور عید بقرعہ میں ملنے کا مزہ آتا ہے، اور شادی بارات میں چڑھتے جاتے ہیں بلائے جاتے ہیں، یہ دین اس کا نہ ہو، اس دین سے راحت نہیں حاصل ہوگی۔ اس دین سے کوئی سکون نہیں ہو گا، اس دین سے کسی سختی میں رحمت و برکت نازل نہیں ہوتی، اور آفتیں و ورثیں ہوں گی، دین جو محض فائدہ اٹھانے کے لئے نہ ہو بلکہ بندگی کا دین، اور شریعت میں جو حکم ہو اس کو ماننے کی برکتوں کا پھر حال یہ ہو گا جو اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔





وہاں سے اٹھ کر بیٹھے وہ نکتہ ٹک نہ بنے۔ بتنگڑوں ہزاروں روپے کا نکتہ جات، اضافہ ہو گیا۔ بھی بیہوشی سے کہ اگر سب کو آئے اور جو نہ تو پھر آ دی، بیٹھ کیسے سکے گا، غور میں کیسے رہ سکیں گی۔ بچے کیسے کھیاں تھیں گے، اس لئے نکتہ نکالا جائے، لاشعنا کہ یہاں قہر مہر کے لئے پانچ ۵۰۰ روپیہ کی فیس داخل کر، تو یہاں قہر آ سکتے ہو اور یہاں سے گزر جاؤ ایک مرتبہ، انکی وہ چھین متروک، ہنہ جو نے ٹی، مگر اندر ہے کہ سب کچھ کریں گے مسلمان، ہزار قہر کریں گے کافر بھی، ہمارے کہ یہ آرم کا طریقہ ہے تو اس کو اختیار کریں گے لیکن اللہ کا رسول بھی جانتا ہے کہ اس میں آرام ہے، اس میں راحت ہے، اس میں عزت ہے، اسی کو نہیں اختیار کریں گے، بھڑ بھڑائے، اس ناقدہ کی بھی کوئی حد ہے کہ اگر کوئی تحیم کہہ دے، ڈاکٹر کہہ دے، کوئی غیر مسلم، مسپر کہہ دے، کوئی سینٹی لیڈ کہہ دے کہ وہ ٹھوکر تو تو کرنے کے لئے تیار، ہزاروں روپے خرچ کرنے کے لئے تیار، لیکن اللہ کا محبوب رسول بھی یہ کہتا ہے کہ اس میں تمہارا فائدہ ہے، اس میں تمہارا نقصان ہے اس کو نہیں، نہیں گے۔

امت محمدیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ:

میں شکایت ہے صاحب۔ مسلمان ہی ہر جگہ ذلیل ہیں، مسلمان ہی ہر جگہ مارے جاتے ہیں، مسلمان ہی ہر جگہ پریشان ہیں، وہ جیسے کوئی بچہ مریض ہوتا ہے تو اس کو ہر چیز کی تحیم کرتے ہی جاتی، اس طریقہ سے اس امت کو مسرت مسرت محمدی بھیجنا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہے کہ پانچ گئے تو اس راستہ سے پاؤ گے، تمہارے لئے راستہ یہ مقرر ہے، یہ عزت کا راستہ تھا، وہ دین کا مرض لیا تھا، ان کو جو کچھ ملا وہ دین کے راستے سے ملا، نبوت کے راستے سے ملا، لیکن خدا کے بند نے اسی راستے کے باغی تھے، وہ دوسرے راستوں سے عزت یہ جتے تھے، اسی لئے "نفسہم علیہم" کہا کہ اللہ کا غضب ان پر ہو، ہم نے یہ عزت دی،

يٰۤاَيُّهَا اِبْرٰهِيْمُ اذْكُرْ اَنِّيْ اُنْعَمْتُ عَلَيْكَ وَاِنِّيْ اُفْضِلُكَ  
عَلٰى الْعٰلَمِيْنَ (سفرہ ۱۲۲)

(اے ابراہیم! یاد رکھ کہ میں نے تم پر احسان کیا کہ جو میں نے تم پر

کو اہل عام انسانیت انسانی۔

دوسرے تین مرتبہ اب اس کے بعد "افقو بعهدی اوف بعهدکم" (ترجمہ میرے عہد کو پورا کرو، میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا) انہوں نے کہا اب آپ کی بعہد پورا کیجئے، ہم و تمہیں عہد پورا کریں گے۔

عقائد و عبادات میں مسلمانوں کا طرز عمل:

مسلمانوں کا دین یہ ہے کہ پوری شریعت پر نہیں چلتے، بلکہ ایک حکیم کے نسخہ میں آپ کریم مرتے دیکھ لیجئے کہ کیا انجام ہوتا ہے، کیا حکیم اور کیا اس کا نسخہ؟ بلکہ چارہ بی بی بی تھیں، ہر روز جو اس میں تھی، ہر روز جو تھا وہ کسی مصلحت سے تھا اب آپ نے اس میں تعزیرات، شروع کر دی، اور کہا یہ چارہ بی بی بی کیا کریں، اس دینی چیزیں کافی ہیں، اب نکتہ ہیں کہ صاحب زادہ نہیں کیا، بیٹے کا درجہ نہیں کیا، تو حکیم کے نسخہ میں کریم کریم کے نسخہ میں نقصان پہنچتا ہے اور کوئی عقلمند آدمی نہیں آتا اور اند کے رسول اللہ کے بتائے ہوئے نسخہ میں کریم صاحب زادہ نہیں کے عبادات سے مطالب نہیں، عبادت نہیں لے رہا تھا، اس سے منسوب نہیں عقیدہ اور عبادت کا حال یہ ہے کہ:

کرب خیر است بہت کی چو جائے

جو خیر ہے مینا خدا کا تو کافر

جھٹکے آگ پہ بہر بعہد تو کافر

کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر

مگر مہمانی پہ انظار ہیں راہیں

پرستش کریں شوق سے بس کی جاہیں

دیکھتے جتنے چاہو، احوال نہیں اُس پر ہو کہ نہیں اس میں شکر ہے، یہ بدعت ہے، یہ خلاف شریعت ہے، تو آپ کو اس سے مطالب نہیں یہ شریعت پر چلنا ہے، اس کا نام احامت ہے؟ یہی تو یہ ہیں، کیا تھا، درحد قولی فرمانات کے کہ اب ان کتاب تمہارا کام نہیں چلے گا، جب تک کہ تم پوری کتاب پر نہ چلو، وہ زمانہ وہ میں دیکھنے فرمایا کہ نہیں، تمہیں چہر کی کتاب

پر عمل کرنا ہے، تمہیں پورے دین پر چلنا ہے، جب جا کر کام بنے گا تو میں یہ جہرہاںوں کہ دین کی قدر تو آئے کی آخرت میں اس کو کوئی بیان ہی نہیں کر سکتا، دنیا میں بھی اس کا مزدور دیکھئے۔

ہم نے اپنی زندگی سے لوگوں کو اسلام سے روکا:

آج ہم مسلمانوں کی زندگی اور اسلامی ہوتی تو یہ تک اسلام سے اتنا آشنا ہوتا؟ یہ اسلام سے قانع ہو، ہرگز نہ ہو، ہر لوگ کہتے ہیں کہ تمہاری یہ زندگی مسلمانوں کی نہیں، تمہارے گھر جو اتفاقاً ہیں، یہ مقدمہ بازیاں ہیں، وہ ان سے زیادہ ہیں، ہم جتنی مانگیں کرتے ہیں، وہ جتنے تیش کے خلاف کام کرتے ہیں، وہ نہیں کرتے، ہم جتنے ہیں، وہ غافل ہیں بے کار ہیں، وہ نہیں ہیں، ہم جتنے جاہل ہیں، بے پڑھے ہیں، وہ نہیں ہیں، تو کیا کشش ہو کہ وہ اسلام کی طرف راغب ہوں، جہاں نہیں کوئی بہشتی ایک نمونہ کی بہشتی بن جاتی تھی، وہاں دیکھ بیٹھے، اسلام کس طرح پھیلتا تھا، اند و خیرہ میں کیا ہوا؟ یہ جو آپ سنتے ہیں کہ مسلمان اکثریت میں ہیں، یہ صورت کیا ہمیشہ سے تھی؟ یہ تو بحر ہند کے جزیرے ہیں۔ عرب سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا، اور جزیرے کی طرح جزیرے ہیں، تو یہ سینکڑوں ہزاروں جزیرے ہیں، ان کے مجموعہ نام ہندویشیا ہے، اور وہاں اسلام ایسا پھیلا کہ تھوڑے سے وہاں غیر مسلم ہیں، باقی سب مسلمان ہیں، وہ کیا آواہاں پر عرب تاجر گئے، وہاں کھولنی، وہاں بیٹھ گئے، ان کی صورت و سیرت دیکھ کر، ان کے اخلاق دیکھ کر، ان کی ایمانداری دیکھ کر، ان کی اللہ کے یہاں مقبولیت دیکھ کر اور ان کی دعاؤں کی مقبولیت دیکھ کر، ملک کا ملک مسلمان ہو گیا، عرب تاجر اور عرب سونی، اللہ کا نام سنانے والے وہی طبقے ہیں، جنہوں نے ہر جگہ اسلام پھیلا دیا ہے۔۔۔ وہاں اند و خیرہ میں، بلخیا میں اور یہاں ہندوستان میں انہی دو طبقوں نے اشاعت اسلام کا کام کیا، خود شرتی بنگال جو ہندوستان کا بالکل شرتی حصہ ہے، انہیں لوگوں کی سکائی ہے

احکام شریعت پر عمل نہ کرنے کی نحوست:

یہ بھی شرفاء کی ایک بہشتی ہے یہ بھی بیحد داروختوں کی اور تعلیم یافتہ لوگوں کی ایک بہشتی ہے۔



اور بھی ہر طرح کے لوگ ہیں، دین پر پورا عمل تو بہت بڑی بات ہے۔ اللہ نصیب کرے لیکن دین پر عمل کرنے کی حقیقتہً کوشش کریں۔ ایمان داری کے ساتھ دین کے تمام شعبوں پر، ہم نے اچھے اچھے علماء میں دیکھا ہے، سب کا ہم سے تعلق ہے لیکن ترک تفسیر نہیں، دوسرا شرعی صریحہ پر، نتیجہ یہ ہے کہ فساد کا ایسا بیج ہوا یا کریم ہے کہ پشتوں تک وہ ختم نہیں ہوتا۔

ہم جانتے ہیں کہ اصل تو اس دین کا فائدہ اور اس دین کی ہر کس تو ظاہر ہوئی مرنے کے بعد، آنکھ بند ہوئی اور پتہ چل گیا کہ نماز کیا، دلا دینی ہے اگر کھ لیا دلا رہا ہے، اور کہاں ہو، اللہ نصیب کرے، ہر مسلمان کو، ہم کو اور آپ کو خاص طور پر، لیکن اس دنیا میں بھی اس شریعت کی برکت ظاہر ہو کر رہتی ہے۔

### عقائد اور اعمال کی تاثیر اور معاصی کے نتائج و اثرات :

جب اللہ تعالیٰ نے منکھیا میں اثر رکھا ہے ہزاروں برس سے، آج بھی کوئی منکھیا کھائے، وہ حسب پرانی باتیں ہیں، لیکن نے لکھ دیا ہوگا، منکھیا کو بہت عرصہ ہو گیا اب یہاں کوئی منکھیا سے مرنا ہے، کوئی تجربہ کر کے دیکھتے، اس کا تجربہ تو کوئی نہیں کرے گا، میں کہتا ہوں کہ گلہ بھٹکے، اور برک کا وزب اور عناب والا کی سینکڑوں برس سے یہ بتایا جاتا ہے کہ گلہ بھٹکے کی یہ تاثیر ہے، اور برک کا وزب کی یہ اور فطرت کی یہ اور خیال داری کی یہ اور قضا کی یہ اور آج تک اس میں تاثیر و وجود ہے اور جب ان دواؤں میں یہ تاثیر سینکڑوں ہزاروں برس سے چلی آ رہی ہے، طب یونانی کب تھی، یونان کہاں تھا؟ کب تھا؟ یہ حضرت مسیح علیہ السلام سے بھی پہلے کا زمانہ ہے، یونان کے عروج کا زمانہ، حضرت مسیح کو ہزار برس کے قریب ہو گئے، تو حضرت عیسیٰ سے بھی معلوم نہیں، کتنے سو برس پہلے یونان کا عروج ہوا ہے، اس وقت ان لوگوں نے یہ نہ سمجھیں دریافت کی تھیں دواؤں کی، ہمارے یہاں طب یونانی چلی آ رہی ہے، بعد میں عربوں نے اس میں بڑا اضافہ کیا مگر اس کی اصل جو ہے وہ یونانی ہے، تو یونانی حکماء جو کہیں وہ تو آج تک پورا دوا اور اللہ کے رسول ﷺ جو کہیں، اور ابھی جن کو زمانہ بھی، اتنا نہیں گزرا اور اس میں ہم کو شک ہو، یہ کیسا ایمان ہے؟ کہاں کا ایمان ہے؟ کہ گلہ بھٹکے کے اثر پر تو ہمیں ایمان ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کا کہنا کہ "سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم" جو ہے "کلمتان خفیفان

عَلَى الْمَسَانِينِ ثَقِيلَانِ فِي الْمَعِزَاتِ حَيْثُ إِلَى الرَّحْمَنِ "یہ زبان پر تلک اور اللہ تر ازہ میں بھاری اور اللہ کو بہت محبوب ہیں۔" سبحان اللہ وبحمده سبحان اللہ العظیم "اس پر ہمیں اعتدائیں؟ نہ کہ تقسیم کرنے سے یہ برکت ہوتی ہے، ہمارا اس پر عقیدہ نہیں گناہ میں یہ یہ خاصیت ہے، بعض گناہ ایسے ہیں جن سے وہ نہیں پیدا ہوتی ہیں، بعض گناہ ایسے ہیں جن سے رزق میں برکت اٹھ جاتی ہے، بعض گناہ ایسے ہیں ان سے موتیں جلدی ہو سکتی ہیں، زندگیوں میں گم ہوتی ہیں۔ حضرت تھوڑی قدر مرہ کا سالہ ایکے "جسرا"

الاعمال "اس میں: کچھ کچھ کن کن اعمال پر کیا اثرات شریعت کی طرف سے ہوتے تھے ہیں کہ ان کی یہ نحوست اس کی یہ نحوست آن دیکھ رہے ہیں، ہم دنیا میں، اس پر ہمارا ایمان ہے جس خطہ میں ہے، جس زمانہ میں، جتنی دیر کے لئے، جتنے وقت کے لئے شریعت پہ عمل ہوا عمل ہوئی رہیں خدا کی نگرانی میں اس کے خلاف۔

وَقَدْ يَنْبَغِي لِرَسُولٍ جَرَّ بَعْدَهُ مَا تَوَسَّلَ لَهُ الْفُلُ وَبِشَيْعٍ غَيْرِ سَبِيلِ  
الْمُؤْمِنِينَ مَوْلَاهُ مَا تَوَسَّلَ لَهُ الْفُلُ وَبِشَيْعٍ غَيْرِ سَبِيلِ (نہ ۵۰)

۱۔ ہمارے شخص یہ جو رسول معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی جماعت کرنے ہمارے دین کی راستے کے ہمارے راستے پر جاتے ہیں جو وہ چاہتا ہے ہم سے جو ہماری چلنے والی ہے اور (قیامت) کے ان جنم میں داخل کریں۔

جو ان کے خلاف کرنے کا وہ دیکھنے کا چاہے سوہ اسرار ہو جائے اور نہ کہ کر کے دین اور ساری دنیا کے سامنے ناک رہے تب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ نکتہ نہ ٹی، نہ راحت ملے گی۔ سکون مسلمان کے لئے قیامت میں راستہ ہے، اور دین و شریعت کا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## ایک چونکا دینے والی آیت

ذیل میں ہم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی مدظلہ کی وہ تقریر پیش کر سنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جو مولانا نے ۲۷ نومبر ۱۹۸۸ء کو سرحدی رُکے موقع پر چھ دنوں ان ہندوستانیوں یا کشانیوں کے سامنے فرمائی تھی جو وہاں برسوں سے گھر ہیں اور عرصہ سے وہاں رہ رہے ہیں۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء  
والمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين . اما بعد . فاعوذ بالله من  
الشیطان الرجیم ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ،  
وَلَا تَخْضَعُوا خُطُوبَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ، فَإِنْ زِلْتُمْ مِنْ بَعْدِ  
مَا جَاءَكُمْ تَكُونُوا لِنَيْتٍ فَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

میرے بھائیو! اور میرے دوستو! میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم کی آیت پڑھی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔

اے ایمان والو! داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے کے پورے اور شیطان کے نقشہ پائے قدم کی پیروی نہ کرو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ تم سے لغزش ہوگی صاف صاف باتیں آ جانے کے بعد تو یاد رکھو کہ خدا کے تعالیٰ غالب و حکیم ہے۔

حضرات یہ آیت بڑی چونکا دینے والی ہے، اللہ سے جنگ کا کیا مطلب ہے۔ کیا اس کا کوئی مکان ہے۔ کیا اس کا کوئی تصور کر سکتا ہے، بھلا اللہ سے بندہ جنگ کر سکتا ہے۔ لیکن قرآن میں لفظ یہی استعمال کیا گیا ہے۔ جس سے ہمارے کان کھڑے ہو جانے چاہئیں تاکہ

بسم لرز جانے چاہئیں۔ کہ اللہ تعالیٰ جو ملک الملک، خالق کائنات، قادر مطلق اور محسن و منعم ہے وہ اپنے بندوں سے کہے کہ اسے ایمان والوں صلح میں داخل ہو جاؤ، پورے کے پورے۔ ہم سے جنگ بھڑاؤ ترائی اور مقابلہ کی کوئی گنجائش نہیں ہونی چاہئے!

بھہرؤ ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ "ہی المسلم" کے بجائے "ہی الاسلام" کہا جاتا ہے۔ اسام میں داخل ہو جاؤ۔ مگر نہیں یہاں سلم میں داخل ہونے کو کہا گیا یعنی خدا کے ساتھ تمہارا معاملہ فرما کر اور ان مسلمانانہ طریقہ چاہئے اور کھل ہونا چاہئے۔ عقائد میں بھی بفرائض و عبادات میں بھی، طہریات و شہرت اور طریقہ زندگی میں بھی، تمہیں اللہ کی تعلیمات اور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کے لائے ہوئے اور بتائے ہوئے احکام کا پابند ہونا چاہئے اور تعلقات میں بھی اس کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ کہ اللہ کے دشمن سے وفاداری اور اطاعت و فرمانبرداری کا تعلق نہ ہو۔ "اسلام" کا لفظ "سلم" ہی سے نکلا ہے۔ عربی زبان و لغت کے لحاظ سے "اسلام" کے معنی ہیں اپنے کو حوالہ کر دیا، تسلیم کر دیا۔ اپنی ہر چیز سے دستبردار ہو گیا۔ اپنی حکمت سے خواہش و مصالحت و مفادات سے فوائد ضرر میں فرق کے لحاظ سے اور احساس سے دشمن ہو گیا، اپنے کو خدا کے احکام کے قدموں میں ڈال دیا اور اپنے کو بالکل سپرد کر دیا۔ اور سلم کے معنی صلح کے ہیں۔ قرآن میں دوسری جگہ آیا "وان جنحوا للسلم فاجنح لها" اگر یہ لوگ صلح کے طرف مائل ہوں تو آپ بھی صلح کی طرف مائل ہو جائیے۔ "اسسلم من مسلم واحباب من حارب" مصالحت کرنا اور اختیار کرنا ہوں اس کے لئے جو مجھ سے مصالحت کر دیا پائے اور مقابلہ نہ کرنا۔ اور یہ اختیار کرنا ہوں اس کے لئے جو جنگ کرے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دیگر مقامات پر اپنے لئے ایسے پر جلال اور با عظمت لفظ استعمال کئے ہیں جو لرزائے دین والے اور قہر والے والے میں مثلاً سو کے بارے میں آیا۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُمْ

مُؤْمِنِينَ فَإِن كُنتُمْ تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ دُونَ الْحَرْبِ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ"

(ترجمہ) اگر تم نے جو نہیں چھوڑا تو تیار ہو جاؤ اللہ سے لڑنے

کے لئے۔ جنگ کرنے کے لئے۔ اور اسی طرح حدیث میں آیا ہے۔ من اذی لی

ولیا فقد اذنبہ بالحرب۔ میرے کسی دوست اور قبول بندے کو جو ستائے گا یا اہم پائے گا تو

میں نے اس کے لئے اعلان جنگ کر دیا؟

تو بظاہر یہ دور اور بہت دور کی بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ کون سا شامت زدہ اور بد نصیب ہوگا جو خدا سے جنگ کی بجائے گناہوں سے برسرِ مقابلہ ہوگا۔ لیکن انسانوں کی افسوس کی افسوس، انسانوں کی زندگی کے تجربات، اللہ و رسول کی تعلیمات کے مقابلہ میں طرزِ فہم اور ان کے کردار کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔

اس کا امکان ہے کہ ایک آدمی اسد، مکا و عوی بھی کرے۔ اللہ کا بندہ ہونے کا دعویٰ اور اعتراف کرے۔ اور پھر بعض چیزوں میں اللہ تعالیٰ سے (علاوہ اللہ سواہ) اللہ کے لیے جنگ کرے۔ یعنی کچھ مانے اور کچھ نہ مانے۔ اللہ کے یہاں رزرویشن اور تنہا کے ساتھ اور اپنی مرضی و جمل، جیسے ہونے کوئی بدنی کا قلع کا قلع کرے کہ ایسا صاحب، ہم عقائد ہوتے ہیں، بے شک تو حیدر برحق، معاد اور آخرت کا عقیدہ برحق، حساب و کتاب برحق، لیکن معاشرہ میں، تہذیب میں، اپنی حدیث زندگی میں، اپنے عزیزوں کے ساتھ تعلقات میں، دین دین میں، کاروبار میں، تجارتی معاملات میں ہم آواز ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، یہ آیت اسی نے نازل ہوئی ہے۔ اور یہ آیت کو یہ غرض ہے۔ ایک بہت بڑے فخر کا اعلان ہے کہ وہ فرمانا ہے، اے وہ لوگو جن کو ایمان لانے کا دعویٰ ہے

ادخلوا فی السلم کافةً اللہ کے ساتھ پورے طور پر صلح میں داخل ہو جاؤ یہاں یہ نہیں چلے گا کہ تم اہل ایمان نہیں، تم نہیں۔ بیٹھا تھا تو پہلے بڑا کڑوا تھا، یہ نہیں آپ کی، کچھ لہجہ کہ مسجد میں داخل ہو جانے کوئی تو اپنے پورے جسم کے ساتھ داخل ہو جاتا ہے کوئی کہنے لگے کہ صاحب! تم تو پورے جسم کے ساتھ نہیں آتے، یہ اس وقت میں مسجد میں، اور بیان دیکھتے ہیں باہر، ہم اپنا سر بندھ دیتے ہیں مگر ہمارا عقیدہ جسم باہر رہے گا، اپنی نماز کے بارے میں کہے کہ قیام تو مرا نکھوں پر، سو ہر قیام کرنا لیجئے، لیکن بیجا مشکل ہے، کوئی اور کچھ سے ہمیں معاف رکھئے، اس میں ہمیں اس آیت کی توجیہ محسوس ہوتی ہے۔ ہمیں اپنی شکست کا احساس ہوتا ہے۔ ہمیں اپنی خودی سے قہر وار ہونا پڑتا ہے۔ تو دوستو! ایسی مہارت نماز نہ بلانے کی مستحق نہیں، بلکہ یہ لہجہ کا ایک کل اور کلمہ کا ایک روپیہ ہوگا۔

آپ مجھے صاف کریں، معلوم نہیں کہ آپ کیا توقع رکھتے ہوں گے کہ میں آپ کو





بھلائی دلائی ہے۔

یہ بڑی چوڑا کاپی ہے۔ وہاں آیت ہے جو ہم نے آپ کے سامنے پڑھی۔ معلوم نہیں کہ پھر کبھی مان ہو کہ نہ ہو۔ نہ تعالیٰ میں وقت نہ یا کچھ پہلے زمین میں ڈالے ہے وہی میں کچھ بہ سزا ہوں، یہ آیت میرے ذہن میں آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّخِذُوا فِي السَّلَامِ عُقَدًا

يا ايھا الذين آمنوا صلح میں پورے کے پورے۔ "عقد" کا تعلق دونوں سے ہے، یعنی سارے احکام کو مانو اور تم سب مانو۔ ایک نے مانا اور دوسرے نے نہیں۔ اور اقل کو مانا دوسرے کو نہ مانا، یہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ سب ہمارا ہے۔ ہمیں دے دو۔ سب ہمارے موالد گردو، عقائد وہ ہوں جو اللہ اور اس کے رسول نے بتائے ہیں۔ اس میں ذرا بڑا فرق نہ ہو۔ ناسکات میں کسی اور کا علم چاہیہ نہیں "إلا لله الحلق والأمر" یا رکھو اس کا کام ہے پیچ کرنا اور اسی کا کام ہے علم دینا، وہی پیدا کرنا ہے وہی صحت دینا ہے، وہی رزق دینے ہے وہی طاقت دینا ہے وہی دولت دینے ہے، وہی عزت دینا ہے، وہی تیار کرنا ہے وہی شفا دینا ہے۔ وہی اولاد دینے والا ہے۔ وہی قسمت کا بننے بگاڑنے والا ہے، اللہ کے تعلق یہ عقیدہ پورا کا پورا ہو کہ اس کی سلطنت میں اس کے اختیارات میں کوئی بڑی ہستی بھی شریک نہیں ہے نہ دنیا، شریک میں نہ ابلیس، اللہ تعالیٰ کو سمجھو کہ وہ قادر مطلق ہے اس کے یہاں کسی کی سزا نہیں ملتی، اسی طرح اللہ کے رسول بھیجے کہ وہ قادر مطلق۔ نو قرآن مجید میں ہے کہ جو لوگ اللہ کے رسول بھیجے کسی کچھ بات ماننے ہیں کچھ نہیں، مگر رسول بخیر کے مطیع نہیں ہیں۔

مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ الْحِكْمَةُ

کہ کسی مسلمان کو یہ اجازت نہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسول بخیر کا کوئی حکم شرعی معلوم ہو جائے تو اس کا کوئی اختیار باقی رہ جائے اور یہ کہے کہ ہمیں اس کو چھوڑ دینا یا موقع دیجئے۔ فوراً ہم جواب نہیں دے سکتے کہ ہم غور و مانیں گے نہیں جب معلوم ہو جائے کہ یہ اللہ کے رسول بخیر کا حکم اور فرمان نامع ہے۔ یہ ان کا قول ہے صحیح طریقہ سے ہم تک پہنچے تو انسان کا اختیار اور وہی حکم باقی رہتا تو کسی کرنا ہو گا کہ اللہ کے رسول بخیر کہتے ہیں۔







ہوئی کہ ایسا کہ یہ بات بھی سب بہت سخت فقط ہے "لا سرکوا" "یہ نہیں کہا گیا کہ ان کے ہاتھ پر ریت نہ کرو، یہ نہیں کہا کہ ان کے غلام نہ بن ہوں بلکہ ان کی ہڈوں بھی ٹھس ہونا چاہیے۔ ان کی طرف جنہوں نے ظلم نہ کیا شیرو بنار کھاتے۔

کچھ مسلمان ہیں جو اس کو بھی دین کا کوئی شعبہ سمجھتے ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ صاحب ایہ باتیں تو زندگی کی ہیں۔ یہ باتیں تو دین سے بہر ہیں آپ دین کی باتیں کہتے ہیں۔ آپ یہ بتائیے کہ خدا کی چیز پر جسے میں کٹر ثواب ہے۔ خداوند علیہ میں کتنا ثواب ہے۔ تو مریض کا کوئی طریقہ بتائیے۔ کوئی عمل بتائیے باقی باتوں میں ہم بہ اکل آزاد ہیں۔ جو بیماری سمجھ میں آئے گا وہ ہم کریں گے۔ اس سے بحث نہیں کہ اس کا ساتھ دینے سے دین کا نقصان ہوگا یا دین کا فائدہ ہوگا۔ اس کا ساتھ دینے سے دین میں سہولت پیدا ہوگی یا دشواری پیدا ہوگی۔ اس ماری چیزوں کو ہم نے دین کے دائرے سے الگ سمجھ رکھا ہے۔

۱۰ حکام و مسامیر پر کسی چلن چاہئے

ہم سب بھائی ہیں ہم تمام خلیقوں میں اللہ کے بندے ہیں ہم سب انسان خدا کی مخلوق ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہمیں دیگر مسلمانوں کی بھی فکر کرنی چاہئے۔ اسلام کے طلبہ کے لئے ہم دعا کریں، غم کریں، خوشی کریں اپنی باتیں ہم تو بہت سارے ہیں، اپنی بات سے ہم نہ سے دیندار شریعت کے پابند ہیں اسلام میں طرف چاہا جائے۔ مسلمان اس وقت جو رہے ہیں۔ اس وقت اسلام پر کیا کدہا ہے اور کیا مساکرہ مسلمانوں کو وہ پیش ہیں؟ ان کی غلوں میں اسلام پر کیا بار کیا ہے؟ ان کی غلوں میں اسلام آغوش کے دے سے زور ہا ہے۔ اس سے ہمیں کوئی بحث نہیں۔ خدا تبارک من لم یہم بالامر المسلمین فلیس منہم۔ جن کو مسلمانوں کے معاملات کی فکر نہ ہو وہ مسلمان نہیں اور مثل المسلمین ہی نواہم و

تو اجمہم۔ ونعاظہم کھل الجسد الواحد اذا اشتکی منه عضو تداعی له سائر الجسد بالسحر والحمی۔ ہر مسلمان جسم واحد کی طرح ہے۔ اگر کسی عضو کو تکلیف ہو تو سارے جسم پر بخیر و شر سارے جسم کو اس کی تکلیف محسوس ہوا

یہاں اللہ کا فضل ہے، رزق میں فراخی ہے، اللہ مبارک کرے ہمیں اس پر کوئی شک

نہیں۔

نہیں آپ کو اپنے ملک کی بھی فکر کرنی چاہئے، اپنے ملک کے اور اہل کی بھی فکر کرنی چاہئے۔ ملت اسلام یہ جس کے لئے رہی ہے۔ اس کی بھی آپ کو فکر کرنی چاہئے۔ خولجہ مہین الدین چشتی نے جس ملک کی فضا کو گرم کیا اس کراہ کی گرمی آج بھی مسودہ کی جاسکتی ہے اس پر غصہ میں اس پاشا میں ہندوستان میں اس کے آپ فرزند ہیں۔ اس میں آج بھی ان کے بعد کا کوئی بندہ چلے جس کو خدا نے فہم و اور تک عطا فرمایا، ہو وہ محسوس کرے کہ خولجہ مہین الدین چشتی خولجہ طلب الدین، خلیفہ رکائی، خولجہ باقی باللہ اور دودا ایمان اسلام جن کی آؤں کی نرمی آپ بھی اس کی فضا میں ہے اور زمین میں دیکھا جائے تو ان کی آنکھوں سے نکلی ہوئی ترقی زمین کی وہ چیزیں تو زمین نے لہو و لہو نظر آئے تھیں۔ ان کی وجہ سے اسلام کا درخت آج بھی موجود ہے اگرچہ اس کے سامنے نئے سرے پیش آ رہے ہیں۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ آپ بھی دودرخت بن گئے۔ اس زمین کی بھی آپ کو فکر کرنی چاہئے کہ آئندہ نسل مسلمانوں کی اسلام پر قائم رہیں یا نہیں۔ آپ نے اگر اپنی اولاد کے لئے کوئی منصوبہ بنارکھا ہے تو آپ نے ان کے لئے کوئی فضا ساز کار کر رکھی ہے۔ مبارک ہم اس میں کچھ نہیں بدلتے۔ کوئی فضا نہیں دیتے مگر آپ جہاں سے آئے ہیں جہاں سے آپ کے اعزہ ہیں، جہاں آپ کے خاندان کے افراد ہیں۔ جہاں آپ کی پیدائش ہوئی ہے۔ اس سرزمین کو بھی نہیں بھوننا چاہئے۔

## آئندہ نسلوں کی فکر کریں

میں کسی مدرسے کے چندہ کے لئے نہیں آیا۔ کوئی خدا کا بندہ کچھ کہے گا بھی تو میں اس وقت بالکل توجہ نہیں کروں گا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اللہ رزق مہیا ہے۔ جو آپ کو رزق پہنچاتا ہے یہاں وہی وہاں بھی رزق پہنچاتا ہے۔ اور اس پر وہ قادر ہے کہ آپ سے زیادہ رزق دے اور اس نے یہ کر کے دکھایا ہے اور سو بار کر کے دکھایا ہے تو میں اس لئے نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ کو کسی اور سے یا کسی تنظیم کی طرف متوجہ کروں۔ لیکن آپ کو وہاں کی ملت اسلامی کی ہم وضوں کے آئندہ نسلوں کے ایمان کی فکر ہونی چاہئے۔ کہ وہاں کیا کیا فطرے پیدا ہو رہے ہیں کس کس

مخرج ان کا ایمان غلبہ سے میں چر رہا ہے وہاں آیا کی پتہ سراں چل رہے ہیں۔ مہمان کا سر میں لئی  
میں نے تک پہنچ رہا۔ خود بخوبی مشہور کرنے والوں نے مجھ سے ہنڈ میں جاتے ہوئے کہا کہ ہم  
سنہ دیکھا کہ جس پر آج شریف رکھے ہوئے ہیں، ان میں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں کچھ بند ہیں۔  
معلوم ہوتا ہے۔ آج ہی لڑکے پرچہ ہے تھوڑے۔ اسے بھی لڑکے کہاں گئے؟ آج جمعہ تو نہیں  
ہے۔ آج تو اتوار کا دن ہے۔ آخر لڑکے ہیں کہاں؟ تو کسی نے کہا کہ وہاں دیکھتے گئے ہیں۔  
یہ اس بہانے شہر پہنچا کا واقعہ ہے جس نے ملا محبت اللہ بہاری جیسے اُس اعلیٰ، استاذ اعلیٰ اور  
اہل اعلیٰ و ہندائے گئے اولیاء اللہ پیدا کئے۔

آج آپ کو کچھ ذہنی بہت ملک کی فکر ہوئی چاہئے۔ اور وہ فکر میں معاشی و مانی فکر نہیں کہتے۔  
آپ وہ ذہنی فکر ہوئی چاہئے آپ کے دل میں درہم ہون چاہئے کہ آئندہ نسل اسلام پر قہر ہے  
پہنچیں جس سر زمین نے میرے اپنے مجددین پیدا کئے۔ جن کا فیض ہندوستان آج نہیں  
ہندوستان کے ہر ملک و پنجاب میں تاریخ کے حوالے سے کہہ سکتا ہوں کہ حضرت مجدد اقلہ ثانی  
کا فیض ترکی تک پہنچا۔ آج بھی ترکی میں ان کے سلسلے کے لوگ موجود ہیں۔ مولانا خالہ رومی  
والی بک سفر کر کے گئے۔ انہوں نے بڑا وقت لکھا ہے کہ مکہ میں ہندوستان سے آئے ہوئے قافلہ  
ہے میں نے حضرت شاہ غلام علی صاحب کا حال پوچھا وہاں کے لوگ تھے۔ انہوں نے دہلی  
ظاہر کی۔ مجھے تعجب ہوا۔ اتنا بڑا شہر وقت ہر پڑی روحانی اس سے یہ لوگ ناواقف ہیں اس کے  
بعد وہ سفر کر کے دہلی آئے اور پھر حضرت شاہ غلام علی صاحب کی مدح میں انہوں نے عربی و  
فارسی میں قصیدے سمجھے۔ مولانا رومی علامہ شامی کے استاد تھے۔ اس لئے ان کا نام سن کر  
حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی جو اس زمانے کے مسند البند، استاذ اعلیٰ اور  
امام اقلہ تھے۔ ان سے ملے گئے تو حضرت شاہ ابو حیدر صاحب (جو شاہ دہلی کے شاعر تھے  
نے کہا کہ ہمارے شہر کے سب سے بڑے عالم آپ سے ملنے آئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا  
کہ ان سے ہمارا اسلام کہتا میں جس مقصد سے آیا ہوں اس کو پہلے حاصل کروں پھر یہ نفس پیدا  
ہو جائے تو میں خود ہی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ خیر۔ اس کے بعد جب تکمیل  
روحانی کر اکر وہ واپس گئے ہیں۔ اپنے ملک کی طرف تو حالت یہ ہوئی کہ عراق میں موروغ کی  
طرح اور شیخ پر پیرانوں کی طرح پیغمبروں کی تعداد میں علماء و عوام گزرے۔ کہ ہمیں اللہ کا نام

کھائے۔ ہمیں نماز پڑھنا پڑھنا ہے۔ ہر روز عبادت پیرا، اور انسان کی کیفیت پیدا ہو۔ تو  
ہو، مارو، جو ترقی و ترقی کے سب سے بڑے عامل تھے۔ وہ نماز پڑھنا سیکھنے کے لئے دینی تھے،  
یہ وہ ملک ہے، ان ملک کو دنیا میں نہیں گھرنا چاہئے۔

تو میرے بھائی ایک قویہ کہ دین کے کامل ہونے کا پہلو آپ اپنے زمین میں رکھیں۔  
اس میں عقائد بھی ہیں ایک ایسا عقیدہ جو شرط ہے اسلام کے لئے اس سے انحراف اور انحراف  
کے مترادف ہے۔ مبادیات و فرائض کی یہ بنیادیں تھیں۔ ایسا ہے جو کہ آپ یہاں رہیں اس کے  
ہو اور نماز کی یہ بنیادیں تھیں۔ انہوں نے جو اس سے بڑھ کر بد نصیبی کیا سکتی ہے، پھر اس کے ساتھ آپ کی  
تبدیل و معاشرت بھی ایسا ہی ہوئے ہیں کہ آپ رہیں سر زمین مقدس میں اور آپ کے لئے ان  
میں یہ وقت کی دینی (۱۷۷) چلی۔ ہاں نماز میں نے اوقات میں لڑکے و دو تیرہ برس ہوں۔

### لیون ریٹ کا مطالب

وَمِنْ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُتَمِلَّ عَرَفًا  
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے صرف ہم لیزروں اور دو، اور فی وی کا قرآن و عربی  
نہ ان میں ہے۔ اس میں انگریزی کا لفظ ہے آتا۔ عرس کی بات نہیں تھی۔ لہذا آج کریم  
اجاں معلوم ہوتا ہے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے جو قرآن نکلے، اگر میں مسجد میں بیٹھ کر کہوں کہ  
میں فی وی دوا کا ذکر ہے تو میں نکالوں کیوں مجھے۔ اس لئے کہ قرآن میں کہا گیا کہ  
بَشَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ جو ان کے لی لی بااعت سے واقف ہیں اور اس کی زبان کا صحیح ذوق  
رکھتے ہیں، ان کی زبان کی طرف، جو شخص اللہ کے شکر و انعام ہے کہ ہم اس قوم ہوں، ہمارے  
امت و عرب تھے۔ ہم نے ساری عربی میں سے پڑھی۔ الحمد للہ تو ہم لہو الحدیث کا  
احصا لے رہے ہیں۔ ہمارا عربی کا ذوق یہ حدیث کے دائرے کی وسعت کو دیکھ رہا ہے۔ میں  
لہذا کا ترجمہ نہیں کر سکتا۔ حالانکہ میں لکھنا کارہنے والا ہوں، میں اقرار کرتا ہوں کہ میں لہو  
اللہ پرست کے ترجمہ کا حق ہوا نہیں کر سکتا۔

اس کے معنی ہیں جو ان کا تخیل۔ اب تھانے دیکھو اور دو، وغیرہ میں کیا ہے، اگر ہوتا  
کہ بہت سے لوگ جو تخیل و پند کرتے ہیں۔ تخیل کو خریدتے ہیں۔ تو اس میں دوا اور فی وی

آتا۔ مگر باتوں کا خلیل نہ کیا وہ یہ ہے جو میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ قرن اور قرن کا فرق، قرن ثالث و قرن رابع اور پانچویں، چھٹی ساتویں، آخویریا میں تک کہ مشرکوں کا تسلط ان میں جیب کا فرق بھی یہاں تک نہیں کیا ہوگا (یعنی رید یا اور فی وی کی طرف) یہ قرآن کا فقرہ ہے، حدیث کا لہو۔ باتوں کا خلیل اور دو کیا ہے یہ وہی کا پر و کر اس فی ای کی فوجی تفسیریں یہ ہیں، یہ یاد رکھنا چاہئے جانتے ہیں، حسب الیہ احدث ہیں۔ آج سے چورسویں پہلے، حسب یہ سب چیزیں ایجاد ہونا تو درکنہ کسی نے خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا۔ اس وقت کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس وقت اللہ کی کتاب نے ہمدیہ بہت سے لوگ ہیں جو ہر احدث غریب نے ہیں۔

میرے عزیز! آپ کو تم از تم اپنے گھروں کی حفاظت کرنی چاہئے۔ اور یہ سمجھنا چاہئے کہ عطا کہ میں بھی اہم کو پورا مسلمان ہونا چاہئے۔

عبادات میں پورا مسلمان ہونا چاہئے۔ اور یہاں نہ ہوئے تو ہم نہیں ہوں گے۔ ان کے بعد میں یہاں تک کہتے ہوں (مجھے معاف کریں آپ حضرات) آپ حسب چیمپوں میں کسی زلزلے میں ہندوستان اپنے وطن چائیں تو غیر علم بچان چائیں کہ بھائی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ہندوستان میں نہیں اس نے کی بہتر فصاحتیں رہ کر آئے ہیں۔ ان کی صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ نور علیک رہا ہے۔ ان کی باتوں سے شہد علیک رہا ہے۔ ان کی لافوں سے حرمت اور احترام علیک رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عرب سے آئے ہیں۔ یہ ہونا چاہئے نہ یہ کہ دور سے دیکھ کر آدمی کہے کہ ان کے پاس بڑا قیمتی بریل ہے، گنا ہے، عرب سے آئے ہیں اور پیچھے پڑ چائیں، لوگ کہتے ہیں کہ ان کے پاس بڑا قیمتی بریل ہے، گنا ہے، عرب سے آئے ہیں۔ آپ بریل نہیں اور اب اس سے نہ بچنے کے چاہئیں۔ بعد آپ پہچانے جائیں اپنی صورتوں سے بعد کے ان لوگ۔ نہ چہ دلی نورایت سے۔ لہذا کی ملاقات سے انہی خواہی سے، حیدر علی و مہاراجہ۔ اور مذہب سے آپ سے آپ نے کھڑے ہوئے ہیں، آپ جتنے دن رہیں اپنے گھروں میں (خدا بہار کرے) ان دنوں میں ان گھروں کی حفاظت رہے۔ قرآن کی تلاوت سے انہیں ہر قسم کی آواز نہ ملے گی، وہاں رہے، کسی شہر میں وہ کہیں نہ شریعت ہو گئیں، وہ لوگ آپ سے شہر نہیں آئیں کہ بھائی مکہ کے لوگ آئے۔ میں مدینہ کے لوگ

آئے ہیں، وہ کھوار یڈ پونٹیں بچا چاہتے تھے، وہی یہاں نہیں ہونا چاہتے چہ جائے۔  
 کہ لوگ کہیں (ارے بھائی مکہ مدینہ کے لوگ آئے ہیں وہاں بہت سخت ہوتی ہے ان کو  
 دکھاؤ ان کے زمانے میں تو اور ہونا چاہتے تھے کہ یہ بڑی بے مروتی ہے اس جگہ کی، آپ کی وجہ سے وہ  
 چیزیں بند ہو جاتی چاہئیں، آپ کے جانے سے ان دھوں کو شرم آتی چاہئے کہ اب موقع نہیں  
 رہا؟

آپ جب جائیں تو جس طرح روشنی ہار کی کو چیرتی ہے اور چیرتی ہوئی چلی جاتی ہے۔  
 آپ کی صورتیں وہاں کے بحرِ کلمات میں روشنی کا کامرویں، آپ کی زندگیوں میں یمن انقلاب  
 آنا چاہئے۔ وہاں جانے سے پہلے آپ کے ائمہ رہبر یہاں آتی چاہیں۔  
 آپ جانتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے بعد فتح مکہ اور حجة الوداع کے درمیان تین چار برس  
 کے عرصہ میں جتنی سختی سے لوگ مسلمان ہوئے۔ امام زہریؒ جو سید ائمہ ہیں ان کا قول  
 ہے کہ مکہ معظمہ کے تیرہ برس کے قیام میں اور مدینہ طیبہ کے دس برس کے مبارک قیام میں اتنی  
 کثرت سے لوگ مسلمان نہ ہوئے اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کی وجہ سے  
 راستہ کھل گیا اور بے تکلف قریش آئے، مگر مکہ معظمہ اپنے عزیزوں کے یہاں، ابان کی جتنی  
 رخصتیں گزرتیں ان کو دیکھ کر مکہ اے حیران تھے۔

اور کہتے کہ ان کا تو یہ المیہ دوسرا ہے، یہاں راتوں کو لوگ اٹھتے ہیں، یہاں تو بچے بھی  
 اٹھتے ہیں، ان کے یہاں تو جھوٹ بولنا کیا کوئی لغو بات کرنا نہیں جانتا، ہر وقت اللہ رسول کی  
 باتیں ہوتی ہیں یہاں تو اتنا اثر ہے کہ مہمان کے لئے تھکا کر بچوں کو بھوک سلا دیتے ہیں، بس  
 وہ مسلمان ہونا شروع ہوئے کیونکہ انہوں نے اسلام کا نقشہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

حضرات! آپ لوگوں کے ذریعہ بھی آپ کے ملکوں میں اسلام پھیلنا چاہئے۔ یہاں  
 سے آپ اگر مر اسلام رابطہ کریں تو یہی اثر وہی، خود جائیں تو پورے طور پر اثر ڈالیں ان لوگوں  
 پر کتا آپ اس جگہ سے آئے ہیں، اپنے ساتھ برکتوں کا خزانہ لے کر آئے ہیں۔

اب میں اس سے زیادہ طول دینا نہیں چاہتا آپ اس آیت کو اپنے دل پر نقش کر لیں۔

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً“

سے ایمان والو! خدا کے ساتھ صحیح کرنے میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان



نے لکھا ہے قدم کی جڑوں نے روئے ہمارا کلہ دشمن ہے، دیکھئے یہاں نقش قدم (واحد) استعمال نہیں کیا گیا، بلکہ دعوات اور پکاروں کا بعد لایا گیا۔ معنوم ہوا کہ اس کے بہت سے نقش قدم ہیں۔ اس میں دست آگاہی دیا ہوا عقائد کی چیزیں ہیں تو انہیں چیزیں ہوں، خواہ وہ خدائی چیزیں ہوں خواہ تہذیبی چیزیں ہوں، خواہ سیاقی چیزیں ہوں سب اسی میں شامل ہیں اور اس بات کا آپ خیال رکھیں کہ آج اگر ہمارے مسلم معاشرے میں یہ باتیں ہوں گی تو وہ نرایاں پیش آ رہی ہیں کہ کوئی فرق نہیں ہے صانع اور فیہ صانع میں زمین و آسمان کے درمیان میں شریعت پر چھنے والے اور نہ چھنے والے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا کرے۔ یہاں کارہی قبول فرمائے۔ اس نئی برکتوں سے مالا مال کرے اور آپ کی برکتوں سے فیض پہنچے۔ آپ کے ظلوں میں وہ جہاں سے آپ آئے ہیں جن کا حق آپ پر قائم ہے اور قائم رہے گا چاہے آپ سکھ کے ہو جائیں۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## سیرت و کردار کی تبدیلی کی ضرورت

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين.

حضرات! اچھی قاری صاحب نے جو آیات تلاوت کی ہیں، ان میں ایک آیت یہ تھی  
اعوذ بالله من الشيطان الرجيم ○ وَقُلْ رَبِّ اَذْنِبْ لِيْٓ ذَنْبًا مَّثَلًا  
صِدْقِيْ وَاَنْخِرْ غِيْبِيْ مَغْرَجَ صِدْقِيْ . (سورہ الاسراء: ۸۰)  
اور کہو کہ اسے پروردگار مجھے اچھی طرح و افضل کچھ اور اچھی طرح نکالے۔

یہاں اور نگ آباد کر مجھ جیسے تاریخ کے طالب علم پر کچھ پرانی یادوں کا اثر اتار دیا جاتا ہے۔ یہ کوئی غیر معمولی اور عجیب بات نہیں ہے۔ سوخوں کی ایک بڑی رشواری یہ ہے کہ وہ اپنے تاریخی مطالعہ سے کسی جگہ علیحدہ نہیں کتے۔ تاریخ کے نشان کج بدلی بن کر سامنے آ جاتے ہیں، وہ کتنا ہی چاہیں کہ وہ اس سے بہت جائیں، مٹتے نہیں ہیں۔

اور نگ آباد کو میں ہندوستان کا فرماط کہتا ہوں، جو لوگ تاریخ اسلام سے واقف ہیں وہ اس تشبیہ کو سمجھیں گے۔ ان دونوں میں مماثلت ہے، اس میں عربی اسلامی سلطنت تھی، جس نے صدیوں یورپ میں اٹکا بٹایا، اس کے باور احسان سے وہ کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا اس نے یورپ کو بہت کچھ دیا، کشاکش کہ وہ پورے یورپ کو اسلام کی دعوت دیتا، اس سے یہ بڑی کوتاہی ہوئی اس کوتاہی کے جرمانے میں اللہ تعالیٰ نے اس سے ملک ہی لے لیا۔

عربوں نے یورپ کو ہم کی روشنی دی، حقیقت پسندی اور استقراء کا طریقہ دیا جس کو یورپ کی نئی ترقی میں بہت بڑا دخل ہے، اندلس ہی ہے، جو یورپ کو قیاس سے استقراء پر لایا۔

قیاس یہ ہے کہ آپ اعلیٰ المرب سے کوئی اصول و کلیہ یا پختہ ذہنیت و مطالعہ سے باخبر تھے، اور اس کے بعد جزئیات کو اس کے تحت ترتیب دیا اور استفادہ آپ سے کہ آپ جزئیات پر غور کریں، پھر ان کے عمومی اور اجتماعی مطالعہ سے آپ ایک کلیہ بنا لیں، جزئیات اس کی شب و شب کا حوالہ دیتی ہیں کہ یہ کلیہ دانا چاہئے۔

یورپ نے جو ترقی کی ہے، اور فلسفہ، بعد فطوحات سے بہت کرنا جس تکلیف دہ تھی اور تجربہ پر آیا ہے وہ استفادہ کے اصول کو مان لینے کی وجہ سے، اور یہ دین اور علیہ ہے۔ اندلس اسلامی (اسپین) کا۔ اس نے لب کا نمونہ دیا، اور یونان کا فلسفہ منتقل کر کے یورپ کو دیا۔ انہوں نے یونان کے فلاسفہ کو سمجھا، اس کو نظم کیا، اور پھر اس کی شرح کی، پھر ان کے تشریحی اثر پرانی اور دوسری زبانوں میں جوئے۔ لیکن ان سے کوئی یہ ہوئی کہ انہوں نے خالص اسامی کی دعوت یورپ میں نہیں پھیلوائی۔ وہ علوم و فنون کی ترقی و ادراک و شاعری کی ترقی میں لگ گئے۔ یہ اس وقت کا مشیخ نہیں۔ اور لگ بھگ آ کر یہ زخم کھین تازہ ہو جاتے ہیں، وہیں اخلاقی عرب سلطنت کا زوال ہوا، اور اس کی آخری فصل (Chapter) لکھا گیا، یہاں ہندوستان میں غلط سلطنت کا زوال شروع ہوا جو بہر حال مسلمانوں کے اقتدار کی ایک نشانی تھی، موریہ و ناقد اس پر کتنی تنقید کریں، ہمیں اس کے بہت سے کارنامے یاد آئے گا۔ لیکن میں محتوب کرتا چاہتا ہوں کہ حکومت سلطنت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، ہر خود قرآن پاک میں اس کی ایک بڑی نعمت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے کہتے ہیں

يَقُومُ اَذْكُرُوا بِعَمَلِ اللَّهِ عَلَيْهِمْ اَذْ جَعَلَ فِيكُمْ اَنْبِيَاءَ وَجَعَلَ لَكُمْ

تُكُلُوا مِمَّا وَارَكُم مَّا كُمْ يَوْمَ اَحَدَ اَمِّنَ الْعَالَمِينَ O (العنكبوت: ۲۰)

(ترجمہ) اے لوگو! تم پر جو احسان کئے ہیں ان کو یاد کرو کہ اس نے تم میں پیغمبر پیدا کئے اور تمہیں بادشاہ بنایا، اور تم کو کھانا پینے کی نعمت دے کر ایک عالم میں سے کسی کو نکال دیا۔

حکومت و سلطنت ایک نعمت ہے لیکن حکومت و سلطنت کوئی ایسی خرابی اور مصنوعی چیز نہیں ہے جو کہیں سے آ کر نہیں ٹھوکتی کہ جسے دیا خود بخود پیدا ہو جائے، حکومت و سلطنت تو ایک خاص کردار، احساس و ذہنی، تمدنی و خلافتی اور جذبہ خدمت کا مظہر ہے۔ یعنی جب کسی جماعت یا ملت کا خاص مزاج و کردار پیدا ہو جاتا ہے تو اس مزاج و کردار کی ذہنیت اور کبرائی

کے مطابق اس کو ہتھ دیا جاتا ہے کہ وہ کسی خطہ زمین پر اپنی صلاحیتوں کا اظہار کرتے۔

لَهُمْ مَعْلُوفَاتُكُمْ غَدَ لَا تَيْفَ فِي الْأَرْضِ مِنْكُمْ يُعْلِمُونَ  
۱۰۱

پھر ہم نے ان کے بعد تلووں و ملک میں خلیفہ بنایا تاکہ ان کیسے کا تم کیسے کا کرتے ہو۔ اصل چیز یہ ہے کہ تدار، اور دوطرہ زندگی ہے جو ایک سلطنت ہی نہیں بلکہ سلطنت سے بڑی چیزیں، یعنی معرفت الہی، اللہ کی یہاں کی مقبولیت، نظریہ، نظریہ اور غیرت اور ہدایت و درست الہی کا وہ اثر و تلوئے کا کام کرتی ہے، سلطنت تو اس کا ایک مظاہر، ایک پیکار نشان ہے۔ ایسا ہی سیرت وہ چیز ہے جو آفاق و انفس کی فتوحات عطا کرتی ہے، جس کے سرے سلطنتیں بنتی ہیں، وہ اصل چیز جو ہر نئے کا مفعول و سرچشمہ ہے، وہ ہے سیرت۔ میں نے کسی موقع پر کہا تھا کہ ادارے اداروں کو پیدا کرتے ہیں، ادارے افراد کو پیدا نہیں کرتے۔ اصل چیز ہے کہ ادارہ، جب صحیح ادارہ ہو جاتا ہے تو پھر بیگانوں، ادارے وجود میں آتے ہیں، ادارے جیتے ہیں، مرتے ہیں، پیدا ہوتے ہیں، ورتن ہو جاتے ہیں، لیکن افراد انسانی جب صحیح ہو جائے اور انسان کی ایت نیگ ہو جائے، انسان کی سیرت، شریعت کے سانچہ میں داخل جائے، انسان کے اعمال، تصرفات غلے الہی سے تان ہو جائیں۔ غلے الہی کے سانچہ میں داخل نہ نکلیں اور ذہن کا رخ صحیح ہو جائے کہ ہر من کو اس حد تک۔

وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي مَدَدًا خَلِّ صَلَاحِي وَأَخْرِجْنِي مَخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا بَصِيرًا

تو ان کے قدموں کے نیچے لہری، اقصی کے تان آتے ہیں۔

|           |     |       |       |
|-----------|-----|-------|-------|
| در شہستان | ۱۰۱ | خلوت  | نزیہ  |
| قوم       | و   | آئین  | افریہ |
| معد       | شہا | چشم   | مردم  |
| تاریک     | سرو | خواجہ | قوم   |

اقبال آتے ہیں آپ صحیح کی امت تحت خسر، ہی پر آ کر ہو گئی، یعنی اس نے تحت خسر ہی کو ایک معمولی چار پائی اور ایک مرید سمجھا، اس کو نہ ہر میں نہیں لگتی، جہاں بیٹھنا چاہتے تھے، جاہد

جلال کا اظہار کرنے کے لئے وہاں دینی۔

تو اصل چیز کیا ہے؟ خدا کو جب متفق ہوگا، اور خدا کی حکمت کا تقاضا ہوگا تو سلطنت وجود میں آئے گی اور جب خدا کی حکمت کو کچھ اور تقاضہ ہوگا تو اس سے بھی بڑی چیزیں وجود میں آئیں گی۔ یہ درویشان بے نوا، یہ فقیران کج کلاہ، آپ کی سر زمین میں آرام فرما ہیں۔ انہوں نے بادشاہوں پر تنکرفانی کی ہے، حضرت خلیفۃ المسیحؑ کے واقعات پڑھئے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ شیخ زین الدین کو بادشاہ وقت نے طلب کیا، جو اس وقت کا سب سے بڑا بادشاہ تھا، کسی بات پر اس کو ناکوار ہی ہوئی تو انہوں نے خلیفۃ المسیحؑ کی قبر پر آ کر اپنی لاشیں گاڑ دی اور کہا، اب جس میں دم اور ہمت ہو وہ یہاں سے ٹھہر کر دیکھے، تو اس کے سامنے بادشاہ ہی جھکا، وہ اس کے سامنے نہیں جھکے، ایسی نظیر اس سے پوری تاریخ بھری ہوئی ہے۔

اصل چیز کیا ہے؟ یہ سیرت کا پیدا کرنا، جس کا عنوان ہے اخلاقی مشق، اصل ہوں تو تیرے حکم کے مطابق، انکوائی تو سیری تعلیم اور حفظہ کے مطابق جس کو ”مدخل صدق“ اور آخر صدق کہا گیا واجعل لی من لدنک سلطاناً نصیراً (الاسراء۔ ۸۰) اور اپنے اس سے زور قوت کو میرا مددگار بنائیے، کہا گیا، آپ کے سوا مدد کرنے والی کوئی ذات نہیں ہے، میرے لئے آپ اپنی طرف سے طاقت پیدا کر دیجئے، اصل مسلمانوں کی طاقت اس میں مضمر ہے، کسی کی سلطنت رہی ہے؟ اگر کسی کی سلطنت رہتی تو خلافت راشدہ رہتی اور اس کے بعد کوئی شہنشاہ رہتی تو سلطنت عباسیہ جو پورے متمدن افریقہ اور ایشیا کے عظیم ترین ممالک پر حکومت کرتی تھی۔ یہ مغربوں کی سلطنت، خوشنویس کی سلطنت تھی، یہ چیز یعنی قوت اللہ تعالیٰ کسی کو دے تو فائدہ اٹھانا چاہئے، میں اس کی تحقیر نہیں کرتا لیکن یہ مسلمان کے لئے موت و زندگی کا سوال نہیں۔ یہ نہیں کہ سلطنت ختم ہو جائے تو یہ امت مرنے اور جب سلطنت آئے تو یہ امت زندہ ہو گئی، امت سلطنت سے بالاتر ہے، سلطنت امت سے بالاتر نہیں۔ سلطنت امت کے لئے ہے، امت سلطنت کے لئے نہیں، سیرت سلطنت بھی پیدا کرتی ہے اور سلطنت سے بھی عظیم تر چیز پیدا کرتی ہے اور وہ سیرت خدا کو پکارتی ہے، اس کے انعام میں وہ ساری دنیا بھی عطا کر دے، اور نعمت و حکیم کی سلطنت بھی عطا فرما دے۔ اور عطا بھی فرمائی ہے، کبھی



دل میں چٹکی لیں۔ یہ الگ بات ہے، لیکن قرآن ازلہ وابدی کتاب ہے، اور وہ خدا کا فیصلہ نافذ ہے، اصل چیز ہے اسلام کی سیرت، بتانا، یعنی نفس کی خواہش اور فانی مفادات اور وقت تقاضوں کو شریعت کے سامنے جھکا دینا اور اس سے تابع بنانا۔ یہ جمہوری عزت، یہ جمہوری، یہ شہرت، یہ چشموں میں عزت کوئی چیز نہیں ہے، اصل چیز ہے امر الہی اور امر الہی کیا ہے؟ اس کو تلاش کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہماری کیسی زندگی چاہتا ہے، اس وقت اسلام کی مصلحت کا تقاضا کیا ہے؟ معیار اور کسوٹی یہ ہے کہ ہمیں کیا ملے گا؟ ماری جدوجہد، سیاسی جدوجہد سے لے کر معاشی جدوجہد تک ہی مرکز کے گرد گھومتی ہو گی؟ کہ ہمیں اس سے کیا ملے گا؟

آج تمام دنیا میں مسلمان ہیں، کون سا ملک ہے، جہاں آپ کے ملک کے لوگ موجود نہیں؟ لیکن کس کے لئے ہیں، بس یہی مسئلہ ہے دعوت پھیلانے کے لئے نہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ انسانیت پر رحم کھائیں، انگلستان، کینیڈا، امریکہ، خود عرب ملکوں کی موجودہ خطرناک دیکھ کر وہ بے چین ہو کر اپنے گھروں سے نکلے ہو، یہ اخراجی معروج صدق نہیں ہے اور وہاں جو گمراہی ہے، ”ادخلنی مدخل صدق“ نہیں ہے، معاشی مصلحت کے مفاد نے ان کو نکالا، معاشی مفاد نے ان کو وہاں داخل کیا، معاشی و ذاتی و خانہ دہانی مفاد نے ان کو وہاں رکھا، جب اس کا تقاضا ہوگا کہ مکہ کے بجائے نیویارک چلے جائیں تو وہ چلے جائیں گے۔ آپ جب چاہیں امتحان لے کر دیکھ لیجئے، اور جب اس کا تقاضا ہوگا کہ مکہ چلے آئیں تو وہاں چلے آئیں گے۔ اس لئے نہیں کہ ہاں حرم ہے، بلکہ اس لئے کہ معاشی مسئلہ کا تقاضا وہاں سے ہے۔ یہ نہ مدخل صدق پر عمل کر رہے ہیں اور نہ معروج صدق پر عمل رہے ہیں۔ یہ اللہ کا حکم ہے، اپنے نبی کو تعلیم دی جا رہی ہے، اور آپ ﷺ کے ذریعہ آپ کے طفیل میں امت کو تعلیم دی جا رہی ہے، ہر دعا کریں رب ادخلنی مدخل صدق و اخراجی معروج صدق نکارا جینا مرگ، بیمار کسی سے خوش ہونا، کسی سے ناراض ہونا، بیمار اٹھنا اور جڑنا، بیمار اٹھنا اور جڑنا، یہ سب خدا کے حکم اور امر الہی کے تابع ہو، پھر دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کیا عطا کرتا ہے؟ خلو و اس سیرت کے بدل جانے کا ہے، اس ذہن کے بدل جانے کا ہے کہ شریعت، ہماری امام نہ رہی، شریعت بہرہ فیض کرنے والی طاقت نہ رہی، جو ہمارے مسائل میں ایک حکم کی حیثیت رکھے۔ ہم نے شریعت کو حاکم نہیں بنایا، ہم نے اپنی خواہشات کو اپنے مفادات کو حکم بنایا، بس اس وقت اصل

انقلاب جو مسلمانوں کے لئے نبردوں کے لئے ہے، وہ ہے سیرت کا اختیار کرنا کہ ہماری زندگی اللہ اور اس کے رسول کے خشا کے مطابق بن جائے، وہ ہم سے جو کرائے وہ ہم کریں، وہ جو چھڑائے وہ ہم چھوڑیں۔

آج امتحان لے لیجئے، ہم سب مسلمان کہلاتے ہیں، اللہ کا شکر ہے اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار انعام ہے، ایمان کی دولت ہمارے پاس ہے۔ میں ہرگز اس کا انکار نہیں کرتا، اور نہ اس کی اہمیت کم کرتا ہوں لیکن اس کے بعد ہماری سیرت کیا ہے؟ جس میں فائدہ دیکھا اس کو کیا، سیاسی جدوجہد کو لے لیجئے کہ ہمارے سامنے اسٹیبلشمنٹ اور پارلیمنٹوں کی مہربیاں ہیں۔ اس کے بعد کی کمیشیاں ہیں، اس کے بعد کے کمیشن ہیں اور اس کے بعد کے فوائد ہیں۔ عزتیں ہیں، سرخ روٹی ہیں اور دوسرے سیدانوں میں دیکھ لیجئے۔ شادی بیاہ ہے، بس اس میں جو کچھ ہو رہا ہے، غلط ہو کر صحیح اس کا مقصد یہ ہے کہ برادری میں تعریف ہو، نام روشن ہو، دھوم بچے کہ فلاں کی شادی اس طرح سے ہوئی، فلاں کا ماں اس دھوم دھڑکے سے ہو، یہ تو ادخلی مدخل، صدق و انحر جنہی مخرج صدق نہیں ہے۔ مسلمان کو پہلے یہ پوچھنا چاہئے کہ شریعت کا حکم کیا ہے، یہ ہمارے لئے جائز ہے کہ نہیں؟ صحابہ کرامؓ نے تو یہی کیا کہ شراب جیسی چیز ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم سب کو محفوظ رکھا ہے۔ کس نے کہا ہے۔

چھٹی نہیں ہے منہ سے یہ کانر لگی ہوئی

امریکہ میں پریذیڈنٹ دور (HQUWER) کے زمانہ میں اس بات کی بھرپور کوشش کی گئی کہ امریکہ سے شراب چھوٹ جائے، دیکھ لیجئے اس کی تمام تر تفصیلات کہ اس کے لئے کیا کیا ذرائع استعمال کئے گئے، اس کے لئے جان تک کی بازی لگائی، پروپیگنڈہ کیا ترغیبات دیں، اس کے نقصانات بیان کئے گئے۔ تاریخ کی شہادت موجود ہے کہ بچانے کم ہونے کے مزید نت پڑ گئی، اور ضد ہو گئی کہ شراب نہیں چھوٹ سکتی۔ آخر میں مسئلہ حکومت کو پارلانی پڑی انہوں نے پارلیمنٹ مافی اس کے مقابلہ میں سینڈ میں بود یہ پڑی کہ اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول ﷺ کہتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْأَنصَابُ وَالْآزَلَامُ  
رَجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوا لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ (المائدہ: ۹۰)



(ترجمہ) اے ایمان والو! شراب، لور، جرو اور بت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں، سو ان سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ۔

یہ کہنا تھا کہ ادھر سے آواز آئی "انھیں انھیں" لوگوں کا بیان ہے کہ ہونٹوں پر چٹنی شراب مٹی، اس سے آگے نہ بڑھنے پانی، ایک قطرہ بھی نہیں گیا، اسی وقت انھیں مل دی جو جہاں بیٹھا تھا اس نے وہیں انٹرل دی، دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ مدینہ کی گلیوں اور نالیوں میں شراب اس طرح بہ رہی تھی جیسے پانی بہتا ہے۔ اب اس کے بعد دیکھئے کہ شراب پینے کے کتنے واقعات حضرت عمرؓ کے زمانے میں پیش آئے جب کہ تمدن بھی آگیا تھا، اور روم و ایران اور شام کی دولت کے خزانے اٹھ آئے تھے۔

اس وقت جس چیز کی کمی ہے اور جو چیز فیصلہ کن اور انقلاب انگیز ہے وہ ہے اسلامی سیرت کا اختیار کرنا اور انگریز اجتماعی طور پر ہو تو کیا کہتے ہیں۔ اجتماعی طور پر الحمد للہ کوششیں ہورہی ہیں۔ انفرادی طور پر کوشش کر کے دیکھئے اور آپ سب لوگ الحمد للہ یہاں پر موجود ہیں، ہم میں سے ہر ایک شخص یہ طے کرے کہ شریعت کو مقدم رکھنا ہے، حکم اللہ اور حکم شرعی پوچھنا ہے، کوئی بھی کام ہو سیاسی انتخاب و الیکشن سے لے کر شادی بیاہ، عقد، عقیقہ، مکان کی تعمیر، جائیداد کی تقسیم اور کھانے پینے تک یہ دیکھنا ہے کہ شریعت کی اجازت ہے کہ نہیں، اور شریعت کا منکر کیا ہے؟ اگر یہ بات پیدا ہو جائے تو تمام کوششیں حاصل، آپ کا یہاں آنا حاصل، اور میرا یہاں آنا اور کچھ کرنا حاصل ورتہ:

### نقصتہ و گفتندہ و درخواستند

یہ برسوں سے ہو رہا ہے نہ ہمیں کہنے سے فرصت ملتی ہے اور نہ آپ کے سنتے کی عادت جاتی ہے، اس کا کچھ حاصل ہونا چاہئے، جو نمازی نہیں ہے وہ اب اس نماز سے جو ظہر کے وقت آنے والی ہے مہر تے سر جائے عہد کرے کہ نماز نہیں چھوڑیں گے۔ اگر خدا خواست آپ کسی ناجائز چیز کے عادی ہیں تو ہمیں توہمہ کیجئے کہ اب اسے ہاتھ نہیں لگانا ہے۔ مسلمان سیاسی طور پر اٹھ بیچھے ہیں۔ ہر جگہ اسی بات کا رونا ہے۔ سختے سختے کان پک مٹے، جان لیوں پر آگئی بس ہو چکا۔ کم سے کم اپنے شعور کے وقت سے سن رہا ہوں، کوئی مجلس کوئی جلسہ اس سے خالی نہیں، سیاسی ردنا، اقتصادی ردنا لیکن کوئی عزم نہیں، کوئی فیصلہ نہیں۔ ضرورت ہے کہ

ہم اپنی سیرت بدلتے ہیں اس کی اصلاح کام نہیں چلتا۔ اور جب اللہ اپنے محبوب رسول ﷺ سے یہ کہتا ہے کہ تم میں سے جو شخص ایک دوسرے کے مال کو چھو کر دیکھے گا وہ اس کی عاقبت میں ہلاک ہوگا۔ اور یہ دیکھنا ہے کہ تم یہ مان کر ہو کہ جب اللہ اپنی مدد خلیل صدف و انصر جنہی معوج صدف تو ہمیں شمار تظاہر میں ہیں۔ قانون تو معمولی آدمی نہیں بدلتا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے اور قانون یہ ہے کہ پہلے تمہارا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اِذَا كُنَّا اَبْعَدُ اِلٰهِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْ  
اَوْفِيْ بِعَهْدِيْكُمْ (الفرقہ ۱۴۰)

(ترجمہ) اے نبی اسرائیل! میرے دو اسمان یا آسمانوں میں نے تم پر کئے تھے اور اس وقت قرار دیا کہ جو تم نے مجھ سے کیا تھا میں اس اقرار و پورا پوری کا جو میں نے تم سے کیا تھا۔ اے نبی اسرائیل! (جو اس وقت کی معزز و بزرگ قوم تھیں) اللہ کے اسمان کو یاد کرو جو تم پر کیا ہے۔ میرے عہد کا پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اگر تم یہ ہے لیکن تمہارے جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ اپنا عہد پورا کر دے گا۔ باقی چھوڑ دیکھا جائے گا۔ اور اللہ میں حلیم و عظیم ہے۔ ان کے عبادت پائے ہوئے ہیں۔ پہلے سے دل میں یہ بات بھی ہوئی ہے۔ اور اللہ کو خدا سے ہے۔ اس سے حسب یہ امت مرحومہ۔ یہ شرف امام کس طرح ذلیل نہیں ہو رہے، ہر جگہ ہے۔ یہی ہے اور یہ نہیں سمجھتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ آپ اپنی زندگی میں کون سی تہذیبی لوگ۔ جسے دونوں سے وہ ملامتور ہے ہیں۔ تبلیغی جماعت کو نہ کر رہی ہے، امام یہ کہہ رہے ہیں کہ نہ شہادت دیا وہ تھے رسم و رواج میں کوئی فرق ہے اور نہ سلسلہ فروع کے اسراف میں کوئی فرق ہے، یہی شہر میں کسی جگہ سے گزر رہا تھا، وہ روشنی بھی وہ روشنی، خطرہ ہوا کہ شاید یہ گھر کسی مسلمان کا ہو۔ اس لیے یہ معلوم ہوتا تھا کہ تمام روشنی بجیں آگئی ہے۔ کسی بات میں فرق لانے کو تیار نہیں۔ میں برس پہلے اور اس برس پہلے جو ہر زندگی تھا وہی آج ہے۔ وہ نماز کے پابند نہیں، وہ نماز کے پابند نہیں جو پینے پلانے کا وہ ہی تھا وہ پینے پلانے کا خادان ہے۔ جو مال میں حقوق العباد میں، معاملات میں دیانت داری کو ضروری نہیں سمجھتا تھا وہ اب بھی ضروری نہیں سمجھتا۔ جو ہاتھ نہ جاتے، اپنا مال نہیں بندہ و تنہا مالک ہے، اگر آپ میں عہد وقت آجائے، نہ فہم آجائے، آپ میں انوکھا آجائے، آپ میں ضروری آجائے۔ انسانی جان و مال کو چار احرام اور ملک کو چھوٹانے کے لئے پوری ضرورت پید ہو جائے تو کوئی زبردستی کی بات نہیں، سنت خداوندی تو بڑی چیز

بے فہمت انسانی ہے کہ یہ مانا جائے کہ آپ کی انتہائی مہربانی کے لیے کہ یہ ملک چار سو برس آپ کا زنی چلتی نہیں ہے۔ ہر توفی آپ کی گواہتا ہے۔ ان کو کم کرنا چاہتا ہے۔ اپنا وقت چاہتا چاہتا ہے، نقصان سے بچنا چاہتا ہے، انسانی فطرت ہے۔ اگر سے معلوم ہو جائے کہ یہ کام آپ کی کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے تو پھر کہاں کا قومی تعصب اور کہاں کی فرقہ وارانہ تعصبات۔ سب میں سے اچھے میں آپ کی ذمہ داری تو ال بھیجئے۔ قوموں کی لیڈر شپ اس طرح باجمہ میں نہیں آتی کہ آپ لڑتے بھی رہیں اور کام کچھ نہ کریں اور شکوہ شکایت کریں اور اس کے بعد نہیں۔ قابلیت میں بولنے کے باوجود ہمیں دو حلقہ قرطیس۔ اور ہماری مرضی پوری۔ دو قابلیت و قابلیت اور اعلیٰ دیوت سے اپنی خداتاری سے اپنی قابلیت سے سب کو جھٹلانا ہے اور اپنا اور اپنا نواہی ہے۔ سیاق و سباق کے سیاسی مظاہر۔ اور احتجاج بہت ہیں لیکن ہم اپنی سیرت نہیں بدلتے۔ ہم میں کا ہر آدمی جس جگہ ہے جس جگہ میں ہے جس جگہ میں ہے وہ ثابت کر دے کہ آپ ایک سچے و درست باز انسان ہیں حق و انصاف کے معاند میں آپ ہندو مسلم کی بھی کوئی تفریق نہیں کرتے۔ آپ کے لئے حرام ہے کہ آپ کسی ناچار چپے کو نظر اٹھا کر بھی دیکھیں۔ یہ آپ و محمدین کر کے دیکھئے پھر ہندوستان کا نقشہ یاد دہ ہے۔ اور آپ مسلمانوں پر نظر آتے ہیں!

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دیکھو اور دیکھو کہ چلنے کی تو قیاس بخشنے۔ آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## ذہنی اور اعتقادی ارتداد ایک اہم مسئلہ فوری توجہ کا حامل

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء  
والمرسلين ، وعلى آله واصحابه اجمعين . اما بعد .

تیا ارتداد :

حضرات اسلام کی تاریخ میں ارتداد کے متعدد واقعات پیش آئے ہیں سب سے بڑا اور سخت سانحہ ارتداد عرب قبل کا ارتداد تھا جو رسول اکرم ﷺ کی وفات کے محابعد پیش آیا یعنی وہ زبردست باغی تحریک جس کو ابو بکر صدیق نے اپنے بے نظیر عزم و ایمان سے سر اٹھاتے ہی کچل دیا تھا ۔ دو سرا بڑا ارتداد ہی واقعہ نصرانیت اختیار کر لینے کی دبا تھی ۔ جو ہسپانیہ سے مسلمانوں کے اخراج کے بعد پہلی اور بعض ان دوسرے ملکوں میں بھی رونما ہوئی جو مسیحی مغربی حاکموں کے زیر نگین تھے اور عیسائی پادری اور مشنری دہاں اس مٹھد کے لئے سرگرم عمل تھے ۔ ان معتد بہ واقعات کے علاوہ کادکا واقعات بھی ہیں کہ خطا ہندوستان میں کسی خلیفہ العقل اور پست طوحت فرد نے اسلام کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لیا ۔ لیکن ایسے واقعات شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں ، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر بد نصیب ہسپانیہ کے تختہ نصرانیت کو ارتداد نہ سمجھیے تو اس کو مستثنیٰ کر کے کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ کسی عام ارتداد سے آشن نہیں ہوئی ہے ۔ جیسا کہ مذکور تھیں مذاہب کا اعتراف ہے ۔

یہ واقعات جب بھی پیش آئے ۔ ان پر ہمیشہ دو اثرات مرتب ہوتے ہیں ۔

(۱) مسلمانوں کی طرف سے سخت ناراضگی اور تاپہندہ بندی ۔

(۲) اسلامی سوسائٹی سے قطع تعلق یعنی جو کوئی اپنے دین سے متصرف ہوتا تھا وہ مسلمانوں کے سخت غیظ و غضب کا نشانہ بنتا تھا اور اس اسلامی معاشرے سے فوراً بنو، منقطع ہو جاتا تھا۔ جس میں اس کی بود و باش ہوتی بجز دارِ اہل سے اس کے اور اس کے اہل قریابت کے درمیان تمام رشتے اور تعلقات کٹ جاتے تھے اور اہل اہل کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ وہی تو یا ایک دوسرے معاشرے اور ایک دوسری دنیا میں منتقل ہو گیا۔ مرد کا خاندان اس کا بالکل بایکات کر دیتا تھا۔ اب نہ رشتہ رہتا تھا۔ نہ کاج۔ نہ اخوت نہ وراثت۔ اہل اہل کی اگر کوئی نیکوئی اچھی تھی تو اس سے بین اہل و بیانی، نفکشی برپا ہوتی اور مسلمانوں میں معاشرت اور اسلام کے دفاع کی روح بیدار ہو جاتی تھی جس اسلامی ملک میں ایسے واقعات پیش آ جاتے تھے وہ ان کے ملحدہ و ایمان اسلام اور اہل قلم پر جوش طریقت سے ان کے خلاف صف آراء ہو جاتے ان کے اسباب کا فوج نکالتے اور اسلام کے محسن و فضائل کو سامنے لاتے تھے۔ اس مسلمان معاشرے کا یہ حال ہو جاتا جیسے قتل و اضطراب اور غیظ و غضب کی ایک دھن آ کر سب کو تروبالا کر گئی ہو۔ یہ حوادث مسلمانوں کو بھڑکھڑا کر رکھ دیتے اور کیا خواہیں کیا عوام سب کے لئے ایک ہی بات اور ایک ہی فکر ہوتی تھی یہ ہوتا تھا کہ اسلامی سوسائٹی پر واقعہ ارتداد کا رد عمل اور ان کی لازمی خصوصیت حالانکہ نہ یہ کسی وسیع پیمانے پر پیش آتے تھے اور نہ زندگی پر ان کے کچھ اثرات ہی پڑتے۔

لیکن اب کچھ عرصے سے دنیا نے اسلام کو ایک ایسے ارتداد سے سابقہ پیش آیا ہے جس نے اس کے سرے سے اس سرے تک ایک لہر پیدا کر دی ہے یا اپنی شدت و قوت اور وسعت و عمق میں اب تک کی تمام ارتدادی تحریکوں سے بازی لے گیا ہے کوئی ملک نہیں ہے جو اس کی مذمت گری سے بچا ہوا ہو بلکہ ملک تو ملک خاندانوں میں ایسے مشکل ہی سے تھوڑے بہت ہوں گے جو اس کی دست برد سے محفوظ ہوں۔ یہ وہ ارتداد ہے جو شرق اسلامی پر یورپ کی سیاسی اور فکری مداخلت کے پیچھے پیچھے آیا ہے۔ یہ سب سے عظیم ارتداد ہے جو محمد رسالت سے لے کر آج تک کی اسلامی تاریخ میں رونما ہوا ہے۔

شریعت اسلامی کی اصطلاح میں ”ارتداد“ کیا معنی ہیں؟ ایک دین کی جگہ پر دوسرا دین اور ایک عقیدے کے بجائے دوسرا عقیدہ اختیار کرنا رسول جو تعلیمات لے کر آیا جو کچھ

نہیں مستعد اور مستحق ہے۔ اور جو کچھ عام میں قلعی طور پر ثابت ہے اس سے انکار کرنا اور آپس  
مرتبہ کیے ہوئے اختیار کرنا تھا۔ (رسالت محمدی (علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کا انکار کرتا تھا اور مسیحیت، یہودیت یا ہندو مذہب کی طرف منتقل ہو جاتا تھا۔ یا الٰہ کی راہ  
اختیار کرتا اور وہی درمستات اور آخرت سے منکر ہوتا تھا۔ یہ رد الٰہ کے دو حق ہیں جن سے  
پرانی انیہ پر اپنی سوسائٹی وقت تھی برو شخص جو انچلا زین چھوڑتا تھا اور ہمارے کے طور پر نصرانی  
بن جاتا تو ٹیکس سائیں داخل ہوتا یا تو کل میں جاتا یا اگر ہندو مذہب اختیار کرتا تو بہت خانے کی راہ  
لیتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ یہ ارتداد سب پر روشن ہو جاتا تھا اور مرتد دور سے پہچان لیا جاتا  
تھا۔ اس کی طرف اختیار۔ جسکی شخص اور مسلمان اس شخص سے تمام امیدیں منقطع کر بیٹھے تھے۔  
افاصل عام طور پر کسی کا ارتداد کوئی راز نہیں ہو سکتا تھا۔

### یورپ کا لایا ہوا افسوس

یورپ نے مشرق میں وہ فلسفے پہنچائے جو رین کی بنیادوں کے انکار پر مبنی تھے جن کی  
بنیادیں عالم میں کاغذ نما (منسرف) قوت کے انکار پر تھی وہ باشعور قوت جو اس دنیا کو ہم  
سے وجود میں لائی اور جس کے دست و پاء میں کائنات کی زمام کار ہے۔

### الاولیٰ الخلق والامور

(ترجمہ) خیر دارانی نے تخلیق کی اور اسی کا تصور چل رہا ہے وہ فلسفے جو عالم غیب، وحی، نبوت،  
شرائع، انبیاء اور روحانی و خدائی قدرتوں کے انکار پر مبنی تھے یہ بھی مغرب کے لائے ہوئے تمام  
فلسفوں کی مشرک۔ بنیاد جن میں کوئی ہم انفس تھا اور کسی کا موضوع بحث یہ است و اتھاد،  
فلسفے اپنے موضوعات میں خوابی رہ گئے یہ کتاب تھے۔ تاہم اس نئی پر سب سے پہلے تھے کہ  
انسان کائنات کو محض ملاحظہ سے نہیں سمجھتا اور ان دونوں کے ظاہری و حوالی و فعال کی مادی تو ذہنیہ  
نہیں۔

یہ فلسفے مشرقی اسلامی معاشرے پر صمد آور ہوئے اور اس کے وطن تک نہیں گئے۔ یہ  
فلسفے سب سے بڑا دین تھے وہ تاریخ میں اسلام کے بعد پیدا ہونے سب سے بڑا زین پائی  
و سعادت اشاعت کے لحاظ سے سب سے گہرا دین اپنی جڑوں کے لحاظ سے اور سب سے طاقتور

دین اولین اور دینوں کو سخر کرنے کے خلاف سے اسلامی ملکوں کا وہ طبقہ جو علم و فہم کے لحاظ سے ممتاز تھا اس دین پر فریقہ دہنیا۔ اس نے اسے نہایت خوشگوار کیے ساتھ خلق سے رات اور اہل بیتان کے ساتھ انہم کر لیا وہ اس دین کا ٹھیک اسی طرح جیرو بن گیا جس طرح ایک سلطان اسلام کا اور ایک مسیحی سبیت کا یعنی کہ وہ اس پر جان رہتا ہے۔ اس کے شعائر کی عزت کرتا ہے۔ اس کے رتبہ و اس اور دینوں کی عظمت کا کلمہ پڑھتا ہے۔ اپنے آپ اور تالیفات میں اس دین کی عظمت دیتا ہے اور جو دین جو نظام اور جو طرز فکر اس کے معارضہ دیتا ہے اس کی تنقید کرتا ہے۔ ہدینا کے ہر جیرو سے وہ دعوت کا رشتہ استوار کرتا ہے اور اس طرح یہ تمام افراد ایک امت ایک خاندان اور ایک گروہ بننا گئے ہیں۔

### دین یا لادینیت :

یہ یاد دین اور چہ اس کے جیرو اس کو دین کا نام دینے سے انکار کرتے ہوں۔ دین ہے کائنات کو جو دین میں لانے والی اس عظیم ذخیرہ سستی کا انکار جو مالک تقدیر بھی ہے اور رہنمائے حیات بھی (الذی فقرہ ہدیٰ) حیات بعد الموت، حشر، جنت و دوزخ، ثواب و عذاب کا انکار، نبوت و رسالت کا انکار، شرائع کا وہیہ اور حدود و شریعہ کا انکار اور اس حقیقت کا انکار کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام حقوق پر اپنے برگزیدہ و رسول (عبدالسمو الرحمن) کی طاعت فرض کی ہے اور ہدایت و سعادت کو اس کی پیروی میں منحصر کر دیا ہے اور اس وقت کا انکار کہ اسلام دوزخ و خرابی اور مانتی پیغام ہے جو دین و دنیا کی تمام سعادتوں کا تقبل ہے اور زندگی کا ایک نظام ہے جو سب سے اعلیٰ اور افضل سے اور وہی وہ دین ہے جس کے علاوہ کوئی دین اللہ کے یہاں مقبول نہیں اور جس کے بغیر دنیا کی علاج و سعادت کو کوئی امکان نہیں اور اس کا انکار کہ دنیا انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے اور انسان اللہ کے لئے۔

آج جس طبقے کے ہاتھوں میں اکثر مذاہب اسلام کی تمام حیات ہے اس کے ذرا دینی ایک بڑی تعداد دین کی پیروی ہے اور چہ یہ سب عقلی ایمان اور سرگرمی عمل میں ایک دین کے لئے ہوں۔ لہذا اللہ اس طبقے میں خاص اہمیت دیتا ہے اور اللہ پر ایمان رکھنے میں اور اسلام کی پیروی کرتے ہیں۔ لہذا اس طبقے کا وہ وصف جو انہوں نے ہے کہ اس پر

خائب ہو گیا ہے اور اس کے بہت سے مقتدر افراد کا دین بھی مادہ پرستی اور زندگی نامہ قرنی فلسفہ سے جو لکھ دی گئی ہے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ یہ وہ ارتقاء ہے جس نے عالم اسلامی کو اس سرے سے اس سرے تک تاراج کر دیا ہے کہ کچھ اور خاندان خاندان اس کا حملہ ہوا ہے۔ یونیورسٹیوں کا لجنہ اور اداروں میں سب پر اس دین کا کوئی اثر ہے۔ ہر استاد اور عقیدت گزار ہو۔ آپ جب ذرا اس سے تباہی میں جاتے ہیں تو کچھ نہیں دیکھتے۔ گئے اور اندر کی بات اگلا کس کے تو دیکھیں گے۔ وہ ایمان والہ سے محروم ہو گیا۔ ایمان بقاءِ غرت سے خالی ہو گیا یا رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہ رکھتا ہو گیا۔ قرآن کو ایک معجزہ و ابدی کتاب اور دستورِ حیات نہ مانتا ہو گا اور ان میں سب سے غیبت وہ ہو گا جو کہے گا کہ میں اس قسم کے مسائل پر غور نہیں کرتا اور ان کو کوئی جزی اہمیت نہیں دیتا۔

ایک لا وارث مسئلہ:

بلاشبہ یہ ارتقاء ہے لیکن ہر مسلمانوں کی توجہ اپنی طرف مبذول نہیں کر سکا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس ارتقاء کا بار ہوا۔ کلیسیا یا نیکل میں نہیں جاتا اور نہ اپنے ارتقاء اور تبدیلی مذہب کا اعلان کرتا ہے۔ نہ معاشرہ اس پر چمکتا ہے کہ احتساب و خطاب کی صورت پیش آئے اور فصل و انقلاب کا معاملہ درپیش ہو۔ ایسے دو بدستور اسی سوسائٹی اور معاشرے میں رہتا ہے۔ اپنے تمام حقوق حاصل کرتا ہے بلکہ معاشرے پر حاوی ہونے تک کا موقع مل کر کوئل جاتا ہے۔ یہ عالم اسلامی کا نہایت اہم مسئلہ اور بڑا قابلِ فکر معاملہ ہے۔ ارتقاء پھیلتا ہے۔ اسلامی معاشرے پر حملہ در ہوتا ہے اور کوئی اس پر چمکتا تک نہیں۔ علمائے امت اور رجالِ دین اس سے کوئی پریشانی اور بے چینی محسوس نہیں کرتے۔ پہلے جب کوئی پیچیدہ مسئلہ پیش آتا تھا تو لوگ اس کو حل کرنے کے لئے حضرت علیؑ کو یہ دیکھ کر تھکے۔ یہ موقع پر ضربِ اٹکائی تھی۔

فصیۃ ولا اما حسن رضی اللہ عنہ لھا۔

ایک پیچیدہ فقہی مسئلہ درپیش ہے لیکن کوئی نہیں جانتا کہ حضرت علیؑ کی اہانت کے ساتھ حل کرے۔

اس ارتقاء کے موقع پر یہ سائنس حضرت ابو بکرؓ کی شانِ عزیمت یاد آتی ہے اور کیا چاہتا



ہے۔

فَضْبَةُ وَلَا اِنَّا بِكَرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَهَا

اردو: تو کی آگ بجھل رہی ہے۔ لیکن کوئی نہیں جواہر، مہدی قیامت کی قوت ایمانی اور شان

عزیمت کے۔ تجھ اسی پر قہار پائے

لیکن یہ دور کھلے اس مسئلہ کا حلقہ جنگ نہیں اور نہ اس پر اسے عامہ و مجرمانہ درست ہے۔ یہ افراد واقعی اور حقیقی سے مل نہیں سکتا۔ بلکہ فی الواقعہ ان پھپکائے گی۔

اور نقشے والا، مجرمانہ دے گی اسلام، بشریت پر تحقیقی مدت (INQUISITION) سے بھی نہیں ہے۔ اور نہ دوجہر و ظلم کا رادہ ہے۔ یہ معاملہ عزم و نصرت اور صبر و تحمل چاہتا ہے اور اس سے نمٹنے کے لئے فوراً فکر اور نرسہ عامہ کی ضرورت ہے۔

۱۔ کیفیت کی عالمگیر اشاعت کا راز:

یہ بنیادین اسلامی دنیا میں کیوں نہ بچھل رہا؟ کیسے مت یہ طاقت حاصل ہو سکی کہ مسلمانوں پر تنہا ان کے گھر کے اندر متاثر ہو سکتے اور کیوں گھر ان کے لئے ممکن ہوا کہ وہ ان کی باتوں اور نصیحتوں پر اس قدر قوت کے ساتھ مستحق ہو جائے؟ یہ سب سوالات ہیں جو بڑی گہری اور اتنی فکر اور بڑے وسیع مطالعہ کو چاہتے ہیں۔

تصور یوں ہوا ہے کہ تیسویں صدی عیسوی میں دلیانے اسلام پر تھکاوت اور بے تحاشی کے آثار جاری ہونے لگے۔ دعوت و عقیدہ اور علم و عقلیت کے غلط سے دو شدید ضعف و انحطاط کی کیفیت میں مبتلا ہوئی۔ اسلام تو بے شک بڑھاپے کی منزل سے آشنا نہیں ہے۔ اس کی مثال سورج کی سی ہے کہ قدیم ہونے کے باوجود ہر وقت ہدیہ اور برہم جوانی۔ لیکن وہ مسلمان تھے جو ضعف و بیگانگی کا شکار ہو گئے۔ علم میں وسعت، فکر میں نہ رت، عقل کی حقارت و دعوت کے دوش و دلوں اور اسلام کو نیکو شرط بننے پر پیش کرنے کے سیرت میں بڑا خلا محسوس ہوتا تھا۔

مزید برآں یہ ہوا کہ تہذیب یافتہ نوجوانوں سے رابطہ نہیں رکھا گیا اور نہ ان کے وسیع و گہرا سفر کرنے کی کوشش کی گئی، حالانکہ آنے والا دور انہیں کا تھا۔ اس نوجوانوں کو جس بات کا قائل کرنے کی بہت کم کوشش کی گئی کہ اسلام ایک سدا بہار و پیغام اور دینِ عالمیت ہے۔ قرآن ہی



رہے۔ دوسری کو کوئی بخشش نہ تھی۔ اس لئے کہ یہ ایک خاصہ انقلاب تھا۔ اس انقلاب اور تبدیلی کو اختیار کرنے والے کسی کھیسائی جان نہیں کرے ہوئے۔ کسی معاہدہ میں داخل ہوئے۔ نہ کسی بات کے آگے نہیں گئے۔ اندوہ کی اور نہ کسی استغناء پر جو سرقرانی پیش نہ گئے۔ اور میں یہی سب علامات تھیں جن سے انقلاب اور تبدیلی کا موسم ہوتا تھا۔

## نتیجہ والی :

اگلے مرتبہ میں اس سوسائٹی سے منسلک ہو چکا کرتے تھے جس کا دین و قبول کرتے تھے اور اپنے عقیدے کی تہہ می کا صحت اور برکت کے ساتھ احسان کر دیتے تھے دیگر جو کچھ نے مذہب کی رہا جس انہیں پرورش کرنا چاہتا تھا۔ زراعت کرتے تھے۔ انہیں زمین پر اصرار نہیں دیتا تھا کہ پرانی سوسائٹی میں جو حقوق اور منافع نہیں حاصل تھے۔ ان کو قبول رکھنے کے لئے اس سوسائٹی سے چپکے ہیں۔ لیکن آج جو ایک دین اسلام سے اپنا حقوق منقطع کرتے ہیں وہ اس پر تیار نہیں ہوتے کہ اس سوسائٹی سے بھی اپنا شت کاٹ لیں۔ حالانکہ دنیا بھر میں اسلامی معاشرہ ہی تھا وہ معاشرہ ہے جس کی تکمیل اور تکمیل عقیدے کی بنیاد پر ہے۔ اور مخصوص عقائد کے بغیر حجازی معاشرہ وجود ہی میں نہیں آتا۔ لیکن یہ نئے سرے میں اصرار کرتے ہیں کہ اس معاشرے کے نام پر فوائد حاصل کرتے ہوئے اپنی جگہوں پر بٹے رہیں اور اسلام کے جتنے ہوئے تمام حقوق منقطع ہوتے رہیں۔ یہ ایک نرالی صورت حال ہے۔ اس سے اسلام کی ہمارے کو کبھی سہاقت نہیں پڑتا تھا۔

## جہلی عصبیت اور ”مذہب قوم پرستی“ :

نہ فلسفوں نے جس ایک طرف عقائد اور اخلاقی قدروں کو بھرنے لیا ہے۔ اب ان باطنی جذبات و احساسات کی ہم رہائی ہی دیکھئے اسلام میں کی ہے۔ جن سے اسلام نے جس کو ایک کی تھی اور جس پر علم اسلام نے پوری قوت سے پورے لگائی تھی۔ مثال کے طور پر عصبیت جو بلکہ کو کچھ جو اس وطن یا قومیت کی بنیاد پر پیدا ہوئی ہے۔ پھر اس کی اس قدر ترقی نہیں کی جاتی ہے۔ اس طرح اس پر جان دی جاتی ہے۔ وراثتی برادری کو اس کی بنیادوں پر ترقی

کر سنے میں اتنا تعجب و حیران ہے کہ یہ (عصبیت) ایک مستحقِ عقیدہ و ادب کے مستحقِ برکت و بانی ہے۔ اہلِ دماغ پر اس طرح اس کا قبضہ ہو جاتا ہے کہ ساری زندگی کی بس ڈور اسی کے ہاتھ میں آ جاتی ہے۔ یہ اپنی ہمہ گیر، اپنی مانتہ اور اپنے فرائض کی عمر بقی اور بھروسہ کیے کا سے بلاشبہ یں و تدبیر کی عروفت ہے اور اس کی گرفت انسان کی پوری زندگی پر ہوتی ہے۔ یہ جب کسی معاشرہ کے لیے اچھا جاتی ہے تو انبیاءِ مبہم (السلام) کی کوششوں اور کارناموں پر اپنی نظر پڑتا ہے۔ اور ان مہارت اور چندہ و ہمہ روائے کے ذریعے جس میں محدود کردہ جاتا ہے جو پوری زندگی پر طرہ و زلفی کے سے آیا تھا۔ پھر اس کے نتیجہ میں عالم انسانیت چند ستارے کیسوں میں تقسیم ہو جاتا ہے اور وہ "امتِ واحدہ" جس کے متعلق یہ روایہ کارِ عالمی اور مشاہیر ائمہ:

وَرَبَّنَا هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَسُوكُمْ فَاَتَّقُوا اللَّهَ يَوْمَ تُخْرَجُونَ مِنْ سُبُوٰغِكُمْ ۖ فَتَدَارَكُ أَعْيُنُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۚ

اور یہ ہے تمہارا سرِ بیکہ و دایہ کی طریقت ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ سے ڈرو۔ کہ نہ وہ "چارہ پارہ و بیکہ" ستارہ توں میں سے جاتی ہے۔

اسلام اس عصبیت سے کیوں برسرِ جنگ ہے؟

مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ نے اس عصبیت جاہلیہ کے خلاف پوری شدت سے جنگ کی تھی۔ اس کے بارے میں اپنی امت کو صرف غلط فہمی کا تعلق ہی تھی اور ہر اس نبی و پیشوا یا تھا۔ جس سے یہ ابھر سکتی ہے اور اس باب میں یہ یہ ضروری بھی تھا۔ اس لئے کہ ان عصبیتوں کے سربراہان ایک عالمی دین کے قیام کو کوئی امکان نہیں تھی۔ اور امتِ واحدہ کی وحدت پر وہ بھی مخالفت میں روٹتی تھی۔ اس عصبیت کی ممت اور اثر کی تردید شریعتِ اسلام میں ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ بیشمار رسوم میں جو اس بات کو ظاہر کرتے ہیں، بلکہ اسلام نے اس عصبیت سے بعد ایک بدیہی چیز ہے۔ نہ محض اسلام کے مزاج ہی سے بلکہ خلقِ دینی مزاج ہی سے۔ ان کے دماغ میں یہ بات نکلی نکلی ہو سکتی کہ یہ مزاج ان عصبیتوں کے ساتھ ہو سکتے ہیں۔ یہ سیاسی رجحانات و فیالات سے خالی انداز میں اور مزاج کا مظاہر کیا جائے تو اس حقیقت سے انکار ممکن ہے کہ میں انسانِ فزاق اور عام انسانیت کی جاتی و تحریک میں جو عوامل کارفرما رہے ہیں ان میں ان جاہلی عصبیتوں کا بوجھ بہت اونچا ہے۔ اس لئے کہ وہ دینی راستہ ہے کہ

○ جو انسان اس لئے آیا کہ پوری دنیا کو ایک اکائی بنائے۔  
○ جو اس لئے آیا کہ ہر مذہب کو ایک جگہ سے یکپارہ کر دے اور ایک عقیدے پر جمع کرے۔

○ جو اس لئے آیا کہ ایک نیا معاشرہ جو جو میں لائے جو دین ایمان پر مبنی انسانیت کی بنیادوں پر استوار ہو۔

○ جو اس لئے آیا کہ ہر مذہب میں امن و سلام کے چولوں کی بیج بچھے۔  
○ جو اس لئے آیا کہ انسانیت کے پرے ٹانگوں کو محبت و اخوت کی ایک لڑی میں پورے۔

○ جو اس لئے آیا کہ ایک باہم شیر و شکر کر کے اس صحنے کی جہاں ہر ایک کو ایک جگہ پر رکھ دے اور سبھی کو یکساں کر دے۔

اس مشن کے حامل انسان نے لئے تو بالکل قدرتی اور عقلی بات ہے کہ وہ اپنی عقلی، فوری اور طبیعتوں کے خلاف کھلا اعلان جنگ کرے اور اس انتہائی حد تک ان کے خلاف لڑے کہ یہ قدر ماضی میں نہ رہ جائیں۔

### مما نیک اسلامید میں "قوم پرستی" کی مقبولیت:

میں یورپ کے سیاسی اور سماجی نہ کے بعد سے دنیا کے اسلام کا دور محمد رسول اللہ ﷺ کے دور سے جو دہائیوں میں آئی حال یہ ہے کہ وہ انہیں غصہ ہونے کو اپنے دل و دماغ میں جھکے ہوئے ہے اور ان خیرات میں نے جاری ہے جیسے کوئی علمی نظر یہ اور کوئی حقیقت ثابت ہو۔ اس سے منکر نہ ہو۔ آج اس دنیا کے اسلام کا حال یہ ہے کہ اس میں لئے دانی تمام قومیں حیرت انگیز حد تک ان غصہ ہونے کو زندہ کرنے اور ان کے گھر گھر کی طرف رعب ہیں جن کو اسلام ہی نے موت نے آغوش میں لے لیا تھا۔ حتیٰ کہ ان قومی و باطنی شعور کے دیا کا چہرہ بھی آج نہ جانتا ہے۔ جو کئی دہائیوں کی پرستی کا مظہر ہیں۔ ان ملکوں میں اس عہد قبل از اسلام کو سرمایہ اکثر زبرد اما جارہ ہے۔ لئے "ما" یا "ما" اور صرف بہائیت کا نام ہے۔ اور یہ دو لفظ ہے جس سے زیادہ شہرت اور تحفظ نہیں کوئی دوسرا لفظ اسلام کی فہم میں موجود نہیں جس

سے نجات پانے کو قرآن مسلمانوں پر انسان بھیرا ہے اور تلقین کرتا ہے کہ مسلمان اس نعمت کا شکر یہ ادا کریں۔

اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب کہ تم تھے آپس میں دشمن پس اللہ نے اس نے تمہارے دلوں میں۔ سو اب جو تم اس کے فضل سے بھائی بھائی اور تم تھے ان کے پاس ایک آگے کے مزے تھے تو اس سے تم کو نجات دی۔ (آل عمران ۱۰۳)

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے راہِ دینی تم کو ایمان کی طرف کی کھول۔

ایک جگہ فرمایا

وہی ہے جو ایمان دے پئے۔ نہ سے یہ صاف آیتیں تاکہ نکال ان کے تجر و اندھیروں سے اجالے میں اور اللہ تم پر مہربان کرے والا مہربان ہے۔ (الحدید ۹)

مما لک اسلامیہ میں دور "جہلیت" کا اعزاز :

لیکن بہت سے اسلامی ملکوں اور مسلمان قوموں کا حال اس وقت یہ ہے کہ وہ صرف مغربی فلسفوں اور اہل مغرب کی طرز فکر سے مجموعیت کے ماتحت اپنے قبل اسلام کے مہد اور اس عہد کی تہذیب و رسوم و عادت کی نگاہ سے دیکھنے لگے ہیں۔ ان میں اس عہد سے ذلی کا ہوا پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ ان میں خرافات پیدا ہو رہی ہے کہ اس عہد کے شعور کو زندہ کریں اور اس کے مشاہیر، بادشاہوں و راجاؤں کی تاریخ کی زندہ جاوید ہستیوں میں جگہ دلا دیں گویا یہ ان کا زریں دور تھا اور کوئی نعمت تھی جو اسلام نے ان سے چھین لی۔ العیاذ باللہ ایسی کسی کھلی یا شکیبی اور اسلام اور پیغمبر اسلام کی کسی نالہ رہی ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہو کہ لغز و بہت پرستی کی شناخت دلوں سے نکل نہی ہے اور جاہلی خرافات سے کوئی نفرت باقی نہیں رہی۔ اور یہ وہ باتیں ہیں کہ ایک ذہنی طور مسلمان کے متعلق ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ان پر تو ایمان امر سلب ہو جائے۔ اسلام کی دولت سے محروم کر دیا جائے اور اللہ کی رحمت کے بجائے اس کا عتاب سامنے آ جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں قرآن نے آگاہ کیا ہے۔

وَلَا تَرْسَخُوا إِلَى الْفُتُنِ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّنْ

قُوَّةٍ مِّنْ أُولَئِكَ مَا تَأْمُرُونَ لَأَنْتُمْ تَنْصُرُونَ (ہود: آیت ۱۱۳)

اور مت مٹاؤ ان کے اہل فتنہ کی طرف کیونکہ تم ان کی مدد کرتے ہو۔ (ہود: آیت ۱۱۳)

## یعنی اخلاقی انتشار:

ان قوم پر مشتمل تھیں جن کے علماء و اہل فتنہ بھی تھے۔ جس سے فتنہ کا عالم اسلام و پیامبر پر درود ہے۔ "نہجہ طہارت" میں آگاہ کیا ہے کہ اہل فتنہ کے پیچھے دوڑنے کا رواج ہے کہ ہر عقیدہ اور ہر قدر اس پر قربان ہو۔ اخلاقیات میں دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کا رواج ہے۔ دنیاوی زندگی پر فخر و غرور اور نفس پرستی کا رواج ہے اور پھر اس کے نتیجے میں جو چیزیں ہوتی ہیں۔ یعنی اخلاقیات پر راندہ کی حرمت اللہ کی کائنات مخالف فتنہ و شراب کا شیعہ اعموم اور اسلام کی مخالفت و قیود سے اس طرح کلی آزادی۔ جیسے اس عقیدہ کا کوئی تعلق اسلام سے نہیں۔ اسلامی شریعت منسوخ ہو چکی ہے اور وہ کوئی داستان پار نہ ہوا اور قصہ و انشائے ہے۔ دنیائے اسلام کے تمام ملکوں کے اونچے طبقے کے افراد میں بہت بڑی تعداد آپ کو اسی رنگ اور اسی مسلک کی ملے گی۔ گھوٹا آیا۔ ہی تصور ہے۔ جس کی مختلف کاپیاں فروغ کی ہیں۔ فاعبیر و انا لونی الا بصار۔

## عالم اسلام کے لئے سب سے بڑا خطرہ:

یہ ہے اجماع کے بحران جس آج کے عالم اسلام کی دینی اور اجتماعی تصویر اس تصور میں جو چھوٹ نظر آتا ہے۔ نیز۔ نہ ایک یہ جاہلیت کی ایک موج ہے جو اسلام کا سارا سرمایہ ہائے لئے جارہی ہے۔ انیسائے اسلام کو اپنی چوری تاریخ میں اس سے زیادہ سرکش موج سے سابقہ نہیں ہے نہ اس جتنی طاقتور مخالف موج کا سامنا عالم اسلام کو کبھی ہوا ہے اور نہ اس جتنی مدنیہ موج کا۔ اور پھر اس کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس کی بلاست خیز یوں پر چوٹ ہے۔ اے کم ہیں اور وہ تو کم سے بھی کمتر ہیں جو سب آج چھوڑ چھاڑ اور اپنی ساری قوتوں کا سرمایہ لے کر اس کے مقابلے پر نہ نکلے ہوں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ماضی میں یونانی فلسفے کے اثرات جو ماضی





”سچ کا سب سے بڑا اہلکار یہ ہے کہ جمہوریت کے دو بنیادی افکار دوسروں اور ممالک میں گھس گھسائے ہیں۔ ان سے ملکر اور عقل کے میدان میں خبردار کھائی کی چوٹیں زبانِ نعلین کے عالم کے اصول و ہادی پھر سے مٹی کی جہازات کے ساتھ کھان کی جلد لے لیں۔“

حالِ یک سوئی گزرتی ہے کہ یورپ، ہمارے نوجوان اور ان میں لطیفے پر چھاپے ہوئے ہیں۔ ان کے اندر اجماع و اتفاق و ارتباط و ایک طوفان ہے جو اس نے ہمارے دوسروں اور ممالک میں بڑا زور رکھا ہے۔ یہی اور ایمانی حقائق پر مبنی و مؤثر بلبل زور ہے اور یہ سب سے بڑا فرقہ وارانہ ہے۔ پھر وہاں گھسائے اس جہاز پر کاغذ اور سب ہیں۔ کالم ایک صدی سے اس فضا اور فضا کے ساتھ جاری ہے۔ لیکن ہمیں اس سے کتابت کی کوئی فہم نہیں ہوئی۔ ہمارے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی کہ وقت کے تقاضوں کے مطابق تدریج میں ترکہ پر اضافے کرنا بھی ہو۔ فہم نہیں اس کے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ اور یورپ نے ان فلسفوں و مضمون اور پیرس کا علمی و سہ

گزیں بلکہ مہذبوں کی طرح ان کا پاس سے ہاتھ کر رہی۔ ہمارے ہر اقدار کی بحثوں کی تہذیب و سہ۔ یہاں تک کہ اس دعویٰ کے گزریں ہمارے کو بیکار کیا۔ یہ نظر یا تو ایران و مشرق و ممالک میں ہوتا ہے۔ اور ایک ایسی شکل چور و کرور ہر اقدار آچکی ہے جو اس کے عقائد و مہذبوں پر ایمان رکھتی ہے۔ ان اسلامی مذہبات اور اسلامی تربیت سے سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ کافی علاقہ اپنی مومن و مسیح قوم سے اس کے لئے کہ قومیت کے علاقے میں اس کا شہر بھی مسلمانوں میں ہوتا ہے۔ یہ اگرچہ تعلق ہے۔ اور بعض سیاسی صحابہ کی حد تک اس کے سوا کوئی تعلق نہیں! اور اب اس سے بھی آئے ہیں کہ قومیت حال یہ ہے کہ یہ! انی حراج اور انی انداز فکر اب۔ طاقت اور خوف و سیاحت کے لئے ہے۔ یہ وہ ملک کتنی چاہتا ہے اور مسلمان قوموں کے سر پر عمومی بنانے کی راہ و تربیت نہ ہو رہا ہے۔

خاتمہ ان اوقات کی رفتار و وقت آ رہا ہے کہ اسلام کو زندگی کے میدان سے نکال دینے کی کوشش ہو رہی ہے۔

### دعوتِ ایمان:

یہ وقت عالمِ انسانی میں ایک نئی اسلامی حرکت کا متقاضی ہے۔ اس دعوت و جدوجہد کا

غیر ورنہ نشانہ ہو۔ آؤ پھر سے "مذہبِ ایزلانی پیدا کریں!" ممکن تھا غمزدگی نہیں ہے۔ اس میں پہلے دو نفسیاتی دوا ہے جو بچنے اور کھٹنے کی ضرورت ہے۔ جس سے علمِ اسلامی کے وجود پر وہ ہر قدر اطمینان کے ہیں اور سب تک پہنچنا پانے لگے اور اسے اسلام کی خرافہ لکھنا یا جانے لگے۔

بے غرض داعیوں کی ضرورت:

آج عالمِ اسلام کو ایسے مردانِ کاری ضرورت ہے جو صرف اسی دعوت کے پیچھے نہ رہیں۔ اپنا ہم جنی صابھتیں اور اپنا مال و مالِ گناہ کے لئے وقف کر دیں، کسی جہدِ منصب یا عہدہ، حکومت کی طرف نظر نہ لگائیں، دیکھیں کسی کے لئے ان کے دل میں کیسے وہ بات نہ ہو، فائدہ پہنچا میں، مگر خود فائدہ نہ اٹھائیں۔ دینے والے ہوں، لینے والے نہ ہوں، ان کا طرزِ عمل سیاسی رہنماؤں کے عزمِ مکمل سے ممتاز اور ان کی دعوت و جدوجہدِ سیاسی تحریکات (جس کا صحیح تصور خاص مسئول ائمہ اور ہوتا ہے) مختلف اور جداگانہ ہو، مخلصان کا شععار ہو اور شمس پرستی بخود پوشی اور ہر قسم کی غصیبیت سے بالاتری ان کا امتیاز!

دعوت کے لئے مخلصی اور مال کی ضرورت۔

اس پر اضافہ یہ ہے کہ آج ایسے مخلصی ادارے (ACADEMIES) عالمِ مسلم کی بڑی اہم ضرورت ہیں جو ایسا طوق لیا اسلامی ادب پیدا کریں جو ہر مے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اپارہ کھینچ کر اسلام، سوچ مقلی میں اسلام کی طرف لائے جو انہیں مغرب کے ان فلسفوں کی ذہنی ندامت سے نجات دلا سکے۔ جنہیں ان میں سے کچھ نے سوچ سمجھ کر اور زیادہ تر نے محض اقتدار کی دوا سے متاثر ہو کر جڑ جہان نہ لپی ہے۔ ادوارب جو ان کے دماغوں میں از سر نو اسلامی بنیادیں اٹھائے اور قلوب و دماغ کی تہذیب ہے۔ اس کام کے لئے عالمِ اسلام کے ہر گوشے میں آج ایسے اداریاب عزائم تیار ہیں جو مصر کے کے اختتام تک اس مخلصی محاذ پر جہد کریں۔

میں اپنے بارے میں حسرت کے ساتھ بتاؤں، چاہتا ہوں کہ زندگی کے کسی لمحے اور کسی واقعے میں بھی ان لوگوں میں نہیں رہا ہوں۔ جو دین و دہشت کی تفریق کے قائل ہیں، نہ میں ان لوگوں میں ہوں جو دین کی ایک تعبیر کرتے ہیں، جس سے او زندگی کے ہر حکام اور حالات کے

یہاں نچے میں انکو دودھ اسلام سے کٹر بن بنا دیا اور ملت ہو جانے اور یہ ملت کی موسمی میں جڑ جانے اور نہ میرا تعلق بھی اس قوم سے رہا ہے جو سیاست و قرآن نے شجرہ کھودا۔  
 الشجرة الملعونة فی القرآن کہ صدائق کج کتاب میں ان لوگوں کی کٹی ہوئی جڑ میں وہ لوگ مسلمان قوموں میں کج سیاستی شعور رکھنے والے ہیں اور یہ اسلامی ملک میں کج قیادت کو بروئے کار دیکھنا چاہتے ہیں۔ میں ان لوگوں میں ہوں جن کا اعتقاد ہے کہ ان کو سوشلزم و اشتراکیت کا غیر نہیں دوسرا۔ جب تک کہ ان کو اقتدار حاصل نہ ہو اور حکومت کا نظام اسلامی بنیادوں پر نہ ہو اور نہ وہ۔ میں اس کو دانی ہوں ہر زمانہ کے آخری سائنس تک رہوں گا۔

### ماضی کے تجربے:

میں بات ترتیب اور تقدیر اور ضرورت پر مبنی بحث۔ دینی بحث کی ہے اور دینی بحث کے مفاد کا ہے اب تک ہماری کوششیں اور ہماری صلاحیتیں ہمارے مسائل اور ہمارے اوقات سیاسی تفصیلی تجزیہ کی ضرورت ہے میں اور یہ سماجی جدوجہدات اس مفروضے پر مبنی کرتے ہیں کہ ہمیں چاہیے کہ ایمان ہے اور قوموں کی قیادت جو ایمان کا مجموعہ بنتے ہیں ان سے ہوتی ہے۔ اور جس پر مبنی طرح مسلمان ہے۔ اسلام کے مفاد و اصولی بنیادوں پر ایمان ہے، اسلام میں ہر جگہ ان کے لئے اس لئے دل میں پوشیدہ ہے ہر وعدہ و وعید کے خلاف اس سے بھی و تیرا ہے حالانکہ یہ بات برعکس ہے قوم کو حال یہ ہے کہ ایمان میں ضعف اور اسلاف میں کمزوری آچکا ہے لیکن اس کو نہ کہیں پہنچا نہ ہو تو قوم کو ہوشیار ہو۔ ہمیں ہانڈا ہوا ہے کہ اب یہ کہانی ہے کہ مغربی فلسفوں اور نظریات و افکار کے اثر سے غافل ہو گئے ہیں اور یہ عقل چھوٹ گیا۔ بلکہ بہتوں کو مانا ہے کہ یہ ہو چکا ہے کہ اسلامی عقیدہ کے لئے ہے باقی اور مغربی فلسفوں کے لئے ان کے لئے انکار و مفاد دینا اس کی تدابیر ہیں۔ ایمان ان کے لئے چاہئے کہ ان کے لئے کاجڑوں و اموال اور ان کی ضرورت و مشاقت کا دعویٰ ہے فکر کہ زندگی کا ان کے لئے ان کے لئے ان کی زندگی ہوئی بنیادوں پر استوار کی جائے۔ مرید و شش کہ ہماری قوم دامن ادا و بیعت سے مانوس کیا جائے۔ یہ ہے اس عقیدے کے بہت سے افراد کو اپنی حال پھر ہم نے میدان میں بعض چند باز ہیں بعض تو بیچ کے کامل۔ بعض اس اور دینی رہنماں و طاقت کے درمیان قوم کو جو شخص دیکھا جائے

اور بعض قوموں کی شکایتیں میں غور و بسور کی گئی۔ ساتھ ساتھ رہنے کی راہ پر کچھ مڑا کر دیا۔ مگر مغزوں میں سب سے ایک امر یہ ضرور ہدفِ سب کا ہوا۔

دینی طبقے کے دو متضاد گروہ:

اس طبقے کے بارے میں علامہ ابن خلدون (بشارتِ سیکہ یہ تعبیر درست بھی ہو یا نہ ہو) اسلام میں کوئی شخص دینی عقیدہ اور پاپائیت جتنی بھی نہیں ہے، اپنے رویے کے اعتبار سے دو گروہوں میں تقسیم ہے۔ ایک گروہ وہ ہے جو اس سے دوسرے گروہ سے دینی عقیدہ کرتا ہے اور اس کے سامنے کئے گئے بھی ہو رہتا ہے نہ کہ کتابتِ کتب ان اسبابِ مغل کو نہ سمجھتا ہے بالکل مستحق ہے جنہوں نے اس طبقے میں اصلاحیت کا رنگ نہ پیدا کیا۔ یہ گروہ اس کا کائنات نہیں کہ اس طبقے کے عقیدہ طبعاً ایجاد ہے۔ دین اور مہل دین سے اس کی داشت و دور کی ہوئے۔ اگر کوئی دیناں و غیرہ کا وہ اس میں موجود ہے تو اسے برا سمجھا دیا جائے۔ خواہ اسلامی لڑائی کے ذریعہ اس کے اندر دینی افکار اور اسے چاہیں اس کے ہر وہ مال اور حق سے واقف رہے۔ استغناء و کسبِ اسلامی ضروری ملکیت کا تقاضا نہ کرے۔ چاہے اس کا اور غیر یہ شخصیت کی ہوئے اور اس طرح اس کے اسواہ اور دماغ کو بدلا جائے۔

دوسرا گروہ اس کی بالکل ضد ہے۔ وہ اس طبقے سے تعلق رکھتا ہے۔ مال و جاہ میں اس کا شریک بنتا ہے۔ اس کے ذریعہ اپنی دنیا جاتا ہے۔ اس کا دین سنوارنے کی فکر نہیں کرتا۔ پس اس گروہ میں نہ کوئی دینی روح ہے نہ دینی غیرت کا مظاہرہ۔ نہ یہاں اس بگڑے ہوئے طبقے کی اصلاح کی کوئی حرص و فکر پائی جاتی ہے اور نہ اسے اس قرب و حق دین میں کوئی پیغام ملتا ہے۔

اسلام اور دینی انقلاب کے لئے جس گروہ کی ضرورت ہے

ایسا کوئی گروہ نہیں جس میں سموتِ حال پروردگار ہو جو یہ سمجھے کہ یہ انچا ظلم یافتہ طبقہ مریض ہے، اگر ملحق کے آقا اور شعلانی کے قہر میں اور پھر اس کے علاج کی فکر کرے، مصلحت و نفع کے ساتھ دین کی دعوت لے کر اس میں بھیسے اور بے ہوش نصیحت کا حق دلا کر۔ ایسا کوئی تیسرا گروہ نہ ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے اس مغرب زدہ عنصر کو دین اور دینی ماحول سے قریب ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ اس کی مادی زندگی اس ماحول سے داشت و دوری میں کوئی



لیکن اس حکیمانہ دعوت اور ایک ایسے نصیحت اور دینی اسلام کے ظہور میں آنے کے حقیقی جس نے اسلام کے لئے خلوص اور اس کے نفع کا حق ادا کیا اور اس کے چاہشیوں کی کوششوں کے نتیجے میں یہ مبلغ و گدراہدہم نے ہاتھ سے نکل کر ہاتھ میں آیا اور پیسے سے زیادہ مفید بھی گئے ساتھ آیا آئینہ کے تحت پرپے رہنے پانچہ بادشاہ آئے جن میں سے ہر ایک اپنے پیش رو سے بچر تھا جس کی نوبت اور تک زریب عائنہ تک پہنچی وہ اور تک زریب جس کا ذکر تاریخ اسلام و تاریخ اصلاح کا ایک زریب و باب ہے اور معلوم ہے کہ تاریخ ہمیشہ وہاں سے جاتے اور بار بار و جراتے ہونے کے لئے تیار ہے۔ اسے کبھی اس عمل سے انکار نہیں ہوتا۔ اس بات صرف اس وقت کی رہی ہے۔ جو اس کا رشتہ کبھی کے اور اسلام کے تلامذہ اور وکروہ آکر لانے والی قوت صرف دعوت اور اس کی حکمت و اخلاص ہے۔

### نگین صورت حال:

اس صورت حال کو ہمیں ہمدردی و استقامت اور حکمت و احتیاط سے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔ دنیائے اسلام پر آج ایک تاریخی فکری و تربیتی اثر اور نئی تحت نصیبت آئی ہوئی ہے۔ یہ نصیبت ان تمام لوگوں نے غور و فکر و موعظہ میں جانی جاتی ہے جو اسلام کو دیکھتے ہیں۔ آج ہر اسلامی ملک کے جدید تعلیم یافتہ طبقے بہت سے افراد کا حال یہ ہے کہ حق و ایمان کا سرشت ان کے ہاتھ سے بچوت چکا ہے۔ "عاطقی بندشیں" و "توقیر پیکل بچے" ہیں۔ انداز فکر ان کا مرہا مرمان ہو چکا ہے اور یہاں سے میں انہوں نے اذیت کا نکل یہ اپنا پایا۔ اس اثر "اکثر" کا لگا ہوا ہوتا ہے۔ یہ نکتہ غور بھی ہوتا ہے یہ شعر و کہیں کا کہ ہے۔ بہت سے ایسے ہیں جو اسلام پر ایک عقیدے اور ایک انجام کی طرف ایمان نہیں رکھتے مگر مسلمان عوام باوجود یگانہ ہیں۔ فیصلہ و سلام کے تمام جو یہ موجود ہیں اور اپنی طبیعت سے نہایت کا صلا کی قرین گروہ ہیں۔

اس طبقے کی ہمیں باوقاری و ذہنی تقویت اور اثر و نفوذ کی بناء پر اس کے ماتحت ہر مطلع ہیں۔

اگر یہ صورت حال پوچھی جیتی رہی تو یہ الحاد و فساد ان عوام میں بھی جس قدر بچا۔ دیرینوں کے ساتھ ہل مسلمان بھی اس کی نہوں سے بچتی ہیں۔ گھر اور کھیت اور کارخانوں کے مزدور ان کا بھی دین و ایمان یہ پلے کر چھوڑے گا۔ یہ سب کچھ ایسی رقم و انداز سے پرہیز

میں ہو چکا ہے اور ان حالات کا رخ اور رفتار ہمیں رسمی اور القہ کا ارادہ کا پرہیز میں حاصل نہ ہو گیا تو  
۔۔۔ میں بھی سب کچھ بولنے جا رہا ہوں۔

## کام کی فوری ضرورت:

اس فریضے کی ادائیگی میں ایک دن کی بھی تاخیر کا موقع نہیں ہے، دنیا کے اسلام کو اردو ادب  
کی بڑی زبردست ہرجا کا سامنا ہے۔ ایسی لہر جو اس کے عزیز ترین طبقوں اور بہترین مصنفوں میں  
پھیل چکی ہے۔ یہ اس عقیدے، اس نظام اخلاق اور ان قدما کے خلاف بغاوت ہے۔ جو  
دنیا کے اسلام کی سب سے بڑی متاع ہے۔ گریہ و نوحہ ضائع ہو گئی۔ جو رسولِ محمد کا ترکہ ہے  
جسے مسلمانوں نے منسلک کرنا ہوئی لائی ہیں اور جس کی راہ میں اسلام کے جہانوں نے  
مصائب کے سائے ہی پر ڈانٹے ہیں تو مجھے لیجئے کہ یہ اسلام بھی گیا۔

کیا ہم اس حقیقت و روقت کی نزاکت کو سمجھنے کی کوشش کریں گے؟

وما علینا الا البلاغ المبین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## مسلمان غیر اسلامی ماحول میں

یہ حضرت علامہ اقدس سرہنی، ولی کلرنگیز آفیسر ہے جو کہوں نے لندن (برطانیہ) میں  
عرب و یونانوں کے جہاز میں فرانسیسی جہاز کا روٹ پر پیش خدمت ہے؟

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء  
والمرسلين، وعلى آله واصحابه اجمعين، اما بعد.

آپ مہاجرین کے سامنے بیان کرتے ہوئے مجھے بے حد مسرت ہو رہی ہے۔ آپ  
انہما سے اپنی خوشی سے اس ملک میں نہیں آئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کر کے یہاں  
بجائے گئے ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

میں اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ آپ اپنے وطن سے صرف مالی یا  
سیاسی مشکلات سے اجابت پانے کے لئے یہاں تشریف لائے ہوں بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے  
(نیک مقصد اور اللہ ہی مدد و پرہیزگار کر کے یہاں بھیجا ہے کہ آپ اسلامی زندگی کا عملی  
طور پر نمونہ بن کر پیش آئیں، اس امر کی مقدس تعلیمات کو مبلغ بن کر پیش کریں۔

میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ آپ صرف مسلمان ملکوں کے سفیر کی حیثیت سے اپنے  
آپ کو پیش کریں گے۔ میں اسے اچھی اور عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ مجھے اچھی طرح اس  
کی ضرورت کا پتہ ہے اور میں اس کے فائدہ کو انکار نہیں کرتا لیکن یہاں ایسے (مسلم) سفارت  
کاروں کی ضرورت ہے جو بد مذہب اور غبت ایمان و یقین کے فوائد سے باخبر ہوں تاکہ ان کے  
اثر سے دوسروں پر مرتبہ ہو۔



آپ کو معلوم ہے کہ اندون ملک برحانیہ کا دارالسلطنت و ایک معروف شہر ہے جہاں ہر وقت منتشر کرنے والے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ایسے مقام پر آپ کس طرح لوگوں کے توجہ سے اپنی طرف مبذول کر سکتے ہیں اور آپ کس طرح اپنے عمل سے ان کے دل جیت سکتے ہیں؟ اس کے علاوہ کوئی نقطہ نہیں کہ آپ اسلام کی مقدس تعلیمات پر پوری طرح عمل کر کے ان لاکھوں، کروڑوں انسانوں کے نظم و نسق میں تغیر شدید پیدا کر کے ان کے دلوں پر قبضہ کریں۔ بلا عمل و مسونہ کے آپ ان کو اسلام سے متاثر نہیں کر سکتے، اسلام کے نورانی و روحانی اعمال سے اپنے آپ کو مزین کر کے ان کے فہم کے لئے ان پر پیش کریں۔ اسی وقت وہ اسلام کو اس کی صحیح روشنی میں دیکھ سکیں گے اور اسلام کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہوں گے اور ہر صورت سے اسلام کا مخالفہ نہیں گئے۔

ہم یہ کس طرح کر سکتے ہیں؟ ہم یہ کام اسی وقت انجام دے سکتے ہیں جب ہم کھرے کھونے کا امتیاز کرنے والے ہوں۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں مختلف قسم کے لوگ ملتے ہیں جن کا معاشرہ جدا از جدا نہیں، جدا جدا، خیالات اور مقاصد جدا جدا۔ یہ ایک ایسی مارکیٹ ہے جہاں مختلف تجارتی اور سیاسی مقاصد کے لوگ ہیں۔ ایسے مخالفت والے حالات اور ماحول میں آپ اپنے آپ کو ایک خاص انسان کی طرح کیسے پیش کر سکتے ہو؟ آپ میں ایسی کیا خصوصیت ہونی چاہئے جس سے ان کی توجہ آپ کی طرف مبذول ہو۔ اس کا آسان جواب یہ ہے کہ ہر مسلمان ایک خاص (اسلام کی مقدس تعلیمات پر پوری طرح عمل کر کے) انسان بن کر اپنے آپ کو پیش کرے تاکہ وہ اپنے اندر ایک تغیر شدہ پیدائش محسوس کرے۔

امام زہریؒ اپنی وقت کے مشہور محدث تھے۔ فرماتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے دو سال میں جتنے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ کی نبوت کے بعد ۸ سال میں بھی اتنے لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے (یعنی بہت زیادہ تعداد میں لوگ صلح حدیبیہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے۔)

جب آپ ﷺ نے ساتویں ہجری میں عروہ کا ارادہ فرمایا تو مشرکین مکہ نے اس سے روکا اور کہا کہ اس سال آپ واپس جائیں اور آئندہ سال لوٹیں۔ شرائط میں ایک شرط یہ تھی کہ طرفین کے درمیان کوئی جھگڑا نہ ہو۔ ابھی یہ معاہدہ ہو ہی رہا تھا کہ ککرا آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا

کہ یہ شریک نہیں ہے۔ یہ بات وہی رہی تھی کہ سبیل بن عمرو آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب معاملہ آسان ہو گا۔ سبیل کہنے لگا کہ معاہدہ پورا فرمائیے۔ آپ نے کتاب کو بڑا اور کہا کہ لکھو! **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ سبیل نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ زمین کے کیا معنی ہیں آپ تو یہ نکلیں کہ اللہ کے نام کے ساتھ! آپ ﷺ نے کتاب کا تب فرمایا کہ اب لکھو یہ معاہدہ محمد (ﷺ) اللہ کے پیغمبر سے کیا گیا ہے۔ سبیل کہنے لگا۔ واللہ اگر ہم آپ کو اللہ کا پیغمبر مان لیتے تو کعبہ کے حواف سے نہ رکتے اور نہ آپ سے جنگ کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ واللہ میں اللہ کا رسول ہوں چہ تم یقین نہ کرو۔ میں نے کہا کہ محمد بن عبد اللہ نعمتِ جاے (وہ مسزہری فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کی تمام شرائط منظور فرمالیں جو اٹھ تھالی کو منظور تھیں) اس کے باوجود انہوں نے عمرہ سے رد کیا اور کہا کہ اس سال آپ واپس لوٹ جائیں ایسا نہ ہو کہ ہم وہی قوم یہ کہتے کہ ہم نے ذب کر صلح کی تہ۔ آپ آئندہ سال عمرہ کے لئے تشریف آ سکتے ہیں۔

آپ ﷺ نے خانہ یزیدی سے بچنے کے لئے اور امن و امان قائم ہونے کے لئے ساری شرائط منظور فرمالیں۔ آپ ﷺ نے بظاہر چند حروفِ مبارکے لیکن وہ الفاظ جو دلوں، دماغ اور تاریخ میں لکھے باقی تھے ہوں اور کیسے محو ہو سکے صبر!

ان دو سال کے درمیان مشرکین جو مدینہ منورہ آئے۔ وہ اپنے رشتہ داروں کے یہاں ٹھہرتے قریش اور دیگر قبیلہ والوں کے یہاں آتے۔ انہوں نے ایک بہت زبردست تعمیر ان کی تعلیم تربیت، اخلاق اور ریتا کی دیکھا (کہ ان میں کئی قومیں تھیں جو سب عرب تھے اور ہماری صرت وہ سب بنی عدنان و بنی اہلبنان کے اول تھے۔ دو سب ایک نسل کے تھے۔ ان کی رسول نہیں ایک ہی خون بہتا تھا۔ دو سب ایک ہی زبان بولتے تھے ایک ہی قسم کا پیرا پیتے، دوسرا وہاں نہ تھی نہیں، یہاں نہ کہ ان کا کھانا بھی ایک ہی قسم کا ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے عربوں کو بہت ساری خوبیوں، صلاحیتوں، اور منطق کے مالک بنا رکھا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر ایک عظیم مفید بندہ رہی جبکہ ان کی مشرک تہذیب اور جن میں تہذیب ہوتی رہی۔ اسی انداز میں وہ آئے بڑھتے رہے۔ نہ ان میں جدیدہ انداز داخل ہوا، نہ یہ وہ اپنے آپ میں اور نئے ہونے والے مسلمانوں میں فرق محسوس کرنے لگے انہوں نے کسی سے غلط اور بد نہ پائی نہیں تھی۔ مسلمانوں کیسے نہیں کرتے مسلمان جھوٹ نہیں ہوتے، وہ خوب الفاظ

زبان سے نہیں نکالتے وہ جلد غصہ نہیں ہوتے وہ مہمانوں کی خدمت کرتے اور اپنی حاجتوں اور ضرورتوں سے زیادہ دوسروں کی خدمت و مدد کرتے۔

میرے بھائی! آپ نے حضرت ابو طلحہؓ انصاریؓ کا واقعہ سنا تو کیا وہ اپنے آپ کو اور اہل و عیال کو بھوکا رکھ کر مہمان کو بقی ٹھیک کرنے کے لیے بچھا کر کھانا کھلایا۔ بظاہر ایسا برتاؤ کر رہے تھے جیسے کہ وہ خود کھارہے، دوس حالانکہ وہ کھانے نہیں رہے تھے۔ جب مکہ کے لوگوں نے مدینہ پہنچ کر (مسلمانوں میں) تبدیلی دیکھی اور سوچا کہ ان کے اور مدینہ کے لوگوں میں کتنا فرق ہے تو اس بات کو تسلیم کئے بغیر نہ رہے کہ یہ سب کچھ تبدیلیاں اور انقلاب اس اسلام کی وجہ سے ہے اور رسول اللہ ﷺ کی مقدس تعلیمات کا نتیجہ ہے گو وہ لوگ ہم میں ہی سے ہیں اور ہماری زبان بولنے والے ہیں۔ یہ انقلاب ایسا انقلاب تھا کہ وہ دل تمام کر بیٹھ گئے اور سوچنے پر مجبور ہوئے۔ وقت بہت تھوڑا ہے اور ایسا موقع ہمیشہ نہیں نہیں ہوتا اس لئے عرض کرتا ہوں کہ اپنے اسلاف کے بزرگوں کی زندگی سے سبق حاصل کرو اور دینی زندگی اپنانے کی کوشش کرو۔

حضرت عامر بن نعیرؓ کی شہادت کے واقعہ یاد کرو کہ میرے معرکہ میں جہاد ابنِ اسلامی نے جب ان کو نیزہ مارا تو آخری وقت میں فرمایا: "اے نبی کے رب میں کامیاب ہو گیا" یہ الفاظ جہاد ابنِ سلمیٰ کو بہت کھٹکے اور کہنے لگا کہ کون سی کامیابی کا اعلان کیا گیا؟ دوست کی کامیابی؟ خوبصورت عورت؟ کس؟ قوت و طاقت؟ حکومت؟ کس بات کی کامیابی کا اعلان تھا؟ یہ بات بھی عربوں کی مشہور ہے کہ وہ چھوٹ نہیں بولتے جب وہ مرد ہے ہوں یہ شخص مرنے کے قریب ہے، بیوی کو زیادہ بنا رہا ہے مرنے کے بغیر باپ کے ہونے والے ہیں، پھر بھی کہہ رہا ہے کہ میں کامیاب ہو گیا!

جہاد ابنِ سلمیٰ مسلمانوں کے پاس گیا اور دریافت کیا کہ وہ کون سی کامیابی ہے جس کا ذکر حضرت عامرؓ شہادت سے پہلے کہہ رہا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ کامیابی جنت ہے جس کا وعدہ اللہ نے کیا ہے اور جس یقین پر حضرت عامرؓ جیتے رہے اور اسی یقین کے ساتھ شہید ہوئے۔ یہ سنتے ہی حضرت جہاد مشرف باسلام ہوئے۔ یہی وہ راز ہے جو مسلمان کامیابی سمجھتے تھے اور دوسرے اسے ناکام سمجھتے۔ یہی وہ فرق ہے جس نے حضرت جہادؓ کو دائرہ اسلام میں

داخل ہونے پر مجبور آیا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ .

میرے بھائیو! یہی فرق واقعہ آپ اپنے اندر بھی محسوس کریں، ماناجے پرنسپل پڑھتے  
حق اپنی انکسوں اور ناک ہوں کو چنچ کر میں، حسب حال سے چلیں، اپنے اطلاق و امتحان میں امتیاز پیدا  
کر میں تاکہ کوئی قوم آپ کے نیک خیالات پر حیرت نہ کر سکے اور نہ آپ کے ایمان سے سودا  
کرنے کی ہمت کر سکے، کوئی آپ کو آپ کی مہارت سے روک نہ سکے، حسب اس کا وقت ہو چلا  
ہو، کوئی آپ کو مدت کی یاد سے منتشر نہ کر سکے اور کوئی آپ کو سرے اور بعد کی زندگی کی یاد سے  
روک نہ سکے۔

بد قسمتی سے ہم اپنے اعمال و اعمال بد سے ۱۲ سے بن چکے ہیں کہ ہم میں امتیازی شان نہ  
رہی اور یہ امتیازی شان ان وقت حاصل ہو سکتی ہے جب ہم میں ایمان و یقین کی نشانی موجود  
رہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات اقدس پر پورا بھروسہ ہو۔ جس امتیازی علامت یہ ہے کہ ہم  
مرنے کے بعد اپنے دلی زندگی کو اس دنیا کی زندگی پر ترجیح دیں۔ یہی علامت (عمل کے  
ذریعہ) ہم میں ہونے لگی (شدید) ضرورت ہے ورنہ مجھے خوف ہے کہ مال کی محبت (اور دنیا  
کی پسند و نیک) آپ کے دل و دماغ پر قبضہ کر کے غارِ مہم میں (تھکیل دے گی اور آپ دیگر  
انعام کے پیچھے رہے ہوئے انسان کی طرح کھو جائے گے اس لئے آپ اپنی اسلامی شان و شوکت  
کی نشانی قائم رکھیں تو (اللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق ایسے عطا کرے کہ ہم  
فراموش نہ ہوں گے، جس سے آپ حق و باطن کی پیروی کر سکیں گے، تمام برائیوں سے محفوظ رہیں گے  
اور اپنی رحمت سے نوازیں گے۔

میرے بھائیو! انسان کی کامیابی کا بہترین راستہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول  
اللہ ﷺ کے طریقہ دلی زندگی اختیار کرے۔ اگر آپ نے اس میں غفلت اور اچھاوشی رہتی تو  
میں جہنم میں کوئی عالم الغیب نہیں ہوں کہ مستقبل سے آپ کو آگاہ کر دوں یا آپ کو بدستور  
کہ مستقبل میں کیا ہونے والا ہے لیکن تاریخ کو وہ ہے اور حالات ایسے درپیش ہیں کہ میں اسے  
آئندہ میں دیکھ سکتا ہوں کہ آپ کو یہاں دو کر بہت سارے کارِ برائیات کا سامنا کرنا پڑے گا  
اور مقابلہ کرنا پڑے گا جو نہایت خطرناک ہوں گے۔

اگر آپ نے اسلامی و شرعی اعمال کے ذریعہ اپنے ممتاز ہونے کا مظاہرہ نہیں کیا اور آپ نے یہ (علم و عمل کی روشنی میں) ثابت نہیں کیا کہ آپ اسلام کے مبلغ ہیں، ایک آٹھ اور چوکنٹا رہنے والی قوم کی طرح ایمان، یقین سے سیریز ملت کی طرف اور اپنے (اسلامی و دینی) اخلاق سے اور اس قوم و ملت کی فخر جو سرے کے بعد کی زندگی کو دنیا کی کافی زندگی پر ترجیح دیتا ہے کا مظاہرہ نہیں کیا تو آپ اپنے گورنر مولیٰ اللہ تعالیٰ کی بہترین امت کہنے کے لائق نہ ہوئے اور عام دنیا والوں کی فخر - وجہ فخر - ہوا تعالیٰ نہیں مل کی توفیق دے گا۔ آمین۔

و ما علینا الا البلاغ المبین۔

بسم الله الرحمن الرحيم

## پاسبانِ مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء  
والصالحين - وعلي آله واصحابه اجمعين . ام بعد

حضرات! ان نے بھی اسلام اور مسلمانوں کی فکر فرمائی تھی۔ کافرانہ خیالات سے یہ حقیقت چھٹی نہیں کہ تاریخ نے طویل سفر میں باہر خرابی تحریکوں نے مسلمانوں اور دین اسلام پر  
اٹھاتے بنا کر مسلمانوں کو ہستی سے مٹانے کا منصوبہ بنایا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس فساد  
کا سبب کو ختم کیا اور اس کو مٹا کر مٹانے کے لئے ان باطل تحریکوں نے ہر دور میں مختلف طریقے  
پر اپنی ستمگیاں کیں۔ جس سے تاریخ کا کوئی کوئی درجہ کا طالب علم بھی متاثر نہیں ہو سکتا۔ اس کی  
سبب سے زیادہ خطرناک مہم یہ بن گئی کہ وہ واقعہ ہے جب کہ ساتویں صدی ہجری میں  
تاتاریوں نے مسلمانوں کی حق شناسی سے بے رحمی اور ہمارے عام اسلام پر چھا کر ان  
چہرہ کی خدمت اور ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ مسلمانوں کو کفر اور کفر سے نصرت و یار کر دیا جائے  
اور ان کو ان کے حاکم اور پادشاہ کے اطاعتی و پادشاہوں اور مسلمانوں کی امت سے عداوت بجا  
دینی بایں۔ مسلمانوں کی منکری حاکمیت اور کفر کا قیام کر دیا جائے۔

حضرات! یہ سب کچھ یاد رکھنا چاہیے کہ ان کی شکست اور ان کی ہار سے  
میں امید و رہا کے سارے قلعے پانی ہو گئے تھے۔ اسی قدر ویرانہ ماریں پانی میں بھی یہ بات یاد  
رہے کہ یہ سب کچھ کہتا ہے کہ یہ سب کچھ ہوا ہے۔ یہاں کو بیروت کا مذہب دین پرست گھر اور ان کی  
اس خطہ مانا کہ حقیقتاً انہیں نہ صرف کفر کا بے پناہ حقد بھی تھا بلکہ ان کو ان کے مذہب اور دین  
میں ان کے مذہب و دین پرست و دین پرست کا ایسا مایہ رنج تھا کہ اس وقت سے معاشرہ میں







میں بلکہ ان کے مزاج و طبیعت کے خلاف ہر موقع پر جس کا ظہور ہوتا رہا ہے۔ اور ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ اس کی طرف قرآن مجید نے لطیف اشارہ بھی کیا ہے۔

لیکن مذکورہ خطرہ سے بھی زیادہ بھیاں یک خطرہ یہ ہے کہ اس وقت یہودی دماغ اور مسیحی وسائل سازد باز کر کے اسلام کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ باوجودیکہ ان دونوں مذاہبوں کے مابین زبردست اور کھلا جواہد و ہے اس لئے کہ تیسویں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح اللہ کے فرزند ہیں۔ لیکن یہودی ان کو ان کی والدہ کی طرف ایسی غلط باتیں منسوب کرتے ہیں جن سے روٹنے کھڑے ہو جاتے ہیں اور فطرتِ سلیم انہما کر کے نکلتی ہے تاہم سلام دشمنی اور اس کے ابدی پیغام سے عداوت نے ان کو متحد کر دیا ہے جس کی وجہ سے بعض مسیحی ممالک بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایسی راہیں اپنے لئے ہیں ان میں پیش پیش امریکہ ہے اور اس کی یہ پیش قدمی کسی اور جہد ہے۔ لیکن یہ بلکہ اس کا اصل محرک یہ ہے کہ چونکہ اسرائیل امریکہ سیاست و صحافت اور اس کے ذرائع ابلاغ اور اس کے حکومتی شعبوں میں اس طرح وسیل اور چھلایا ہوا ہے کہ امریکہ اس کے سامنے اپنے کو بے بس و مجبور محسوس کر رہا ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ اپنے کو اس کا غلام سمجھتا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔

چنانچہ دشمنانِ اسلام کی طرف سے اس وقت مسلمانوں کے خلاف جو مہم چلائی جا رہی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو اخلاقی، روحانی، معنوی اور عقائدی اعتبار سے کمزور کر دیا جائے بلکہ ان کی انسانی قوتوں کے سوتوں کو بند کر دیا جائے تاکہ ان کی زندگی کا پورا خشک ہو کر رہ جائے۔ کیونکہ ان کو سب سے زیادہ خطرہ اسلام اور مسلمانوں سے ہے اس لئے کہ مسلمان ان کا وہ قوم ہے جس کے پاس ایک چھا، عالمی، سرحدی اور طاقتور دین اور کبھی نہ خشک ہونے والا سرچشمہ حیات ہے۔

اگر ایک طرف دشمنانِ اسلام کی یہ کوشش اور سازش ہے کہ مسلمانوں کے ایمانی، معنوی قوت کا خاتمہ کر دیا جائے تو دوسری طرف ان کے ناپاک و گھناؤنے کھیل کا باز رہی گرم ہے کہ امتِ اسلام اور اس کے ابدی پیغام کے استیلائی شخص کو مٹا دیا جائے تاکہ اسلام سے ان کا رشتہ حیات منقطع ہو جائے اور وہ اس کے فیضان سے محروم ہو جائیں جس محرومی کے نتیجہ میں از سر نو جاہلیت جس کی اسلام نے شدید و دہ کے ساتھ مخالفت کی ہے۔ کالعدم اجل بن جائیں اور

ان کی زندگی بس جانوروں کی زندگی ہو کر رہ جائے۔

اسلام دشمن تحریکوں کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کر کے اس کو بدنام کیا جائے، چنانچہ مسلمانوں پر دو یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ یہ انفرائش نسل کے قاتل اور بس کے داعی ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو اس کا جس محرک یہ سمجھ میں آتا ہے کہ چونکہ ان دشمن تحریکوں کو یہ اندیشہ ہے کہ ان پر یہ خوف طاری ہے کہ اگر مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تو سب سے زیادہ خطرہ یہودیوں اور مسیحائیوں کے لئے ہے کیونکہ ان کے قیام میں ان کی فوجا پاتی اور فکری قوت سرور پائے جانے لگی اور ان کا تمدن کسب و کاری کا شکار ہو جائے گا۔ چنانچہ بعض منافق نے بڑی شہوت کے ساتھ مسلمانوں کی قوموں اور مسلم قیادتوں سے اس کی تبلیغ کی ہے کہ یہ اس سیلاب بلا کیہ کو روکیں ورنہ تو سب کی قوت کا پیرا لگ جائے گا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی دوسرا شیں ہیں جن کی تائید ہمارے چوری دیا کے اندرون کے نچالے اور رست کے اندھیرے میں مسلمانوں کے خلاف کیے جا رہے ہیں۔

اس لئے فی الوقت مسلمانوں پر عام طور سے اور اسلامی حکومتوں اور قیادتوں پر خاص طور سے یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان ناپاک اور گستاخی سرگرمیوں اور سازشوں سے ہوشیار رہیں۔ اور اپنے ذہن و دماغ کو بیدار رکھیں تاکہ پوری حکمت عملی اور تدبیر کے ساتھ دشمنان اسلام کے ناپاک منصوبوں اور باطل عزائم کے قلعوں کو ریت کے قلعے میں تبدیل کیا جاسکے۔

”وَلِلّٰهِ الْاٰمِرُ مِنْ قَبْلِ وَاٰمِرٌ مِنْ بَعْدِ“

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## شریعت اسلامی مسلمان کے لئے دستور حیات ہے

ذیل کا مضمون حضرت سوا۱۱ سید ابو الحسن علی حسینی مدینی رحمہ اللہ کا مقرر خطبہ  
صدارت ہے۔ جو اجلاس آل اللہ مسلم پرسنل لا بورڈ، انقضاء ۱۰۹، ۱۱ اکتوبر ۱۹۹۳  
جے پور ہندوستان میں پڑھا گیا

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء  
والمؤمنين، وعلى آله واصحابه اجمعين، اما بعد۔

حضرات علماء کرام و مسلمان ہند۔ میں آپ سب حضرات کا خیر مقدم کرتے ہوئے جو  
ہندوستان میں امت مسلمہ اور شریعت اسلامی کے مختلف میدانوں میں اور مختلف سطح اور متفاوت  
درجات کے ساتھ نمائندگی کرتے ہیں اور توفیق الہی کے مطابق دین اور علم کی اشاعت اور  
شریعت کی حمایت اور دفاع میں مشغول ہیں، اپنے اس احساس و اعتراف اور تاثر کو چھپا نہیں  
سکتا کہ مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ اجلاس عام سطح وقت کے ساتھ ایک مناسب، موزوں اور رہنمائی  
دہنی اور شرعی اہمیت کے حامل مقام (جے پور) میں ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ تاریخی شہر کی کچھ  
فاصصہ پر وہ شہر (نوکے) واقع ہے جس کو یہ شرف حاصل ہے کہ تیرہویں صدی ہجری کے وسط  
میں وہاں شہادت گاہ بنا، کتب سے حاملان شریعت اور فدایان مسلت کا وہ قافلہ قتل ہوا جس  
کے لئے اللہ تعالیٰ نے مہادت فی سبیل اللہ کی جوئے شہادت بالحق اور حمایت و اشاعت  
شریعت کی سعادت مقدر فرمائی تھی۔

میری مراد تیرہویں صدی ہجری کے مجدد اور مجاہد اعظم حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی

کے متعلقین اور افراد کا نڈان کا وہ مجموعہ ہے جو ان کے ہم دیکھ اور ان کا ہمہ فرما، نیز رفقا نے سفر و حضر کے دو عالمی مواصلاتی الامتحان اور پامیت افراد میں کے لئے اللہ تعالیٰ نے شہادت دسمانی کے بنائے شہادت ایمانی و سمانی اور شرعی و دینی زندگی کا عملی نمونہ دکھانے اور اس کو برت کر تانے کی سعادت اور امکان کو ترجیح دی تھی اور جو اس آیت کی تفسیر ہے

”مَنْ الْمُؤْمِنِينَ رَجُلٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَبِهِمْ مَقْرُصَتِي

نَجْبَةٍ مِنْهُمْ مَنْ يَنْظُرُ وَمَا مُدُّوا وَقَدْ بَيَّنَّا“ (سورہ الاحزاب ۴۳)

”مومنوں میں اتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار انہوں نے خدا سے کیا تھا اس کو بچ کر اڑھایا تو ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے اور بعض ایسے ہیں جو انتظار کر رہے ہیں۔ اور انہوں نے (اپنے قول) کو ڈرا بھی نہیں ہلا۔“

یہ قافلہ ”تو تکہ کے قوی الامتحان صاحب مہیت و نہایت اسلامی متشروع دانی ریاست نواب وزیر الدہل مرزا (متوفی ۱۳۸۱ھ ۱۸۶۵ء) جو سید صاحب کے مرید یا غلام اور محبت جاتھ میں تھے کہ دعوت ہی نہیں بلکہ اصرار اور خوشامد پر تو تکہ تکمل ہوا، جس کا بنیشت ریاست کے کچھ ہی عرصہ پہلے قیام ہوا تھا اور انہوں نے شہر کے جس حصہ میں قیام اختیار کیا وہی کا نام ہی ان کی رعایت سے ”قافلہ“ پڑایا اور آج بھی وہ اسی نام سے مشہور ہے۔

ان بقیہ اسلاف اور قریہ اسلاف مہاجرین و مجاہدین کی جنہوں نے تو تکہ میں قیام اختیار کیا یہ نسبیت تھی کہ وہ عقائد و فرائض و عبادات ایسی تھیں، عادات و اخلاق و معاملات، شادی و نکاح کی تقریبات اور روزہ و عرم کی زندگی میں بھی متبع شریعت اور عامل بالسنۃ تھے۔ اور ان رسومات و عادات سے جو غیر مسلموں کے اعتقاد اور دین و شریعت سے ناواقفیت یا نہ ایم و رسوم کی پابندی کی وجہ سے ہندوستان کے عام مسلمانوں میں رواج پکڑ چکی تھیں، اور انہوں نے ان اکثر مقامات پر شریعت کی جگہ لے لی تھی، ان صرفہ محفوظ بلکہ بیزار باقی تھے اور ان کی زندگی اپنے پورے ملازم و تنوعات کے ساتھ عہد سلف کی یاد تازہ کرتی تھی اور یہ نتیجہ تھا، حضرات شہیدین (حضرت سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید) کی محبت و تربیت کا۔

پھر اس ریاست کو یہ شرف بھی حاصل تھا کہ وہاں روزوں سے ریاستوں کے قادی و منسوفی کے آخری دن تک بدعتیں شریعت کے مطابق فیصلہ کرتی تھیں اور یہی شرعی قانون ہی

ہندو تھا، جس کے ترجمان و شارح اور اس کی تفسیر و اجراء کا کام کرنے والے جید علماء و فقہاء محدثین تھے۔

اس قربِ مکانی اور قابلِ فخر جوارِ کمال کا ذکر کرتے اور اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ

اقبال کا یہ شعر پڑھنا ہر صریح موزوں اور بیک معلوم ہوتا ہے۔

آگ بجھی ہوئی ادھر نونی ہوئی طاب ادھر

کیا خبر اس مقام سے گذرے میں کتنے کارواں

اس قربِ مکانی اور اس پس منظر کے علاوہ یہ بھی اس اجلاس کے برخل اور بر موقع ہونے

کی آیتِ دلیل اور قابلِ نیک ہے کہ یہ اجلاس پہلی دفعہ اس سرزمین پر ہو رہا ہے جس کو اسلام کے

اس مقبول مسٹر اور عہدِ آفرین و تاریخ ساز داعی اور عربی و روحانی کے مرقہ بننے کا شرف حاصل

ہے۔ جس کو ہندوستان کے ایرانی و روحانی فاتح کا لقب دیا جاسکتا ہے۔ اور جس نے ہندوستان

کی زمین اعلیٰ اور ملک کو اسلام کی تحویل میں لینے کے بجائے اس کا دل بیت لیا اور اس کے

حقید سے معاشرہ اور اخلاق پر سب سے زیادہ گہرا اثر ڈالا۔ اور اسلامی فتوحات کو حقیقی طور پر مسٹر

میں اور ان کی بنیاد، میری مراد حضرت خلیفۃ المسیح احمدی کی ذات والامغالت سے

ہے جس کا مرقہ مبارک اس راہِ نبوت کی سرزمین کے ایک شہرِ احمدیہ میں واقع ہے۔

آسمان اس کی قد پر جنبش افشانی کرے

میزہ نور سے اس گھر کی چمکانی کرے

## اسلام اور دیگر مذاہب میں نظامِ ہائے زندگی کا فرق

سامعین کرام و حاضرین ذہنی الاحرام! اب میں اصل موضوع پر آتے ہوئے پہلے یہ

عرض کروں گا کہ اسلام اور دوسرے مذاہب و معاشروں اور نظامِ ہائے زندگی کا ایک بنیادی

فرق یہ ہے کہ اسلام میں ازدواجی زندگی مرد و عورت کا علق اور عائلی (Personar) برقاوت اور

اس کی ذمہ داریاں دان کے باہمی حقوق و فرائض، مذہب آسمانی اور شریعتِ خداوندی کا ایک

شعبہ اور دین کا ایک جز ہے۔ جس کے لئے آسمانی ہدایت، شرعی قوانین اور سنتِ رسول ﷺ

دائماً رہتا ہے۔ جب کہ دوسرے مذہب اور دنیا کے معشروں اور تہذیبوں میں وہ زندگی کی ایک ضرورت، ایک انسانی، انی اور تمدنی، انجی اختیار کی اور کبھی اختیار کی اور کبھی (بچے) معنی کیا جانے (آفرینی) اللہ انی ضرورت ہے۔ اس پر وہیں اسلام کے اختیار کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس کے صحیحہ انسانی میں طبعی آلات درمیان ازدواج، ایک انسان اور مردوں کے لئے ذریعہ سکون اور تسکین، موت و رحمت قرار دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”وَمِنْ آيَاتِنَا أَنْ خَلَقْنَا لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ“

سورہ النورہ ۲۱

”اور اس کے آیتوں میں (اور آیتوں میں) میں سے یہاں سے تمہارے لئے تمہاری جنسی اور تمہاری پیوستہ جسمیں ہیں کہ ان کی طرف (میں) اور تمہارے لئے اور تمہاری محبت و مہربانی پیوستہ کردی، جو مذکور کرتے ہیں ان کے لئے ان باتوں میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔“

پھر اس حقیقت خدمت اور عظیم رحمت کے آسمانی اعلان کے ساتھ اس کا حلقہ طوقانٹ اور درواری زنجیری ہے، اس انسانی کے دیہر اعظم سکون ہے جس سے ازدواجی اور عائلی زندگی کے لئے لگنے لگنے کے ایات حق میں اور ایقہ حیات کا بیجہ اور اس کا حق معنوم ہوتا ہے اس سلسلہ میں چند احادیث پر استغناء پڑتی ہے۔

”عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَالْهٖ وَسَلَّمَ: ”مَنْ حَبِرَ كَمَ لَا يَهْدِيهِ وَلَا يَحِيرُ كَمَ لَا يَهْدِيهِ وَلَا يَحِيرُ“

(ترمذی) ”حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہو اور میں نے گھر والوں کے لئے تم میں سب سے بہتر ہوں۔“

یہ بات اور معنوی بات اس کی اہمیت پر مبنی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہیں کہ میں نے کسی کو اپنے اہل گھر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر شفیق و مہربان نہیں دیکھا۔“

معمود بن الحارث جوئی، روایت کر سکتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیٹے اور اس کے واقعہ پر ان کے آپ نے انہیں میں ہر وقت کے لئے کرنا نصیحت کے بعد فرمایا کہ ”مردوں کے

ساتھ اچھو معاملہ رکھو اس لئے کہ وہ تمہاری زندگی میں تمہاری معاون اور رفیقہ حیات ہیں۔ ان کا حق ہے تم ان کو اچھا کھلاؤ، اچھا چاہو، بہاناؤ۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "اے ایمان میں سب سے زیادہ کامل الایمان وہ ہے جو سب سے زیادہ خوش فطرت اور دوزخ میں سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جو اپنی بدیوں کے لئے سب سے بدتر ہوں۔"

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا ایک کھڑکی جیڑا ہے اور اس کی سب سے بڑی دولت نیک بی بی ہے۔"

اس بارہ اپنی طلاق کی اہمیت کا اندازہ رسول اللہ ﷺ کے اس خطبہ نکاح سے ادا ہے جس میں سورہ نسا کی پہلی آیت پر بھی آئی اس میں نسل انسانی کے آغاز کا تذکرہ ہے جو اس مبارک موقع پر نہایت مناسب اور قابل غیب ہے کہ حضرت آدم کی ایک اکیلی ہستی تھی اور رفیقہ حیات جن سے اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کی تکثیر کی اور اس نے دو زمین کو بھر دیا، اللہ تعالیٰ نے ان دو ہستیوں میں ایسی محبت، الفت اور ان کی رفاقت میں ایسی برکت عطا فرمائی کہ آتش دیا اس کی گواہی دے رہی ہے تو خدا کے لئے کیا مشکل ہے کہ ان دو ہستیوں سے دو آج مل رہی ہیں۔ ایک خدیجہ تو ابادہ ایک خاندان کو شاہ باہر اور دوسرے۔ پھر فرماتا ہے کہ ان پروردگار سے شرم کرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور حقیقت یہی یہی ہے کہ ساری زندگی سو ۱۸۰ سال کا مظہر اور نمود نہ ہے۔ یہی تمدن زمانہ کا خاصہ ہے، یہ عقیدہ، رنگ، نیا ہے۔ یہ بھی ایک مہذب اور مہذب سوال ہے، ایک شریف خاندان نے ایک دوسرے شریف خاندان سے سوال کیا کہ ہمارے نور میں اور نعت جگر اور رفیقہ حیات کی ضرورت ہے۔ ان کی زندگی نامکمل ہے۔ اس کی تکمیل کیجئے۔ دوسرے شریف خاندان نے اس سوال کو خوشی سے قبول کیا، پھر وہ دونوں اللہ کا نام بیچ میں لائے ایک دوسرے سے مل گئے اور وہ ہستیاں جو کل تک ایک دوسرے سے سب سے زیادہ بے گانہ سب سے زیادہ اجنبی اور سب سے زیادہ دور تھیں وہ ایک قریب اور یکساں بن گئیں کہ ان سے بڑھ کر قرب کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ ایک کی قسمت دوسرے سے وابستہ اور ایک کا لطف دوسرے کا غم اس پر منحصر ہو گیا یہ سب اللہ کے نام کا کرشمہ ہے، جس نے حرام کو حلال، ناجائز کو جائز، غفلت و مدحیت کو طاعت و عبادت، ہادیا

اور غلامیوں میں شکایت کیمر پر آیا۔ یہ کہ تھوڑی فرمائش کتاب میں نہ ملتی ہوئی راز کو، یہی  
 کہ، خوشی کی بات ہوگی نہ نہیں، یہ بیان میں انگریزی غرض پوری کرلو اور کام نکال لو، کچھ اس پر  
 محنت کا موصافے بھول جاؤ، غلامی میں اس لئے طالبات اور بے گھر، کچھ فرمایا کہ ہاں  
 رہتوں کا وہ وہاں کے حقوق تھیں نہیں، یہ جانتے ہو انہی کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ ایسی  
 باتوں کی وہ غلامی کر کے اور کون کی پیش کرتے کا تو کیا:

اِنَّ اَمْرًا نَحْنُ اَعْمَلُهُ رَاقِبًا

”تو نے“ اے اللہ تعالیٰ“ اچھی غزیاں دے ماسے۔“

ان سے پر خورائے نفعانہ کہ سیدنا قریب اور قریب ہم جدید مسند بیوس میں غور سے کوئی وجہ اور کیا حقوق دینے کے ہیں۔ اس سے واقفیت کے لئے وسیع و انحصار اور بہت و خلوت کے ساتھ سیدنا قریب اور قریب سے بار بار یہ جس کتابی نامہ میں لکھ رہے ہیں۔

اب یہاں پہنچ کر اسلام نے ملی قانون اور حقوق زوجین سے ہمارے سر پہنچے۔  
 مسلمانوں اور مابین قانون کے معاملات اور تصدیقات پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں  
 بعض مسلم صاحب نیاں اسلام کی انتہائی مصلحتیں سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں اور عادات سے  
 جندی و تحریری پالیسی سے اسلام کا ملی قانون اور اس کا زراعتی نظام اور اسلام میں رفیقہ  
 عبادت کی عورت کا دلدادہ اور اس کی توجہ تھیک کاموں میں مرکوز ہے۔

ممبران میں تین چار مقرر ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک شہادت ایک مغربی فاضل کی ہے۔ جو جہاں میں ایسا تربیتی و عملیاتی تحریک کی قیادت میں ہے اور انہوں نے جہاں مسائل کی تجزیہ آزادی میں انکی صلاحیتوں کو بروئے کار اور سراسر اپنی ہوتے۔

(Mrs) Annie Besant :- میں نے دیکھا ہے :-

”بھئی یا مرغا بچا ہے اور عورتوں نے تعلق اسلام کے قوانین بھی حاصل نہ کر سکے۔“



جیسا کہ دیتے ہیں کہ ان سے ان کو دل بھر جاتا ہے اور پھر ان کی کوئی مدد نہیں کرتے۔  
مسٹر (H.J. DOULSON) لکھتے ہیں۔

”بیشیہ عورتوں کی حیثیت کے بارے میں خاص طور پر شادی شدہ عورتوں کے معاملہ میں قرآنی قوانین فضیلت کا مقام رکھتے ہیں۔ نکاح اور طلاق کے قوانین اکثر متحدہ امتیں ہیں جن کا عمومی مقصد عورتوں کی حیثیت میں بڑھتی اور انا ہے اور دوسریوں کے قوانین میں انقلاب انگیز تبدیلی کے مظہر ہیں۔ اسے قانونی شخصیت عطا کی گئی جو اس سے پہلے حاصل نہیں تھی۔ طلاق کے قوانین میں فرقان نے سب سے بڑی تبدیلی جوئی ہے وہ عدت کو اس میں شامل کرنا ہے۔“

نواب و اخلاق کے اسدیکھو پیدیا کا تذکرہ بھار لکھتا ہے:

”پانچ سو اسی نے یقیناً عورت کا وہاں اس سے زیادہ بلند کیا جو اسے قدیم عرب میں حاصل تھی، خصوصی طور پر عبرت متوفی شہر کے ترکہ کا جانور نہیں رہی بلکہ خود ترکہ پانے کا حق دار ہو گئی اور آپ بڈ اور فرد کی غریب امت دو بار و شادی پر مجبور نہیں کیا جاسکتا تھا۔ طلاق کی حالت میں مشورہ پر پڑا جب ہو گیا کہ اسے دوسرے چیزیں دے دے جو اسے شادی کے وقت ملی تھیں۔ اس کے علاوہ اپنی طبقہ کی خواتین علوم و شاعری سے دلچسپی لینے لگیں اور کچھ نے استاد کی حیثیت سے بھی کام کیا۔ بلکہ عوام کی عورتیں اپنے گھر کی مالک کی حیثیت سے اپنے خاندانوں کی خوشی اور غم میں شریک ہونے لگیں۔ ماں کی عزت کی جائے لگی۔“

عالمی قوانین کی بین الاقوامی کانفرنس (International Conference on Comparative Law) منعقدہ چین کی الیٹائی قوانین کے مطالعہ کی شاخ (Branch of Oriental Studies) نے جن میں مغرب و مشرق کے فضلاء کا نواح شریک تھے، رازہ یوشن سورمرے جو سال ۱۹۵۷ء میں کہا ہے: ”اسلامی قوانین پر بننے بھڑ چلنے والے سب سٹول سے مندوین کی سامنے یہ بات ابھر کر آئی کہ اسلامی قوانین کے اصولوں کی نگاہ سے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ قانون کی اس فہم شاخ میں دو تہا۔ اصول و طریقہ کار موجود ہیں جو اسے جدید زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے کا اہل بناتے ہیں۔“

حضرات ایدہ واقعہ ہے کہ ملک کے عام باشندوں اور خاص طور پر اخبار بینوں اور ملک میں







ہندوستان کے مسند و امام میں فقہ وحدیث اس کام کو انجام دیں اور آپ ایک نئی کتاب کی ترتیب عمل میں آئے جو مرجع اور سند کا کام دے۔

اس ضرورت کا احساس سب سے پہلے مسلم برائے اور پورے کے بانی امیر شریعت دہلت مولانا سید مسند اللہ صاحب رحمانی کو ہوا۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے دور بینا، دیدار فوری اور حقیقت شناسی اور فطرت کی آگاہی کی دولت سے خاص طور پر بہرہ مند فرمایا تھا اور اسی بصیرت اور ذہانت و توفیق الہی نے ان سے آل انڈیا مسلم برائے اور پورے کی تشکیل کا کام پایا اور انہوں نے اپنی عمرانی سرپرستی میں مؤکبر میں یہ کام شروع کر دیا لیکن اس کام کی تکمیل کی نوبت نہیں آئی تھی کہ انہیں سہ آفریت پیش آیا۔

لیکن مولانا مرحوم کی وفات کے بعد بھی پورے اور امارت شریعت نے اس کام کو جاری رکھا اور ہندوستان کے مسند و ممتاز علماء امام بن فقہ اور مفتیان عظام نے اپنے مقامات سے سرگرمی سے مؤکبر اور پندرہ میں راجہ (۱۱) (۱۲) (۱۳) میں توفیق و امانت الہی سے یہ کام مکمل کر لیا۔ جس کو فی الحال "اسلام کے عالمی قوانین کی دفعہ وارہ دین" کے نام سے موصوم کیا جاسکتا ہے۔

ضرورت ہے کہ اس کتاب کا انگریزی میں بھی ترجمہ شائع ہوتا کہ وہ عام اور عام صاحبان بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں اور قدیم تمدن کی کتابوں کے کاغذ مقام جو اور اس کی ایک سند اور مرجع کی حیثیت ہو۔

حضرات سامعین! امام اب میں دین کے ایک نمائندہ اور دینی کی حیثیت سے اور مسلم برائے اور پورے کے ایک ذمہ دار کی حیثیت سے آپ سے ایمانی و قرآنی زبان میں کچھ خطاب کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اس کے بغیر یہ شرف جو آپ نے اسے جز کو بخشا ہے اور یہ قیمتی وقت جو آپ نے اس موقع مجلس میں شریعت کے لئے دیا ہے اس کا حق نہیں ادا ہوگا۔ اور اندیشہ ہے کہ اللہ کے یہاں محاسب ہو۔ جہاں پر میں اس عرض و اشت کا اعادہ کروں گا۔ وہ دینی کے اجلاس منعقدہ ۲۳-۲۴ نومبر ۱۹۹۱ء میں کی گئی تھی۔

آپ دیکھتے کہ آپ اسلام و قرآنی قانون معاشرت کا خود کتنا استرمام کرتے ہیں اس پر نمائندگی روایت کہ اور مسلم و رواج کو کتنی ترجیح دیتے ہیں۔ اس پر اس کا اضافہ نہ کیجئے جو آپ نے اپنے ہم و غماؤں سے سیکھا ہے۔ جہیز کا بوجھ چھوڑ کر مطالبہ ہم میں جہاں سے آیا ہے۔ اس کو بھی

میں سے یا میرے بھائی یا میرے بیٹے کو جس سے آئی۔ لہذا وہ یہ کہ میں شریعت میں سے کوئی شے نہیں  
کے ساتھ سے آئی ہے۔ یہ کہنے لگاں۔ یہ آئی۔ یہ آپ اس کو قبول کرتے ہیں تو بلا کر  
... یہ آپ کی عیبت میں آپ نے جو بھی وہاں ہارنا دیا ہے...

لہذا آپ کی حکومت اور برادرانِ وطن سے شکایت کرتے ہیں تو نہیں آپ کی  
شریعت کے خلاف کیا ہے۔ ان سے تو شکایت کریں گے اور ان کا دشمن بن جائیں گے لیکن  
آپ ان کو ان پر نہیں کے اور وہ ہاتھ نہیں دے گا۔ وہ دینی احکامات کا ساتھ دے گا۔ وہ  
شرعی احکامات کا جو آپ نے بیان کیا ہے وہ اس کے خلاف ہے کہ اس میں منہ نہیں  
لگائے کہ اس میں قانون ہے جو چاہئے وہاں ہی تھا۔ اس میں کوئی نئی شے نہیں ہے۔

تو جہاں اس قانون کو چاہئے نکلتے ہو۔ اس میں جو رہے ہو ان کی ہم کو اپنے احکامات میں  
اس قانون کو کہلاؤ اور حکومت سے مطالبہ کرو۔ وہ تمہارے قانون کو چاہئے اس کا احترام  
کرے۔

اس میں یہ بھی کہ آپ کو اب تو ان شریعت پر آپ چھوڑ کے۔ یہ میری یا  
میرے بہت ہے۔ ان کے احکامات کے طرف سے مطالبات کی ایک کڑی چوڑی نہ ہو۔ جس کو  
شرعی احکامات سے جانتے ہیں۔ ان کو ان کے لیے یہ معصوم لڑکیاں جو ان کی ہیں ملک میں  
ان کو ان واقعات پیش آتے ہیں ان کے احکامات کے خلاف اور ان کے احکامات کے خلاف ان کے  
فلوٹس مرد و عورت دونوں میں یہ چیز کو دیکھ سکتی ہے۔ ان کے ظلم کے ساتھ ان کے معاشرہ  
پر آپ لگاتے ہیں۔ خدا کی رحمت و نعمت کا مستحق ہو سکتا ہے۔ آپ جو کہ ان کے احکامات سے  
ہیں آپ کے ہوتے ہوئے ان کے احکامات میں اس کی بہت کمزوری ہے۔ ان کے احکامات میں  
میں نے ایک جگہ بیان کیا ہے کہ ان کے احکامات میں...

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنَّهُمْ يَاسِفُونَ لِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ

یسنہکونون "اسد روافد" ۳۳

ان کے احکامات اور خدا کی رحمت و نعمت کا مستحق ہو سکتا ہے۔ ان کے احکامات میں  
ان کے احکامات اور ان کے احکامات میں...

آپ کے احکامات میں ان کے احکامات میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کے احکامات میں

ہندوستان کے معاشرہ اور سوسائٹی میں یہ ظلم ہو جس کو عقل قبول کرنے کے لئے تو نہیں، آپ کے ہوتے ہوئے بھی یہ نہیں ہو سکتا تھا چاہے کتنا ہی آپ کے ہاتھوں ہو، عہد بچے کہ آپ اسلاف طریقہ پر رہتے تھے سوائے طریقہ پرشادی کا پیام دینے کے۔ آپ بڑی، نکلیں کے دلچسپی کے رفیق حیثیت کی تلاش نہیں کرتے تھے۔ آپ کے پیغام میں گئے جنہوں نے آپ کے بڑھے چلے گئے اور انہیں آپ کے کہیں یہ مناجات ہے وہ ملنا چاہتے تھے ان کو اور ان کے ارشوں اور برائیوں کو بلا مہد کرنا چاہتے تھے ہم اپنے یہاں تو کیا ہم اس ملک سے اس کو ہم کو ختم کر رہے تھے۔

اپنے ہی ترکہ شرعی طور پر تقسیم ہونا چاہئے، ان کا شرعی طریقہ ہے، اور طلاق کا مسئلہ ملحقہ معلوم کرنا چاہئے۔ مسئلہ اور تفصیل طریقہ کیا ہے، پھر اس کے بعد فقہی طلاق جس سے حلال واقع ہو جاتی ہے۔ اس کو چھٹا چاہئے یہ بھی جانتا چاہئے کہ طلاق راقی لیا ہوتا ہے، طلاق بائن مختلف لیا ہوتا ہے۔ پھر آپ یہ بھی سمجھیں کہ طلاق انقضائے لیا ہوتا ہے، خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جائز ہے لیس آ کر بیوی کی چیز ہے، بڑی مجبوری کی چیز ہے۔ جو اپنے کو حرام چیزوں سے اور زندگی کو نقصان پہنچانے کے لئے بہت مجبوری سمجھ کر پرچھڑ کر اختیار کی جاتی ہے۔ یہ نہیں کہ طلاق ایسا فیشن دنیا ہے جو کوئی مسلمانوں کو یہ بلعہ دیتے ہیں اس میں شہرہ کی بیوی کو بھی قتل ہے جتنا طلاق دیتے ہیں اس کے سستی تو ہم بڑھ نہیں دیتے۔

ان حالات کو آپ اس اجلاس میں جو ہے پور میں "جامعہ دارت" کے نام پر ہم باہر سے اپنے اپنے مقدمات پر واپس جا رہے ہیں ضرورت ہے کہ آپ جائے بیعت میں چاہتے ہیں کہ جائیں اور یہ اجلاس نہ صرف آپ کے عائلی اور خاندانی دائرہ میں کتاب و سنت اور بدعت ربانی کے مطابق زندگی گزارنے اہل حقوق و اہل کھقوق اور کرنے اور ایسا صلہ و عادل اور متبع حد و معاشرہ کا نمونہ پیش کرنے کا باعث ہو بلکہ آپ کے ذریعہ آپ کے ہم وطن اور ہم شہر مسلمانوں میں نہیں بلکہ غیر مسلموں کے میں بھی اسلامی عائلی زندگی اور مسائل معاشرہ کا ایک ایسا نمونہ پیش کرنے جس سے ان کو نہ صرف اسلامی تعلیمات کی قدر اور اعتراف ہو بلکہ اس کی طرف کشش ہو اور انہیں یہ پیدا ہو کہ وہ مذکور علی اللہ پھر ہو۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

# حقیقت اسلام اور صورت اسلام

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد  
والمرسلين ، وعلى آله وصحبه اجمعين اوابعد .

حضرات! حضرت خبيبؓ کا واقعہ آپؐ نے ثابت کیا ہے کہ پھانسی سے جھٹنے پر ان کو چڑھایا گیا، چاروں طرف سے تیراں کی قوتوں نے ان کو چڑھنا شروع کیا، برہمچیس نے ان کے جسم کو چھسائی کر دیا، اور صبر و استقامت کے ساتھ مقابلہ کرنا شروع کیا، تین دنوں میں ان سے کہہ جاتا ہے کہ کیا تم اس پر رضی ہو کہ تمہاری جلد رمل اللہ علیہا یوں؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ میں تو اس پر بھی راضی نہیں کہ مجھے چھڑا دیا جائے اور حضور کے جلوہ میں کوئی کاٹا بھی چھبے۔ حضرت انکی یہ صورت اسلام تھی جس نے ان کو تجلی و نور پر ثابت قدم رکھا اور ان کی زبان سے یہ الفاظ کیسے آئے؟ ہمیں وہ اس کی حقیقت تھی جو ان کے ہر ذمہ پر ہم رکھتی تھی، جو ہر نیزے کی تیغیت پر ان کے سامنے نہایت کاٹنے والی تھی اور نہ رنہ والی تھی۔ یہ تمہاری اس تکلیف کا سلسلہ ہے جس چند لمحوں کا معاملہ ہے یہ جنت تمہاری نظر ہے۔ اگر تم نے اس فانی جسم کی اس فانی تعریف کو ہمارا سرمایہ تو غیر فانی زندگی کی غیر فانی رات تمہارا حصہ ہے، یہ عشق و محبت کی حقیقت تھی، جب اسے کہہ کر کیا کہ کیا تم کو یہ منظور ہے کہ تمہاری جلد رسوں اللہ بھیجے دیوں؟ تو حضور کی صورت حقیقت بن کر ان کے سامنے آئی اور ان کو جو دارائیں ہو، کہ اس جسم القدس و ایک کائنات کی بھی تکلیف ہو۔

یہ چند پاک اور بلند حقائق تھے جو درود تکلیف کی حقیقت پر غلبہ آئے۔ صورت اسلام میں اس حقیقت درود تکلیف کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ پہلے تھی نہ اب ہے، صورت اسلام کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ہم کو ہر آپ کو معلوم ہے کہ گزشتہ فسادات کے موقع پر خیرلی



مذہب سے کی بنا پر لوگوں میں مذہب سے اسلام بدل ہی مسلمانوں نے سرائے پر چوئیاں رکھیں اور  
نیم اسلامی بنیاد پر اختیار کیجئے۔ اس لئے ان غریبوں کے پاس صرف صورت اسلام تھی جو اس  
میدان میں ٹھہر چکی تھی۔

آپؐ نے سنا ہے۔ حضرت مصعبؓ روٹی بھرت کر کے چائے لٹے تو کہنا کہ نے ان کو  
رات میں روک دیا اور کہا کہ صبیحہ تم جا سکتے ہو مگر یہاں نہیں لے جا سکتے جو تم نے جو رے شہر میں  
پیدا کیا ہے اسب حقیقت اسلام کا حقیقت مال سے مقابلہ تھا حقیقت اسلام اپنی مقابل حقیقت  
پر غالب آئی صورت اسلام ہوئی تو وہ حقیقت مال کا مقابل نہیں کر سکتی تھی۔

آپؐ نے سناتے کہ حضرت ابو عبد اللہؓ جب ہجرت کر کے جاتے تھے تو کھڑا رہ کر رات  
روک کر کہنے لگے کہ تم جا سکتے ہو مگر ہماری روٹی اور سلہ کو نہیں لے جا سکتے۔  
اب حقیقت اسلام کا ایک حقیقت سے مقابلہ تھا وہ حقیقت کیا تھی؟ بیوی کی عیبت جو ایک  
حقیقت تھی لیکن اسلام کی حقیقت مؤمن کے دل میں بڑی حقیقت سے زیادہ طاقتور اور مضبوطی  
پائے انہوں نے بیوی کو اللہ کے دروازے کی اور تنہا چلے گئے کیا صورت اسلام اسکی طاقتور ہے کہ  
آوی بیوی کو مجبور دے؟ ہم نے تو دیکھا ہے کہ لوگوں نے بیوی اور بچوں کے لئے کھربک اختیار  
کر لیا اور صورت اسلام کی ذرا پر واؤس کی ہے۔

آپؐ نے سناتے کہ حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کے باغ میں ایک چھوٹی سی  
چڑیا آ گئی اور اس کو پھر جانے کا راستہ نہ ملا حضرت ابو طلحہؓ بھی توجہ نہ لگائی نماز کے بعد  
انہوں نے پورا باغ صدق کر دیا اس لئے کہ حقیقت نماز اس شرکت کو توڑا نہیں کر سکتی تھی باغ  
کی بھی ایک حقیقت ہے اس کی مہربانی اس کی فعل، اس کی قیمت ایک حقیقت ہے اس  
حقیقت کا مقابلہ صورت نماز نہیں کر سکتی تھی اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت حقیقت صلواتی میں  
ہے آج ہماری آپؐ کی نماز اولیٰ سے اولیٰ حقیقتوں کا مقابلہ اس لئے نہیں کر سکتی کہ وہ حقیقت  
سے خالی اور ایک صورت ہے۔

آپؐ نے سنا ہوگا کہ چمنک کے میدان میں چند ہزار مسلمان تھے اور کئی لاکھ روٹی ایک  
میدانی (جو مسلمانوں کے جھنڈے کے نیچے لڑ رہا تھا) کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ  
راہ میں کی تعداد کا کچھ ٹھکانہ ہے؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ موش بخدا کی قسم اگر



نہیں کیا آپ کا نام لے کر اسے زبردستی نہ لے گئے تھے اور سب پر اسے اور یہ ہیں یہ ہے یقیناً  
ان حقیقت اس حقیقت سے یہ وہی قوت ہے۔ اب آگاہی ہے اور انکی حقیقت اس کے والی برائت  
پر کون و جماعت نہ سب سے ملتی ہے۔

صورت اسلام مخالفت کرنے کے لئے کافی نہیں۔

اس وقت میں سب سے بڑا انتخاب یہ ہے کہ اس کی ایک بڑی تعداد اور شیخ اب  
سے بڑی تعداد میں صورت۔ ان حقیقت کی جگہ لے لی ہے۔ ان کی بات نہیں ہے۔ صدیق و رومی کی  
حقیقت ہے۔ صدیقوں کے صورت کے حقیقت کی جگہ اصل کو رومی ہے۔ عمر حسن ہے۔ دینے  
ہاویں کو صورت پر حقیقت کے ذریعے اس صورت کے قریب آئے۔ اب بچے رہتے نہیں۔ اب  
کسی نے نہ کہ اس صورت کو چھوڑا تو معلوم ہوا کہ اندر سے چل رہا وہ حقیقت کا نام  
ہو چکی ہے۔

آپ نے ان کو بھی کسی کو شیخ و شیخ میں ایک ٹکڑی چھوڑ کر اس پر وہی کیا اور وہی ہے  
بے اس کو دیکھ کر اپنے میں مہربانوں کا یہ نام ہے کہ وہی آدمی کہہ لیا۔ وہ بے گمان اور بے  
کوئی یہ کہہ لیا۔ یہ بے گمان ہے کہ اسے نہیں ہے۔ اس کے لئے ہے کہ اب چاہئے کہ وہ  
نہیں چھوڑ دے کہ یہ نام ہے کہ وہ اس شخص کو نہ دے کہ اسے یہ نام ہے کہ اس کے مطابق ہے۔  
اسے چھوڑ دے۔

سلمانوں نے یہ تحریریں، مقدوسین آید، اس کی صورت حقیقت میں کہ اس کی  
حقیقت لگتی ہے۔ اب میں ان کے قریب آئے۔ اب یہ تحریر حقیقت میں ہے کہ اس کی  
لے اس میں جڑ ہے اور کسی نہ سلمانوں پر غلامی کے کی جڑ ہے جس پر وہی آدمی ہے۔ اس  
بے گمانوں کے بغیر ان پر غلامی کی بے گمانی پر غلامی ہے۔ اس کے واسطے کہ اس کے  
اس صورت کی حقیقت میں ان کے سلمانوں کو یہ نام ہے کہ وہ اس وقت سے صورت اسلام  
مخالفت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ اب یہ حقیقت اسلام ہی اس کے کی مخالفت و مخالفت

## حقیقت اسلام و تقویٰ سے میدان میں آئی ہی نہیں:

حرف دراز صورت اسلام، فکر کرنا ہے اور غفلت پر غفلت کھانا ہے۔ اور حقیقت اسلام، محنت میں ہے، مابور دنیا کی نگاہوں میں ڈھکی چھپی ہو رہی ہے کہ اسلام کو غفلت سے رہتے ہیں اس کو غور نہیں کہ حقیقت اسلام تو عدت سے میدان میں آئی ہی نہیں اس کے مقابلہ میں، عساکر کی صورت آئی، دنی ہے نہ کہ اسلام کی حقیقت۔

یورپ کی قوموں کے مقابلہ میں قرآنی میدان میں ہے۔ لیکن اسلام ہی ایک عہد حال محبت سے ہے، یہ سخت زمانہ صورت مقابلہ میں نہ ٹھہر سکی، سلطان میں تمام عرب قومیں اور سلطانیں مل کر یہودیوں کے مقابلہ میں آئیں، لیکن حقیقت اسلام، متوقی شہادت، چند بہ جہاد اور ایمانی کیفیت سے انگریزوں کی عربی قومیت کے لئے میں سرشار، صرف اسلام کے مہم نسبت سے آراستہ نتیجہ یہ ہوا کہ اس صورت نے یہودیوں کی جنگی قوت، محکمہ اسلحہ کی حقیقت سے مات کھائی اس لئے کہ صورت حقیقت کا مقابلہ نہیں کر سکتی، یہودی ایک حقیقت رکھتے تھے اگرچہ سرتا پامادی، عرب صرف ایک صورت رکھتے تھے، اگرچہ مقدس لیکن صورت صورت ہے اور حقیقت حقیقت ہے۔

## رحمت، نصرت، تائید و اعانت کے وعدے حقیقت سے متعلق ہیں

اسلام کی صورت اللہ کے یہاں ایک ایسا رکھتی ہے اس لئے کہ اس میں مقوی اسلام کی حقیقت ہی ہوئی رہی ہے اور یہ اسلام کی حقیقت، غالب ہے اسلام کی صورت بھی اللہ کو پیاری ہے اس لئے کہ اس کے محبوبوں کی پسند یہ صورت ہے، اسلام کی صورت بھی اللہ کی ایک بڑی نعمت ہے اس لئے کہ صورت سے حقیقت اسلام کی طرف منتقل نہ لیتا آسان ہے جہاں صورت بھی نہیں وہاں حقیقت پر پہنچنا بہت مشکل ہے لیکن رسول اللہ تعالیٰ کی رحمت و نصرت کے وعدے دنیا میں اور مغفرت و نجات اور ترقی درجات کے وعدے آخرت میں سب حقیقت سے متعلق ہیں نہ کہ صورت سے، حدیث میں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے، جو لوگ صرف صورت کے حامل تھے

اور تحقیق یہ ہے کہ خالی تھیں ان آدمیوں کی دلیوں کے نشیمن رہا ہے جو کسی سہرا سے رکھی ہوئی ہیں۔  
ہوئے مائتاتے ۔

”اگر تم ان لوگوں کے ساتھ رہو گے جو تمہارے بھلے معصوموں کے واپس لوٹنے سے قہر  
مکان کا کرنا، خوکے لیگان، اقلویہ کے لوگوں کی جی جی ہمارے سے رکھی ہوئی ہیں، آؤ دو  
ایسے طرف نشی بھگت ہیں۔“

اللہ تعالیٰ ہمیں اسے مہینہ شکیستہ بخشنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَأَخْرَجُوا مِنْ دُونِهَا زُرَّارًا ۖ

## آدمیت سے بغاوت

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانس  
والعرب سلبه وعلى آله واصحابه اجمعين. امين

### انسان کی تلاش

توئی در حد میں ایک آدمی تھا، شہداء اور حکیم نذرے ہیں جن کا نام سوا میرا ہے۔  
وہیوں نے اپنا شوقی کر ایک جہاں پہ تو نکلتا ہے، کہ کل رات کا اٹھتا ہے کہ ایک ضعیف ہنر  
آدن ہزارن سے شہر کے روضوں پہ تھے اور اندھیرا راستہ شہر کی گلیوں پر تھا۔ سب نے اسے  
آگاہ کیا کہ صبحت عمارت جہاں پہ اس کا کھانا ہے، اس سے اس نے کھانے کو کھانے، اس کی تلاش ہے  
اس نے پانچویں اور دسویں سے مانجا۔ اسے پہلے عازر آگیا ہوا ہے، پھر نہ میرا جہاں پہ ہے  
اب مجھے ایک ایسے انسان کی تلاش ہے جو خدا کا تیرا اور مرد کا کھانا دے۔ اس نے کہا بڑا ہمارا ہے  
آپ کا واقعہ وقت ہے۔ انسان جہاں پہ اس کا صحنہ میں ہے اس وقت کا ماحول انسان نہیں ہے۔  
اس نے بھی بہت کچھ مانجا اس نے نہیں دیا۔ اس نے اس کے جواب دیا کہ میری ساری عمر  
عیادت پہ ہے کہ وہ اب کسی چیز کو نہ مانگا ہوں۔ یہ وہ نہیں ملتی تو اس کو اور زیادہ تلاش کرنا ہوں۔ اس نے  
مجھ سے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں اس مشغول انسان کو اور زیادہ صحنہ میں اور اس کی تلاش  
سے بھی باز نہ آؤں۔

یہ ایک شہر کا کام ہے آپ کو شاید تعجب نہ کہ اس میں بھی وقت تھا۔ کہ انسان بالکل بے باپ  
ہو گیا تھا۔ وہ انارم نے ہمارے دل میں ایک سوس پیدا کر دیا کہ کیا ہمارا انسان انسان نہیں ہے؟  
اور کیا انسانوں کی پڑی رہی آبادیوں میں بھی انسان کا باپ ہے؟ ہم تو سمجھتے تھے کہ انسان کی

ایک ہی قسم ہے ان سے معصوم ہوا کہ انسانوں کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو دیکھنے میں انسان ہے لیکن حقیقت میں انسان نہیں۔ اور دنیا میں ہمیشہ انہی لوگوں کی کثرت رہی ہے۔ دوسرے وہ جو انسان ہیں اور وہ کبھی ایسے قسم نہ جاتے ہیں کہ ان کو چاروں طرف سے گزند پہنچنے کی ضرورت ہوئی ہے۔

### انسانیت کی ترقی:

مولانا روم کو زائد از سات سو برس ہو چکے ہیں ان کے بعد ست و نیا میں بڑی ترقیاں ہوئیں۔ ہر شہر میں انسانوں کی تعداد بڑھتی رہی۔ اور آج کی انسانی آبادی پہلے سے بہت زیادہ ہو چکی ہے اور اس کی ترقیاں بہت وسیع ہیں۔ آج انسان نے بجلی، ہواب، ہوا اور پانی پر قبضہ جما لیا ہے۔ ہوئی جہاز، ریڈیو اور انٹیم بم سے انسانوں کی ترقی کا اندازہ مروجہ شہری کے نقشوں اور بڑے بڑے متمدن اور ترقی یافتہ ملکوں کی تصویروں سے کرنا صحیح نہیں ہے۔ انسانیت کی ترقی ان مادی ترقیات کا نام نہیں ہے، اور محض نسل انسانی کی ترقی کو انسانوں کی ترقی نہیں کہہ سکتے۔ انسانیت کی ترقی کا اندازہ انسانوں کے اخلاق و کردار سے ہوتا ہے اور اخلاق و کردار کا اندازہ آپس میں ملنے جلتے ریل کے ذہنوں، پارکوں، ہوٹلوں اور دفاتروں میں ہو سکتا ہے۔ ان مروجہ شاعر و کبر نے بالکل صحیح کہا ہے۔

نقشوں کو رقم نہ جانچو لوگوں سے مل کے دیکھو

کیا بچے جی رہی ہے کیا چیز سر رہی ہے

انسانیت کا صحیح اندازہ امتحان پڑنے پر اور ایسے مواقع پر ہوتا ہے۔ جب ہر قسم کے ذرائع اور موقع حاصل ہوں۔ کہ بدوری، گناہ، حق تلفی کی جائے مگر انسان کے اندر کی حیثیات اس کا ہاتھ پکڑ لیں۔ جہاں انسانیت کا مجھ کو دیکھنا جا رہا ہو وہاں انسانیت اپنا جوہر دکھائے۔ انسانیت کا اندازہ مادی موجود زندگی کے سانچوں اور مادی ترقی کے پیمانوں سے نہیں ہو سکتا۔

### انسان اور انسانیت:

انسانیت در حقیقت ایک بڑا مرتبہ ہے۔ لیکن انسانیت کے خلاف انسان ہمیشہ خوا





ہی کھائی ہے۔ دوسری طرف کفر ایسے انسان کو کہتا ہے جنہوں نے اپنے آپ کو بڑا یا بڑا اور ان کو بحیثیت انسان کے اپنے ترقی کا کوئی حصہ نہیں ہوا۔ اپنی انسانیت اور اپنی روحانیت اور خدا کے ہی کو ترقی دینے کا ان کو بھی خیال نہیں ہو۔ دنیا میں زیادہ تعداد انہی انسانوں کی رہی ہے اس زمانے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں یہ دونوں بظاہر یہ دونوں مہیب اور یہ دونوں فساد جمع ہو گئے ہیں۔ ابھی تک کفر یا سادی دنیا نہیں دیکھا ہے کہ وہ ان کو بھولتی ہے۔ چند آدمی ہیں جو خود ان کے عقیدہ میں اور جن کو دیکھتا ہے کاشق ہے باقی کثرت انسان میں جو چاہوں اور نہ وہ کسی ہی زندگی گزار رہے ہیں اس لئے اس زمانے کا بڑا ہر زمانے کے بقا کے لئے گویا بڑا اور مذہبی مذہب بن گئی ہے اس وقت مردہ شہر کی کالوں میں کوئی ایسا خاندان نہیں ہے کہ جو لوگ اپنی انسانیت کی قدر کرتے اور اس کو صحیح طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ان کا اندامی کیا ہے مگر خود ہی انصاف کیجئے کہ آپ کے چاروں طرف زندگی کا جو طوق بندھا ہوا ہے اس میں کتنے انسان ہیں جن کو انسانیت کا ادب اس ہے جو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ انہیں صرف ایک معدہ اور پیٹ ہی نہیں دیا گیا ہے بلکہ اللہ نے انسان کی روح بھی دی ہے دل بھی دیا ہے اور دماغ بھی عطا کیا ہے جن کو ہم بیشک نظر انداز کرتے اور ان کے صحیح استعمال سے بچتے ہیں۔ ہم بشکریہ خواہشات اور مادی خواہشات اور دلے میں ایسے سے بچے ہر ہے جنہیں ایک کاڑی نے اختیار ہے ہر بڑا حکم دے گا۔ جس پر کسی کا کوئی قابو نہ ہو میں اور سمجھ لو کہ انہیں کہ انسانیت ایک سانچہ ہے اور وہ سانچے ایک ڈھواں پل ہے جس میں سے اس میں نہ کوئی غلطی ہے نہ نہ ایک اور اس کے پیر پل پر کسی کا قابو نہ ہے ان کی پرانی تعلیم یہ بتاتی تھی کہ زمین چھٹی ہے۔ ہمارے ہی کی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین اول ہے زمین مجھے ہمارے کے اور داور طالب علم مخالف کریں۔ میں تو یہ انکھربا ہوں کہ زمین ڈھواں ہے اس لئے کہ ساری قوم میں اور ان کے افراد اخلاقی بلندی سے مبالغہ کی طرف لڑائی تلے جا رہے ہیں۔ اور یہ بڑا ہر ان کی رفتار تیز ہوتی جا رہی ہے۔ ہماری زمین کا یہ کڑا ضررہ مغرب کے کڑا ریش رہا ہوگا۔ مگر اس کڑا ریش پر ہے وہاں انسان مادیت اور معدہ کے کڑا چکر رہا ہے۔ زمین کی کڑا کڑا انسانوں کے خلاق اور علامات میں کوئی اثر نہیں ہے۔ لیکن انسان کی کڑا کڑا خاتم دنیا کے اخلاق اور معادلات پر اثر چاہ رہا ہے۔



## مقصود زندگی:

آج کل سب کو حال نہیں ہو رہا ہے کہ دولت اور ثواب و ثبات نفس کا اندیشہ سوا۔ نیا نیا دولت کمونہ کی زندگی کا مزہ بن کر ہے آج دنیا میں صرف دو تین حربے سمجھے جاتے ہیں اور ساری دنیا ان کے پیچھے دوڑ رہی ہے ان کو یہ نہیں معلوم کہ روح کا مزہ کیا ہے اور دوسروں کے لئے ایسا کلمہ ہلا کر ان مزدبستانہ کی خدمت کر کے کسی کے واسطے خود تکلیف اٹھا کر کیا مزد ملتا ہے غیر انسانوں کو دوزخ سے تیار کرنے آئے تھے جن کو دھمکا چکے تھے یہ کام انہیں کا تھا کہ نکالے جا رہے ہیں پریشان کئے جا رہے ہیں۔ آنگھوں سے آگے جا رہی ہیں مگر ان کو حرد آ رہا ہے آج یہ حرد دنیا ہے۔ آج بھی اگر آپ یہ جان لے کہ مزد صرف ٹھکرت دینے ہی میں نہیں ٹھکرت نکالنے میں بھی ایک مزد ہے۔ دنیا کا نقشہ بدل جائے اور ساری زندگی ختم ہو جائے۔

سیاسی انقلابات اور تمام سلطنت کو فرصت کی باتیں ہیں، مگر یہ جانتے ہیں کہ ان دنوں حکومت خوبہشات کی ہے حکومت یا قبضہ خواہ کسی قوم یا پارٹی کا دواہر کوئی صدر یا وزیر ہو۔ مگر دراصل ہر جگہ نفس کا قبضہ اور خواہشات کا تسلط ہے۔ پہلے یہ حکام یہ کہتے تھے کہ اس کی سلطنت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا۔ لیکن آج جس حکومت اور سلطنت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا وہ ان کی خواہش اور من کی چاہت ہے وقت کا فرمانا یہ ہے کہ نفس کی خواہش پوری کی جائے۔ اس کی حکمت بجمالی جائے چاہے انسانوں کے خون کی نیویریں بہتی ہوں۔ خواہ وہ لوگ کے اوپر ان کی آشتوں کو دھرتے ہوئے گھڑ کا چرے۔ خواہ قومیں اس راستے میں پامال ہو جائیں۔ خواہ ملک کے ملک ویران اور تباہ ہو جائیں۔

## خیر خواہوں کا کردار:

لیکن اس میں اگر ابھی تکیہ کیا جائے نہیں۔ سینکڑوں برس سے جو تعصبات انسانوں کو دی جاتی رہے۔ خواہ وہ تعلیم گاہوں کے ذریعہ دیا جائے یا ان کے ذریعہ یا ادب اور شاعری کے ذریعہ اور جو ہر ملک و قوم میں رائج ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ تم من کے رعبہ دوز نفس کے غلام رہو۔ انسان کے سارے انسانوں کی آبادیاں اس لحاظ سے ایک سٹیج پر ہیں اور اس کے خلاف کوئی

آواز سنائی نہیں دیتی۔ غلوں کے خلاف بغاوت کرنے والے بہت ہیں چھوٹے چھوٹے مسئلوں کے لئے بغاوت برپا کر کے والے بہت ہیں۔ مقامی مسائل کے لئے جان کی بازی لگا دینے والے بہت ہیں لیکن انسانیت کے لئے مرنے والے کتنے ہیں۔ کتنے ایسے ہیں جن کو قطعی انسانیت کی فکر ہے۔ آج دنیا میں اگر کسی انسانیت کے انحطاط کا احساس بھی ہے تو اس میں یہ جرأت نہیں کہ انسانیت کے لئے آواز اٹھائے۔ سارے کرۂ ارض میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے جو انسانیت کے لئے اپنی قربانی دے۔ یہ دراصل پیغمبروں ہی کی جرأت تھی۔ خواہ وہ ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، محمدؐ یا محمدؐ کے پیغمبر ہوں۔ اللہ کا ورد و سلام ان پر کہ انہوں نے ساری دنیا کو پہنچانے کے لئے انسانیت کے خلاف بغاوت جاری تھی اس سے دعا کہ ان کے سامنے دنیا کی لذتیں، ہر وہ نعمتیں لائی گئیں مگر انہوں نے سب کو ٹھکرا دیا اور انسانیت کے دور میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈالا۔ اللہ نے بزرگوار اور منتخب بندوں کی یہ جماعت جس کو پیغمبروں کی جماعت کہا جاتا ہے پیدا کیا۔ کچھ دینے کے لئے آئی تھی دنیا سے کچھ لینے کے لئے نہیں آئی تھی ان کی کوئی ذاتی غرض نہ تھی انہوں نے دوسروں کے بے شک کی خاطر اپنے کو مٹایا۔ انہوں نے دوسری آبادی کی خاطر اپنے گھر کو بازار۔ انہوں نے دوسری خوشحالی کے لئے اپنے متعلقین کو فقر و غارت میں مبتلا کیا۔ انہوں نے غیروں کو نفع پہنچایا اور انہوں کو مٹانے سے محروم کیا۔ رسول اللہ نے ساری دنیا کے غریبوں کے لئے زکوٰۃ کا انتظام کیا اور اپنے خاندان کو قیامت تک کے لئے اس سے محروم کر دیا۔ کیا دنیا کے ہمسایوں میں ایسی بے غرضی اور خلوص کی مثالیں مل سکتی ہیں؟

پیغمبروں نے اپنے اپنے زمانے میں اپنی اپنی قوموں میں خلش پیدا کی۔ اور ان کو محسوس کر دیا کہ موجود زندگی خطرہ کی ہے جو لوگ اطمینان کے عادی تھے اور بیٹھی نیند سو رہے تھے اور بیٹھی نیند ہی سوتا چاہتے تھے انہوں نے پیغمبروں کی اس دعوت و تہجد کے خلاف سخت احتجاج کیا اور بڑی شکایت کی کہ انہوں نے ہمارا عیش مکدر کر دیا اور ہماری نیند خراب کی۔ لیکن جو صبر میں آگ لگی ہوئی دیکھتا ہے وہ دوسرے والوں کی پروا کو نہیں کرتا اور اس کو کسی کی خند پر ہنسی نہیں آتا۔ پیغمبر انسان کے حقیقی ہمدرد تھے اور دنیا کو خواب خرگوش سے بیدار کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ دنیا کے گمراہ ہمسایوں اور نفس کے بندوں نے دنیا کو مار دیا۔ کے انجکشن دیئے اور اس کو تھپک تھپک کر سلا یا مگر پیغمبروں نے ان لوگوں کو بھگود اور غفلت سے بیدار کیا یہ چھوٹی چھوٹی

ہنگلیں اور کڑیاں اس کے ہاتھوں کی گیتا سے ٹھٹھک رہی اور وہ اپنی ٹوٹا کڑی منظر سے وہ  
نظر نہ اٹھانے کی جھنجھکی نہایت دیکھے۔

میر نے سناٹے سے لڑا دھمکا اور سب سے زیادہ ماسخ اور ساتھی اب سے زیادہ دھم  
مرد چار عورت ٹھٹھکی گئی ماسخ نے کہا: اب اس عقیقت کا اعتراف کر رہی ہو یا ایک دنیا سے  
بہتری۔ ہمارا گھر میں ہی چارے نہیں دیتا کہ ان کے اس دھماکے کو نہ ٹھٹھکیں۔ تو انہوں نے  
انہی سے پانچ۔

### انسانیت کا سر ہانپنا

اسب میں میں ایک انسان پر نہیں کہتا تھا کہ اللہ میں اس دنیا کو کیا چاہ رہا ہے اور وہی  
بہتری اور عاقبت کا کھنکھہ ہے آپ نے اس حق کا اعتراف کیا اور اس کو مانگا تھا جتنا کہ آتی دنیا  
کے یہ سب سے زیادہ مانگ رہی اب وہ یہ مانی آواز سے میں نہیں آتی تو اس کی آواز بلند  
کی مرنے کی آواز تھا یہ وہی میں کھنکھہ ہے۔

آپ کی تعلیمات اور آپ نے جو جذبہ دنیا کو مٹا دینا انسانیت کا شہرہ کے سر ہانپ رہے ہیں  
پر کسی قوم میں اور وہاری کا شہرہ نہیں ہو سکتی۔ جس طرح نہ اپنی اور دھنکی پر نہیں کو چارہ اور ان کی نہیں  
اور کوئی اس پر اپنی مہم اور اپنی چاہ نہیں ہو سکتا۔ اس طرح آج کل سے حق کی تعلیمات ماری  
دینے کا حق ہیں اور ہر شخص اس میں حصہ بہ حصہ۔ کاندھلا اچھا رہتا ہے۔ یہ تو ان کی شہرہ  
نظر میں ہے کہ وہ ان حقوق کو تو ہر سامنے کی ہاں سے سمجھے۔ محمد علی احمد حسن انسانیت سے اور ماری  
انسانیت آپ کی نعمتوں ہے۔ انہوں نے بدل اس وقت پہنچا ہے اور انہیں حقوق اس  
وقت تک پہنچا ہوا ہے اور سب آپ کا نہیں ہے۔

بابا اب ہر وہی میں آئی ہوئی ہے  
یہ اب وہ انہوں کی کوئی ہوئی ہے

ہم سب جو وہی ہر وہی کو پہنچ کرے ہیں ہر ان کی چہ تے پہنچتے ہیں کہ محمد علی کو آتی  
جتنے بلکہ کہتے ہو وہی ہی پتے ہے۔ ہر وہی کہتے ہیں کہ وہی محمد علی کو آتی کی طرف ہاروی  
ہے۔ یہ انسانیت کی تہاں ہاروی ہے میں یہاں مسجد سے آپ پہنچ نہیں آئی۔ بلکہ شہر

خاندانوں کے راستوں سے مطالعہ کے راستے سے اور معلومات کے راستے سے آپ کے سامنے آیا ہوں۔ آپ میں نے کچھ لوگ یورپ کی دو ایک زبانیں جانتے ہوں گے۔ میں خود یورپ کو جانتا ہوں۔ تم لوگ بڑی داناں ہو۔ جس لوگوں نے انہیں جانتے ہیں۔ میں سارے یورپ سے غم جو کہ ہوں کہ تمہارا یورپ نظام برآمدگی غلو سے اور وہ انسانیت کو جلالت کی طرف لے جا رہا ہے۔ میرا وطنی ہے اور پورے انسانوں اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ دنیا کی نعمات جیٹھروں ہی کے راستے میں ہے اور دنیا کے لئے اس وقت خدا کے یقین اس کے خوف دوسری زندگی پر ایمان اور عقیدوں کی رسالت کے اقرار کے ساتھ کوئی چار نہیں۔ یہی دہائی دعوت ہے درحقیقت ہماری جدوجہد کا مقصد۔

### روح انسانیت:

دنیا کی زندگی نے بہت سے طرز ہیں۔ اور سکڑوں، ہزاروں الٹ کے نام ہمارے اقسام ہیں۔ کوئی مشرقی طرز زندگی، کوئی مغربی طرز زندگی، کوئی جدید، کوئی قدیم لیکن درحقیقت زندگی کی صرف دو قسمیں ہیں۔ ایک مانی زندگی جس میں انسان یہ سمجھتا ہے کہ میں ایک بشر بن رہا ہوں۔ اس کو نفس پرستی کی زندگی بھی کہنا جا سکتا ہے۔ دوسری زندگی خدا پرستی کی زندگی ہے جس میں انسان خدا کو اپنا خالق مان کر زندگی گزار رہا ہے۔

دنیا میں آئن دو مذاق قائم ہیں۔ ایک مغربی و دوسرا مشرقی۔ لیکن دراصل خدا پرستی اور نفس پرستی کی جنگ ان میں خود بہر حال میں ہو رہی ہے۔ غلو ان میں سے ایک (خدا پرستی) یعنی نبی کریمؐ کی باتوں سے ہو رہی ہے۔ دنیا میں مختلف مذاہب کو ماننے والوں کی تعداد متحدہ و متحدہ بتلائی جاتی ہے۔ مگر دراصل سب سے بڑی تعداد انہیں پرستی کے مذہب کے ماننے والوں کی ہے۔ جو ہر مذہب کے اندر موجود ہے۔ دنیا میں ہمیشہ مانی زندگی کا رواج رہا ہے۔ اس لئے کہ اس طرح کی زندگی گذارنا بہت مزیدار اور آسان معلوم ہوتا ہے لیکن آخر دین میں تباہی انسان ہوتا تو مانی زندگی کی بڑی گنجشک تھی اور یہ زندگی واقعی بڑے مزے کی تھی۔ مگر دنیا میں انہیں کردار انسان موجود ہیں۔ مانی زندگی والا انسان مانی کا رعب ہوتا ہے۔ اس سبب ان کے رعب میں ہائیں تو یہی مشکل پیش آئے گی۔



اس زمانے میں حضرت محمدؐ بھٹیایا میں تشریف لائے اور آپؐ نے دنیا کے اس احبار کو نفس پرستی سے خلع پرستی کی طرف موڑا۔ یہ دروغ کا سب سے بڑا دھوکہ ہے۔ نفس پرستی ہی دنیا کی تمام عمرانیوں اور بد اخلاقیوں کا سرچشمہ ہے۔ عظیم و زیادتیاں اور بددیانتی سب اس دروغ پرستی پر قائم ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس زمانے میں نفس پرستی بھی تھی۔ بہت پرستی بھی تھی۔ ستار پرستی بھی تھی۔ لیکن ان محبوبوں کو اس لئے انتخاب کیا گیا تھا کہ انسانوں کو ان سے یہ سبوحیسی برائی سے روک نہیں سکتے تھے اور کسی کی زندگی اور معاملات میں دخلیت نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے ایسی جہالت کے ساتھ نفس پرستی کو اپنی کے ساتھ بھج سکتی تھی۔

۱۔ ہمارے پیغمبرؐ نے اس سیلاب سے لڑنے کو بیڑہ اٹھایا اور سب سے پہلا اپنی زندگی میں خدہ پرستی کا ثبوت دیا۔ اور پوری سوسائٹی سے لڑائی مول لی۔ حالانکہ اس سے پہلے آپؐ جہنی سوسائٹی میں بہت مقبول اور بڑی عزت تھے۔ سادق اور شہید کہلاتے تھے۔ اس لئے اگرچہ حنا چا۔ حج تو سوسائٹی آنکھوں پر بھجائی۔ مگر آپؐ نے اس زندگی کو قربان کیا اور نفس پرستی کے سیلاب کو روکنے کے لئے تین امتیازی چیزیں پیش کیں۔

۱۔ ماکہ کو تمہارا اور اس دنیا کا پیہا کرنے والا اور حکومت کرنے والا ایک ہے۔

۲۔ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی آئے والی ہے۔ جس میں اس زندگی کا حساب

کتاب ہے۔

۳۔ میں خدا کا پیغمبر ہوں۔

اس کے بعد آپؐ کی پوری زندگی اس سہی خدہ پرستی کا ثبوت تھی۔ جو خدا پرستی کے سب سے بڑے دوائی اور پیغمبر کے شان شان رہی۔ ہر واقعہ پر جہاں ایک انسان نفس پرستی کا مقابلہ کرتا ہے۔ آپؐ خدہ پرستی کی مثال قائم کرتے تھے۔ بادشاہ کو جب کوئی ملک فتح کرتے ہیں تو اپنی فتح کے نشروں میں گھوڑا بوجاتے ہیں۔ بڑائی و طاقت کا اظہار کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ جب مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو اونٹ پر سوار تھے زبان سے خدا کا شکر ادا رہی عاجزی کا اظہار کرتے تھے۔ اس موقع پر مائے ایک آدمی آیا اور دعب سے کہنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا جھوٹا نہیں۔ میں قریش کی ایک فریب مورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھاتی ہیں لوگوں کی دولت و حکومت سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے حریز اور ان کی اوارانگائی ہے مگر آپؐ سے دعب



آپ کی بیٹی نے کہا: کام کرتے کرتے اور پیٹی جھرتے جھرتے تلکھے اور نشان پڑے تھے ایک نام بودی۔ وہی جائے تو آپ نے فرمایا کہ جی میں تم کو عام اور باندی۔ زیادہ اچھی چیز بتانا ہوں کہ سوتے وقت نی کا ذکر کیا کرو یعنی پرتی کا صبر و بردباری و دل دے لئے ایسے ملو کہ کہیں کو تم پر حق ہو دیا۔ ابھی آئے۔ دیکھو لوگ اپنی او اور اپنے خاندان کو نکالوں سے مٹنے لگے ہیں۔ مگر حضور ﷺ سے جب ایک عورت نے اس کے چوری کر۔ نے پر سنا دشمنی کی تہ فرمایا کہ یہ تو یہاں قتل بھی ہو رہی کر۔ تو اس کا بھی ہاتھ نہ دیا اور کہا۔

نفس پرستوں کا قہر دے کہ وہ کوشش کرتے ہیں کہ اگر اسے قتل نہ ہائے ہائیں تو ان کے عزیزوں اور دوستوں کو جس سے تم نقصان اور زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔ اور وہ کوئی ایسا قاتل نہ نالغ کرنا چاہتے ہیں جس کی ذرا ان کے دوستوں اور عزیزوں پر پرتی ہے تو وہ اپنے دوستوں اور عزیزوں کو بے ارادہ کر دیتے ہیں تاکہ وہ اس کا ہاتھ مڑ کر لیں۔ اس نے برخلاف حسب رسوں اللہ جل جلالہ کو سودی ترست بھلا مان کر تھا اور حسب آپ نے اپنے اس وقت سے ختم کر دیا۔ تو آپ نے اپنے خاندان سے ہی اپنا لیا۔ آپ نے حج کے موقع پر اعلان مام لینا کر میں۔ نہ تم کرتا ہوں اور سب سے پہلے اپنے بچا کے ساتھ و حاف کرتا ہوں اب وہ کسی سے اپنا سود بھونی نہیں کر سکتے۔ یہاں نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ ان کے کان میں کہہ دیتے کہ سود و معمول کر لینے میں سود نہ کر لے گا ہوں۔ خون کا بدلہ لینے کے متعلق فرمایا کہ جاہلیت کے تمام خون (انعام خون) ہاٹ کر چھٹے ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون مزید بن جائیگا۔ کے بیٹے کا خون ہاٹل کرتا ہوں۔ آپ نے پوری قوم اور وہ مائیں کی اس اصول پر تربیت کی کہ وہ ایک خدا پرست و سادہ بن جائے۔ اس کا ایک اصول یہ تھا کہ جو کسی عہدہ کا طالب ہو۔ اس کو عہدہ دینا دیتے تھے انکی سوسائٹی میں عہدہ کے امیدوار بنے اور اپنی تعریف کرنے اور حکومت کے لئے تین دوسرے ہتھ باندہ کرنے کی غیبت کیا تھی۔ اس ہمارے

ایمان تھا کہ

بَلَّغَكَ النَّارُ لِأَجْزَاقِ جُلُودِهَا لِيُعَذِّبَ لَهَا عُلُوَّافِي الْأَرْضِ وَلَا  
فَسَادَ وَالْعَافَةُ يُسْتَفْهِنُ O

(ترجمہ) یہ آگ خست کا کہ ہم ان لوگوں کو دکھائیں گے جو زمین میں اپنی سر بلندی اور فساد نہیں

چاہتے اور اچھا انجام دہا ہے اس لئے وہ ان کا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں بھی نہ پہنچی کاغذوں تھے اور قلمس پڑتی اور جہاں جلی ت پانی تھے۔ خلیفہ رسول حضرت ابو بکرؓ کی بیوی نے سلووی کی فرمائش کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں اس سے زیادہ دیتا ہوں اس سے نہیں لے سکتا۔ پھر روزانہ دیتا ہے۔ یہ وہی ہے کہ نہ کہ نہ کہ ان چیزوں سے بچا۔ کچھ جگہوں کے لئے سامان نکالے ہو پیسے دینے حضرت ابو بکرؓ نے وہ پیسے خرید لئے اور انہی کے اتنی رقم زیادہ تھی۔ اب ان کے لئے نہ دیا جاتا ہے۔ نیز خود حضرت عمرؓ بہت ائمہ سے پاتے ہیں تو آپ انہی کے پاس پہنچا دیا اور ان کے تمام باروں کی دیکھتے ہیں۔ جس وقت بیت المقدس میں داخل ہوئے تھے۔ تو انہوں نے ان کا حال دیکھا۔ انہوں نے پوچھا کہ تمہارے کئے تھے۔ کہ زمانے میں حضرت محمدؐ کے سامنے لکھا آتا۔ تو اب کہا آپ وہاں اور ان کے ہاتھ تھے۔ فرماتے کہ انہوں نے ان کا حال دیکھا۔ انہوں نے پوچھا کہ تمہارے کئے تھے۔ کہ زمانے میں حضرت محمدؐ کے سامنے لکھا آتا۔ تو اب کہا آپ وہاں اور ان کے ہاتھ تھے۔ مسلمانوں کے سپہ سالار تھے۔ یہ وہی ہے۔ میدان میں فوج کی کمان ان کے سپہ سالار تھے۔ چنانچہ اسی خلیفہ نے بیت المقدس کو فتح کیا۔ ان کا حال دیکھا۔ انہوں نے پوچھا کہ تمہارے کئے تھے۔ کہ زمانے میں حضرت محمدؐ کے سامنے لکھا آتا۔ تو اب کہا آپ وہاں اور ان کے ہاتھ تھے۔ ان چیزوں کی خبر نہیں لی۔ انہی کے ہاتھ میں نہ تھے۔ ان کا حال دیکھا۔ انہوں نے پوچھا کہ تمہارے کئے تھے۔ کہ زمانے میں حضرت محمدؐ کے سامنے لکھا آتا۔ تو اب کہا آپ وہاں اور ان کے ہاتھ تھے۔

انہی کا سب سے بڑا حامی ہے کہ انہوں نے ان کے ہاتھ میں نہ تھے۔ ان کا حال دیکھا۔ انہوں نے پوچھا کہ تمہارے کئے تھے۔ کہ زمانے میں حضرت محمدؐ کے سامنے لکھا آتا۔ تو اب کہا آپ وہاں اور ان کے ہاتھ تھے۔ زمین پر یا انہوں نے ان کے ہاتھ میں نہ تھے۔ ان کا حال دیکھا۔ انہوں نے پوچھا کہ تمہارے کئے تھے۔ کہ زمانے میں حضرت محمدؐ کے سامنے لکھا آتا۔ تو اب کہا آپ وہاں اور ان کے ہاتھ تھے۔

مسلمانوں نے یہ انہوں نے ان کے ہاتھ میں نہ تھے۔ ان کا حال دیکھا۔ انہوں نے پوچھا کہ تمہارے کئے تھے۔ کہ زمانے میں حضرت محمدؐ کے سامنے لکھا آتا۔ تو اب کہا آپ وہاں اور ان کے ہاتھ تھے۔ انہوں نے ان کے ہاتھ میں نہ تھے۔ ان کا حال دیکھا۔ انہوں نے پوچھا کہ تمہارے کئے تھے۔ کہ زمانے میں حضرت محمدؐ کے سامنے لکھا آتا۔ تو اب کہا آپ وہاں اور ان کے ہاتھ تھے۔ انہوں نے ان کے ہاتھ میں نہ تھے۔ ان کا حال دیکھا۔ انہوں نے پوچھا کہ تمہارے کئے تھے۔ کہ زمانے میں حضرت محمدؐ کے سامنے لکھا آتا۔ تو اب کہا آپ وہاں اور ان کے ہاتھ تھے۔

# غار حرا سے طلوع ہونے والا آفتاب

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء  
والمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين. امابعد

حضرات! میں جبل نور پر چڑھا اور اس سے غار پر "جو" غار حرا" کے نام سے مشہور ہے جا  
کھڑا ہوا یہاں پہنچ کر میں نے اپنے دل میں کہا، یہی جگہ ہے جہاں خداوند کریم نے حضرت  
محمد مصطفیٰ ﷺ کو پیغمبری کا شرف عطا فرمایا اور پہلی مہرِ جدی نازل فرمائی۔ پس (یہ کہنا حق ہے کہ  
(میں سے وہ آفتاب طلوع ہوا جس کی کرنوں نے دنیا پر نور برسا یا اور اسے ایک نئی زندگی بخشی۔  
یہ عالم ہر دن ایک نئی صبح کو خوش آمدید کہتا ہے۔ لیکن اکثر و بیشتر اس صبح میں ناپاؤں ہوتا ہے نہ  
کوئی نعمت اور نہ ہر صبح سعادت، ان باتوں کی آمد ہے انسان تو جاگ جاتے ہیں مگر انوں  
کی غینہ کو ذرا فرق نہیں آتا اور روجوں کی ہستی پوچھی خواب غفلت میں پڑی رہتی ہے۔ کیا شمار  
ہے ایسے ہمارے ایک دنوں کا اور ایسی جھوٹی مسکوں کا۔ البتہ اس غم سے جھٹکتی معنی میں صبح نمودار ہوئی  
تھی جس کے نور نے ہر چیز کو چمکایا اور اس کی آمد نے ہر شے کو جگایا اور اسی صبح سے تاریخ کا ورثہ  
مزا اور زندہ کار نگہ بنا۔

اس صبح سے پہلے انسانی زندگی کا فطری بہار کا ہوا تھا اور اس کے ہر درد و افسوس پر بھاری  
بھاری قفل چڑھے ہوئے تھے اور وہ گویا چند متقلل روز اور چند تانوں کا مجموعہ بنی ہوئی تھی  
عقل پر قفل چڑھے ہوئے تھے جن کو کھولنے سے صبر، اور فلاسفہ عاجز تھے ضمیر انسانی متقلل تھا  
جس کو آواز دہی دلانے میں اعضا نہیں اور مسکین عاجز تھے۔ قلوب انسانی متقلل تھے جن کے قفل  
توڑنے میں قدرت کی نشانیاں اور زمانہ کے عبرت انگیز حوادث اکام نہ ہو سکے تھے۔ غصہ صحتیں  
متقلل تھیں جن کو بروئے کار لانے سے تعمیر و تربیت کا نظم اور ماحول اور سوسائٹی کے اثرات



و خرافات کی انوریت و جھوس کر سکے، حالانکہ اس سے جو شتر یہ عقل ان باتوں میں بخل و بے نیکی  
بجائز نہ تھی اور صدیوں سے اپنے منصب سے معزول تھی۔ جس کئی سے آپ بھیجے گئے انسان  
کے ضمیر کا کھل کھلا، سو یا، داغیہ جانک تھا اور اس کے سر وہ شعور و احساس میں حرکت اور زندگی  
پیدا ہوئی۔ ضمیر کی روک تھام سے آواز ہو کر نفس انسانی جو صدیوں سے نفس امار و بٹا ہوا تھا۔ اب  
وہی نفس امارہ میں تہل تہل ہوا اور نفس امارہ دیکھتے ہی دیکھتے نفس مطمئن بن گیا۔ جس نے  
بعد اس میں کسی باطل کے ٹھنکے کی نمائش نہ رہی اور گناہ اس کے لئے ناقابل برداشت ہو گیا۔  
اس حد تک کہ جو کچھ رسول اللہ بھیجے گئے سامنے جا کر باز خود اپنے گناہ کا اقرار کر کے اپنے لئے  
خفت سزا کی درخواست کرتا ہے۔ ایک عظیم عورت اپنے لئے سزا کی درخواست  
کرتی ہے۔ حضور ﷺ نے دشمنی کی وجہ سے سزا کو سرفراحت سے دیا ہے: یہاں کو واپس بھی  
جاتی ہے نہ اس کی طرف سے ملے ہی آئی، یہی متعین ہے نہ مجھ۔ کو وقت پر دوبارہ حاضر کرنے  
کے لئے پولیس متعین ہے لیکن وہ وقت پر مدینہ پہنچی ہے اور خود کو سزا کے لئے بخوشی و اصرار پیش  
کرتی ہے جو یقیناً قتل سے بھی زیادہ سخت ہے لیکن سزا دی۔

فتح ایران کے وقت ایک غریب لڑکی کے ہاتھ لہری کا تاج زیب آتا ہے وہ اس  
تاج میں چھپا کر بچھو خور سے اپنے امیر کی خدمت میں پہنچا دیتا ہے تاکہ اسے ماننے والا  
نہیں مانتا اور اس کی نمائش نہ ہو۔

انسانوں نے دو بول چاس طرح متفصل کرے جو ہے تھے کہ ان میں یہ بات یہ یعنی تھی :  
خوف نہ تھا اور نہ رقت اور نہ ہی تھی، یہ تھی جب ان کے دلوں پر لگائی گئی تو ہمسرا کا اپنی دونی نہ  
آئی۔ اب وہ خدا کے خوف سے بروہ لڑائیں و ترسائیں تھے، حوادث و واقعات سے جنت  
حاصل کرتے تھے۔ نفس و افاق میں بھیجی ہوئی شکایات کا جو داب ان کے لئے نفع بخش نہ  
مظلوموں کا حال نہ اور دیکھ کر تڑپ جاتے تھے اور غریبوں مسکینوں کے سر تھ لڑتے و خدات :  
برجائے کے بجائے بہت و شفقت کا برجہ کو کرنے لگے اسی طرح جنت کی اس کھلی نے جب  
انسانوں کی ان فطری صلاحیتوں و رگوں کو چھو ا جو صد سے غمخیزی پر ہی تھیں تو وہ مشکل کی  
طرح بھڑک اٹھیں اور سیلاب کی طرح سب سے زہری ہوئی اہل پردیں اور سب پر لگے تھیں جس  
کا نتیجہ یہ ہوا کہ صدیوں کے انجمن نے کامیابی نہ ملنے کی وجہ سے جو لوگ بکریوں کی جگہ بانی میں

شدت کے ساتھ وہ اب بہترین طور سے تو سوں کی تنبیہی اور عالم کی فراموشی کی یاد رکھ دہمہ  
 وادریوں سے عید و ہر ہونے لگے اور جو شخص کل تک صرف کسی ایک قبیلہ یا ایک شہر کا شہسوار شمار  
 کیا جاتا تھا وہ اب بڑی بڑی سلطنتوں اور ایسے ایسے ملکوں کا فاتح ثابت ہوا جو قوت و شوکت میں  
 یکتا تھے۔

اس نئی سے آپ نے دوس گاہوں کے قتل کھولے اور ان میں از سر نو چیل چیل اور رونق  
 پیدا کی حالانکہ علم کی کساہ بازی اور محصلین کی کسپیڑی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ نہ معلمین کو دلچسپی  
 رہی تھی اور نہ محصلین کو۔ آپ نے علم کی قدر و قیمت یاد دلائی، اہل علم کا سوچ بتلایا اور علم دین  
 کا باہمی تعلق سمجھایا۔ چنانچہ لوگ درس گاہوں کی ترقی کے لئے داسے دوسرے قدرے نئے کشاں  
 ہو گئے، مسلمان کا ہر گھر بجائے خود ایک مسجد و مدرسہ بن گیا۔ ہر مسلمان اپنے حق میں معلم  
 اور دوسرے کے حق میں معلم بن گیا، کیونکہ ان کا دین خود طلب علم کے لئے سب سے بڑا محرک  
 تھا۔

آپ نے اس نئی سے عدالت کا قتل ختم کیا سب یہ قانون دان اس قابل تھا کہ اس پر  
 ایک منصف جج کی حیثیت سے اعتماد کیا جاسکے اور ہر مسلمان حاکم اعلیٰ درجہ کا انصاف شعار حاکم  
 تھا اور یہ سچے مسلمان سب کے سب محض اللہ کے لئے سچی شہادتیں دینے والے تھے۔ جب اللہ  
 اور آخرت کے حساب و کتاب پر ایمان استوار ہوا تو عدل و انصاف کی فراوانی ہوئی۔ بے  
 انصافیوں اور برعاطفیاں کم سے کم تر ہو گئیں اور جھوٹی شہادتیں اور ظالمانہ فیصلے ناپید ہو گئے۔  
 خاندانی معاملات جو اس قدر رابر ہو گئے تھے کہ باپ بیٹے کے درمیان، بھائی بھائی کے  
 درمیان، شوہر اور بیوی کے درمیان جھگڑیں، جھپٹ اور کشاکش کا میدان گرم تھا۔ پھر یہ بیماری  
 خاندانوں کے محدود میدان سے نکل کر معاشرہ کے وسیع میدان میں بھی پہنچ گئی تھی۔ یہی کشاکش  
 کش نوکر اور مالک کے تعلقات میں بھی برپا تھی۔ حاکم اور رعیت کے تعلقات میں بھی برپا تھی،  
 بڑے اور چھوٹے کے تعلقات میں بھی برپا تھی۔ ہر ایک کا یہ حال تھا کہ اپنا حق کسی طرح نہ  
 چھوڑنا چاہتا تھا اور دوسروں کا حق کسی طرح دینا نہ چاہتا تھا۔ خود اگر کوئی چیز خریدتا تو ناپ تول  
 میں ذرا ذرا سی اونچ نیچ پر ہر ایک جہی سے نظر رکھتا تھا لیکن اگر دوسرے کے ہاتھ کچھ بیچتا تو کم  
 سے کم پانے اور تولے میں پوری پوری مہارت کم پہنچاتا۔

آپ ﷺ نے اس نہ عدوانی اور معاشرتی نظام کے عقدوں کا حل بھی اسی تکلفی سے کیا۔  
خاندان اور معاشرہ میں ایمان کا بیج بویا لوگوں کو اللہ کی ناراضگی سے ڈایا اور اللہ تعالیٰ کا پیارا بناد  
نایا۔

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔ تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا (اسی طرح) کہ اس کا  
ایک جوڑا پیدا کیا اور وہ نفس کی (نفس) سے چملا دیئے بہت سے مرد اور عورتیں اور اللہ سے  
ڈرو جس کے واسطے سے تم بنائے ہو اور فرشتوں کا خیال رکھو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے۔“  
آپ ﷺ نے خاندان اور معاشرے کے افراد میں سے ہر ایک پر کچھ مرداریاں ڈالیں  
اسی طرح زہر نو خاندانی نظام کو کبھی بدل، محبت اور راسخ کی بنیاد پر قائم فرمایا اور معاشرہ کو بھی اعلیٰ  
درجہ کا بدل شعار بنایا۔ معاشرہ کے ہر فرد میں انسانیت بری کا ایسا گہرا شعور اور خدا ترانی کا ایسا  
شدید احساس پیدا کر دیا کہ اس معاشرہ کے امراء اور عہدہ داران تک پر ہیبت کا رویہ اور سادہ زندگی  
کے نمونے بن گئے، قوم کے سردار اپنے متین قوم کے حاکم سمجھنے لگے، والریان، خلعت اپنی  
حیثیت قیمیوں کے سر پرست سے نریا وہ نہیں سمجھتے کہ اگر اپنی ذاتی حلیت کچھ ہے تو مسکنت  
کے مال و دولت سے کچھ مطلب نہیں، اگر تمیں ہے تو بقدر ضرورت لینے پر قناعت ہے۔ اسی  
نیم لڑائی بدولت آپ ﷺ نے دولت مندوں اور تاجروں میں دنیا سے بے رغبتی اور آخرت  
سے اکتاہٹ پیدا کی، انہیں غلام باکرہ مار، سبیل میں اللہ کا ہے تمہیں اس نے اس کے تصرف میں بنا  
تائب بنایا ہے۔

”اور خرچ کرو اس زمال و دولت میں اس سے جس میں اللہ نے تمہیں چنانچہ بنایا اور“  
ان (ضرورت مندوں کو) اس مال میں سے جو اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے۔“

انہیں تجویزوں میں بند کر کے رکھتے اور اللہ میں خرچ کرنے سے یہ کہہ کر روک دیا۔  
”اور دونوں جو سنے چاندنی کے خزانے جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں  
کرتے آپ انہیں پناہ دے دے، لیکن درحک مذہب کی اس دن جب کہ ان کے قرآنوں کو  
دور کی آگ میں تپا جائے گا پھر اس۔“ ان کی پیٹنائیں کر دیں اور پتیلیں داغی جائیں گی  
تو آپ نے سب پر ان کی یاد دہانی اب پکھو اس کا مزہ۔“

رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیارے اور اپنی دعوت کے ذریعے سے جس کو تیار کر کے کاروبار





غادر حرا پر کھڑا کھڑا کھڑا یہ تمام باتیں اپنے دل میں سوچ رہا تھا میں اپنے ان خیالات اور عہد رفتہ کی یاد میں اتنا غرق ہو گیا کہ تھوڑی دیر کے لئے اپنے وجود سے انکھر۔ بے خبر ہو گیا۔ میرا تصور سمجھ اپنے ماحول اور اپنے زمانہ سے اڑا کر الگ لے گیا۔ میری نگاہوں میں اس عہد کی عمومی اسلامی زندگی کی تصویر پھر نے لگی۔ میں اس کا رنچ بنانا اور ایک نیک خطہ و خال دیکھنے لگا اور ہر نفل میں محسوس ہونے لگا کہ وہی زندگی میرے چاروں طرف بچھنی ہوئی ہے اور میں اس کی روح نواز قضاؤں میں سانس لے رہا ہوں اسی عالم تصور میں مجھے اپنے زمانے کا خیال آیا جس کی نقصان میں واقعی میں سانس نہتا دوں۔ میں نے کہا کہ آج بھی زندگی کی کامیابی اور خوشحالی کے دروازوں پر کچھ نئے قسم کے تالے پڑے نظر آ رہے ہیں۔ مسائل میں پھیلاؤ اور تنوع کی کوئی حد نہیں اور اسی نسبت سے الجھاؤ اور بوجھ بھاریاں بھی بڑھ گئی ہیں تو کیا اس حالت میں بھی اس پرانی کتنی سے یہ نئے قفل کھل سکتے ہیں؟

یہ سوچیں میرے دل میں پیدا ہوا آخر میں نے کہا کہ جب تک ان تاؤں کو اچھی طرح دیکھ بھال کر کے ان کی حقیقت نہ معلوم کر لوں مجھے کوئی جواب نہ دینا چاہئے۔ چنانچہ میں نے جوان تاؤں کو ہاتھ لگایا تو حقیقت کھل کر سامنے آ گئی کہ تالے نئے نہیں ہیں۔ وہی پرانے ہیں صرف رنگ و روغن نیا ہے اور نہ یہ پیچیدہ گپیاں اور الجھنیں بنی ہیں۔ ان کی جڑ تو ہو بہو پرانی ہے۔ آج بھی اصل مسئلہ فرد کا مسئلہ ہے جو سارے دوسرے مسائل کا سراپا ہے اور یہی ہمیشہ انسانی زندگی کا اصل مسئلہ رہا ہے۔ کیونکہ فرد وہ ایضاً ہے جس سے سوسائٹی اور حکومت بنتی ہے اور اس کا حال آج یہ ہو گیا ہے کہ مادہ اور قوت کے سوا کسی چیز سے مطلب نہیں ہے۔ اس دنیا کی قدر و قیمت اس کی نظر میں حقیقت سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ مذت اور خواہشات کی بندگی حد سے گزرتی ہے اور اپنے پروردگار سے انبیاء کی رسالت سے اور عقیدہ آخرت سے رشتہ بالکل ٹوٹ چکا ہے۔ بس یہی فرد کا بگاڑ ہے جو سوسائٹی کے بگاڑ کا سرچشمہ اور تہذیب کی بد بختی کا ذمہ دار ہے۔

یہ فرد اگر تہذیب کرتا ہے تو لالچ اور ذخیرہ آمد دوزی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ارزانی کے وقت مال روک لیتا ہے اور گمرانی کے زمانے میں نکالتا ہے اور اس طرح لوگوں کی بھوک اور پریشانی کا سبب بنتا ہے۔ یہ فرد اگر مفلس ہوتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ اپنی مفلسی کو دور کرنے کے لئے

خود کچھ نہ کرے اور دوسروں کی محنتوں کا پھل مفت میں کھالے۔ اگر مزدوری کرتا ہے تو اپنے قرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے۔ لیکن مزدوری پوری لینا چاہتا ہے، اگر دولت مند ہوتا ہے تو اپنی دولت کا کچھ نہیں اور سنگدل ہوتا ہے۔ اگر صاحب اقتدار ہوتا ہے تو فحش اور بددیانت ہوتا ہے۔

اگر مالک ہوتا ہے تو ایک غلام اور خود غرض، کف جہت ہوتا ہے جو اپنے فائدہ کے لئے اپنے آرام کے سوا کچھ دیکھنا نہیں چاہتا۔ اگر لوگ کمزور ہوتے ہیں تو کام چور اور بے ایمان، اگر فراخ دلی بن جاتا ہے تو عقیم کرتا ہے، اگر روزیہ یا جھوٹا سوداگر ہو جاتا ہے تو شکم پیوں روح سے بے خبر اور بندہ نفس ہوتا ہے جو صرف اپنی ذات اور اپنی پارٹی کے فائدہ کے لئے کھینچتا ہے۔ اگر لیڈر بن جاتا ہے تو بہت ہی ترقی پسندی کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس قوم اور وطن کی حدود سے آگے نہیں بڑھتا چاہتا اور اپنے وطن اور قوم کی عزت بڑھانے کے لئے دوسری قوموں اور ملکوں کی عزت و آبرو خاک میں ملانے سے کسی دقت بھی گزر نہیں کرتا۔ اگر قانون سازی کا اختیار ہاتھ میں آ جاتا ہے تو ظلم کے قانون اور بڑے بڑے ٹیکس مسطہ کر دیتا ہے۔ اگر اس کے دماغ میں ایسے دو اکتشاف کی صلاحیت ہوتی ہے تو بلاست برساتے والے اور چابی پھیلانے والے آلات ایجاد کرنے لگتا ہے۔ زہریلی گیس ایجاد کرتا ہے جو نوع انسانی کو ہلاک کر دے، ہمارا طریقہ اور نیک بناتا ہے جو بستیوں کو کھنڈر اور راکھ کا اھیر بنا دیتا ہے۔ انجم بن جاتا ہے جس کی ہلاکت

خیروں سے نہ انسان بچ سکتے ہیں نہ حیوان نہ کھیت نہ باغات اور جب اس فرد و ان ایجادات سے استعمال کرنے کی قوت بھی مل جاتی ہے تو بستیوں کی بستیاں، اندھا و صندختاں پر کچھ لیتا ہے اور ان کی ان میں زندوں کے شہر شہر غموشاں بنا دیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب دیکھیں انفرادیت سے مرتکب ہونے والا معاشرہ اور ان سے تیار ہونے والی حکومت ان افراد کی تمام خوبیوں کی آئینہ دار ہوتی ہے تو یہ افراد سے تیار ہونے والا معاشرہ اور حکومت دونوں بچتا ہے۔ ان تمام افراد کی تمام برائیوں اور بیماریوں کی حامل ہوتی۔ اس میں تاجروں کی فحش و اندوزی بھی ہوتی، نفع کا لالچ بھی، دغا، جھگڑ، دستوں کی سرکشی بھی ہوتی۔ مزدوروں کی کم محنت اور زیادہ اجرت کی بڑی مخالفت بھی ہوتی۔ دولت مند کی ہوس کے جرائم بھی اسے اذ کر نہیں دیتے۔ اپنے عقلمندانہ بدعتی اور عیاری بھی اس میں پھیلے گی، مالکوں کا جوہر شرم بھی اس کی عادت میں داخل ہوگا۔ نوکر کی حیثیت اور خاندان کا طبع بھی اس میں سرایت

کرتے گا۔ وزیر اعلیٰ نئی فتح پرتی اور نیندروں کی وطن پرستی بھی گل کھلائے گی، قانون سازوں کے اتحاد حیر اور سائنس دانوں کی بے راہروی بھی اپنا ہوا ہر دکھائے گی اور وزراء اور ان کی سبک دلی بھی اس پورے معاشرہ اور حکومت میں رنگ لائے گی۔

یہ ہے وہ اصل مادہ فساد جس کے پھلن سے دو تمام بیماریاں، مادہ فساد اور بدعنوانی تمام تہذیبیہ گناہ پیدا ہوتی ہیں جن سے انسانیت پر ایمان اور زور و زاریاں۔ اس مادہ فساد کا نام کلمہ مادہ پرتی کا ذوق یا مادہ اور اس کے مظاہر ہی کو سب کچھ سمجھنے کا عقیدہ، بلکہ، ریکٹنگ اسی کا قدرتی نتیجہ ہے، بدعت ستانی اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے، ہو شربا سرائی اور بدعنوانی اس کا ایک شکوہ ہے۔ ذخیرہ اندوزی اسی کا عیب ہے۔ افراد کا ذرا سی کا شرم ہے۔ آج کے مفکرین اور مفسرین آج تک ان مشکلات کا کوئی کامیاب حل نہیں دے سکا۔ ایک مشکل کو حل کرتے ہیں تو دوسری مصیبت میں پھنس جاتے ہیں، بلکہ گرہ کھلتی ہے تو کوئی نئی گرہیں لگ جاتی ہیں بلکہ اب تو یہ کہتا بھی بے باق ہو گا کہ ان کی قصہ کشائی بجائے خود نئے نئے عقیدوں کو جنم دے رہی ہے جیسے عوامی طبیب کے علاج سے صحت کی بجائے کچھ نئے نئے مرض اور پیدا ہو جاتیں۔

یہ اس مریض پر ہونے والے تجربے کر رہے ہیں۔ انہوں نے سمجھا کہ شخصی حکومت ان تمام امراض کا جب ہے۔ لہذا "سہ ختم کر کے جمہوری طرز حکومت کی بنیاد" الی گمراہی سے بھی مسئلہ حل نہ ہوا تو بعض نے پھر آمریت اور ڈکٹیٹر شپ کو اختیار کیا۔ اس سے اور شراباں بدعتی دیکھیں تو پھر جمہوریت کی طرف رجوع کیا، ایسی ہی کبھی نظام سرمایہ داری کو اختیار کیا۔ اس سے اور کچھ ہیں، برصغیر تو کئی نوز اور سوشلزم کو اپنے ارد گرد ہاں سمجھ لیا مگر معاملہ کی نوعیت ازل سے بدلتی اور مشکلات جوں کی توں قائم یا پہلے سے کچھ دشوار ہو گئیں، کیوں؟

اس لئے کہ یہ ساری تبدیلیاں اور سارا رد و بدل اوپر اوپر ہوتا رہا اور مشکلات کی جو جز اور بنیاد تھیں، فرد اور اس کا بازو اس کو ہاتھ نہیں لگا یا گیا۔ اس میں کسی اصلاح و تغیر کی کوشش نہیں کی گئی اور قصداً یا بلا قصد اس حقیقت سے غفلت ہوئی تھی کہ اصل فساد اور میزاج فرد میں ہے جس کی بدولت معاشرہ اور حکومت میں بھی نیرھ پیدا ہو گئی ہے۔

لیکن میں تو کہتا ہوں کہ اگر یہ مفکرین و مصنفین اس حقیقت کو خوب سمجھ بھی لیتے اور برائیوں کی اس جز کو پا بھی لیتے تب بھی اس کا علاج ان کے بس کی بات نہ تھی۔ مانا کہ ان کے

پاس و شامت علم کے موثر ذرائع ہیں اور یہ اور ہی تعلیم و تربیت کا دور ہے مگر ان کے ہاتھ میں وہ طاقت نہیں ہے جس سے فرد کا رخ شر سے خیر کی طرف اور تجربہ سے تعمیر کی طرف موڑ دیں کیونکہ ان کے دماغ و دل روحانیت بلکہ روح کی وقعت ہی سے عاری اور ایمان سے خالی ہیں۔

ان کے پاس دل کو غذا دینے اور اس میں ایمان کا پودا لگانے کا سامان نہیں ہے ان کے ہاتھوں سے وہ چیز نکل چکی ہے جو عہد و معبود کے درمیان رشتہ جوڑے، اس زندگی کے ساتھ اس زندگی کا تعلق قائم کرے۔ روح و مادہ کے درمیان توافق پیدا کرے اور علم کو اخلاق سے وابستہ کرے۔

ان کے روحانی مافلاس، اندھی مادیت اور غرور عقل نے تو اب اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ تجربہ و تباہی کا آخرتیر بھی اپنے ترکش میں جمع کر لینا چاہتے ہیں جس کی ہلاکت خیزیوں سے انسانیت کا پورا کتبہ نیست و نابود اور پورا کرہ ارض اجاڑ اور ویران ہو سکتا ہے۔ خدا نخواستہ اگر اس وقت دنیا کی تمام رب طاقتوں نے خوفناک ہتھیاروں کے ساتھ جنگ کا میدان گرم کیا تو یقیناً ان کے یہودی ایچ آئی اے تہذیب و انسانیت کا خاتمہ کر دیں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## انسانی شرافت و عظمت

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء  
والمرسلين ، وعلى آله واصحابه اجمعين . اما بعد .

حضرات اہل بیت کا نوع بشری پر ایک بڑا احسان ، انسان کی شرافت و عظمت اور اس کے  
علم و منزلت کا اعان ہے ۔ بعثت محمدی ﷺ سے پہلے انسان دولت و کثرت کی جستجو میں لڑ چکا تھا  
اور دے نہ دین پر اس سے زیادہ ذلیل و حقیر چیز نہیں رہ سکتی تھی ، بعض مقدس میدان اور مشہور زمین  
سے اساطیری LEGENDARY روایت اور مقدمات وابستہ تھے ۔ وہ اپنے پرستاروں کے  
نزدیک زیادہ مکرم ، محترم تھے اور انسان کے مقابلے میں انیس فحاشیت کا ۔ وہ خود کو سمجھتا جاتا  
تھا تو اس کے لئے مومن کا خون ہی کیوں نہ بہانا پڑے ۔ ایسے شجر بہر کے " گے انسان کا  
خون و روشت بھی بے گناہ اور خمیہ کی خلش سے بغیر پیش کر دیا جاتا تھا ۔ ہم نے اس کی گواہ  
تصویریں اس تیسویں صدی میں ہندوستان جیسے بعض ترقی یافتہ ملک میں بھی دیکھی ہیں ۔

سیدنا محمد ﷺ نے انسانیت کو اس کی شرافت و عظمت و انیس کی اور اس کا کھوئے ہوا وقار و  
اقتدار بحال کیا اور یہ جان لیا کہ انسان اس کائنات کا سب سے قیمتی ، نادر اور گران قدر موجود  
ہے ۔ وہ یہاں اس سے زیادہ با عظمت اور بہت و حفاظت کی مستحق کوئی اور سے نہیں ۔ آپ ﷺ  
نے انسان کا درجہ اتنا بلند کیا کہ وہ اللہ کا نائب و خلیفہ قرار پایا جس کے لئے اس نے دنیا پیدا کی  
اور اسے اپنے لئے پیدا کیا ۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَنَافِي الْأَرْضِ جَمِيعًا الْمَقَرَّةَ ۚ ۲۰۱

(ترجمہ) وہ وہی (خدا) ہے جس نے یہ دنیا کیا تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے سب کا

سب۔

قرآن نے اسے اشرف المخلوقات اور صدق کائنات بتایا  
وَلَقَدْ نَعَّمْنَا نَبِيَّ اٰدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَوَزَقْنَاهُمْ  
مِّنَ الطَّيِّبِاتِ وَفَصَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْصِيْلًا ۝

(الاحقاف: ۱۰)

(ترجمہ) اور ہم نے نبی آدم کو عزت دی اور ہم نے انہیں خشکی اور دریا دونوں میں سوار کیا اور ہم  
نے ان کو نفیس چیزیں عطا کیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر بڑی تفصیلات دی۔  
اور اس ارشاد نبوی ﷺ سے زیادہ انسان کی عزت اور عظمت کے بارے میں کیا آہا  
جاسکتا ہے کہ:

المخلوق عباد الله فاحب المخلوق الى الله من احسن الى عياله (۱)

(ترجمہ) خدا کی مخلوق خدا کا کعبہ ہے اور اللہ کو مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس نے  
کعبہ کے ساتھ اچھے سلوک کرتا ہے۔

نسانی رفعت اور اس کی خدمت کے ذریعہ تقرب الہی حاصل کرنے کے سلسلہ میں یہ  
حدیث بہت ہی اہم اور معنی خیز ہے جسے حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ:  
اللہ تعالیٰ قیامت میں پوچھیں گے اے ابن آدم! میں تیار ہوا تو نے میری عیادت نہیں  
کی؟ آہی کہے گا یا رب! آپ تو رب العالمین تھے میں آپ کی عیادت کیسے کرتا؟ اس پر اللہ  
تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تمہیں علم نہیں کہ میرا قلم بندہ یہ رہا مگر تم نے اس کی عیادت نہیں  
کی؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اگر تم اس کی عیادت کرتے تو مجھے اس کے پاس پاتے۔

اے ابن آدم! میں نے تم سے کھانا مانگا تو تم نے مجھے کھلایا نہیں؟ وہی کہے گا کہ یا رب! آپ  
آپ تو دنیا کے پادشاہ تھے میں آپ کو کیسے کھلاتا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تمہیں معلوم نہیں  
کہ میرے قلم بندہ نے تم سے کھانا مانگا مگر تم نے اسے کھانا نہیں دیا؟ اگر تم اسے کھاتے تو  
مجھے اس کے پاس پالیتے۔

”اے ایمن آدم! میں نے تم سے پانی مانگا مگر تم نے مجھے پانی نہیں دیا۔ آری کہے گا خدا! آپ تو رب العالمین ہیں میں آپ کو پانی کیسے پلاتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرے فلاں بندہ نے تم سے پانی مانگا مگر تم نے اسے پانی نہیں دیا۔ اگر تم اسے پانی پلاتے تو مجھے اس کے قریب پاتے۔“ (۱)

کیا انسانی رفعت و عظمت کا اس سے زیادہ واضح اور صریح کسی ایمان کا تصور کیا جاسکتا ہے۔ جسے دین تو دید نے پیش کیا ہے؟ اور دنیا نے قدیم و جدید کے کسی دین و فلسفہ کے تحت انسان نے کبھی ایسی عظمت و عزت حاصل کی ہے؟ رسول کریم ﷺ نے آدم زلوں (انسانوں) پر رحم کرنے کو اللہ کی رمت کے زور کی شرط لازم بناتے ہوئے فرمایا۔

الراحمون برحمتهم الرحمن ارحمهم فی الارض برحمتهم من فی السموات۔ (۲)

(ترجمہ) رحم کرنے والے پر رحمت بھی رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والہ رحم کرے گا۔

کرہ مہربانی تم اہل زمین ۽  
خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

وحدت انسانیت اور عظمت انسانیت اور رسول کریم ﷺ کی اس کے لئے جدوجہد سے پہلے دنیا کی سیاسی و اجتماعی حالت کا کچھ اندازہ کرنا ضروری ہے۔

آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے ایک ایک فرد کی مرضی پر ہزاروں انسانوں کی زندگیوں موقوف رہتی تھیں، کوئی بادشاہ تخت اور ملکوں اور قوموں اور کھیتوں اور آبادیوں کو پاؤں کی تاجیلا چاچا اور راج بٹ یا سیاسی تنوقیاتی خاطر خٹک پڑا تو جس جس کر کے کھد جاتا۔

## سکندر اعظم: ALEXANDER THE GREAT

(۳۵۶-۳۲۳ ق م) آخری پانی کی طرح اٹھتا ہے اور برہان شاہ سر۔ ماضی مبالغہ خراہ  
ترستان کا بڑا حصہ زیر و ز کوں ہو شمالی ہند پہنچ جاتا ہے دو فتح و فتح کے سہ طویں سہ شش  
صدیوں کی تہہ ہم اور ترقی یافتہ تہذیبوں اور تمدنوں کوئی تک میں ملا دیتا ہے۔

## جولیوس سیزر: JULIUS CAESAR

(۱۰۰ ق م) در دوسرے فاتحین اور فوجی قہر میں جیسے قرطاجہ (CARTHAGE)  
کارتاجینا بال (HANNIBAL) (۲۴۷-۱۸۳ ق م) اور دوسرے فوجی قائد اور مشور کشاوند فی آباء یوں  
میں اس اثرات شکار مہلتے ہیں۔ اور جہازوں لاکھوں انسانیوں کو موت کے گھاٹ اہر تے چلا  
جاتے ہیں جیسے مشرق۔ بے درد شکاری ہا امتیاز جنگی جانوروں کا شکار کرتے ہیں۔  
تاج کاری اور انسان فی زندگی اور نر زندگی کے ساتھ یہ کھلواؤ حضرت مسیح علیہ السلام کے ظہور کے بعد  
بھی جاری رہی۔ چنانچہ ان کی بعد کے انسانیت پر ظلم اعلیٰ و اعلیٰ اور شہدوں میں تیرا  
(۶۸ء) NERO) جیسے لوگوں نے اپنے بیم و ہمنوں کو بھی اپنے ظلم کا نشان بنایا اور اپنی ماں اور  
زوی کو بھی نہیں بخشا، یہی نفس روہانی عظیم آتش زدگی کا زہر دار۔ یہ جب رو ما آگ کے  
قوسوں میں ابل رہا تھا تو وہ دہشیں کی ہائری بجا رہا تھا۔ (۱)

یورپ کے دوئی قبائل یعنی مغربی و مشرقی کا تہ اور وندھل و نیمرو جوبشت محمدی پہنچے تے  
ایک صدی قبل پانچویں صدی ق م میں سرگرم تھے۔ وہ دنیا کی بڑی بڑی اور تمدن دار۔ حایر  
کوہ راج کر دیتے۔ وہ سنے زمین پر بڑے پیمانے پر خوف اور دہشت پھیلا دیتے۔ عربوں  
کی نظر میں انسانی زندگی کی قدر و قیمت اتنی کم تھی کہ جنگ اور خونریزی ان کے لئے ایک  
نہیں بن گئی تھی۔ اور وہ ملی سادہ واقعہ بھی جنگ کا محرک بن جاتا تھا۔ چنانچہ بنی ہاشم کے دو  
قبیلوں بکر و غلب کے درمیان چالیس ۴۰ برس تک جنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ جس میں پانی



نی طرح خون بہا، بات صرف اتنی تھی کہ کلب (زکیم) نے انہوں نے بت و نقد کی لٹکی کے  
تھمن پر تیر مار دیا تھا۔ اس سے اس کا خون ہو دھن مل گیا تھا۔ اس کے باعث اس میں ملامت  
نے کلب کو قتل کر دیا۔ وزیر و قلعہ میں جنگ چھڑی، اس خانہ جنگی کے بارے میں کلب کا بھائی  
وہیلبل کہتا ہے:

”اگر ان دنوں کو دیکھتے، مائیں بے پروا ہو نکلیں، بچے شقیم سو جائیں، آسمان کے گناہ میں لیتے  
اور مرد سب کفن و تن پہ نہ رہیں۔“

اسی طرح داس و لہر اتنی جنگ کا سبب یہ نہ کہ داس جو قسین بن زہیر کا گھوڑا تھا، وہ  
قسین اور خدیجہ بن بدر کے درمیان مقابلہ میں اس کے کل گیا تھا جس پر نیکہ اسدی نے معاہدہ  
نے لگنے پر گھوڑے کو چھین لیا اور اس کے پیٹ سے پیر خضار نکال دیا اور اس سے دو گھوڑا چھڑ گیا۔  
اس واقعہ کے بعد قتل و انتقام اور قبائلی جنگ قائم رہی اور قبیلوں کے ترک وطن کا سلسلہ  
شروع ہو گیا۔ اور اس میں ہزاروں آدمی مارے گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے عہد کے غزوات کی فہم تعداد بتائیں ۷۲ یا ۷۳ ہے اور سزائی  
تقدیم ساتھ تک پہنچتی ہے ان میں جنگی تارکوں کو دیکھتے ہوئے سب سے کم خون بہایا گیا  
میں طریقین کے صرف ۱۰۸ آدمی مارے گئے۔ اور ان غزوات کا مقصد انسانی جانوں کی حفاظت  
انسانی من و دل کا قاتل تھا اور اس کے ساتھ ہی مداخلاتی اور شریکات تعلیمات کی  
طرح پانڈتھیں کو نوع انسانی کے حق میں تعذیب کے نتیجے کا دیوبند بھی تھیں۔

اسلام ایمان اور اپنی انسانی تعلیمات کے ذریعہ انسان کی عقلیت اور اہل انوار کا یہ شعور  
پیدا کرتا ہے کہ جس سے ایک مسلمان اس معاملہ میں بہت زبردست ہو جاتا ہے وہ انسان کو کسی  
حال میں ہاتھ دھو کر نہیں دیتا اور نہ وہ ان سے حیوانوں جیسا سلوک پسند کرتا ہے  
اور نہ انہیں اپنے ذوق تعلیق کے لئے غلام بنا رہے، وہ اپنے اور دوسرے انسانوں کے درمیان  
کوئی فرق نہیں سمجھتا کہ ان سے ”چین“ میں سوک کرے۔ جہاں انسانی مساوات اور احترام

نسانیت فوجوں کو روانہ کرتے وقت نبی کریم ﷺ کی ہدایات کے لئے حدیث سے تکیہ کیا کرتے تھے۔  
 باب ۱۱: "نبی رحمت" کے لئے دیکھیں راقم الحروف کی کتاب "نبی رحمت" حصہ دوم کا باب ۱۱  
 غزوات پر ایک ٹکڑ "صفحہ ۱۱۵" کے سلسلہ میں بطور نمونہ صرف ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ جب اہل حضرت عمرؓ کے پاس تھے کہ ان کی پاس ایک  
 مصری قحطی نے فریاد کیا، آپ نے دریافت کیا تو اس نے کہا، عمرو بن العاص نے مصر میں عورتوں  
 کو لے کر آئی۔ جس میں میرا بھائی اس کے نکل گیا اور لوگوں نے اسے دیکھ لیا۔ عمرؓ نے عمرو بن  
 العاص سے کہنے لگے کہ بھائی! میرا بھائی ہے۔ وہ جب قریب آ سکا میں نے انہیں پہچان کر کہا نہیں  
 بھائی! میرا بھائی ہے، اس پر وہ بھٹکے گزروں سے مارنے لگے۔ انہوں نے کہا کہ جانتے نہیں کہ میں  
 ابنی امیہ (شریف زادہ) ہوں، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا کہ چھا  
 بیٹھو! پھر عمرو بن العاص کو نکال کر میرا خط دیکھتے ہی تم اور تمہارے بیٹے تمہارے حاضر ہو جاؤ۔

روایتی کہانت کہ عمرو بن العاص نے اپنے بیٹے کو بلا کر پوچھ کر کیا تم نے کوئی جرم  
 کیا ہے، اس سنائی میں جواب دیا تو انہوں نے کہا: جب کہیں عمرو رضی اللہ عنہ نے تمہارا  
 بارے میں سنا ہے، اس کے بعد وہ حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہو گئے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں  
 کہ عمرؓ حضرت عمرؓ کے پاس تھے کہ عمرو بن العاص کو ایک لنگی اور چادر میں آتے دیکھ  
 تو حضرت عمرؓ دیکھنے لگے۔ ان کو ان کا بیٹا بھی ساتھ ہے یا نہیں، جوان کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا، حضرت  
 عمرؓ نے فرمایا: صبر! کہاں ہے؟ اس نے کہا: ہاں میں یہاں ہوں، حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ وہ  
 نے کہ ابنی امیہ (شریف زادہ) کی خبر لو، روایتی کہانت ہے کہ اس نے اسے اچھی طرح مارا پھر  
 حضرت عمرؓ نے کہا کہ عمروؓ سے پرہیز کرنا، کیونکہ انہیں کے ہوتے اس نے تمہیں مارا تھا، مصری  
 کہنے لگے کہ میں مارنے والے کو مار چکا ہوں، حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر تم انہیں مارتے تو میں بچ  
 میں نہ پڑتا، جب تک عمرؓ نے انہیں معجزاتے، پھر فرمایا عمرو! تم نے لوگوں کو سب سے غلام  
 بنایا، حالانکہ ان کی ماؤں نے تو انہیں آزاد بنایا تھا، پھر مصری کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے امیہ  
 سے بھاؤ، اگر کوئی بات پیش آئے تو مجھے لکھیں۔

## خواتین کی ذمہ داریاں

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء  
والمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين. اصابه الله.

معزز حاضرین و محترم خواتین! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ وَالْمُسْلِمَاتُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ وَالْقَنَاتِ  
وَالصَّالِحِينَ وَالصَّالِحَاتُ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتُ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتُ  
وَالْمُتَضَلِّلِينَ وَالْمُتَضَلِّلَاتُ وَالْمُتَّصِلِينَ وَالْمُتَّصِلَاتُ وَالْحَافِظِينَ  
فِرَاجِهِمْ وَالْحَافِظَاتُ وَالذَّكِّرِينَ وَالذَّكِّرَاتُ أَتَعْلَمُونَ اللَّهُ لَعَنَهُمْ  
مَنْعُورَةً وَأَبْرَأَ عَظِيمًا (الاحزاب ۳۴)

(ترجمہ) "اے جو لوگ خدا کے آگے (سہ اطاعت کرتے ہوئے ہیں یعنی) مسلمان مرد اور  
مسلمان عورتیں، اور مومن مرد اور مومن عورتیں، اور خیر ماں، اور مرد اور خیر ماں، اور عورتیں، اور  
راست باز مرد اور راست باز عورتیں، اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، اور  
ماجری کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، اور خیرات کرنے والے مرد اور عورتیں  
اور روزے رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور پاک دامن مرد اور پاک دامن  
عورتیں اور خدا کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں، کچھ شک  
نہیں کہ ان کے لئے خدا نے عظیم اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس صفات کا ذکر کیا ہے لیکن ہر مرتبہ وہ تہذیب و تمدن کے  
ایک دنگ میخوں میں مردوں اور عورتوں کا ذکر فرماتا ہے، اور ان کی ایک ایک صفت کا ذکر



مفسر سے خواہ ایک مالدین دیا، کا نام لیتے ہیں۔ ان کے تذکرے، حیات و سوانح کی کتابیں پڑھی جا میں ترجمہ ہوگا کہ وہ فی ماؤں کی رویت اور اپنے بچپن میں اپنے گھر کی فلسفہ اور باحوال کا نقلی امریت اور سوانحیت نے ساتھ نظر کر کے تھے ہیں، اور اس کے فرمان: "مہ اور شکر تر از دیگر آتے ہیں۔"

علمی خدمات اور مہر کی خدمت و اشاعت کے سلسلے میں مجھے قیوس ہے کہ فضل نے امت کو جو سیکڑوں پرہیز ہیں، انہیں لکھائے امت کی تاریخ بہت کڑی لکھی گئی ہے، انہیں پھر بھی تہہ و توبہ یوں نے فو تہیں کو باقی شکر اندر نہیں کیا، اپنی عہد و ادبی خدمات کے سلسلے میں ان کے زم آتے ہیں، وہی ذوق و شوق و تشنگی کی کامیابی، اور حسی جہد و جدوجہد کی یہاں صرف ایک ایسی روشنی مثالی پیش کی جاتی ہے، جس سے مجھے خاصہ واقف آدمی پڑ بھی ایک عالم فقیر پیر جانا ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ قرآن مجید کے بعد اسلام نے پورے سب خانے اور اس نے پورے علمی ذخیرہ میں اس کتاب کا درجہ ہے؟ یہ صحیح بخاری ہے، جس کو "کتاب بعد کتاب اللہ" کا لقب دیا گیا ہے، وہ ہر مرد اور در علموں کے لئے معیار فضیلت ہے، ختم بخاری کی تقریب بڑے سے بڑے ذرا علوم کے لئے قاضی فقر و قابل شکر و قابل ہوئی ہے، اور اس ہمارے علم بھی اس کے ختم کی تقریب سنائی گئی ہے آپ کے مہم میں ہے کہ صحیح بخاری ہندوستان میں اور اکثر علمی مرکزوں میں کس کی رویت سے چٹکی ہے، اور فضل نے ہمارے اس کی اندوہی جاتی ہے، "یہ ایک فاضل و خاتون کریم کی روایت ہے، ایک متبرکہ کرد کی کتاب میں ان کا تعلق و خاندان الفاظ میں آیا ہے۔"

کریسمت بنت احمد بن محمد المعروفہ محدثہ کانت شروہی  
صحیح البخاری قال ابن الاثیر انہی الیہا علوم الاسناد لصحیح  
، عاشت قریباً مائتة سنة اصبها من مروا لروا، وفتھا بعکوف بقال

لہام الکوام وبت الکوام (الاعلام وروز کلمہ، ج ۱ ص ۷۸)

(ترجمہ) کریمہ بنت احمد بن محمد مروزی رہنے والی ایک محدثہ خاتون ہیں، جو صحیح بخاری کی حاضر روایت ہیں، انور خاتون اشیر کہتے ہیں کہ صحیح بخاری کی سب سے دلچسپ متناہیں کے ذریعہ ہے۔



صرف نسل تسلسل ہی نہیں، اور تقابلی، اخلاقی، یعنی اور تہذیبی تسلسل کے قیام سے میں بنیادی کردار ادا کر سکتی ہیں وہ شخص کا انداز ہے، اور ہر دور میں اس کے نہ صرف تعاون بلکہ اس کی امداد اور قبول کرنے (اور اس کو سراغ دینا) کے بغیر یہ معنوی تسلسل (جو اس سمت کی مسلسل قیمت اور اس کی ضرورت و افادیت کا ثبوت ہے) قائم نہیں ہو سکتا۔

یہ رویہ ان میں، ایک نئی نسل کی، نئی تعلیم و تربیت کا ابتدائی کام اور اس کے قلب و ذہن پر اسلام کا نقش قائم کرنا اور اس کو موقی و مستحکم بنانا، دوسرے اسلامی تہذیب و معاشرت کی حفاظت اور نئی نسل کو غیر اسلامی تہذیب و معاشرت کے اثرات سے بچانا ہے۔

ہر نئی زبان و محاورہ میں، جب یہ بتانا ہوتا ہے کہ فلاں، عدوت، یا یحییٰ، یا خولی، یا کزادی، دس، دس، دس میں بدست ہو گئی ہے، اور اب وہ کالی نہیں جا سکتی تو کہا جاتا ہے کہ "یہ چیز کھٹی میں پڑی ہوئی ہے" اور ظاہر ہے کہ یہ کھٹی ماں اور گھر کی عقیق اور مربی بیبیوں کے ذریعہ ہی بچوں کو ابتدائے شعور میں گھر ہی میں ہی جا سکتی ہے، و پھر یہ تعلیم و تربیت اور علم و انضباط نے اس حقیقت پر بہت زور دیا ہے کہ بچہ کے ذہن کی سادہ فہمی پر جو ابتدائی نقوش پڑ جاتے ہیں، وہ کبھی نہیں مٹتے اور خواہ ان کو لٹا دیا جائے یا جانے، لیکن اس حقیقت وہ مٹتے نہیں، اب جاتے ہیں، اور جنت پر ابھرتے ہیں، اس حقیقت کو تسلیم کر لینے کے بعد ماؤں و بیویوں کی تربیت کرنے والوں کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔ جو اس سادہ فہمی پر آسانی کے ساتھ اچھے سے اچھے نقش بنا سکتی ہیں، اور جن کو کوئی طاقت اور کوئی تعلیم و تربیت آسانی کے ساتھ مٹا نہیں سکتی۔

ماؤں اور پرورش کرنے والی خواتین اور گھر کی عائلہ بیویوں کا جو رشتہ میں بزرگ اور گھر کے ماحول میں اثر انداز اور قہر میں احترام ہوتی ہیں، ان کا ہی فرض اور ذمہ داری نہیں کہ وہ بچوں کو اللہ اور رسول ﷺ کا نام سکھائیں، بلکہ یاد کر لیں، اور جب وقت آئے تو نماز پڑھنا سکھائیں، یہاں تک کہ قرآن شریف پڑھنا بھی ان کو آجائے، و ارادہ پڑھنے کے قابل بھی ہو جائیں، ہندی زبان اور رزم الخط کی اس غریب، دوائی کے دور میں جب انھوں نے مسلمان بچے اور بیٹیاں اردو کی ایک سطر پڑھنے اور اپنے نام تک نہ لیتے تھے تو میں نہیں، وہ تھیں، بلکہ پٹا گھر دہائی بھی لیتے، و جتنے کی ان میں صلاحیت نہیں ہوتی، جس کی درجہ ان میں نہیں، اس کے بعد ان کی تعلیم میں داخلے اور ملازمت کی درخواست دینے کے موقع پر سہ مئے آجکی ہیں، جو زیادہ تر گھر والوں کی امداد و

فہمے پڑنے کی سہولیت چاہتے تھے۔ انسانی تاریخ انبیاء علیہم السلام سے ہی بہ کرام، زوال و  
عظمت اسٹارٹ کرتی ہے اور انسانی سماج کی ناموں تک سے واقف کرانے کے کام سے عظمت  
اور سستی کا نتیجہ ہے۔

اس سہولتی نامہ کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ انسانی بچوں کو کفر و شرک سے نجات دلا دینا  
ہے۔ نبوت اس پر فخر و انسانی نسبت اور مسلمان ہونے اور پہلانے پر مسرت و عزت کا احساس  
اور ان کی تربیت و تہذیب، خدا کی انفرادی اور خدا کے آخری رسول محمد ﷺ سے عشق اور شہادت  
نہایت تک محبت، ان بچوں سے نفرت اور نفی، دنیاوی ترقی ہی کو زندگی کا مقصد اور کامیابی اور  
عروج کی دلیل سمجھنے سے خطائیت، راست بازی اور راستہ کوئی نہایت، خدمت و ایثار کا  
شوق، خدمتِ خلق اور وطن، اپنی کاجہ، پیہ اگر نہ بھی ان کی ذمہ داری اور انہیں کے کرنے کا کام  
ہے، اور ان کے کام بھیجیں تاکہ ان کے ہاں سے نہ اور نہیں بڑا ہو تو دنیا کی بڑی سے بڑی دولت کا دار  
سرچھائی یا عالمی بیوہ نہ ہو تو یہ تربیت گاہ نہیں کر سکتی، اور اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔

یہ بھی صاف بتانا چاہیے کہ جب تک مسلمان بچوں کو بہت پرانی اور کفر و شرک سے  
خوار و کسبی سے بولی، اعلیٰ (MYTHOLOGY) اور افسانہ (TEXT BOOKS) کے ذریعہ  
سے بڑا کر دیا گیا ہو، تو ان کی یا ان کے بچوں کے ذریعہ سے بڑے خود مسلمانوں کے دین سے ناواقفیت اور  
ان اور پیش رو کر دہوں کے اثر سے دور اس عرصہ تحریر اور تھیں نہ پیدا ہو، جیسا کہ مذکورہ بالا  
بیچوں سے ہوتی ہے، وہ ان کے ایمان کی خطائیت نہیں ہو سکتی، اور ان کے صحیح عقیدہ مسلمان  
ہونے کی ضمانت نہیں دی جا سکتی، یہ تربیت، یہ محبت و عظمت جو طبیعت کا خامداد اور خواہش مند کے  
ساتھ ایک نیا ماحول بن جائے، مسلمان خیراتوں کی میراث، اور مسلمان نسلوں کے اوقات کی  
معنوی تسلسل کا راز نہ رہے اور جب تک یہ کام مکمل نہیں ہوگا، میں دیکھتا ہوں کہ بڑی بہنوں اور  
بڑوں خواتین کے ذریعہ انجام نہیں دے گا، یہ بڑے سے بڑے پر اثر و واقعہ اور اثر سے موثر  
رہی کلامیں اور دعاؤں دینے پر یہ کے لائق ترین اساتذہ کے ذریعہ بھی اس میں کامیابی حاصل  
ہوئی مشکل ہے۔

دوسرا میدان جس میں خواتین کو تیار اور قیادت اور جماعتی کا شرف حاصل ہے وہ اسلام  
کے جہد میں وسط شرقی امتیاز کا بانی رکھتا ہے، اس کا تسلسل ۱۰۰۰ اور غیر اسلامی تہذیبوں اور طرز



معاشرت سے حفاظت کا مسئلہ ہے اس کے لئے قدرے تفصیل و رد قدیم سرسئی کا پیش پانہ نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔

اسلام کو بالکل بدلتی میں ایک ایسے انوکھے پہنچنے کا سامنا کرنا پڑا جس سے تاریخ میں شاید کسی مذہب کو اس درجہ میں داخل نہیں پایا۔ جزیرۃ العرب سے نکلنے والے عرب مسلمانوں کو وہ ایسے ترقی یافتہ قوموں کا سامنا کرنا پڑا جن سے نہ تو کوئی دوسرے قوم کا تجربہ انسانی تہذیبی تاریخ میں عرب سے نہیں لیا گیا تھا۔ یہ وہ قوم و ایرانی قوم تھے، وہ تہذیب آری، انسانی زندگی کو سنوارنے اور اس کو مستحکم کرنے، راحت و آسائش کے سامان کی فراہمی اور فرداوی میں نئی زندگی کے لئے کرپے تھے، اور ترقی کے آخری درجہ تک پہنچ گئے تھے، یہ قوم اپنی تلاش خواہش میں بھی بڑی محتاط رکھتے تھے، وہ بڑے دل فریب تھے، اذیت و وسائے اور حسد و لہجے کے سامان زندگی گزارنے سے بے حد معیار، نہاد واری کی ترقی یافتہ طور طریق اور لباس، خوراک اور عمراس کی زندگی و آسائش کے آلات و وسائل سے ان کا تمدن مالا مال تھا۔

اس کے برخلاف عرب اپنے ابتدائی دور میں صحیح الفاظ میں تہذیبی عقلیت سے کہنے اور میں تھے، اور حقیقت یہ تجربہ جس سے ابتدائی مسلمانوں کو گزارنا پڑا، بڑا مذکور تھا، اسلام یقیناً انسانی تعمیرات، عقائد اور اخلاق عالیہ اور آداب حسنہ سے آراستہ تھا، لیکن تہذیب و معاشرہ کی قیامت کی ہلک و ڈھل اس وقت درمیانوں اور ایرانیوں کے ہاتھ میں تھی جس لئے اس کا اعلان تھا، اور سارے قرائن بتاتے تھے یہ عرب اور مسلمان جنہوں نے ایک شک و تاریک ماحول میں آنکھیں کھولی ہیں اور جن کے پاس بہت محدود وسائل تھے جن کی زمین و ممت کے مرچشموں سے جلی ہے، ان کی زندگی قیموں اور خام و نیم کام دکاشت میں گزری ہے، اور ایک طرح سے خانہ بدوش زندگی کی جاگتی ہے، تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے کہ جب کوئی مروجہ عرب مجاہدینا و مہلنین نے (ایرانی فتوحات کے زمانہ میں) کھانے میں پہاڑیاں و مہلین تو وہ مجھے کہ یہ ہاتھ جو پیٹنے کے لئے دستی و مال ہیں، کہہ نے کے بعد ہاتھ جو پیٹنے کے لئے جب انہوں نے ان ہاتھ چپائیوں کو اٹھایا تو معلوم ہو کہ یہ تو روئے ہے اسی طرح جب ان کو یہی مہرچہ کاغذ سے مہرچہ پڑا تو وہ سمجھے کہ یہ نمک ہے، اور بعض اوقات انہوں نے اس کو آنے کے ساتھ گوندھا دیا۔

فرض یہ کہ جب لغات کا دور شروع ہوا تو ان باریہ نشینوں کو ایک ایسے ترقی یافتہ اور دل کش تمدن سے سابقہ پڑا جس واسطوں نے کبھی خراب میں بھی نہیں دیکھا تھا، اس لئے اس کا پورا امکان ہی نہیں بلکہ اس کے سب قرائن موجود تھے کہ وہ اس تمدن پر دجوانہ وار اور پروا مند وار گہرتے، اس کی ہر خوبی کو اختیار کرتے اور اس پر فخر کرتے، ان کے تمدن و معاشرت، روزمرہ کی زندگی، اور خوراک و پوشاک کا معیار اکتالا نچا ہو جاتا کہ اس کے حصول کے لئے ان کو حدود شریعت کی نہیں، اپنے عرف و رواج کے حدود سے بھی تجاوز کرنا پڑتا ہے، وہ اس سب کو ایک فیشن، ترقی پسند بلکہ بیداری اور حقیقت پسندی کی علامت کے طور پر اختیار کرتے ہیں اور اس سے وہ سب خرابیاں پیدا ہوتیں جو مادہ پرست دنیا دار اور تمدن و ترقی کی بازوہ اقوام و ممالک میں پیدا ہوتی رہی ہیں، اور تاریخ میں اس کی صد ہا مثالیں ملتی ہیں، اس کے تصور کے لئے ان مشرقی ممالک و اقوام کا نقشہ اور ان کا طرز عمل دیکھ لینا کافی ہے، جو مغربی تمدن و ترقی کی نقالی کا شکار ہوئیں اور ان کی خوشہ چیں، بن گئیں اور انہوں نے اپنی تعلیمات و احکام، حدود و شریعت اور اپنی قدیم تہذیبی روایات سے یکسر آنکھیں بند کر لیں۔

واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس مشکل پر مردوں اور عورتوں کے باہمی تعاون سے قابو پایا، اس میں بہت بڑا دخل مسلمان خواتین کے ایمان و یقین، معانت و ایثار، دنیا پر آخست کو ترجیح دینے، اور سبکداریات و گنہ گشت صاحب ایمان و صلاح مستورات کا نمونہ سامنے رکھنے کا نتیجہ تھا مرد و عورتوں کی نقالی اور اس کے ترقی یافتہ طور طریق، طرز معاشرت، اور زیب و زینت کے آلات و وسائل کے اختیار کرنے سے کہتے ہی روکتے کی کوشش کرتے اور کتنی ہی موثر اور بلیغ تقریریں کی جاتیں اسلامی معاشرہ رومی و ایرانی تمدن اور طرز معاشرت اور اس کی نقالی سے بچائیں کہنا تھا، علامہ دوا محضین، داکام و سلاطین، اخلاقی احتساب کرنے والے مددگار، فوجی کمانڈر اور افسران بھی اسلامی معاشرہ، اسلامی شخصیت، اور اسلامی تہذیب و تمدن کی حفاظت نہیں کر سکتے تھے، ان خواتین کا اسلامی شخص کی حفاظت ہی نہیں، بلکہ اسلامی وجود کی بقاء میں بھی بڑا حصہ ہے۔

اب بھی اگر کوئی طاقت مغربی تہذیب کی نقالی اور بھی نہیں بلکہ غنی و امیر نے ولی، اور تیزی سے پھیلنے والی ہندو تہذیب کے مسلم معاشرہ میں رائج اور مقبول ہونے سے بچا سکتی ہے، جو

(ایک خاص راجہ مائاتی نظام رکھنے اور اسلامی بنیادوں عقائد سے قطعاً دور ہونے کی بناء پر) زیادہ  
محظوظ ہے۔ تو وہ ہر مری ان بیٹوں اور مسلمان خواتین کی صحیح دینی تعلیم، یحیائی و ایفی تربیت،  
اور اسلامی اخلاق و سیرت کو دوسری قوموں کے اخلاق و سیرت پر ترجیح دینے کی کوشش ہے۔

یہ حقیقت ملحد نسواں میں دینی تعلیم و اسلامی تربیت کے انتظام کی ضرورت کی ایک اہم  
وجہ و محرک ہے۔ ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ مدارس نسواں اور جامعۃ الصالحات، ایہ جامعہ اور  
الاسلام کے کمپنوں سے جو ننانوایں مدارس اور جامعات قائم ہو رہے ہیں، وہ ان مقاصد کے  
حصہ دار کے لئے ایک موثر، آتش مند اور تعمیری قدم ہے، جس سے قبلہ جی (ارتداد) اور اس سے  
بڑھ کر کئی نسل کے امتقاری انتداب (مسلمانوں کی نئی نسل کو بیچہ پاسکا ہے، اور اس کا مقابلہ  
کرنے کی صلاحیت پیدا کی یا تعلق ہے، اور انکراں مخلصانہ اور دانش مندوں کو شش کا سلسلہ جاری  
رہا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت عظیم کی امید بھی کی جاسکتی ہے۔ وحسب فی اللہ العظیم دان  
تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُخْرِجْ أَفْئِدَتَكُمْ مِمَّا فِي صُدُورِهِمْ ۖ

(اے مسلمانو! اگر تم اللہ کے دین کی نصرت کرو گے، تو اللہ تمہاری نصرت (درا) فرمائے  
گا، اور تمہارا سچا قدموں کو رہائے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مسلمان کی شان امتیازی

یہ تقریر حضرت ۱۲۱۲ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳ جون بعد نماز مغرب ۱۹۹۹ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے وسیع میدان میں منعقد شدہ روزہ تبلیغی اجتماع سے مخاطب ہو کر فرمائی تھی جس میں امت مسلمہ کو امت کے کام کی حقیقت خوب خوب سمجھائی گئی ہے اور مسلمانوں کو اپنی دینی مصارج عبادت، اجتماع سنت اور دین کی تبلیغ کے لئے نعرے سے نکلنے کی ترغیب فرمائی ہے! اللہ تعالیٰ اس بیان کو امت مسلمہ کیلئے نافع ثابت فرمائے!

الحمد لله رب العلمین ، والصلوة والسلام علی سید  
المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین وبعد .

میرے دوستو عزیز! اور دور دور سے آئے ہوئے مہمانو! اور میرے محبوب و قابل قدر  
بھائیو!

پہلے تو میں آپ کو لوگوں کو مبارک باد دیتا ہوں خاص طور پر انہیں جو یہاں اس بڑے  
تبلیغی و دعوتی اجتماع کے ذمہ دار ہیں، کارکن اور داعی ہیں، اگر کتنی بڑی تعداد میں لوگ یہاں  
نکلتے ہوئے، جن کا اتفاق ایک کل پر ہے، ایک عقیدہ پر ہے، ایک مقصد پر ہے، اور ایک طرز پر  
ہے، یہ ایسا مجمع ہے کہ جو اگر بے لوث اور کثافت نہ ہو تو کہوں کہ عرفات و منیٰ کی یاد دلاتا ہے، اور  
اس سے بڑھ کر تبلیغ تشبیہ نہیں ہو سکتی کہ اس مجمع کی تشبیہ عرفات و منیٰ سے دی جائے۔

(اگرچہ روز تبلیغی اجتماع ۱۲۱۲، ۱۳ جون ۱۹۹۹ء، دارالعلوم کے وسیع میدان میں منعقد ہوا)





ہے تو اس سے بہتر اور مناسب موقع اور کیا ہوگا، دنیا میں اثر قبول کرنے کا لہجہ ہے، اور نبی و نوح کے باقی رہنے کا راز ہے۔ کہ اس وقت تک اللہ تبارک و تعالیٰ جو کہ خالق کائنات ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ ابھی انسان میں سبقِ نبی کی خاصیت موجود ہے، اور نیک بے شیخ راستہ پر آنے کی خواہش ہے، آپ جب تبلیغ کا وسیع اور عالمگیر کام کریں گے، وصول پر چلیں گے، جماعتیں بنائیں گے، ملک بھر میں پھریں گے، اور الحمد للہ یہ کام تو اتنا چھیل چکا ہے کہ دنیا بھر میں جماعتیں جاتی ہیں اور نکلتی ہیں، آپ بھی انشاء اللہ نکلیں گے، اثر ڈال کر آئیے گا، متاثر ہوئے نہیں متاثر کر کے آئیے گا، کہ کا پلٹے جائے اور انقلاب آ جائے۔

ایک بات مذمتی سے اور کہتا ہوں، بدگمانی نہیں کرتا، لیکن مجھے ڈر لگتا ہے کہ یہ شاید نہ نبی نئی ہو، کہ آپ جس ملک میں ہیں، جس سر زمین پر زور رہے ہیں، اس میں آپ کو شانِ امتیازی کے ساتھ رہنا چاہئے، "فرقان" سے کہتے ہیں، ایسی شان طاری ہوئی چاہئے کہ لوگوں کے عقائد بدل جائیں، اخلاق بدل جائیں، لگاؤ بدل جائیں، احساسات بدل جائیں، کہ مسلمان اتنی بڑی تعداد میں اس ملک میں ہوں، اور وہ اثر ڈال نہ سکیں، اللہ عالم الغیب والشہادۃ ہے اور خالقِ فطرت ہے وہ فرما رہا ہے کہ۔

ان تسقوا اللہ بجعلکم فرقانا۔

(ترجمہ) کہ اگر تم اللہ سے ذرہ مٹے تو وہ تمہارے اندر امتیازی شان پیدا کر دے گا۔

ایسا حال طاری ہو جائے گا کہ دیکھتے ہی لوگوں کی اصلاح ہوگی، اور خدا کا خوف پیدا ہونے لگ جائے گا، آج ہمارے اندر تو تاخیر کا جو فہم ان ہے، یہ اس بات کی سطحِ دلیل ہے کہ ہم نے "ان تسقوا اللہ" پر پورا عمل نہیں کیا، اگر "ان تسقوا اللہ" پر عمل ہو اور ہم خدا سے ڈریں، اس کے نبی پیغمبر کی تعلیمات سرکاران کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کریں، اور صرف عقائد ہی نہیں، ایمانیات ہی نہیں، جذبات و احساسات، معاملات و تعلقات، اخلاق و کردار، ان سب میں وہ فرق ہو جائے جو تم سے مطلوب ہے، پھر نتیجہ یہ ہوگا کہ انگلیاں اٹھیں گی، انگلیاں ہی نہیں قدم اٹھیں گے، اور زندگی کا رخ بدل کر تہداری طرف ہو جائے گا، اور لوگوں کو مستحکم مشکل ہو جائے گا، وہاں کی اکثریت کو اپنا سنبھالنا مشکل ہو جائے گا، ان کو تھا سنا مشکل ہو جائے گا، کہ اسلام تیزی سے پھیلنے لگے گا، گھر گھر اچھے چپے خدائے وحد کا نام لیا جائے گا، اور

یہ قسم پرستی، جاہ پرستی، دولت پرستی، شہوت پرستی، منصب پرستی، سیاست پرستی، جسمانی اس وقت رہا پھیلی ہوئی ہے، وہ وہ بانہ ہو جائے گی، اور لوگوں کو اپنے مقاصد کو اپنے اغراض و اپنے من و است کو قائم کرنا مشکل ہو جائے گا، کہ مسلمان اُلٹ جائیں اور وہ اسلامی سیرت پر چلیں اور اسلامی عقیدہ پر چلیں تو ان کے اثرات جیسے مرتب ہوں گے کہ سیاسی لیڈروں کو دانشوروں اور ادیبوں کو قائم دین کو، مذہبی کا، کنوں کو، اور دوسرے جن کو قائم کرنا اور مشکل ہو جائے گا۔

آج ایسا کیسے ہو گیا ہے؟ یہاں ہے، یہاں لگے ہے کہ ہماری زندگی اسلامی سانچہ میں اٹھلی نہیں ہے، ہمارے ساتھ یہ بھی صحیح ہونے چاہیے، ہمارے معاملات بھی صحیح ہونے چاہیے، ہمارے احوال، دور زندگی، کے نشانات بھی صحیح ہونے چاہیے، اور مختلف ہونے چاہیے، کہ یہاں دلت میں مرگ چلی تین کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے لوگ ٹھنڈا نہ ہو جائیں، اور پہلے تو یہاں دو چیز پڑی ہوئی تھی، جس سے ٹھنڈک ملتی تھی، وہ اب نہیں ہے، بشر بہ یہاں سے کوئی مسلمان نہ رہا ہے، اس صرح کوئی مصیبت زدہ ہے، اور کوئی اس کی طرف توجہ نہیں کرتا، کسی کو اس کی فکر نہیں، اگر توجہ کی جائے کہ مسلمان نہ ہو، اور وہ کہہ سکیں کہ ضرور اس کے پاس سے کوئی مسلمان گزرے، مگر اس کی بہت دوسروں کے مقابلہ میں بہت کم ہے، جو بعض اندرونی کمزوریوں اور خامیوں، آتی ہیں، ان میں کمال جو فرق نہ بنا چاہئے، اور نفسانی خواہشات، اور خود غرضی اور حرص و ہوس، جسکی دوسری کمزوریوں میں بھی نمایاں فرق ہونا چاہئے، پس یہ کہہ دیا کافی ہو کہ یہ مسلمان ہے۔

آج یہ تاریخ میں پڑھیں گے، تو معلوم ہوگا کہ ملک ملک میں انقلاب آ گیا ہے، آپ خبر لیں، کیاں کیسے، کہاں یہ جزیرہ، عرب جہاں سے اسلام نکلا، وہاں یورپ میں ایچین (ایٹالس) کا ملک جہاں انکھوں کے حساب میں لوگ اسلام میں داخل ہوئے، اور پھر جہاں کی زبان تک عربی ہوئی، اور پھر ملک مسلمانوں کے ہاتھوں میں آ گیا، اس طرح کہاں جزیرہ العرب اور کہاں ترکی، کہاں جزیرہ مغرب اور کہاں اجزاء، اور مغرب قصی (مراکش) ہم نے ان میں آخر عمر تک دیکھے ہیں، ایک ایچین (SHAIN) کے ساتھ کہ جہاں ہوا بعد اس کی ویش کی گئی کہ نہ یہاں مسلمان باقی رہیں اور نہ ان کا کوئی اثر باقی رہے، دیا جائے اس میں غزو مسلمانوں کی غلطی کو بھی بھل تھا، باقی آج مسلمان دوسرے ملکوں میں اسلام باقی ہے، اور اترین میں بھی اسلام



کے پھیلنے کی خبریں سن رہی ہیں، آپ زمینی مساوات دیکھیں، زمینی مساوات دیکھیں، زمین کا فرق دیکھیں، برابری کا فرق دیکھیں تو زمین و آسمان کا فرق ہے، زمین پر رہے، پر رہے، ملک مسلمانوں پر رہے تو یہ مسلمانوں کے اخلاق کی وجہ سے، مسیح و عیسائی کی وجہ سے، تربیت کی وجہ سے، عملی نمونہ پیش کرنے کی وجہ سے۔ نہ تو ہوتی ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں اس ملک میں مسلمان آباد ہیں اور دوسرا نسل انہیں، ہم تو اس مجمع کو کہتے ہیں جو بات سن رہے ہیں کہ یہ یہی کافی ہے، ہاں، اگر سچے مسلمان بن جائیں اور اسلامی تعلیمات پر عمل کریں۔ نہ ٹلف ہائیں۔ اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَئِنْ شِئْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ فَرَغَةً

(ترجمہ) اگر تم تمہاری اختیار کرو گے تو وہ تمہارے عائدہ شان امتیازی میں اضافہ کرے گا۔

اور فرماتا ہے۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي فَمَنْ حَبِطَ لَكُمْ  
فَمَا يَنْفَعُ دِينَ

(ترجمہ) آج میں تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر چکا ہوں، اور تم پر اپنی نعمت تمام کر چکا ہوں، اور اس عہدہ کو تمہارے لئے بطور دین کے پسند کر چکا ہوں۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا خُلَاوُا بِى التَّيَمُّمُ كَأَفْعَةٍ وَلَا تَسْعَوْا حُطُوبِ  
الْشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ (۱۰)

(ترجمہ) اے وہ لوگو! جو ایمان لے آئے ہو، اچھڑاؤ اسلام میں پورے کے پورے اور شیطان کے پیچھے نہ چلو، وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

اس آیت کریمہ میں "کافرا" فرمایا گیا ہے، یہ بڑا عجیب لفظ ہے، اس "کافرا" میں سب آئیں ہیں، "کافرا" عملی طور پر بھی، اعتقادی طور پر بھی، اخلاقی طور پر بھی، اجتماعی طور پر بھی، قانونی طور پر بھی، جو لوگ عربی زبان جانتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ "کافرا" کا لفظ کتنا مضبوط اور

ہے، کتنا وسیع ہے، کتنا احاطی ہے، یہ دنیاوی اور دنیوی ہے، داخل ہونے والوں پر بھی اور اس پر بھی نہیں، داخل ہونا ہے، وہ فیصدی مسلمان سو فیصدی اسلام میں، انہیں بوجہ فاس میں نہ کوئی تائب ہے کہ نہ فیصدی مسلمان، ان فیصدی مسلمان، ایسا کہ نہ ایک بلکہ تمام مسلمان پورے کے پورے اسلام میں، انہیں بوجہ فاس میں، تواریث (تذکرہ کی تقسیم) ایسی، دینی ہے، وہاں افراتفرس پورے اسلام کے چائیں، اس پر کچھ حق ہے، وہ اسلام کے جو حق ہے وہ، دینی کا شہ ہے، شہرہ دینی پر جو حق ہے وہ، پر دینی کا جو حق ہے وہ، عقیدہ والوں کا جو حق ہے وہ، شریعت کا جو حق ہے وہ، ملک والوں کا، وطن والوں کا جو حق ہے وہ، سب پورے اسلام کے جو حق ہونے چاہئیں۔

یہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اسلام میں (اللہ کے سامنے مرجعِ حاکمیت میں) پورے کے پورے داخل ہونا ہے، دینِ فرما بھی سکتا ہے، کہ وہ لہ الغیب ہے، اور سب کا پیدا کرنے والا، اور جو غائب نے والا ہے، اور سبھی کچھ اس کے قبضہ قدرت میں ہے، اور ”ادخلو فی السلم کثافۃ“ (فرار یا بظلمتہ) ”ولا تسعوا حصوات الشیطان“ (بے نیکی ضرورت نہیں تھی، لیکن اس نے ضرورت سمجھی اور رضاعت کی کہ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہونے کے ساتھ اس بات کا خیال ہے کہ شیطان کی چروٹی نہ ہونے پائے، اس کے نقش قدم پر نہ چلنا پڑے، شیطان کے نقش قدم پر چلنا نہیں ہے بلکہ تہرہ لے کر اسوۂ رسولؐ چلنے ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”الْفِدْ تَحَنَّنَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِیْ اِنَّهُ مُؤَدَّ حَسَّ لَقِنْ تَحَنَّنَ بَرُّ خِرَافِہٖ وَ اَقْوَمَ الْاُجُرُ“ کہ تہا، نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں پورے ہونے وجود ہے۔

اس میں یہاں سے یہ مہرہ کر کے ہمارے کدائی کی زندگی اختیار کر رہے ہیں، نہ صرف مہرہ ہی نہیں، پورا دھن، پورا دھارو، آس پاس کا قرب، جو اور بچا، اشیر، سب کا سب متاثر ہو، اور سبھی پر اثر ہو، لوگ کہیں کہ مسلمان کی زندگی بچا اور ہوتی ہے، جہاں لوگ گر جاتے ہیں، اور جہاں لوگ تھوکر مارتے ہیں، وہاں یہ بہت قدم رہتا ہے، جہاں اور سے خمیر فروغی کرتے ہیں، وہاں یہ مسلمان بٹا نہیں اور اسے کوئی خرید نہیں سکتا، نہ حکومتیں اس کو خرید سکتی ہیں، اندیشہ ای اور سے اور نہ ہی سیاسی پارٹیاں، نہ دولت مند اس کو خرید سکتے ہیں، نہ نہ کوئی، جس، جمال اور دین عزت و مال، کوئی اسے خرید نہیں سکتا، یہ جس ایک مرتبہ تک مجھے ان کا پیدا کرنے والا اس کو خرید نہ کا۔

جس نے ان کو دین کی نعمتیں عطا کی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْكُفْرَانِ أَنْفُسَهُمْ وَأَهْوَاهُو لَهُمْ بَيِّنَاتٍ لِّهٖمُ الْيُسْرَىٰ ۚ وَأِنَّ اللَّهَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ۚ

(ترجمہ) کہ اللہ تعالیٰ نے کفرانوں سے ان کے جان و مال کو خرید لیا ہے، جنت کے عوض میں۔

اب اس آیت بعد کوئی طاقت نہ کوئی منفعت اور کوئی بھی ان کو خرید نہیں سکتا یہ کفران ہونا چاہئے مسلمانوں کا، اُسر آتے یہ ہوتا تو پورا ملک مسلمانوں سے محبت کرنے والا، ان کے لئے جان دینے والا، اور اسلام سے پورا فائدہ اٹھانے والا ہو جاتا، اور جہاں نہیں آتا ہوا، اسی طرح ہوا، کرلوں نے، ان لیا کہ ان کا دین سچا ہے، جن کے یہاں اصول پیہندی ہے، خدا ان ہی ہے، ان میں آخرت شہادی ہے، حقیقت شناسی ہے، اور آج جو اسلام باقی ہے، ہر رے کی ملک میں نہیں، ساری دنیا میں بوباقی ہے، اس میں بہت بڑا اہل اسلام کے نمونہ کوئی ہے، ایک فرد چلا گیا ایک ایک کون میں ہزاروں لاکھوں لوگ مسلمان ہو گئے، دور نہ جانے ہندوستان کی کوئی لکھتے، کہ حضرت خواجہ محمد الدین گنجی (راہِ حق) آئے اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے۔ (اسی طریقہ سے میر کبیر سید علی ہمدانی کشمیر گئے اور وہاں کی اکثریت نے اسلام قبول کیا، ایسے ہی کسی کسی کا، اُم لیا جائے کہ ایک دو گئے انہوں نے کچھ لوگ تیار کئے اور پھر اسی طرح پھیلنے لگے کہ گھر گھر محمد مخلص پیدا۔ (۲۱)

پس ہمیں اپنی زندگی ایسی بنانی چاہئے کہ ”بجعل لکم فرقاناً“ والی صورت پیدا ہو جائے کہ خدا شانِ امتیازی پیدا کرے گا، انگلیاں انہیں کی اکاں کفر سے ہوں گے، آنکھیں کھلیں گی، اشرارے ہوں گے، اس سے بڑھ کر لوگ کفر ہوں پر گریں گے، کہ یہ مسلمان ہیں، اس کے عقائد یہ ہیں، اس کے احوال یہ ہیں، اس کے اخلاق یہ ہیں اس کے جذبات یہ ہیں، اس کے احاسات یہ ہیں، اس کی خواہشات یہ ہیں، اس کے مہیر یہ ہیں، یہ ہونا چاہئے یہ پیغام نے کر یہاں سے جانے۔

(۱) ۲۰۲۰ء تا ۲۰۲۱ء

(۲) بعض نام لکھی گئیں ہیں، یہ لاکھ ہزاروں ایک کروڑ تک یہ تعداد بتائی گئی ہے۔

(۳) اس سلسلے میں حضرت سید محمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فقہاء و مکتوبات و جہاں خدمات ناقابل فراموش ہیں کہ جہاں سے ان کا گزر ہو، وہاں ایمان کی لہر دوڑ گئی اور اسلام کا نور پھیل گیا، (تفصیلی کے لئے ملاحظہ فرمائیں) کتاب ”حیرت سید محمد شہید“ ص ۲۴۷، جب ایمان کی باد پہاڑ چلے۔

مزید اس وقت کہ کتب کی ضرورت نہیں سمجھتے، یہ عت تبلیغ کے جو اصول ہیں، بنیادی نکات ہیں، اس پر بھی دیکھ لیجئے کہ اس پر بہت کچھ جاننا ہے، اور جو روحی، دکانہ و بھی لہجہ و سہاہہ، اس نے دین سے سیکھا ہے، آپ بھی دیکھیں۔ یہ سیکھ رہے ہیں، انہیں یہ بات سمجھنا ہوئے گا، بلکہ اس کو اپنی نرہ میں ہاندہ لیجئے کہ آپ کی زندگی میں ایک امتیاز ہونا چاہئے، ایک کھانا ہوا فرق ہونا چاہئے، اس کے لئے قرآن حکیم کے الفاظ سے بڑھ کر کوئی دوسرا فرقہ ہونی نہیں سکتا، یہ ہے ”فرقان“ کہ آپ کی زندگی میں ایک فرقان ہونا چاہئے، جو دیکھئے کہ یہ مسلمان ہے، یہ مسلمان کا کام نہیں، جسے بائیس ہزار باواقعات میں تاریخ میں، کہ مسلمانوں نے وہ کیا، وہ کوئی نہیں کر سکتا تھا، کہ ایسی بھی کوئی قربانی، دین کی ہے، ایسی بھی کوئی ہمت کر سکتا ہے، ایسا بھی کوئی ایثار کر سکتا ہے، بلکہ مسلمان نے یہ، ہمارے میں سب موجود ہے، یہ دیکھا رہے ہیں، جو بہ نرہ (ساری) میں محفوظ ہے، مسلمانوں کے وہ امتیاز، بلکہ ممتاز اور معیاری طریقہ عمل سے دیکھنا، ہمارے ہمارے میں، ہمارے میں آپ پڑھیں، مسلمان نے فتح پانے کے باوجود کیسے رحم کا سلوک کیا، کیسی انسانی ہمدردی کا مظاہرہ کیا، کہ لوگ، جو کہ، جو مسلمان ہوں، شروع ہو گئے، اور انہوں نے کہا کہ ہم کو مسلمان کر لیجئے، جو لڑنے آئے تھے وہ قدموں پر لڑتے اور اسامہ قبول کیا۔

بھئی، آج، ہندوستان میں ہمیں، ہرے اور دین اور اسلام کا حق، حق نہیں ملے گا، وطن کا حق بھی ہے، یہ ہمارا وطن ہے، اللہ نے ہم کو یہاں پیدا کیا، اور ہمارے لئے اس سرزمین کا اقبال کیا، اس کا بھی حق ہے، آدمی کو اپنے گھر سے محبت ہوتی ہے، یہ ہمارا گھر ہے، اس میں ہمیں فیض، طرز عمل اختیار کرنا چاہئے، کہ لوگوں کی اصلاح ہو، بلکہ زندگیوں میں انقلاب آ جائے، یہ ظلم و اندھیر جو ساری دنیا میں تو ہو رہا ہے، کبھی کبھی ہمارے ملک میں بھی ہو جاتا ہے، ہندو، کبھی سیاست کے راستے سے، کبھی حکومت و اقتدار کے راستے سے، کبھی مقدمہ و مفاد کے خلاف سے، یہ سب ہندو، انصاف، پھیلے اور خدا کا خوف عام ہو، لوگوں میں ایک شہزادی پیدا ہو، خدا کا خوف پیدا ہو، افسانیت کا احترام پیدا ہو۔

یہاں مجھے صرف یہی کہنا ہے کہ اور انہی پر بات ختم کرنی ہے کہ آپ یہاں سے یہ عہدہ پیمانہ کر کے جائیں اور جانے سے پہلے یہ طے کر لیں، اور تجویز کر لیں کہ ہم کو اب اپنی زندگی اسی

برائی ہے کہ زندگی میں انھیں، انھیں انھیں جلا قدم انھیں کہ ان کی طرف چلو! ان سے سکھو اور ان سے فائدہ اٹھاؤ، جب چاکر انشاء اللہ یہ رویہ بھلا ہر طرح سے انقلابِ تعمیر، دیکھ، ہر صحت سے مبارک ہوگا، وہ یوں بھی مبارک ہے، اور نہایت مبارک ہے، یہ معصومی بات نہیں ہے، کہ اللہ کے نام پر اور دین کی رحمت پر اتنی بڑی اتحاد میں لوگ جمع ہو جائیں، ہم اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں، اور فخر کرتے ہیں، اور اعلیٰ ہندوؤں العلماء، نے ہاتھوں کی روح خوش ہو رہی ہوئی کہ آج یہاں اتنا بڑا اجتماع ہو رہا ہے، لیکن اس کے ساتھ امر کی بڑی ضرورت ہے کہ آپ کی زندگیوں میں انقلاب آئے، اور یہ انقلاب لازمی نہ ہو بلکہ متعدی ہو، کہ دیکھ کر اوتار متاثر ہوں عقائد کے اعتبار سے، بھی اخلاق کے اعتبار سے بھی، اعمال کے اعتبار سے بھی، معاملات کے اعتبار سے بھی، اور اوروں کے اعتبار سے بھی، اور کوششوں کے اعتبار سے بھی، اور ہر طرف سے آپ کی زندگی سب کے لئے شاہ راہ بنے، اور دعوتِ اسلام کا کام دے، مقناطیس کا کام دے، اور مقناطیس کی حیثیت ہی کیا ہے، اُردو ہلو ہے کو کھینچ سکتا ہے، تو کیا مسلمان کسی قوم کی کسی آبادی کو کھینچ نہیں سکتا، یہ سنگڑوں مقناطیس ایک مسلمان کے ایمان پر فدا ہیں، اگر مسلمان میں اتنی طاقت نہیں، ان میں مقناطیسیت نہیں تو ہوئی چاہئے، مقناطیسیت بھی ضروری ہے، جو نہایت ہوئی چاہئے، اللہ ہمیں اور آپ کو توفیق دے۔ آمین۔

